

پیشین مرتبہ دہلیاب بھی دہلی

حکو

بابو گنگا پرساد صاحب ورنے ایک انگری
ناول مانی فرسٹ اینڈ لاسٹ لو مصنفہ
مسٹر گرے مشہور نامی گرامی ناوی
ارو میں ترجمہ کیا



Checked
1887

لکھنؤ

جی پی وناو برائن پریس میں طبع ہوا

اخلاصہ ناول

سنہ ۱۸۸۰ء میں صاحبزادہ مرزا علی گڑھ کے ایک
 دو نور و احسن لڑکیاں اور ایک پرکارہ لڑکھن بھی
 برسی کی جگہ کا نام لینا تھا ولایت ہی میں سرور نہ تھا ایک
 کو تیار سے لے کر لڑکی تھی۔ مگر کورٹ شپ ہی میں بکٹا رہا تھا
 نصیر دہ سے آگئے۔ اور ایک دوسرے جوان رعنا لڑکین
 تھے۔ کرنل بڑے غصایت ہوئی۔ کرنل صاحب متعجب
 تھے۔ اتفاق کی بات انہیں ہندوستان آئے ہی ایک مالدار
 بیوہ لکھنی لینا نے دہلی آئے ہی کچھ خوشنم اور کچھ کرنل
 کی بیوی تھی۔ کہ باعث شادی سے بالکل انکار کر دیا۔
 دوسری کا نام کیٹ تھا۔ یہ ایک فطرت فوجی ملن پر تھا
 ہوئی۔ تیسری سنیل بالون والی پولی ایجنسی اطہر تھی۔ اور
 عاشقی اور محنتی کے چکر سے تین بچہ تھی۔ پادری
 صاحب دہلی آئے ہی بکٹاں ہر در بھی تبدیل ہو گیا۔ اور
 کرنل لڑکین کی بیویاں کی باعث اپنی کامیابی میں بھروسہ کر کے
 لینا پھر شروع کر دی۔ یہ فکر سوسری رہی تھی کہ کیا
 میں کرنل لڑکین کی نئی دولتیں بغاوت کا پہلا نشانہ ہوئی۔
 اور یہ دوسری بیوہ کے بعد دہلی میں آئی تھی۔ لینا نے ایک سو
 تو اپنی بیویاں اور دوسرے اس کے دغا اور غریب کی باعث
 شادی سے انکار کر دیا۔ کیٹ بالکل ثابت قدم اور متقل
 اور نور و کار وائی ہو رہی تھی دوسری جا شہہ دہلی کے
 دو بیٹے ان تینوں لڑکیوں پر عاشق ہوئے۔ شاہزادہ مرزا
 مغل نے تو لینا کو اور شاہزادہ مرزا ابوبکر نے مس پولی اور
 کیٹ کو پسند کیا اور طرح طرح کی فکر میں انکو محل شاہی میں داخل
 کرنے کی سوچنے لگے۔ ایک جانب عیش کی گھاٹین ہو رہی
 تھیں۔ دوسرے طرف غصہ پر واز باغی شاہ دہلی سے
 دیوانہ خانہ میں غصہ سازشیں انگریزوں کے ٹھانے کی کرتے
 تھے۔ کیٹ کی شادی ملن سے ٹھہر گئی اور جیسے ہی رسم

شادی گرجا میں اور چکی کہ میرٹھ سے باغیوں نے اگر
 غدر کرنا۔ اور موت کی بے مددگی پریشانی مصیبت کا
 بیان تو ناول میں لے گا غریب جس وحشت انگیز و
 کے ساتھ مظلمے ایسی سپاہیوں کی سازش انگریزوں کی
 تھیں ہرٹ لکھنویوں کے ساتھ ہر لوگ بیان نہانا وہی سنگین
 و لکھارے و حافظ فلاح مدین و عظیم اللہ خان کی
 شراعت وغیرہ کا حال ناول کے پلاٹ تھکائے وقت
 لکھنے کی حاجت نہیں۔ ہم صرف اپنے صاحب قصہ کا
 کچھ حال بیان کر رہے۔
 خوشامیث اور انگریز کے پادری کے خاندان پر بھی آ
 و تباہی آئی۔ پادری صاحب تو زخمی ہو کر باغ مغل سی
 میں قید ہوئے۔ وہی تھکے بالوں والی پولی مرزا ابوبکر
 کے محل میں داخل ہوئی۔ کیٹ اپنے چند ہی منٹ کے
 شوہر سے جدا ہو کر تمام شب قتل دہلی کی بازار و زمین
 گھومتی گھومتی ایک تاجر پارسی سے یہاں پناہ گزین ہوئی
 جہاں سے ایک جاہل ہندو سپاہی کے ہاتھ پھری۔
 لینا نے اپنے بہادر یا انداز عاشقین صداق ہر در کے
 ساتھ سر نہ کے جنگل میں جان بچائی۔ مرزا مغل جو کہ کبھی
 ملک بالوں تھا انکا تعاقب کرتا رہا۔ پادری صاحب نو
 گڑھ کر کے مر گئے غریب پولی کی ضد نے کہ عیاش شاہزادہ
 مرزا ابوبکر کی خواہش پوری نہیں کی جان لی لینا کی
 ہر در سے قیمتی نال میں شادی ہوئی۔ انگریزی فوج دہلی
 واپس آئی۔ اور بہانہ بدلا لیا۔ اول حصہ میں تو انگریزی
 کورٹ شپ تیس سال اس جانب کی انگریزی طرز معاشر
 دایوں کی خفیہ سازش ٹھکوں کا حال ونگی بنایا
 کی گئی ہے۔ دوسرا حصہ بغاوت کا ہے۔ تمام حل
 بغاوت کا بیان کر دیا ہے۔

ویباچہ مترجم

کتاب میں کسی ویباچہ کی ضرورت نہ تھی۔ اب اگر میں یہ چند سطور لکھتا ہوں تو اول
 یہ عرض کرنا ہے کہ میں نے جہاں کہیں میرے خیال میں ضرورت معلوم ہوئی اسے
 یہ ترجمہ سے محنت بچانی کہ جس کا ترجمہ ہندوستانیوں کے موافق مذاق نہ تھا۔
 یہ قیوں پر صفحہ کے صفحہ چھوڑ دے گئے ہیں۔ دوسرے مجھ کو مولوی عبدالحکیم صاحب
 نیر سالہ دلگداز کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ جنہوں نے کچھ حصہ کی قبل طبع ہونے
 کے نقطہ ثانی کی تھی۔

لنگاپر سادورما۔

دفتر اخبار ہندوستانی

۲۰۔ دسمبر ۱۹۴۷ء

باب پہلا

جیک ہرور

”اُن - بن تم یہی کہتے ہو تو اصل میں وہ روکن کی قبل مار ڈالی گئی تھی“

”جیک کرنل اپنی گچی تیر جیگائے کنٹونمنٹ میں چلے جاتے تھے۔ پس اسی وقت اون درساٹون نے گولی سے کام تمام کر دیا۔ یہ واقعی حیرت کی بات ہے کہ کرنل بچ گئے ویلے کہ سپاہیوں نے دونوں طرف سے بند و قین سرگزائے کر دی تھیں“

”انسوس جیاری ہیسنہ ہی بھرمین ایک لڑکے کی مان ہتی حقیقت میں یہ بڑا دل دکھانے والا واقعہ ہے“

”اسین شک نہیں کہ ان جرمنی کے کارٹوسوں سے جیسا کہ ان غلاموں نے ناظم کھایا پڑا خفاک نساو ہوسے معلوم ہوتا ہے۔ اور ابھی تو اس کجخت واقعہ کی ابتدا ہے“

”زن تم کہے یورڈین پر کشاہ دہلی سے لیکر کاکتہ کے ایک اونی قلی تک جو غلام کہتے ہو“

گفتگو کرنے والے دو شخص تھے جان ترے پینین ہرور عرف جیک ہرور کا ریش فوج پیدل کے کپتان اور اونکے مکان رونی

ٹاس میں بنگال فزیر کے فٹنٹسٹ گولڈرک دونوں مشہور سہنہ بنگال دہلی میں مستعین تھے۔ اور دونوں اس وقت برانڈی اور برون

کے فرسے میں ابتاد کے شروع ہونے کے آثار پر بحث کر رہے تھے۔ جرت کا ایک کبس بھی سامنے رکھا تھا پیرل کی گرم راستے

گھنے گھڑتے جاتے تھے۔ اور کھر کیوں سے بنگلے کے چھوٹے باغ کی نازکیوں اور گلاب کی خوشبو ہوا کے جھونکوں کے ساتھ

آ رہی تھی۔ دونوں خوبصورت نوجوان اگر زیادہ کیس قدر مندو تھا

آجے ہوا کے عادی ہو گئے تھے۔ اور عرصہ سے سخت گرمی برداشت کر رہے تھے جو ٹرکپن کے خون کے من بین

نہایت مضر ہے۔ دونوں سفید جمال کے کپڑے۔ کئے پاجامہ اور جیکٹ پہنتے تھے۔ جسکو قحط بھٹوان ہی سے ثابت ہوتا تھا کہ انکو فوج سے تعلق ہے۔

دونوں پڑنے و دست اور مدرسے کے یار تھے۔ جسے گنید بھیکنے واسے اور خوب کشتی کھینے واسے امین و کیمبرج کے تھے۔ لیکن جیک ہرور بھرمین دوسرے سے زیادہ اور قد میں لمبا اور مضبوط تھا۔ اس کے چہرے پر مروائی پائی جاتی تھی۔ اور اپنے دوست سے قوت میں زیادہ معلوم ہوتا تھا قوجہ فٹ کے قریب تھا۔ پیشانی سیاہ رنگے جو گھوڑا بال اور بدن سے سپاہیانہ خوبصورتی ظاہر ہوتی تھی۔

گھوڑے اور شراب کی خوب شناخت کر سکتا تھا۔ بلیڈ کھینے میں نہایت تیز دست تھا۔ شکار کے مہنوں پر خوب مضبوط

گھوڑے پر ایسا سیدھا سوار ہوتا تھا جس طرح شیر شکار پر جاتا ہے۔ ہر دوسے پرست شیر کو مار لیتا تھا۔ اور بنگلی سر کو

بھالے میں چمید لیتا تھا۔ ان اوصاف کے اعتبار سے ہندوستان بھرمین بے مثل تھا۔ جہاں جہاں ہرول عزیز رہتا

اس کام کے لیے ہمیشہ جیک ہی پسند کیا جاتا تھا۔ کہ شکار یا دعوت کی کوئی تجویز کرے۔ اول الذکر کو بس ایک عمدہ

اونس کھر گر کیوں کی صحبت کا شوق تھا۔ دسترخوان کا کام توڑے۔ رکابیوں کا کام۔ کچھو کے پتے کرسیوں کا کام۔

فلس اور گاڑی کے گدے دیتے تھے۔ اور سایہ دار نظام کوٹھی اور بنگلے کی جگہ پر تھے۔ غور کمین چھو نہیں گیا تھا۔

بنگال کھربا اور وہ سوسائٹی کارکن تھا چونکہ لڈیون کا قحط تھا اسلئے وہ اس قدر وحشیہ کا ذریعہ تھیں۔ جہاں تک

کسی ایسے یورڈین کا خیال تک نہیں پہنچ سکتا ہو جسے کبھی سیر بھیاخت کا اتفاق نہ ہوا ہو۔

جیک ہرور کا حسین یہ خوبیاں اپنی باقی حقین نام آدمی

لسٹ میں بی ایس می آری حرفوں کے ساتھ

شائع ہوتا جسکا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اوننے فوجی امتحان

کیا ہو۔ وہ اپنے چوڑے سینہ پر جنگ ستیلا اور گجرات کے
لٹکائے رہتا تھا۔ چونکہ تیس سال لڑ چکا تھا اس سبب
لو کہ موسم کے مضر اثراتوں سے وہ بہت عرصہ تک بیمار کا
پتے تھے کیونکہ وہ کھلا ہوا خیال کرتا تھا۔

بہاؤ دستہ رولی ہاسٹل میں جب کہ سے کی قدر زیادہ لپیلا
لے لیتے دیکھ کے اور تھوڑے لمحے گھمے تھے۔ جو ہوا میں اڑا کرتے
ہو اس وقت بھی جب پارہ تھرا میٹر ایک سو دو درجہ پر تھا
اور اپنی موجودگی میں باندھا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ کانگ کی
بٹنی دیتا تھا جس کے گرد نیلا کپڑا لپیٹا ہوتا۔ ملن نے
بڑی دیر غاموش رہا کہ جتنی دیر میں سیاہ فام خدنگار
گلاس کو سوڈا واٹر اور برانڈی سے بھر دیا گیا تھا
جی کی کچھ مہین بہت جلد فساد نظر آئے گا میں دیکھتا ہوں
یہ طوفان بے تیزی برابر بڑھتا جا رہا ہے اور سیاہ پور ہو رہا ہے
بروریک کے کوچ پر لیٹ گیا اور وہ دونوں انگلیں گریچے
دون پر رکھ کر کہا: ملن بھرتو کہو میں قسم کھا کرتا
ان کو ابھی اچھی طرح نہیں سمجھا۔

یہ ہی رٹو کن اور اسکی بیوی کا واقعہ ہے
واقعہ بارکپور میں ہوا جو کلکتہ سے ۴۰ میل دور۔ اگلے
فٹہ کی تاریخ کو جیسا کہ کپتان وگلنس جو حملہ دہلی
رٹو میں متعین ہیں مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ۳۰ دین
بھی فوج پیدل کا ایک سپاہی جس کی بخت کا نام منگل پٹیل
رہا تھا کہ فٹہ میں جن میں دھتورا ملا ہوا تھا بدست
دکریہ ذوق بھر کر لین کے سامنے پھرتے لگا بیہودہ کہتا
اور باغیانہ آواز سے کہتا تھا۔ ایڈ جرنٹل اور
سرجن میجر نے کوشش کی کہ گرفتار کر لیں اور اس سے
بیمار چھین لیں مگر وہ دونوں سخت زخمی ہوئے۔ حالانکہ
ماری جنٹ فافوش کھڑی دیکھا کی اور بیشک ان
رکٹوں کو ناپسند کرتی تھی۔

اور وہ کی فوج کے کرنل رٹو کن گاڑی پر اپنی بیوی کو
پہلو میں بٹھائے کمنوٹمنٹ میں چلے جاتے تھے کہ کسی
میل کے نیچے سے گولی سر کی اور ان کی بیوی کا کام تمام
ہو گیا۔ یہ گولی منگل پٹیل سے تھی ماری بھی جس کا نام ملن
ب بڑی بہادری کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

میزر ۱۔ خدنگار اسی ۳۳ ملٹن والی سپاہی کا بھائی
ہو۔ اس کا نام فرنچ پانڈے ہے جو
برق تو میں فرنچ پانڈے کو ابھی نکالے دیتا ہوں۔
آئین! اور کے بھائی کے جرم کی علت میں۔ نہیں نہیں
ملن یہ بالکل نا انصافی ہوگی۔ خیر آگے بیان کرو۔
ان پھر کیا ہوا؟

ان ۳۵ اور ۳۶ ملٹن ایک دھیری تو بچا نہ و
تین ویسی فوجوں کے سامنے جو خاصکر میدان میں
تھے منگل پانڈے کو مع اس ہندوستانی افسر کے
جو اس وقت پہرہ تھا بغیر کسی زیادہ ترک و حشتم
کے چھانسی دی گئی۔ اور سب ملٹنوں سے جو بارکپور
میں تھیں ہتیار لے لیے گئے۔ اور انکی دروہان چھین
لی گئیں اور نکال دیے گئے۔ اب یہ لوگ اپنے نہیں
اتنی کے شعلہ کی طرح بلندی میں پھیل جاتے پھرتے
ہیں فرنگیوں کو گالیوں میں تھپتھپتے کہ وہ چربی کے
کارٹوس سے ہمارا دھرم لینا چاہتے ہیں جان بچو
میں تمام سپاہیوں میں بغاوت کا ادہ پیدا کرنے
ہیں۔ اور عجیب و غریب چاٹیوں کے قسم ہونے
سے اور اور طرح کی علامات سے جو ہر نام پور میں ہو
مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہم یورپ میں لوگوں کے قدموں
کے نیچے ایک آتش فشان پہاڑ ہے۔

”جیک ہرورڈ جو کہ ایک چرٹ دونوں اونٹوں میں بٹا
بدی کی آرام کر رہا تھا اسی دھوئیں کی طرف دیکھ رہا
تھا جو بھگت کھا کر نیچے کی طرف اڑ رہا تھا اس لئے ہی

اوسنے کچھ جواب نہیں دیا۔

تھوڑی دیر بھر کر بولا۔

”میں خیال کرتا ہوں کہ روکن کی بجائے بیوی مرگئی ہو تو وہ پھر دنیا وشتن کو شادی کا پیغام دینگا۔“

ملن نے کہا: ”میرے تو ذہن میں آتا کہ اتنی بڑی گستاخی

اور بے شرمی کے بھی وہ ایسا کرے۔ علاوہ اسکے

لینا بھی اب اس امر کو پسند کر لگی۔“

رولی اس بات کا زیادہ خیال نہ کر مین بخوبی واقف

ہوں کہ وہ روکن سے بہت زیادہ محبت کرتی تھی

ہر کسی شخص کا قول ہے کہ یہ انسانی خلقت کا خاصہ ہے

کہ انسان اپنی بے نصیبی کے باعث کبھی دافشتمندی کے

ساتھ عشق میں نہیں مبتلا ہوتا۔“

ملن میں تو عقل مند نہیں ہوں۔ اور نہ کبھی عقل مند بن سکا

میں نے دعویٰ کیا۔ کیا رولی یہ کیسی قدر نامناسب

تھیں جو کہ ہم تم جو اسکول کے ساتھی اور بڑے دوست

ہیں دونوں دو بہنوں پر جو پادری وشتن کی دیکھ

میں عاشق ہوں۔“

”پھر سچی غنیمت ہے کہ ہم دونوں دو پر عاشق ہوئے۔“

ایک ہی پردہ فوٹو فریقیت ہوتے تو کتنی بڑی خرابی ہوتی

جہاں تک مجھ کو علاقہ ہے میں کہے دیتا ہوں اس معاملہ

کو مجھے زیادہ تعلق نہ ہوتا اگر میرے ساتھ

اوس بڑا دے اچھا ہوتا جو لینا نے کیا ہے۔“

”اوجیب اوسے روکن کو پسند کیا اور اوسے ہی شخص نے

اوسکے ساتھ کھوٹائی کی۔“

رولی یہ بہت بڑا اثر بنا کہ اجاڑا تھا۔ اور اون گئے

دونوں میں دالہ میں روکن کا خاتمہ کر دیتا مگر لینا کا

کوئی بھائی مرد دیکھ نہ تھا۔ اور باپ پادری ہو کر

یہ کر نہیں سکتا تھا۔“

”ہر روز حقیقت میں یہ بالکل خلاف عقل کارروائی

ہوتی کہ تم اس بات پر ایک شخص سے لڑتے کہ اوس سے

اوس لڑکی سے نہیں شادی کی جسکو تم چاہتے تھے

اور اس طرح سے اپنی ہر ایک امید کو خاک میں ملا دینا

”امید!۔“ جیسے ایک گراکش بہت کا کھینچا اور بڑے

کی طرف دھوان چھوڑ کر کہا: ”مجھ کو کبھی امید نہ تھی۔“

اور رولی۔ میں ہمیشہ تمھاری اوس کامیابی پر مسرور

کرتا رہا جو تم نے کیٹ کے ساتھ حاصل کی۔ اور اتنا تر

کہو گنا کو مجھ کو لینا کے ساتھ عشق ہے۔ مگر کیٹ دو روز

بہنوں میں زیادہ خوب روکر لگی ہے۔“

ملن نے آہستہ سے کہا۔ ”میں معاملہ تو سب ٹھیک ہو گیا

ہو مگر بوڑھا پادری ہماری ایک نہیں سنتا۔ جب تک

رجسٹر میں مجھے کوئی عہدہ نہ ملے۔ یا جب تک میرا

چچا جو محکمہ افیون میں نوکر میں مجھے کچھ روپیہ نہ دے

عرصہ ہوا اور انھیں معلوم ہو چکا ہو کہ وہ مثل پوست کے

پتھر کے زرد ہو رہا ہے لیکن وہ بجائے اسکے کہ اپنے

خوشی کی شادی کو پسند کریں اپنا محل پسند کرتے ہیں۔

اونکے مرنے پر البتہ مجھ کو اس پر۔ ۳ ہزار سالانہ آدنی

نوں نوں اور دیگر لاناؤں سے ہے۔ خانا خواستہ یہ نہیں

چاہتا کہ وہ مر جائیں تاکہ میں کیٹ کو پاؤں۔“

اب دونوں خاموش ہو گئے اور میں سے ایک نہ لگتا تھا

روشنی کچھ سوچ کر کہا۔ ”مجبوراً میں نے شروع میں لینا

سے محبت بڑھانا شروع کی اور دلگی مایا اور طبعیت

سے محبت زیادہ بڑھی۔ اوجیب میں اوس کے ذہن اور

ریشم اور سونوں کے صندوق کو تحریک امید کی کے

کو دیکھ کر میں ہاتھ لگاتا مجھ کو بہت کم شان و گمان تھا کہ

دنیا بھر کے مقاموں کے بعد ہندوستان میں ان

ملاقات میں کی ہوگی۔ یہاں ایک نظروں سے

گزرے ہوئے دیوانے عاشق کی طرح میرا خیال تھا

کہ وہ میری یا اوسکی بیوی ہوگی۔ حالانکہ وہ کسی لگی

نہیں ہو پئی۔

”جس زمانہ میں اسے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا۔ اور روکن کے ساتھ رضامندی نہ ہوئی اور اس زمانہ میں کرنل کو روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ ایک کورٹ مارشل بھی ہونے والا تھا۔ اسوجہ سے اسے ایک مالدار عورت مدد کی جو اسے شادی کر لی۔ تاکہ اپنی ٹیلیفون سسٹم بچ جائے۔ خود لینا بھی اس امر سے واقف تھی۔ اس شہب سے اسے بھی تعزیر مسافہ کر دیا۔“

”برور نے کہا۔“ اب وہ خوشی سے اسکو پسند کر لیا۔ اس لیے کہ اب وہ دولت مند اور آزاد ہو۔ آزاد ہو کر اپنے خاوند پسند کرے۔ گھر دلی وہ سب سے پہلے

ہی میری معشوقہ تھی اور اب بھلی ہو گئی۔“

”جیک۔ زیادہ فضول بحث نہ کرو۔“

”ملن۔ میں تمہارے سر کی قسم کی کرتا ہوں۔“

”ملن نے ایک بے اعتباری کے ساتھ کہا۔“ پہلی تحقیقت میں۔“

”جیک۔ خوبصورت ہندو لڑکی کی جو داستان بیان کی گئی ہو اسکی کچھ حقیقت بھی ہو یا نہیں۔“

”غارت ہو وہ قصہ اور اسکا بیان کرنے والا دونوں۔ اس قصہ اور روکن کی جلاوطنی کی بدولت میرے ماتھے سے اچھی لینا نکل گئی۔ اب جو کچھ چھپا

ہو۔ اگر اس کے بعد بھی وہ تھوڑی سی ذلیل ہوئی ہو تو روکن کے ساتھ شادی کرے کیونکہ اب وہ بے جہرہ کا ہے۔“

ملن نے سرور کا قطع کلام کر کے کہا۔ ”نہیں وہ ہرگز ایسا نہ کریگی۔ لینا بڑی شریف اور نیک عورت ہے۔“

”کوئی چاہی اس قدر اندھا نہیں ہوتا جس قدر شرم میں عورت اندھی ہو جاتی ہے۔“

”کیونکہ جبکہ اس کے بعد تم کا نذر والی سے جا کر بچنے۔“

”بالکل بیہودہ۔ ملن۔ تم سے ایسی گفتگو کیونکر کی جاتی ہے۔“

”آنا ایک تم اونکی غیر حاضری میں اونکی بیوی کے پاس جب خود کرنل کورٹ مارشل میں بچنے ہوئے تھے تھوڑے

لگے تھے حالانکہ تم سے اونکی بیوی سے بالکل راہ و رسم نہ تھی۔“

”اچھا میں خود کیس دن اس داستان کو بیان کر رہا اس لیے کہ معلوم ہوتا ہوا دوسری داستان لے لینا کی نظر سے مجھے اور بھی گر دیا ہے۔“

”ملن نے ہنس کر کہا۔“ ان یہ تمہاری خوش قسمتی ہو کہ بچوں میں چھپتے ہو۔“

”رونی کبھی تھے۔ اب میں بالکل نیا آدمی ہو گیا ہوں میں لینا کو بالکل قبول نہیں کیا ہوں۔ ان اتنا ہو کہ

اب میرے کرنا سیکھ گیا ہوں۔ کیونکہ ہنوز وہ بیوی اور کی نہیں ہونے پائی تھی کہ قسمت نوج کے ساتھ

مجھ کو لکھنؤ سے یہاں لے آئی اور اس پرانے زخم پر ایک اور تازہ زخم اسکی موجودگی میں نہیں بلکہ

اسکی آواز سے پہونچا۔“

”کبھی کبھی وہ تمہارا زخم کرتی ہے اور نہایت مہربانی سے۔“

”خدا اسکی عوض میں اسکو برکت دے۔“

”ان لیکن اب۔“

”کل میں شہر کو جاؤنگا اور اپنی قسمت کو اکیبار اور آزماؤنگا۔ اور جیتنے کے لیے اس معاملہ کا خاتمہ کر دوںگا۔ ان تم سے پانڈی رستم کی بیوی کے روز واقعات ہوتی ہے۔ کہیں ان سے نہ کہہ دینا

ڈھلتے ہوئے سال

ہر روز کا بنگلو کمنٹو منٹ کے اور بنگلوں کے مثل تھا جسکے گرد اگر دو ایک تیرک ہری لکھاس تھی۔ اور انا بھی جنگھار کے پتوں سے گھرا ہوا تھا جس میں سے اکثر سب اور بچھڑکا آیا کرتے تھے۔ بنگلو اینٹوں کا بنا ہوا تھا اور اوپر چوڑے کی سفیدی پھری ہوئی تھی۔ ایک منزلہ تھا کئی برون سے ایک کپتان کے بعد دو سرے کپتان کے قبضہ میں آیا۔ اور اب بھی بہت لمبی گزری حالت میں تھا۔ جیسا کہ ہندوستان کی کمنٹو منٹ کے ہر ایک جنگلے ہو کر تھے ہیں۔ ساہنے ایک یہ آمد تھا جان سے ایک غریب کجھت بالکل ناکارہ تھا۔ دہلا تھا آدمی نظر آتا تھا جسکی کالی صورت سے ثابت ہوتا تھا کہ کائے سے کائے شاہ بلوت کے درخت سے خوار کر نیایا گیا۔ یہ کالا آدمی کچھ کی رسی پکڑے ہوئے جو ہر دو کے سونے کے کمرے کی دیوار سے ایک سولہ میں ہو کر باہر نکلی تھی۔ چٹھا کھینچ رہا تھا۔ ہر دو کے بیٹھنے کا گھر بالکل خراب ہو رہا تھا۔ کہیں کہیں کمری کا جالا تھا جیسا کہ عموماً فوجی بنگلوں میں ہوتا ہے۔ میسر سوسے اس کا پتہ کے جیسے سو ڈاؤن کی خالی قوسوں میں پڑی ہوئی تھیں اور کچھ نہ تھا۔ سات بوتلوں میں شراب کی فقط ایک بوتل رکھی تھی۔ اور ایک کانپور کا بنا ہوا چرٹ کا بکس بھی تھا آتے جانے والے کے لیے رکھا رہتا۔ علاوہ اس کے تھوڑی سی چھٹی پڑانی ریلوے کتب خانہ کی کتابیں پڑی ہوئی تھیں۔ حالانکہ اب تک کسی ریلوے گاڑی کے پتوں کی آواز بھی ان شمالی صوبوں میں سولے آگے آگے نہیں ملتا۔ انہیں آتی تھی اور میرے کوٹنے پر جیک کی خاص کتابیں جو جنگ کے متعلق تھیں پڑی ہوئی تھیں ایک کوٹنے پر دو مصنوعی تلواریں پڑی ہوئی تھیں۔ دوسری طرف ایک دو تالی بندوبست اور ایک سولے مارنے کا مھالا۔ سلا کر۔ دارو خطہ بنار سے مرگتا تھا

.. جسطرح تمھاری خوشی ہو۔ اب مجھ کو جانا پڑا ہے ایک گھنٹے پرانڈی لی کر راستہ پکڑوں۔ انگلستان امید کرتا ہے۔ کہ اسکا ہر ایک باشندہ اپنا فرض ادا کر گیا میرا کام یہ ہے کہ کشمیری دروازہ پر ہوں۔ دین میں کے کسی آدمی کے ساتھ پہرہ پر ہوں۔ مان جاتے وقت کھا گیا میرے ہی ساتھ کھانا یا خود شکر ترکاریاں خوب پکا تا ہے۔ میں اگر پہرہ صوبہ دار کے سپرد کر سکا تو کوشش کرونگا کہ چارے پیئے گئے وقت و سٹن کے گھر پہنچ جاؤں یہ کون جیڈا رہا ہے کیا سیار ہے۔

نہیں۔ ایک وحشی پورھا خیر۔ حافظ فلاح الدین اسے میرے احاطہ کے چھاگ کے باہر آوھا دھڑمین میں گاڑے مسلمانوں اور فرنگیوں دونوں سے خیرات مانگے ہوئے اور میرے پیستول اپنے ساتھ گاڑی پر رکھ لو اور ٹوپی کی طرف ہر وقت خیال رکھنا۔

دو شکریہ پرانڈی کا ایک جام اور اوڑیا اور میں چڑیا کی طرح بیان سے اوڑ گیا۔

پہلے وقت جو باتیں دونوں میں ہوئیں وہ مختلف تھیں۔ کچھ سواوس سیاہ گھوڑی کی نسبت گفتگو ہوئی جو سون پور کی گھوڑوں میں دوسری تھی۔ یہاں تک کہ قریب پانڈے نے جسکی نسبت ابھی تک خیال تھا کہ بھائی منگل پانڈے کی نسبت سے بالکل آگاہ نہیں تھا حالانکہ گھوڑوں کی زبان سب سال معلوم ہو چکا تھا۔ اگر نہایت ادب سے کہا۔ ملن صاحب کی گلی چھاگ پر گیا رہی۔ اور اونکا چتہ بھی اوپر رکھا ہوا ہے۔ باہر اس بہت گریہ ہے۔

ایک گھجھ کے بعد رولی ملن چلا گیا اور ہر دورے سنا کہ وہ گاتا ہوا جا رہا ہے۔

دوسرا باب

اور دنیا کا آدمی خیال کرتا تھا تاہم وہ اپنی آرام گاہ پر اپنے دوست کے چلے جانے کے بعد سوچتا رہا اور کھڑکی سے اون باغوں پر غور سے دیکھتا رہا جسکے درختوں سے نیلا آسمان نظر آتا تھا۔ کبھی کھڑکی کی طرف خیالات جلتے اور پرانی باتیں جو شش جوانی و عشق کی ہلکتیں یاد آتیں اور کسی امیدیں دل میں آگئی اور تجبیتی جب طرح سے ہمارے بعد گری آتی ہو اور گرمی کے بعد سردی ہوتی ہو۔ اس کی زندگی میں کیسے کیسے عجیب و غریب تبادلے ہوتے۔

تھیکری نے لکھا ہے: "ہزاروں خیال ایک انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں جو تا وقتیکہ وہ قلم لیکر لکھنے کو نہیں بیٹھتا اور سکون نہیں معلوم ہوتے اس واسطے دل اوسے کے واسطے ایک راز کی جگہ ہو اور جو اوسے کے ساتھ ہوتی ہو۔" جبک نے آہ کھینچی اگرچہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اور جھکی ایک کش اور ٹکھے نے اور بھی غنودگی طاری کر دی تھی مگر اوسے خیالات انگلستان تک پہنچ گئے۔

اور وہ راتوں پر فوجی جلاوطنوں کے پاس پہنچا کرتا تھا اور اسی اسباب کے گیس میں جبک ہر دور اپنی ان کی دماغی اور مداح کا عطیہ یعنی بائبل کو بھی رکھ لیا تھا۔ جو ہر دور کے باپ نے عاشق ہونے وقت انکی ان کو تحفہ کے طور پر دیا تھا۔

اب وہ دونوں برابر برابر قیرون میں ایک انگریزی گریا کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جبک ہر دور ایک بے پردا آدمی تھا۔ لیکن اسپر بھی یہ پہاڑ کی چڑھا ہوا اور دنیا اور گنگا کے قریب جیسوں میں گھسنے درختوں کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی اپنی طرف دیکھ کر کہتا کہ وہ بہت بوڑھا اور بہت ہی ناتواں معلوم ہوتا ہے۔

ہر دور نے ہندوستان میں کسی قدر زیادہ فوجی ملازمت کی تھی مگر اڑھائی سو سال کے بعد ازلہ لڑائی میں ایک سے زیادہ مرتبہ تیسے حاصل کیے۔ گویا یہاں تک مگر غصہ نہ لکھتا تھا اور اب اپنے تئیں پورا سپاہی

جبک کی خاص الجھ میں پرانے معشوقوں کو ہے اور چھوٹے ہوئے دوستوں اور اون ملاقاتیوں کی جو اب دنیا سے گزر چکے تھے اور انکی نسبت وہ کہا کرتا تھا کہ ہر ایک شخص کے دیکھنے اور غور کرنے کے قابل ہو یا نہ ہو۔

تھیں۔

یہ تھوڑا سا اسباب عام اور ہر فوجی جلاوطنوں کے پاس پہنچا کرتا تھا اور اسی اسباب کے گیس میں جبک ہر دور اپنی ان کی دماغی اور مداح کا عطیہ یعنی بائبل کو بھی رکھ لیا تھا۔ جو ہر دور کے باپ نے عاشق ہونے وقت انکی ان کو تحفہ کے طور پر دیا تھا۔

اب وہ دونوں برابر برابر قیرون میں ایک انگریزی گریا کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جبک ہر دور ایک بے پردا آدمی تھا۔ لیکن اسپر بھی یہ پہاڑ کی چڑھا ہوا اور دنیا اور گنگا کے قریب جیسوں میں گھسنے درختوں کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی اپنی طرف دیکھ کر کہتا کہ وہ بہت بوڑھا اور بہت ہی ناتواں معلوم ہوتا ہے۔

ہر دور نے ہندوستان میں کسی قدر زیادہ فوجی ملازمت کی تھی مگر اڑھائی سو سال کے بعد ازلہ لڑائی میں ایک سے زیادہ مرتبہ تیسے حاصل کیے۔ گویا یہاں تک مگر غصہ نہ لکھتا تھا اور اب اپنے تئیں پورا سپاہی

یاد دانی تھیں۔

اسکے بعد وہ جھگڑا دیا اور وہ بدفرگی جب اسکے مقابل
میں اسکا قریب پسند کیا اور جس سبب سے اسکو انگلیس
سے ہندوستان آنا پڑا۔ بیان ایک خط سے اسکو ملتا
ہوئی کہ مس وسٹن کو وہو کا دیا گیا جیسا ہم اور بیان کرکے
ہیں اور اس واقعہ پر اسکو غصہ کیا لینا کی بیدارچی سے
اسکو نہایت اپنی کامیابی کی تو نہیں معلوم ہوئی لیکن
اصل میں لینا پر اسوس معلوم ہوا۔

اسکے بعد ایک مرتبہ کلکتہ کی راہ میں لینا سے ملنے کا اتفاق
ہوا پھر قسمتی سے اسکے باپ بوڑھے پاڈھی خیر پادشاہ
کو بوجہ چند تکلیفوں کے اپنے دوست شمشاد کلکتہ کی طرف
سے دہلی میں ایک جگہ قبول کرنا پڑی۔

اب یہ سب ہندوستان ہی میں تھے اور روکن ایک
بالکل ناکارہ اکیلا اور بنگیا تھا اور وہ خود غرضانہ او
مجبورانہ اسباب جنگی وجہ سے اسکو ایک کسپتہ میں بیڑ
بیوہ سے شادی کرنا پڑی اور ہونگے ہر دور کو ابھی تک
اس بات میں شک نہ تھا کہ کرنل لینا سے محبت کرنا ہی
اور شاید خیال ہو کہ ابھی تک لینا جیسا ایسا نیکے قابل ہی
اس خیال پر اسکو ذرا غصہ آیا اور حقہ کی منہال نکال کر
نبیہ کے کھٹے لگا۔ اب جہان ناک بن پڑ گیا میں روکن کو
دو سال موقع نہ دوں گا۔ میں کل سوار ہو کے جانو لگا اور
ملاقات کروں گا اور پھر دوبارہ پیغام دوں گا اسکے سوا
وہ کیا کر سکتی جو کہ پہلی دفعہ کی طرح سے اس مرتبہ بھی
انکار کر دے۔

بڑے اشتیاق کے ساتھ پرائیویٹ ملاقات کی باتیں یوں
اور ہوشیاری کے ساتھ سب آثار نشان۔ اشارے ملتا
غرت محبت اور عشق کی باتیں اسوقت یاد کی باتیں جن
ظاہر ہو کہ ہر وہ اب بھی اس سے محبت کرنا ہی۔
اندلی کے طرے اور لطف کے دنوں میں ایک زمانہ تھا

جب ہر دور کو کسپتہ رشید ہوتا تھا لیکن یہ شہرہ اشیا
سے مٹ جاتا کہ لینا سے ایسی حرکت ہرگز نہیں ہوگی
لیکن جب روکن آیا تو اس امر کی پوری تصدیق ہو
کہ وہ مفتون مزاج ہی۔ شک یقین کے مرتبہ کو پہونچ
گیا مگر ابھی تک لینا و سٹن پر عاشق تھا اس کو
کبھی کبھی یہ خیال ہوتا کہ یہ کتنی بڑی کسر شان کی بات
ہی۔ لیکن دل میں پھر کہتا کہ شان اور عشق کا بہت
ساتھ ہوتا ہی۔

تو پھر کل خدا کرے کہ مجھے پولی کے دق کرنے سے
جیس کہ میں انڈلی میں کیا کرتا تھا کچھ زیادہ نصیب ہو
پولی لینا کی چھوٹی بہن تھی۔ غریب جبک چھ سال اوچ
انگلستان میں پولی کو اپنے کھٹون پر چڑھا لیا کرتا

اور جھولایا کرتا اور اسکی نرم اور خوبصورت
اونگلیوں کی تعریف کیا کرتا تھا۔ یہ وہ بھولی ہی گیا
کہ اب پولی کی عمر ۱۷ برس کی ہی۔ سنہلے بالا اور سیلی
آنکھیں میں نیلی اسٹیشن بھر کے سپاہی تعریف کرتے تھے
وہ انداز اب تو میں بوڑھا ہوتا جاتا ہوں اور پولی غریب
قریب عورت کے جواب مجھے سونا چاہیے۔ دیکھو خرخ
پانڈے سے چوڑی لاؤں اسکے ایک خد تگرارے جو صفیہ
پگیا باندھے اور اچکلن اور پاجامہ پہنے ہوئے تھا اگر
کہاں ہاں صاحب چوڑی اور کچھو نا طیار ہی۔ خرخ
نے اس چوڑی سے پانچ منٹ تک ایک ایک کر کے سہری
سے چھڑتے تھے۔ اس شہرے اور پڑانے بھینے پر جو ایک
برابر اون لوگوں کے کام آتا تھا جو فوج کے ساتھ
ان شمالی صوبوں میں سفر کرتے تھے۔ جبک ہر دور نے
شب کا باقی ماندہ حصہ لینا کے خیال میں صرف کی۔
وہ کبھی کبھی بیچ میں دو ایک منٹ کے لیے جاگ پڑتا تھا
کہ کچھ قلی کو ڈانٹ یا ڈوری کھینچ کر جگائے جو شہرے
کے ساتھ میلادوں دناجہ اس آفتوں سے جو فوج کے ساتھ

سر ہلکے سو جاتا تھا۔

ہر دور کے بچھڑنے کے پاس اس کی تلوار و شکاری کھوپڑی ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کئی بندوقیں اور پتھر تھے۔ وہ ہندوستان میں بقیہ کسی جہاں کے سوتا تھا۔ ہمیشہ جھگڑا خون رہتا۔ جو چور اپنے ننگے بدن پر تیل لگائے ہوتے تھے اور ان کا اور جنگلی سور وں شیر وں اور چار پاؤں کے لینے سانپوں اور ادر جلاؤں کا کھسکا لگا رہتا تھا۔ اور کھر کھن کا کھلا رہتا کس قدر تشویش کے پیدا کرنے کا باعث تھا۔

بہت سے غریب گورے اپنی بیویوں اور بچوں کے ساتھ اوس رات گہری نیند میں سو رہے تھے۔ سب اس سے خیر تھے کہ سیکڑوں اور ہزاروں پوشیدہ عہد و بیان کی چپاٹیں انھوں نے تقسیم ہوتی ہیں۔ ہندو دوشیوں کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ ہندو رب دیوتاؤں سے۔ اور مسلمان جھگڑ سے فرنگیوں اور یوریشیوں کو گون کے خون لینے کو معاف نہیں مانگتے ہیں۔ ان کو خبر نہ تھی کہ در بدر پھرنے والے فقیر چاکا ایچی اور وہ سپاہی جن سے ہتیار چھین لیے گئے تھے یہ سب ہندوستان بھر میں چکر لگا رہے ہیں۔ ویسی فوج کو بھر کا رہے ہیں۔ کہ بلوہ اور قتل عام کرے یہ معلوم ہی نہیں کہ قوت کے سب جنگلوں کی نسبت سوار گولہ انداز اور پیدل فوج کے سپاہی اسپین کسی ہشت ناک معرکہ کی تجویز اور نکتہ اور مشورہ کر رہے ہیں۔ ہر ایک جہت ہر ایک اپنے فرنگی انیس کو مار ڈالے۔ اور اس کی بیویوں اور لڑکیوں کو مال غنیمت خیال کرے۔ اور اسی کے ساتھ مہیا کہ وہ کھا کر ہیں یہ اپنے ٹمک کا حق ادا کر رہے۔

تیسرا باب

کنٹونمنٹ

ہر دور نے ہمت بازہ کر اور کرشن کے بر خیاں کو دبا کر کے

دل ٹھکانے کیا تاکہ صبح کو صوبت مس رہن سے ملاقات کا راز تھا اور سکا ساتھ دنیا یہ سب خوشی نا امید می اور آئینہ دل طعنی ملاقات پر منحصر نہیں۔ جو کچھ مقدار عرصہ کے گزر جانے کے بعد اور جو اس درمیان میں ولایت سے رخصت ہونے کے بعد ہوا تھا اس پر اس نے زیادہ غور نہیں کیا تھا اس لیے کہ اوقات وہ اہل غمک غمگناہ میں گیا جہاں فرخ پانڈے نے گھڑوں پانی دان شروع کیا کہ جس وقت مغربی دنیا کے لوگ مہولہ اپنے بچھڑنوں پر جاتے ہیں۔

فرخ کا پکا ہوا صبح کے گوشت کا کڑا دہ کھا رہا تھا۔ کہ قریب کے جنگلوں سے اس کے غنٹے سپاہی فرنگی ٹیمپل اور ٹیمپل ڈویل اپنے اپنے قریب کے جنگلوں سے نکل کے آئے کہ بار کپور واسے گنجت سہا پر کچھ کھنگو کرین۔ اور پانڈیوں کے (یہ لفظ کل ابھی سپاہیوں کے واسے لکیر استعمال کرتے تھے ہمارے کی قسم کھا میں۔

ہر دور کے ساتھ شاید کہ محبت یا زیادہ یقیناً بالکل محبت نہیں لیکن ان لوگوں نے فرخ پانڈے کے طیار کیے ہوئے کھانے پر خوب ہتھ مارے مہین او باسے ہوئے چاول کھن کچھ سبز ترکاریاں مچھلی وغیرہ شامل تھی جبکہ انکی باب نظر کرتا تو انکی جھوک پر خواجہواہ جسد کرتا تھا۔ یہ دونوں خوش مذاق اور جوان آدمی تھے۔ بہت خوبصورت اور پورے اس حال سے واقف۔

اگرچہ انکو معرکہ میں بہت برا حصہ لینا پڑا اگر انہیں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی۔ یہ دونوں ہنس کھ شریف اور میسوں انسر وں کی طرح تھے جو حاطون کی فوج میں ہوا کرتے ہیں۔

ڈویل نے کہا۔ "کل رات تو بہت گرمی تھی۔"

ہر دور نے جواب دیا۔ لیکن ہندوستان میں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ میچہ ہر جہاں سے آتی ہے۔

”بے شک بیان اور کلام نہ آسکتی ہو۔ لیکن اکون تھو جو گاڑی کے ساتھ تھے۔“

کیوں

”کیون؟“
”میں خیال کرتا ہوں شاہزادے سے تھے۔ اور باجوہ ملی سنگ
جسکے غضبناک چہرہ کا اوپر سایہ رہتا ہو۔“

ڈوبل نے اس موقع پر ایئر لینڈ کی ایک داستان چھیڑ دی جسکو سبھون نے نہایت قہقہہ کے ساتھ سنا۔

ڈویل نے ہر ور سے پوچھا ”کیا تم نے وسٹن کی پیروی کی نسبت کوئی آخری خبر سنی؟“

”خبر چہرہ کی رنگت بدل گئی۔ ”سین کوئی خبر نہیں۔“
”شانہ اودہ ابو بکر کی نسبت جو شاہ دہلی کے بیٹے

ہیں۔

رو نہیں۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اسکا حال تو
 اعلیٰ درجے کے سوداؤں کیسے نپاؤ گے۔ آخر کھو تو کیا
 بچا رہے گا۔

”نوکیلیاں کرتے ہیں کہ اس شخص ایک شیر خوار ایک
بڑا ملوث یہ نہیں معلوم کہ کیوں گمراہ پوری دست
کے بیٹے کے پاس بھیجا ہے۔“

کسی قدر کے ساتھ تم تو اس خبر کے ایک مستند
رہی ہو گے

“21.5”

صاف صاف یہ جواب دیا گیا تھا۔

یہ خوب چوٹی کی پادری کی بقیوں خصوصاً
لوہی سے ساتھ مجھ سے ہے۔

یہ قدرتی تھا کہا۔ یہ درہلی میں مشہور

ہے رعایا کو، میرا دل اور جو میرے سوا ہے
 کہتے ہیں تو یاد می صاحب کی جانب سے جو کہ جلتے ہو
 سوئے ہوئے جسم ہو کہ کہہ | گنگوٹیاں | کا ایک

1992

یہ کہیں اس سے تو کہ مطالبہ نہیں نکل سکتا۔

جسکے غضبناک چہرہ کا اونیر سایہ رہتا ہو۔

”نہیں وہ خوبصورت لیڈی مان کاہل گھوڑنیر سوا تھیں۔“
 ”وہ دونوں اس کام کر کے الجھیں، جہاں انے محلہ“

لسلی کے پاس آئی تھیں۔
دوران کوئی ابر آدمی ان کے ساتھ نہ تھا۔

وہاں فقط ڈکی ریورس دیسی ۶ دین فوج منجھل
کا تھا کہ

برورنے دل میں شکریہ ادا کیا کہ وہ بے چارہ دو اللہ کے
پھر بیان بہتین ہو چکا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کے

باعث اس کو خوف تھا کہ بغیر حق کا استغاثہ کے وہ کون
جلد دہلی میں نظر آویگا۔ گو خوش و مضیٰ اور جماعت سیک

وہ عدنے او سکونجیور کر رکھا تھا کہ اپنی بیوی کے وفات کے بعد انہی چار شہر یک جماعت ہو۔

”جھپٹل نے کہا: ”ابھون نے ہماری طرف اشارہ کیا۔“
 ”وہ کس نے؟“ اور اس کا سر کیوں نے؟“

”وہ خیال کرتی ہیں کہ لینا سٹن کی قدر و عمل یہی ہے۔“

”دو میل نے کہا“ بہتر ہو کہ کینا و سٹن اپنے قدرتی حسن و جمال میں رہے کہ ان کی اہمیت شام کر رہی ہے۔“

اور ہندوستان کے مقاموں میں اور خصوصاً وہاں کے

ایسے مقام میں جہاں است کے پیسے میں گرجا ۹۸
ورسو درجہ ایک چوتھے باقی ہر لڑکیوں کے گال شکستہ

خدا خدا کر کے گرم ہندوستان کے گرمیوں کا دھن ختم

ہو گیا اب صبح کی پریکاش کا ذکر ختم ہوا۔ سرور اپنے منظر
پر آدھ سے مین لینا کرتے اور پانچا جامہ سے کبھی ختم ہوتے

وَرَنِم اِكْ نَادَا اِحْكُمُوهُ وَكُحْرَنَا تَعَالَى وَرَكُورَتَا

اور تخت کند و قریب باد شے تخت۔

آخر کار یوں کے ختم ہونے کا وقت آگیا اور سنے تنہا اور جلد ایک قریب کے مسس میں کھانا کھایا۔ ہوشیاری سے کپڑے پہنے۔ گھوڑے کی تیاری کا حکم دیا جس حکم نے بستی۔ سائیس۔ گھسیارہ اور بہت سے آدمیوں کو مستقر بنا دیا۔ کیونکہ ہندوستان میں کوئی شخص سوا سے ایک خاص کام کے دوسرا کام نہیں کرتا۔ لیکن جس طرح سے مکا لون کا دھوان بتا دیا ہوا کہ کس طرف کی ہوا ہو دیکھتے ہی آئے۔ اے طوفان کے اشارے سے ہرور کے چھوٹے سے بنگلے میں اس وقت پہنچ جاتے تھے۔ دیکھی ملازم اس قدر خاموش رہے سچے لاکھنے دوسرے کے بعد حقہ اپنی پی کر دیر لگائی کہ گھوڑا حکم دینے کے گھنٹہ بھر میں دروازے پر آیا۔

”میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی جو میں حکم دوں گا تو تم لوگوں کو کوڑے سے ہتھیار کرونگا۔ دیکھو فرخ اوس تلوار کی میان صاف کرو۔ بہت گرد جھم گئی ہو۔“ صاحب یہ میان چم سے کاچو اور شاید بیل کا چمڑا ہو۔

”اگر سو بھی تو کیا ہرج ہو۔“

”بایک جا نورے شک چھونے کے قابل نہیں اور فرخ پاؤں سے کی ذات بہت اعلیٰ ہو۔“

”میں نے ذات کی جگہ کوئی سخت کلمہ زبان سے نکالنے تھا کہ کچھ سمجھ کر رک گیا۔ اور میان خود اپنے رومال سے صاف کر لیا۔“

فرخ نے دبی زبان کہا ”نیچ قوم جو نہ“ آفتاب کی حدت سے بچنے کے لیے ہر دھڑے بڑی ٹوپی دے لی جس کے کونوں سے گلا اور کان ٹھیک گئے۔

وہ عمدہ جہت کپڑے پہنے اور عجیب غریب حالات اور اشارات سے بالکل غیر آگاہ ہوا۔ اس کے تانہ دو ملازمین نے سوچ رکھے تھے جو ہر طرح سے قابل دیکھنے کے

باندھ چکے تھے کیونکہ سرخ کو رینہ لگانے سے نفیہ بکری ہے چلا۔

ہرور کے احاطہ کے باہر وہی وریش کا قتل خانہ الدین ابھی تک موجود تھا۔ یہ اوی چند پاگلوں کے ہتھیار منہ ہی نفیہ ون میں سے تھا کہ جو ہر حصہ ہندوستان میں پکھانے میں۔ ہرنجی رنگ کی ایک میلی چادر اوسکی پوشاک تھی

اور سیکے لینے لینے بال بال لکھل سینے اور پریشان تھے۔ چہرہ اور نگاہ سینے زرد مٹی سے رنگا ہوا تھا۔ کمر کے گرد دھمو لگا

ایک سانپ کمر بند کی طرح۔ پیٹے رہتا تھا۔ اس وقت وہ سانپ اوسکی گردن میں لپٹا ہوا تھا اور اس سانپ کی آنکھیں اور منہ اوس فقیر کی ڈاڑھی سے نظر آتا تھا

اپنا آؤھا دھڑ زمین میں گاڑ کر وہ چنداں سست اور ضعیف الاعتقاد آدمیوں میں سے تھا۔ جو کسی ٹپو

یا موضع کے قریب ایک ہفتہ بنا کرتے ہیں اور اس وقت بات جانے سے انکار کرتے ہیں جب تک کہ ان کو خوب اچھی

طرح سے روپیہ نہ ملے۔ اور یہ پیدا کرنے کے واسطے خوف و لاتے ہیں کہ اگر ہم مر گئے تو خون تم لوگوں کی گردن

پر ہو گا۔ اس طریقہ سے یہ لوگ مسلمانوں میں عزت اور خوف پیدا کرتے تھے۔ لیکن بہت دن ہو سے یہ معلوم ہو گیا

تھا کہ کنٹونمنٹ میں بھیک مانگنے کے علاوہ حافظہ خالی کی اور بھی کوئی پوشیدہ اعتراض ہیں۔

ہرور کو آتے دیکھ کر اسنے بڑی زور سے کہا صاحب تارشی اور ہیز شراب پلو۔

”وہ میں نے تمکو اور سیاروں کو ہر رات شوغل مچاتے سنا ہی کسی وقت میں تمکو ٹھیک کرونگا۔“

”نہیں صاحب تم نہیں ٹھیک کر سکتے۔“

”بیشک اور ہم کیوں نہیں ٹھیک کر سکتے۔“

”کیونکہ زمانہ پر کوئی نہیں قابض ہو۔ اور خصوصاً تم بہت ہی کم قابض ہو۔“

”اچھا تو پھر زمانہ کس کا ہو۔“

خدا کا اور اسکے پیغمبر کا کیا یہ چھ مین قرآن میں لکھ دیا ہے
اور انھیں کے نام پر مین تم سے بھیجے۔ اگلتا ہوں
پرانام جو قوت پاگل کے یہ کہا اور ایک تانہ یہی سے دیکر پرست
نظر آیا۔
جوں لوگوں کو دہلی مین متعین رہنے کا اتفاق ہوا
اؤگوا یا ہوگا کہ کنوٹمنٹ کس قدر اونچی زمین پر شہر
تین چار میل فاصلہ پر ہے۔ شہر ومان سے نظر آتا تھا کہ
جیسے جہان کے واسطے کسی سے کیطرت فراوا ہوا چھیدا
اسکے گرد پختہ مضبوط دیوار مین تھیں اور مینار آسمان سے
باتین کرتی تھیں۔ شاہ جہان کی بڑی بھاری مسجد ایک
میل مربع مین بنی ہے۔ خانان مغلہ کا محل جہین بہت سے
مینا مین۔ پرنے شہر کی ٹوٹی چھوٹی عمارتیں۔ ہایوں
مقبورہ قطب کا مینار جو دھائی سو فٹ اونچا ہے۔ یہ سب
غروب آفتاب کے وقت شہر سے رنگے نظر آتے تھے۔
گھوٹا نیسے ہی کنوٹمنٹ کے باہر ہوا ہر ورے خیال کیا
دیکھو لیتا کا مکان ہے۔ پراٹ ولایت کے مکان سے
کھنڈ فرق ہے۔ اب زمانہ حالت وقت سب ہی چیزیں
بدل گئیں۔ کسی نے کیا خوب کہا جو اس زر کی کے حلقہ
ناول کے حالات سے کہیں بڑھ جائیں۔
اگر نیمی سو ساٹھ کے قوائد کے قوانین ایک باکامیاب
عاشق اپنی معشوقہ کے مکان پر خصوص کئی سال کے بعد
شاید نہ جاسے۔ گریبان ایسے حالات کیوں ہو سکتے ہیں
اور ہر ور کو ملنا پڑا۔ ہر ور ہمیشہ لیتا دشمن سے محبت
کرتا رہا۔ اور اب تو وہ شمالی صوبوں مین متعین ہو چکا
حالت معاملہ بالکل جراتھی۔ اب اسکی خواہشیں اغیار
بھرا سرنو لیتا کیجاں اور بظرح سے متوجہ ہو کر جسطرح
ایک ہندو پاک دیا سے گنگ۔ یا ایک مسلمان کو منظر
کی جانب نظر کرتا ہے۔

دیکھنے کے قابل تھے۔ ان سپاہیوں کے رہنے کے مکان پر
چھپرے تھے۔ دہشتہ اور بایکین جانب صوبہ دار اور
میجر وان اور دوسری فسرین کے کنگے تھے۔ اور ہر ایک کے
ساتھ چار ایک سپاہی کے لئے ایک زمانہ مکان تھا جسکے اندر
نہ کوئی افسر نہ کوئی دوست جاسکتا تھا۔ ان لائون
میں ہر ایک حبش کا بازار تھا جہاں چاول بھینے دے
صاحبون بچنے والے تھے دنیا کو بچنے والے۔ بنگ فرشتہ
بازی گرد تھیں اور طرح طرح کے پیشہ والے اور خریدار
وغیرہ وغیرہ موجود تھے۔
برگڈ اپنی شام کی نوا دے کر گئے والیں آئی تھی سپاہی
اپنے سرخ کوٹون اور پٹوٹون وغیرہ کو اتار رہے
تھے جسے اونکو نفرت تھی۔ تاکہ کھانا پکانے وغیرہ
میں مصروف ہوں۔
نہر ورجو جو آگے بڑھتا گیا اسکو نہایت دردناک
سے یہ معلوم ہوا کہ لوگ حسب دستور جسطرح افسر ہوتا
کو سلام کیا کرتے ہیں اسطرح اسکو سلام نہیں کرتے جن
بہیم بالو کے میدان سے گذرنا تھا کہ جو اپنی اور چھوٹا
کے درمیان ہے اسکو معلوم ہوا کہ کونچھے بہت گرو اور
یہ اور بہت سی چمکدار تلواریں نظر آ رہی ہیں۔ اسکے
بعد معلوم ہوا کہ بوڈھے شاہ جہاں کے جہیزے شاہزادہ
مراغی اور اونکے بھائی ابوبکر آ رہے ہیں اور اسکے
ساتھ بہت سے سوار ہیں۔ یہ دونوں ایک ولایت کی گاری
پر سوار تھے۔ اور بہت قیمتی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔
ہاتھوں مین برچھے۔ تلواریں۔ بندوقین اور دھات
تھیں۔ اونکے گرد اور خصوصاً آگے دھیمی اور نصف
ننگے بدن والے بندوستانیوں کا غول تھا۔ جو
دھات مین دیتے اور گاری کے ساتھ برابر دوڑتے
جاتے تھے۔ اس عجیب مجمع ہزار ہا مین کپتان و گنر
کندہ کے ملازم ہوا موجود تھے وہ ایک محاکمے محاذ پر

نہیں ہوئے کو کہا

بہت اچھا کچھ کچھ خوف نہیں میں نے سنا جو کہ پاؤں
 دشمن کی لڑکین جب شام کو ہو اٹھانے نکلتی ہیں تو
 بالکل ایک تماشا ہو جاتا ہے۔ بہت سے سولہیں سنی سرے
 کوٹ پہنے چراہ ہوتے ہیں۔ یہ تماشا تو ان دہلی کے
 شہزادوں کی سواری سے بھی کہیں بڑھ گیا۔ اچھا تسلیم
 میں دیکھتا ہوں وہ حوصلہ منہ سپاہی بابو ملی سنگھ جی
 ہو ہو کر تھاری طرف دیکھتا جاتا ہے
 دونوں مسکرا کر نصرت ہوئے۔

چوتھا باب

پوری دشمن کی لڑکین

یہ پیام پر پیام آنے کی خبر بالکل ایک فوجی آدمیوں کی
 گپ جو اور اگر سچ بھی ہو تو اس سے کیا جھکو تو نا پسند
 کیا تھا اور نہ کن نے دوسرے سے شادی کر لی
 ونگلس جیسے ہی شہزادگان دہلی کے چھپے روانہ ہوا ہرور
 دل میں کہنے لگا "کیونکر اس زمانہ سے واقع ہو سکتا ہے؟"
 ان خیالات نے اس قدر اس کے دل کو گھریا کہ کشمیری ہرگز
 پر وہ ملن سے لٹا بھی بھول گیا۔ اور سب طرح کوئی ننہ
 میں غافل ہوا اسی طرح وہ شہ کی گنجائش اور آبادی کو
 سے گنڈا اور پانڈی چوک ہوتا ہوا پادری دشمن کے
 مکان پر پوچھا جو ایک پر خفا اور فرحت افزا باغ میں
 جتنا کہ اسے واقع تھا۔
 ہرور مکان کو خوب اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔ اگرچہ
 اس کو دہلی میں آئے ابھی بہت زمانہ نہیں گزرا تھا
 مگر ہرور ملانا خہ سوار ہو کر اس امید میں کہ لینا یا اس
 خاندان کے کسی آدمی کا دیدار نصیب ہو جائے سیر کرنے
 جایا کرتا تھا۔
 یہ مکان بالکل ایک بادشاہی محل معلوم ہوتا تھا۔

پارہ بابی سنگھ شاہ دہلی کے دیسی فوج کا کمانڈر اور
 جو ایک مسلمان بہت دشمنی اور غضبناک صورت رکھتا
 ہرور نے اپنے گھوڑے کی باگ روک لی اور شہزادوں کو
 سلام کیا کہ نیکی جواب میں انہوں نے بھی خوب توجہ
 سے سلام کیا۔ شہزادوں کی نگاہیں سیاہ بدن کا
 رنگ بالکل تانا لیا تھا۔ پونچھ موئے چھوٹی چھوٹی
 موچھیں تھیں۔ تو یہاں کی قدر کا وہ دم جھین جھین
 سفید پرکے ہوئے تھے قیمتی ٹاؤنڈ بن جواہرات کے
 ہوسے تھے اور بہت سے پیسے اور اور قیمتی جواہرات اور
 گوہرات و بندو تون کے کندوں پر بڑے تھے وادنگی
 پریش قیمت و عالیہ نگہ تھیں۔
 کپتان ونگلس نے گھوڑے کو موڑ کر کہا "ہرور کمان
 دار تھو"

وہ ان پوری دشمن کے پاس میں خیال کرنا یوں کہ
 تھو ان سے رافت ہو گئے
 ونگلس نے ہنس کر کہا "دیکھو ہوشیار رہنا ہرور ان کی
 بیگانہ بڑی خوبصورت ہیں۔ اور میان ہندوستان
 میں یہاں گری ہو وہ درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ جلدی
 شادی کرنے میں کی قدر کیجھا تھو
 شاید لکویہ نہیں کہ جھکو ہندوستان میں کتنی بہت ہوئی
 ہو۔ ہم سب ایک ساتھ فیروز شاہ اور سلج میں رہے تھے
 وہ شمالی جنگ میں جو کچھ تجربہ مجھے ہوا ہے۔ اس کی بنا پر
 میں کہہ سکتا ہوں کہ مرد ہمیشہ کامیاب رہتا ہے لیکن ہرور
 زرا سچ سمجھ کے وہ نہ تم چنیں جاؤ گے۔ جو شخص پوری
 کی لڑائی کو دیکھتا ہو وہ میں چنیں جاتا ہو"

وہ حقیقت میں وہ ایسی ہی و فخر سار و دل رہا ہیں
 اسی طرح وہ اگر لوگوں سے انکار کر چکی ہے۔ تین سال
 ہوئے جب سے وہ میان آئی ہیں۔ ہرور درجہ کے فوجی
 انسانی اور سولہیں لوگوں کے پیغاموں کا تو کسی طرح

لیکن تپانہ لگا میز پر چند ناولین پڑی تھیں جو خورا
اگلے زمانہ میں وہی تھیں اور جنہیں ابھی تک لو سکا
کھا ہوا تھا۔

ان آدمیوں کو لینا نے احتیاط سے سکھا تھا۔ کیونکہ ان
کلی بین مشکل سے ماتر آتی تھیں۔

اگرچہ باوجود ان الہیاتی تعلقات کے لین کو کوئی ا
نہیں ملتا تھا اگرچہ بھی ایک لیڈی کو ملاقات کی غرض
ایک کمرہ ضرور کھنا ہوتا تھا جس میں وہ انگلستان
ہندوستان میں آئی ہوئی چیرین لوگوں کو دکھلا
تھی وہ چیرین اس طرح شمالی ہند میں آتی تھیں کہ کل
سے آکر آباد تک بذریعہ وقان کش اور آکر آدھے پٹ
یکایک ایک ریشمی پردہ جو دروازہ کا کام دیا کرتا
کھلا۔ اور جبکہ ہر روز اور لینا دونوں کے چار کعب
ہوئیں۔ لینا کے ایک ہاتھ میں کارڈ اور دوسرے میں
ریشمی رو مال تھا۔

راستباز جبکہ کا کلیجہ ہنٹھوں کی طرح کھنچا ہوا
مگر اسے استقلال سے اوسنے دل کو سنبھالا اور لینا
کی طرف خود بھی خاموش رہا۔

ماڈلی لینا و سٹن کے قد کی مراد ہی خوب مناسبت
اعتدال کے ساتھ تھی۔ سر سے پاؤں تک سفید
پہنے ہوئے تھی۔ بدن میں کوئی زیور نہ تھا۔ جسے
ہاتھوں میں ایک چھلانگ نہ تھا۔ یہ اٹلس کی پوتہ
بہت قیمتی تھی اور لینا کے خوبصورت شاد
اور بازوؤں کے پاس نہایت نزاکت کے ساتھ قلع
ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ لینا کا چہرہ نرم۔ بدن ہلکا
اور سیدھا آنکھیں اور لکڑی سیاہ تھیں اور اون
بہت ہی نزاکت اور نرمی کا ہر ہوتی تھی۔ کھنے وال
جو قریب قریب بالکل کالے تھے۔ اوسکے پیارے پیارے
اور گورے گورے گالوں کے نیچے تک لگ رہے تھے۔

بہت سی بڑی بڑی کمریاں تھیں دیواروں اور ستونوں
سفیدی چھری ہوئی تھی۔ ایک بڑا عالیشان برآمدہ تھا
اور اوسین میں چکرین و صوب کے درکنے کے لیے چڑی چلی
تھیں۔ کانس کے قریب کنبھون میں بہت سی بوہ کی
سلاخیں لگی ہوئی تھیں کہ جب اس وقت پڑا ان بھی تھیں۔
ہر دورنے اپنا کارڈ جس صباں کے حوالہ کیا تھا اوسنے کما
"صاحب اور تینوں کس صاحبہ گھر پر ہیں؟"
"میرے اس کاؤ کیا اثر ہوگا۔!"

کپتان جان ٹی ہرور
کانس قوج یادگان حضور ملک
ہر پڑا اپنے تئیں ایک عالی شان کمرے میں بیٹھا دیکھ کر
دل میں سوچنا شروع کیا "دیکھو لینا کے والد
پہلے ملاقات کرتے ہیں یا وہ خود اتنی بڑی تھیں پسند
کر دیکھا کہ پادری صاحب آئیں۔ کیونکہ چارہ ہو رہا
پادری اصل میں مجھ سے محبت کرتا ہی ہے

انسان کے دل کی کچھ عجیب ناصیت ہو کہ جب بہت
تشویق کی حالت میں ہوتا ہو ذرہ ذرہ سی باتیں یاد
آجاتی ہیں۔ کاغذ۔ فرش۔ اور چیرون پر غور کرنے
لگتا ہو۔ یہ ایک عالیشان کمرہ تھا۔ دیواروں میں
تصویریں لگی ہوئی تھیں۔ ان تصویروں کے بیچ
میں شیشہ کی برائیں تھیں۔ جن پر چکر کی ہول سے دیکھنے
کی غرض سے لپ رکھے جاتے تھے۔ جو اوپر برابر کھینچ
رہتا تھا۔ فالین تو نہ تھے مگر اول درجہ کی اور بوجہ
فیش کی چٹائیاں بھی ہوئی تھیں۔ سامنے کی سنگ مرمر
کی میزوں پر چینی کے بہت سے کھلونے اور منہ دیو
کی موثرین رکھی ہوئی تھیں۔ یہ ایسا مذاق تھا جو
مسلمان قدمکار اور آبا کو سخت ناگوار تھا۔

ہر دورنے کارڈ لکھ کر لکھ لکھا اور اس کھٹکے میں
غور سے دیکھنے لگا کہ کسین ٹوکن کا نام نہ نکل آوے

بانکی ان کے بچپن ہی میں انتقال کر گئی تھیں اس سبب سے مجبوراً اس کو ان کے والدین کی خبر گیری پر تھی۔ چونکہ باپ کے اور تیز انتظام خانگی رکھین ہی سے کرتی رہی تھی۔ اس لیے اپنے بچپن کے اعتبار سے دنیا داری کچھ زیادہ دیکھ لی تھی۔ اس کی حالت سب سے زیادہ کے جب ہر روز کو وہ اپنی صحبت میں لکھتی تھی اب زیادہ خاموش اور سنجیدہ تھی۔ اب سکا اندر ہی اندر شرمانے والا دل کہتا تھا کہ تو نے

گلستان میں پانچ سال ہوئے کے ساتھ نہایت ہی جی کا برتاؤ کیا تھا۔ اور جسکی نسبت اس کو ملن اور رزمیوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ اب تک اس سے بہت کراہی۔ لیکن اس نے کھڑی تھی۔ لیکن اگر کوئی ذرا جاکہ ہر روز سے اچھا تاڑ جانے والا اور شہرہ نشین نا تو فوراً سمجھ جاتا کہ اس کی پیاری بہن کی سی آنکھوں میں کچھ ایسے آثار پائے جاتے ہیں جن سے پریشانی مہربانی ہوتی ہے۔ لیکن اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ بڑھا کر کہا۔

کپتان بہرہ آپ نے بڑی مہربانی کی۔ ایسی مہربانی آپ ہی کے لائق تھی۔ ہم لوگوں کو ڈھونڈ کر ملاقات کیا۔ آپ سے ملکر بہت بڑی خوشی نصیب ہوئی۔ ہر روز راز آجھ کیا اور چند معمولی جملے جواب میں زبان پر آیا۔ اور فقط تھوڑی دیر تک اس کے ماتھوں کو اپنے تھون میں لیے رہا۔ اس زمانہ میں اور اس نے ماہر بن بہت فرق تھا۔

میں پوچھنے لگی۔ آپ کو مہربانی میں آئے کتنا عرصہ ہو گیا۔ دو ہفتہ۔ ہلوگ اگر وہ ریل پر آئے ہیں۔

پورے دو ہفتہ؟ جی ہاں۔ اس سبب سے جی ہاں۔ آج کل قواعد سیکھ رہی ہیں۔ اس سبب سے روز مرہ کا کام وقت۔

اور روز شام کو بھی آپ اس طرح قواعد میں پھنسے رہے۔ ان! یہ مس بنگلے اور بلیر ڈبڑی و لٹریب جہیز میں دو تین معلوم اگر وہ سے یہاں میں کیوں بھیجا گیا؟ شاید یہی ضرورت ہوگی کہ یہاں کی فوج کی طاقت اور زیادہ ہو جاوے۔ خصوصاً جب فساد ہو۔ سب سے بڑا اسلحہ خانہ یہیں ہے۔ مجھے آج شام کو آپ سے ملاقات کرنے کی مہلت ملی۔

وہ نون موڑوں پر آنے سے پہلے ہی ہوسے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد لیٹا نے پکھیا ماٹھ میں اوٹھائی اور کہا۔ ”رندوستان میں یہ بہت ہی اچھی رسم ہے کہ اجنبی کو نئے مسافر خاص شہر والوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ اگرچہ مجھے خوف ہے کہ ریل جاری ہو گئی تو یہ بات نرمی سے دو مس ولسٹن میں اس سبب سے نہیں آیا ہوں کہ میں اپنے تئیں اجنبی خیال کیا ہو۔ بلکہ ایک پُرانا دوست۔“

وہ اجنبی! نہیں میں ایسا نہیں خیال کرتا ہوں۔ عزیز از جان ہر روز۔ اچھے اور میرے پرانے اور محبتی دوست کے بیٹے! یہ خوشگوار آواز کسی اجنبی کی نہ تھی بلکہ ایسے شخص کی آواز تھی جس سے ہر روز مانوس تھا۔ اس شخص نے اپنا ایک ماتھ ہر روز کے کدے پر اور دوسرا داہنے ماتھ کی جانب بڑھایا۔ پلٹ کے دیکھا تو اکر سٹن تھے۔ یہ ایک شریف خوش مزاج اور سیدھے سادھے یاد دہانی تھے۔ بے شک انکو گلستان سے جہلی میں اس جگہ آنے سے سخت تکلیف ہوئی تھی۔ اور جن انتظامات کو وہ سوچے ہوئے تھے ان کا سارا سلسلہ بجا رہا تھا۔ جس انتظام کی دولت ماٹھ کی جگہ اوٹھاب بنگال ہر کار اخبار دیکھنے کو لیا تھا۔

اونکے بال بون کے مثل سفید تھے۔ گراونکی حکمتی ہوئی تھی۔ آنکھیں کیٹ اور پولی کی آنکھوں کی طرح صاف تھیں۔

ان لڑکیوں نے فرما کر ہر دوسرے خیر مقدم کہا۔ دونوں بہت خوبصورت لڑکیاں تھیں۔

جیک نے کہا، ”پولی تم اس قدر برہم سیں!“

ہر دوسرے جیک ہر دوسرے! جس نے انڈلی مین ہم لوگ کس قدر محبت کرتے تھے! مین نے عرصہ سے نکو نہیں دیکھا انا! تم لینا کو کس قدر چاہتے تھے! لینا کیا ہی

خفا ہوئی تھیں جب مین نے جھاڑی کے نیچے بوسہ لیتے تھیں پکڑ لیا تھا! پولی کا پاؤں و سٹن صاحب نے ڈانٹ بتلائی کیونکہ اس تذکرہ کو کسی نے بھی نہیں پسند کیا پولی نے اچھ کر ہر دوسرے بوسہ لیا۔ اور کہا، ”پیارے

جیک ہر دوسرے! کیسی خوشی حاصل ہوئی وہ دن میں کبھی نہ بھولوں گی جب گھر میں اور پیارے انگلستان میں بھگتار کنڈھوں پر سوار ہوا کرتی تھی!“

پولی اور بھی کچھ کہہ جاتی اگرچہ اسے اور کافی کے طیارہ ہنگلی اطلاع نہ دی جاتی اور یہ ایک اندھیرا نہ ہو جاتا مگر گار نے لمپ روشن کئے اور نیچا چلنے لگا۔

دو کپتان ہر دوسرے میں بچہ بچہ ہارے آنے کا شکریہ ادا کرتا ہوں خدا انکو صحیح و سلامت رکھے! مجھ کو اس بات سے بیکار کس مسرت حاصل ہوئی کہ تم کو کپتان کے لیے پکارتا ہوں کیونکہ جس وقت پہلے مجھ کو تم سے ملاقات کی خوشی حاصل ہوئی تھی اس وقت تم فقط ایک سپاہی ہی تھے۔ یہ بے شک ایک غیر متوقع خوشی ہوگی۔

لینا نے اس خیال سے کہ اس کو بھی کچھ کہنے کا موقع ملے کہا، ”آپ ہندوستان کو کیسا پسند کرتے ہیں؟“ ہر دوسرے جواب دیا، ”آپ بھول گئیں؟ مین ہندوستان کو اس زمانہ سے پہلے ہی جو جی جاتا تھا جب مجھ کو آپ سے ملنے کی مسرت حاصل ہوئی تھی۔“

کیٹ دو تھیں یہ بھی یاد دہانی کہنے آتے وقت جیسے ہی کلکتہ میں داخل ہوئے تھے تھیں دیکھا تھا۔

ان لڑکیوں نے فرما کر ہر دوسرے خیر مقدم کہا۔ دونوں بہت خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ جیک نے کہا، ”پولی تم اس قدر برہم سیں!“ ہر دوسرے جیک ہر دوسرے! جس نے انڈلی مین ہم لوگ کس قدر محبت کرتے تھے! مین نے عرصہ سے نکو نہیں دیکھا انا! تم لینا کو کس قدر چاہتے تھے! لینا کیا ہی

خفا ہوئی تھیں جب مین نے جھاڑی کے نیچے بوسہ لیتے تھیں پکڑ لیا تھا! پولی کا پاؤں و سٹن صاحب نے ڈانٹ بتلائی کیونکہ اس تذکرہ کو کسی نے بھی نہیں پسند کیا پولی نے اچھ کر ہر دوسرے بوسہ لیا۔ اور کہا، ”پیارے

جیک ہر دوسرے! کیسی خوشی حاصل ہوئی وہ دن میں کبھی نہ بھولوں گی جب گھر میں اور پیارے انگلستان میں بھگتار کنڈھوں پر سوار ہوا کرتی تھی!“ پولی اور بھی کچھ کہہ جاتی اگرچہ اسے اور کافی کے طیارہ ہنگلی اطلاع نہ دی جاتی اور یہ ایک اندھیرا نہ ہو جاتا مگر گار نے لمپ روشن کئے اور نیچا چلنے لگا۔ دو کپتان ہر دوسرے میں بچہ بچہ ہارے آنے کا شکریہ ادا کرتا ہوں خدا انکو صحیح و سلامت رکھے! مجھ کو اس بات سے بیکار کس مسرت حاصل ہوئی کہ تم کو کپتان کے لیے پکارتا ہوں کیونکہ جس وقت پہلے مجھ کو تم سے ملاقات کی خوشی حاصل ہوئی تھی اس وقت تم فقط ایک سپاہی ہی تھے۔ یہ بے شک ایک غیر متوقع خوشی ہوگی۔

لینا نے اس خیال سے کہ اس کو بھی کچھ کہنے کا موقع ملے کہا، ”آپ ہندوستان کو کیسا پسند کرتے ہیں؟“ ہر دوسرے جواب دیا، ”آپ بھول گئیں؟ مین ہندوستان کو اس زمانہ سے پہلے ہی جو جی جاتا تھا جب مجھ کو آپ سے ملنے کی مسرت حاصل ہوئی تھی۔“

کیٹ دو تھیں یہ بھی یاد دہانی کہنے آتے وقت جیسے ہی کلکتہ میں داخل ہوئے تھے تھیں دیکھا تھا۔

پولی نے اس خیال سے کہ اس کو بھی کچھ کہنے کا موقع ملے کہا، ”آپ ہندوستان کو کیسا پسند کرتے ہیں؟“ ہر دوسرے جواب دیا، ”آپ بھول گئیں؟ مین ہندوستان کو اس زمانہ سے پہلے ہی جو جی جاتا تھا جب مجھ کو آپ سے ملنے کی مسرت حاصل ہوئی تھی۔“

زیادہ تشویش پیدا کر دی تھی لیکن تسلی بھی وہ لینا کی حالت پر افسوس کرتا۔ اور اس شخص سے دو چند فائدہ کرتا جس نے لینا کو رنج پہنچایا۔ اور اب اس کمرے میں خوب روشنی ہو گئی تھی۔ اگرچہ لینا ہر دور کے بغل ہی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور یہ اس کی طرف خود سے دیکھ رہا تھا۔ مگر معمولی باتوں کے وقت بھی اپنے اہل و عیالوں کو جو لینا کی صحبت کے اگلے زمانہ کی طرف کھینچ جاتے تھے نہ روک سکا۔ کیا یہ وہ ہی سیاہ بال ہیں۔ یہ ہی چھوٹی گوری تارک اور نگلیان ہیں جن سے صحبت کرتا تھا؟۔ یہ وہ ہی بچہ ہیں جن سے وہ سوشل سرور سے بڑے دیتا تھا؟۔ کیا یہ وہ ہی آنکھیں ہیں جو قریب کے گزرتے ہوئے سے پہلے گھٹنوں اسی کی طرف گھٹکتی تھیں؟۔ دل ہی دل میں اپنے قریب کو وہ کس قدر گائیڈ کرتا تھا۔ اس دن وہ ان پہاڑی پہنچو سے کافی دیر رہے۔ اور یاد کر کے مسخارے کے مستحق کہ جس کی نسبت کوئی شخص نہ تھا کہ بڑا کرتا ہو۔ لیکن وہ بڑا خوشامدوشی کے ساتھ ایک ہی بات کہہ کر اپنے اوپر اور دھڑکا جاتا تھا۔

لینا اپنی حالت سے خوب واقف تھی اس وجہ سے مجبوراً چپکے سے بیٹھی تھی۔ مگر اسکے زیادہ چپ رہنے سے ہر دورے دل میں خیال کیا کہ فقط باوری و سٹن۔ کیٹ۔ پلی اور ولی ہی نے دل سے اس کا خیر مقدم کیا۔ والی ایک قیمتی لڑکی تھی لینا کی چھپی ہوئی بہن تھی۔ مگر بھرتن وہی ایک بچہ اور سب سے چھوٹی عمو۔ چھ برس کی تھی۔ اور ہمیشہ اپنی والی سے استیسا پر خفا رہتی تھی کہ وہ زبردستی سیر شام ہی اس کو سولہ لڑھکتی ہے۔

اٹھائے کلام میں کنرل رڈکن کا بالکل فکر نہیں آیا اور

پانچواں باب

کیونکر شام گزری

ضعیف العمر باوری و سٹن کو ہر دورے کے ساتھ خاص صحبت تھی۔ اور انھوں نے دوستانہ طور پر اس کے معاملات کی طرف دل مستوج ہو کر پوچھا۔ اور تم اپنے وقت کو کیونکر صرف کرتے ہو؟ کہاں کہاں ملازمت کا تعلق رہا؟۔ اور جب اگلی دفعہ عزیزوں کی طرح ہم تم ملے تھے۔ جس سے دونوں دل میں سمجھ گئے کہ اس زمانہ سے مطلب ہی جب لینا نے اس کی رتا بہت عین ددکن کو پسند کیا تھا۔ اونٹنے جود کھانا

اپنی کمر بین باندھی فوراً اپنی ذات سے جاتا رہتا ہوا۔
 تاہم اس بات کا وہ کبھی خیال بھی نہیں کرتے۔
 باورسی صاحبے کماؤ شروع سال میں چھوٹی ڈاک
 ایک شخص نے جو شاید بے و حرم تھا ایک گولہ انداز میں
 سے پانی پینے کے لئے اوسکا لوٹا مانگا برہمن نے حقارت
 سے جواب دیا۔ "تین میں ہرگز نہ دوں گا۔"
 مزدور نے کہا کیوں نہیں اور خصوصاً جب مجھے پیاس
 لگی ہو۔

برہمن نے جواب دیا "صرف اس سبب سے کہ تمھارے
 چھوٹے سے لوٹا خراب ہو جاوے گا۔ اور میرے کام کا
 تر مہیگا۔"

مزدور نے کہا "دیکھو ہم لوگ محل اپنی ذات کی کس قدر اہمیت
 کرتے ہیں اگرچہ ولایت کے بنے ہوئے کار تو نوں کو
 جنکو ولایت کی رانی اپنے سوردوں اور بھنیسوں
 اور ناپاک جانوروں کی چربی سے بنائی ہیں و انتوں
 سے کاٹنے میں کچھ عذر نہیں کرتے۔"

"امید رکھیں برہمنوں کو غلہ اور ترکاریوں کے
 سوا کوئی چیز نہ کھانا پیتے۔ جس چیز میں کبھی جان
 رہ چکی ہو اور زمین ماتھا اور زبان نہ لگا ناچا ہے

وہ شخص غصہ اور شرم کے ارے پسینہ پسینہ اور ان
 خیالات سے پریشان ہو کر جو اوسکے دل میں بھرے ہوئے
 تھے اوس اطمینان میں گیا جو مدد کی چھادنی میں
 کلکتہ سے ۶ میل پری اور سارے برہمنوں سے کہ جو
 برہما جی کے سچے بیٹے ہیں کہتا جاتا تھا کہ نئی بندہ کو
 کام میں نہ لاؤ ان کا تو سوں کو چھینک دو جبر مہندو
 مسلمانوں کے مذہب خراب کرنے کے لئے ناپاک
 جانوروں کی چربی لگا لی گئی ہو۔

اس خوفناک پہاڑی پر لوگوں نے فوراً یقین کر لیا اور
 ہر ایک جمیٹ کے مقصد پر دواز فقیر اور ملا جو چھاپا

بازاروں میں رہا کرتے تھے اپنی اپنی طرح سے پرانی پیشگوئی
 بیان کرنے لگے حسین بیان کیا گیا تھا کہ جنگ پلاسی
 کے ایک سو برس بعد انگریزی راج کا خاتمہ ہو جائے گا۔
 اور کہنے لگے وہ زمانہ اب قریب آگیا۔ اور یہ کمکرفاؤ
 برپا کرنے لگے۔ چربی کے کارٹونوں کی یہ خاص تاریخ
 ہو۔ ویسی شاہزادے اور مغزول راجا اپنی خود غرضتہ
 اغراض کے پوری کرنے کے لئے اس موقع کو مناسب
 سمجھتے تھے اور پش خورشاد دہلی نے حکم دیا کہ اوسکے
 لوگ مسجدوں اور عبادت گاہوں میں اوس غم اور
 مدد کے ظاہر کرنے کے لئے جو مذہب اسلام کے نقصان
 سے اونکو پہونچا ہی ایک گیت گائیں۔

ایک تو یہ اور دوسرے ٹکلیوں کے تقسیم ہونے کے
 معاملہ کا خیال کر کے میہرے دل میں وہ خوف پیدا ہو گیا
 ہی۔ جسکو میں نے ہر در پر ظاہر کیا کہ وہ مصیبتیں جو
 ہم لوگوں پر ہندوستان میں نازل ہوئی والی ہیں وہ آ
 شروع ہوا چاہتی ہیں۔"

شاہزادگان دہلی کے تعلقات تو دوستانہ ہیں۔
 انواہی کہ مرزا مغل یا بوبکر نے مس و سٹن کے لئے
 کچھ عمدہ تحفہ بھیجے ہیں۔"

اتنا سنا تھا کہ لینا کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا۔ حقیقت
 میں وہ طوق بہت ہی خوبصورت ہو۔ اگرچہ وہ تحفہ
 شاہ دہلی نے بھیجا ہو مگر اسکا قبول کرنا مناسب
 نہ تھا۔ لیکن قبول کرنے سے انکار کیا جاتا تو وہ بہت
 رنجیدہ ہو جاتے اور اس سبب سے یہ گپ شہر ہو گئی
 ریورس بولا "میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان شیطانوں
 میں سے کسکی آنکھ میری کس میں پر لگی ہوئی ہو۔"

وہ جب آتے ہیں تو عملی بابا کی طرح چالیس ٹھاک
 اونکے ساتھ ہوتے ہیں اوسوقت اونکی گاڑی تک
 کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ اوس روز گھنٹہ بج رہی

گھڑوں پر سوار رہے۔ گرو واقعی اوس ماجرے کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ کرکین کا بیڑہ سیر کرتا رہا ہوں مجھے سیاہی کا غدا اور ظلم کی کیا ضرورت تھی؟ غرض قیہ خطوط لکھنے پر عورتوں کے رقعوں کا جو یون ہی حاضر کیا کرتا تھا۔ اور پولی کے سمنہوں کا یون کے واسطے تو اوسنے پولی کو ایک خوبصورت انگوٹھی دی تھی۔

پاؤری دسٹن نے تم شاہجہان کے حال سے واقف ہو کر ڈکی سے شاہجہان! نہیں چپا وہ کون شیطان تھا؟ ڈاکٹر دسٹن نے تعجب سے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اور بولے کہنے لگی "ڈکی ریڈر سے اس بیوہ کے گفتگو پر شکوہ کرنا چاہیے۔ اوسنے نئی دہلی اور سویت آباد کی کئی جس زمانہ میں چارلس اول انگلستان کا بادشاہ تھا۔

وہ زمانہ! تم ابھی نئی نئی اسکول سے آئی ہو تمہیں تو معلوم ہوا ہی چاہیے۔ پاؤری دسٹن نے بیٹا زیادہ تر تمہارے مطلب کی بات یہ کہ تاریخ میں لکھا ہے کسی سپاہی کو ایک خوبصورت لڑکی ملی جو کوئی شاہزادی تھی۔ یہ خبر رفتہ رفتہ بادشاہ کے کانوں تک پہنچی۔ لیکن بتواری یہ بھی کہ شاہزادہ اوس سپاہی کی پسند کرتی تھی۔

رکھیں پونی؟ کیا اوس شاہزادی کی پسند چھی نہ تھی؟ اگرچہ مقدمہ دائر ہو گیا۔ مگر اس بات کا ثبوت نہ تھا کہ وہ لڑکی شاہزادی ہی۔ آخر بادشاہ کو مقدمہ ملتوی کرنا پڑا اور فیصلہ دوسری تاریخ پر راجٹھار کھا گیا۔

اوس وقت اتفاقاً بادشاہ کو روشنائی کی ضرورت ہوئی بادشاہ نے قلعہ دار اوس لڑکی کے حوالہ کیا۔ لڑکی نے عقلندی سے بڑی خوبی اور عمدگی کے ساتھ روشنائی بنا دی۔ یہ دیکھ کر شاہجہان کو اوس لڑکی پر راجٹھار آیا اور کہا "تم نے مجھ کو دھوکا دیا۔ مجھے یقین ہو کہ تم ضرور کسی بادشاہ کی بیٹی ہو اس لیے کہ سپاہیوں اور غلاموں

پولی میٹھی ٹکھیا چھل رہی تھی۔ یہ سنکر پولی "ڈکی اگرچہ تم اس قدر بیوہ ہو۔ مگر سپر بھی میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

اس جیل پر سب حاضرین نے تہقہہ لگایا۔ اور ڈکی بھی خوش ہو گیا۔ دہلی کے شاہزادوں کی نسبت اوسنے جو کچھ کہا اوس پر بھی سب لوگ ہنس رہے تھے۔ کیٹ بولی "دیکھ تو اس لڑکی کی زبان کیسی چلتی ہے۔"

ہرور بول اٹھا۔ اسکی زبان کو یوٹھین چنے دو۔ اصل تو یون ہی کہ کم سنی کا زمانہ خوشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ کیٹ "کہتاں ہرور کیون تم ابھی بوڑھے نہیں ہو ہو۔" دوسیلے کی نسبت تو بوڑھا ہوں۔ پیاری کیٹ! اس زمانہ میں ۲۰ برس کا تھا اور اب ۳۰ برس کا ہوں۔

پاؤری دسٹن نے کہا "ڈکی کو اپنی کتابوں کی طرف توجہ کرنا چاہیے اور ابھی نہیں بہت کچھ پڑھنا باقی ہے۔"

ڈکی "میں خیال کرتا ہوں کہ اہل میں یہ میری طرف خطاب ہے۔ لیکن سپاہی آدمی کو اپنی بلڈن کے قواعد کے سواے اور کیا سیکھنا چاہیے۔"

لہجے بات کاٹ کر کہا "کیون ڈکی یہ کیون؟" تمہاری تو اوس فرانسیسی افسر کی مثل ہو گئی ہو کہ تمہارا کہ نہ تو فوجی اخبار کے سواے کسی اخبار کو جاری ہوتا چاہیے۔ اور نہ فوجی افسروں کی فہرست کے سوا کسی فہرست کو دنیا میں چھپنا چاہیے۔"

فرانسیسی افسر بیشک عقل مند تھا۔ کتابین و سبوت

رہشنائی سے کیا تعلق؟

رات زیادہ آگئی تھی شیمپین اور سوڈا واٹر کو برت
وغیرہ میں ٹھنڈا کر کے پہنچا۔ اب وقت آگیا کہ ہر
اپنے گھوڑے کے کسے جانے کا حکم دے۔ ملن نے کہا میں
تھوڑی دیر تک تمہارے ساتھ کھڑے رہنے کی طرف جاؤں گا۔
”دو شکریہ“

آسمان صاف تھا۔ اوس بڑے بڑے گھوڑوں کے علاوہ جو سردی پر

چل رہا تھا۔ آٹھ ملن نے دنگارنے فرنگی ٹیمپٹون سیریا اور
پٹرس کی دوکان کا گلا کھولا کر کمرے میں چھڑک دیا تھا۔
جس سے اور بھی خلکی پیدا ہو گئی تھی۔ ہر دو جیسے ہی روانہ
ہوئے کھلے اوتھار اوتھار سکا دل دھڑکنے لگا۔ اوسنے لینا سے
نپار اٹھائیں کر کے دلیں کہا۔ ”یہ مناسب نہیں ہے کہ
اسوقت یہاں اگلے تعلقات کا ذکر کیا جاوے اسلئے
جس طرح بن پڑے تھوڑی مدت تک کے لئے وہ تجویز
ہی ملتی رہے تو اچھا ہو۔“

ہر دو اپنی ٹوپی اٹھائیں لئے مس وشن کے پاس گیا
اور کہا۔ ”تمہارے پاس آئے اندازہ شفقت مجھے فرمایا
کہ جب فرحت ہوا کرے اونکی ملاقات کے لیے یہاں
حاضر ہوا کروں۔“

لینا نے اپنی نظر ایک چینی کے کھلونے کی طرف پھیر کر جواب
دیا۔ ”کیتان ہر دو تمہاری ملاقات سے ہم سب خوش ہونگے۔“

میرے پاس ایک عجیب نقشہ ہے جس شاید عجیب ترین چیز ہوگی
”نقشہ ۹۔“

”وہ ان مس وشن نقشہ! اگر تم اسکو پسند کرو۔“
”تمہارے عطیہ کا شکریہ۔ اوس سے میں بہت خوش
ہوئی۔ لیکن وہ نقشہ ہے کاہے کا؟“

”وہی چھوٹا نقشہ جو میں نے تھروپ انڈینی میں بنایا
تھا۔ تمہیں تو یاد ہوگا۔“

”خوب۔“
اس گفتگو کے ساتھ لینا کے چہرہ کا رنگ اڑا جاتا تھا

لیکن اوسکی باتوں میں ذرا بھی لگت نہیں محسوس ہوتی تھی
خدا کے جیک کے منہ سے زکرک کر اور از نکلتی تھی۔

”اب جب جھکے تمہاری ملاقات نصیب ہوگی تو اوس تصویر
کو کل لینا آؤں گا۔“

”دو شکریہ۔“

”اچھا خدا حافظ۔“

”دو کیتان ہر دو خدا حافظ۔ سلام۔“

ہر دو نے قطعاً لینا کے ہاتھ چھوئے۔ یہ اوسکو یاد نہیں
کہ وہ پادری صاحب اور اونکی دو تون کر کیوں ہوئی اور

”سٹین“ کیوں نہ ہو۔ مگر اپنی عادت کے موافق وہ اپنے
گھوڑے کی لٹیر اور زین کی طرف نگاہ دوڑاتے لگا۔

اتنے میں دیکھی کہ اپورس اور ملن اپنے اپنے گھوڑوں
کے پاس کھڑے ہیں۔

جیسے ہی کہ یہ سب گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ یہ آہستہ کی
آہستہ کھڑکی کھلی اور وہاں سے چاندنی ملن چلی آئے نہایت
بال دکھانے والی اور ان سبکو دکھا کر اپنے ہاتھ چھوئے
لگی۔ اور سب کو سلام کیا۔

چھٹا باب

لینا تنہائی میں

ہر دو کی اتفاقہ اور ایسی ملاقات کے باعث جسکی
ذرا بھی امید نہ تھی۔ لینا اور کیتان میں بہت گفتگو ہوئی

اور رات کے وقت پادری صاحب کو بھی اس امر پر غور
کرنے کا موقع ملا۔

نیک پادری صاحب یہ بات دیکھا خوش ہوئے کہ
کیتان ہر دو کے خیالات اوسکے خاندان اور شاید

خاصہ لینا کی طرف اب بھی ویسے ہی ہیں جیسے وہ چاہا
تھے۔ اسلئے کہ جیک اونکے ایک بہت بُرائے دوست کا

بیٹا تھا۔ اسوج سے پادری صاحب دل و جان سب کو

ہا یون کا مقبرہ۔ اور قطب کا لینا مینار جسکو ایک
بادشاہ نے چھ سو سال اوپر سے اپنے عہد حکومت
میں طیار کر لیا تھا نظر پڑا۔ گنبدوں اور گھاؤ
میناروں کا سایہ عجیب لطف پیدا کر رہا تھا۔ ایک
تو گویا ستر پانچاندنی سے منڈ مار روشن اور دوسری
طرف بالکل گہرے تاریک معلوم ہوتے تھے یہ سماں
سناٹ ہی موثر تھا۔

جگنو اور دھرا اور دھرا اڑتے تھے۔ گلاباؤ
لیون کی خوشبو اور اس کھڑکی تک جان
رہے تھے ہوئی تھی پوچھتی تھی کیونکہ اس کھڑکی کے نیچے کسی
سٹا ہزاروی کا ایک خوبصورت باغ تھا۔ کہ
اس باغ میں ولایت کے باغوں کے خزانے کی
وقت شاہ بلوت اور پیل کے درختوں سے جو مہا
کے کنارے واقع تھے گیدڑوں کی آواز باتی تھی
نیچے کے چوڑے پر کچھ پیش چربان بھی تھیں۔ جنگلی
برہمن بہت غرت کرتے ہیں۔ یہ چربان چھوٹے
سایون اور بچھوڑوں کے خوف سے پریشان ہو کر
اپنا سر پرون میں دھرتے تھیں۔ لینا کو فطرتی دیا
کہ پاؤں میل تک چاندنی میں کھنڈنٹ میں جا بجا
یون ہی سی بلکی بلکی روشنی ہوز رہی ہے۔ اور دیکھا کہ
اون عالیشان محلوں میں بھی روشنی ہو جہاں
اوس زمانہ سے مشہور خاندان مغلیہ تہذیب کے
موجودہ رکن بظاہر اسباب بالکل نشان تاریکی
میں رہنا پسند کرتے تھے۔ جب سے کہ لارڈ ولزلی
نے سندھیا کی طاقت توڑ کر۔ دہلی شاہ عالم
کے رہنے کے لیے دے دی تھی۔ لینا کو معلوم تھا
کہ ان ریشمون اور خیموں کیون کپتان بہر و چلا جاتا ہو۔
یہ تو اسے معلوم تھا کہ جیک پھر اڑے گا۔ مگر اس بات کا
البتہ خیال کرتی تھی کہ جلد ہی اسے لگا کہ نہیں۔

کہ کانش پیل فرج کا کپتان اونکا واناو بنے۔
معاملات شادی میں کبھی اونخون نے لینا پر
رہا نہیں ڈالا جس کے سبب وہ افسوس ہی کرتے تھے۔
وہ لینا کی رائے کو عجیب اور خود اوکو کھینچتے تھیں
مراج خیال کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ لینا جب ہندوستان
میں آئی ہے۔ اس وقت سے بہت اچھے اچھے سینامون کو
نامنظر کر چکی ہے۔ لیکن لینا نے نامنظر کرتے وقت کبھی
باڈری صاحب سے دریافت نہیں کیا۔ اس لیے کہ اس قسم
کے معاملات میں اونخون نے اپنی کرکھیاں کہ خود مختار
نہ دیا تھا کیوں کے چال ملین پراونکو پورا اعتبار تھا
یہ کہنے کے فریضے بے شک اور کو صدمہ پہونچا تھا۔
اور صدمہ کچھ بھر کے لوگوں کو ہوا تھا۔ یہ بات خوب
اچھی طرح رواج پا گئی تھی کہ کرنل کا نام خراج میں کیا
ایسا لفظ تھا جس کا زبان پر لانا ہر ایک کو منع تھا۔
باڈری صاحب اور نیکسٹ نے تجربہ کر لیا تھا کہ اگر
کبھی کرنل کا نام کسی کی زبان سے نکل گیا تو گویا لینا کے
دل کو تھیس لگی۔

بارہ بج گئے تھے۔ آدھی رات ہو چکی تھی۔ اور
ہر یورین مقیم وہلی گھری ٹینڈ میں تھا۔ کیونکہ گلاب
گرمی۔ چھپر ٹھنڈ۔ اور رونے دھونے والے بچے شہر
کرنے والے گیدڑوں نے اونکو سوٹنے کی اجازت دی تھی
ہرور و یورس امدلن کے چلے جانے کے بعد لینا
دیر تک اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی رہی۔ رات کی طرف
آنکھیں جاتی تھیں اور خیالات میں غرق۔ اوس کے
عاشق کی اس وقت کی آواز اور آنکھوں نے تمام
پچھلی باتیں یاد دلادیں۔ اس طرح کہ گویا اب وہ
باتیں بالکل نظر سے دور تھیں۔ ایک کھلی ہوئی کھڑکی
سے وہ چاندنی کی عجیب غریب خوبصورتی کو دیکھتی
کہ جہاں سے قاصد پر جہتا کے کنارے کے گنبد مقبرے

اسوجہ سے نہیں کہ جب تک جلدی آنے کی وہ آرزو مند تھی۔ تاہم اسمین شک نہیں کہ اسمین کی قدر بیک تھی اگرچہ گذشتہ گھنٹوں کو سوسے اسکے اور رڈکن کے کوئی تعلق نہیں جانتا تھا کہ وہ اسکی ملاقات کے لیے آئے رڈکن کے نسبت تو یہ خیال تھا کہ کم سے کم وہ آسوساٹھی میں کبھی اون باتوں کا ذکر بھی نہیں کر سکتا یا تو جب تک کی دوستی کی وجہ سے یا اسوجہ سے کہ وہ اسکے صاف مردانہ اور فیاض چال چلن کی مستدر کرتی تھی۔ اور نیز اس خیال سے کہ وہ ابھی تک اسے چاہتا رہی۔ لینا نے دل میں کہا۔ شاید ایسا ہو کہ اب وہ بارہ وہ ملاقات کرنے کو نہ آئے۔ لیکن اگر ہر وہ اس سے ملنے کے بعد بھی دہلی سے اپنی فوج کے خاص قیام کو چلا جاتا تو ضرور لینا کو ناامیدی ہوتی۔ اوسنے خود بخود کہا۔ ”وہ ابھی تک مجھے محبت کرتا ہے“

غریب بالیجی تک غریب باہی۔ یہ ممکن نہ تھا کہ اس خیال سے وہ خوش بنوتی۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ اوسنے اپنے تئیں شرمسار بھی خیال کیا کیونکہ ہر دور کے ساتھ بڑی بے شرمی برتاؤ ہوا تھا۔ اور خصوصاً نام اور سوت اور بھی زیادہ سخت معلوم ہوا۔ جب رڈکن کی وہ حرکت یاد آئی کہ لینا سے ہر دور کے ساتھ وعدہ خلافی کر کے خود کسی اور عورت سے فقط دولت کے لالچ میں شادی کر لی۔

اوسنے جلتے ہوئے موتی کے سے چھوٹے چھوٹے دانٹے دہلیں کھانے رڈکن! اب وہ نہیں جانتا کہ جس شخص کے ساتھ اب اسے نفرت ہے۔ کسی زمانہ میں اوسکی کے ساتھ بمقابلہ اس نفرت کے زیادہ محبت کرتی تھی۔ اور پھر رڈکن کو اس بات کو اگر ہر وقت یاد تو ہرگز خوش نہوتا۔

”اگر عشق نے میرے دل میں پھر جوش کیا تو ابانی اور اسکی دونوں کی کسر شان سمجھ کر اسکے ساتھ شادی نہ کرونگی۔ ایسے ہی مناسب ہو گا کہ وہ یہاں نہ آئے۔“ لینا نے یہ جملہ ہزاروں بار اپنے دہلیں کہا اور ارادہ کیا کہ ہر دور کی کمپنی جب تک دہلی میں ہوا سوت تک ہر طرف میں کوشش کرونگی کہ ہر دور سے ملاقات نہ ہو راستہ میں فقط ایک بار پچھلے سال کلکتہ میں ملاقات کا اتفاق ہوا تھا اور وہ بھی ہتھکے جینی لوگوں کے سامنے لیکن وہ بخوبی جانتی تھی کہ ہر دور خواہ مخواہ آویگا اور کبک دل اور سب سے یہی کہتا تھا۔ اوسنے تصور واپاند کی گرجے وگانون اور پھاٹک کا نقشہ دینے کا وعدہ کیا ہی جہاں دھوپ گھڑی لگی ہے۔ اور یہ دونوں ملا کرتے تھے وہ واقعہ تھی کہ اس شخص سے ہر دور کا مطالبہ ہی یا تو اگلی باتوں کا یاد دلانا یا اون باتوں پر شرم دلانا غور کرنے سے یہ بات اوسے عجیب معلوم ہوتی کہ اگر رڈکن اوسکے پیچ میں پھانڈ پڑا ہوتا تو اس کو پانچ۔ بیس پچھو ہوتے کہ وہ جبکہ ہر دور کی بیاتہ بیوی ہوتی توئی اب اوسکے اپنے خیالات کو تو ان شروع کیا۔ اوسکو جب تک کے ساتھ عشق بے شک تھا اور جس جوش و خروش کے ساتھ جوان لڑکیاں لوگوں سے محبت کیا کرتی ہیں اسی طرح یہ رڈکن کے آنے سے پہلے محبت کرتی تھی۔ مگر رڈکن نے اپنے امیرانہ اور دنیا داری اور حال کی ملاقات سے جس سبب سے کہ لوگ اور ان کے عشق پر کامیاب ہو جایا کرتے ہیں اوسکو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا اب اوسکو ایک فرانسیسی کے خیالات کا ایک سلسلہ یاد آیا جسکو رڈکن اکثر بیان کیا کرتا تھا۔ ہم محبت کریں اور خیال کریں کہ ہم سچے طور پر محبت کرتے ہیں۔ مگر اسپر بھی دوسرے کو دیکھیں جس پر پوری طاقت کے ساتھ محبت کرتے ہیں گو یاد دو دونوں کی ضرورت ہو کہ عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی محبت ہو جائے۔“

مجھ سے رکھنے پر مجبور ہو جاؤں۔ اسکے بعد اس پریشانی کے سبب سے وہ رونے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی آیا خفیا کو بکایا کہ سونے کے قہرود اوتنے بال درست کرو۔

ساتواں باب

چاندنی رات

باوجود تمام بے نصیبیوں اور خرابیوں کے ہر دل میں کئے لگا جب سے میں ہندوستان آیا ہوں یہ رات سب راتوں سے زیادہ لطف اور مہر کی تھی اس رات کی یاد کو میں کسے جلتے ہوئے نشان کی زندگی بھراپے دل میں رکھوں گا۔ اور گھوڑے کی لگا ڈھیلی کر کے یہی اوستے ملن سے بھی کہا اوس تھا یہ سب اہمستہ اہمستہ چاندنی رات میں کنوٹ منٹ کیجا چلے جہان سے ڈکی یہ کھلا اوس سے شخصت ہوا۔ کہ میں چاندنی چوک کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوں اور بہت ہی خوش ہوں گا اگر کسی روز شام کو اوس ہوٹل میں کوئی میری ملاقات کو اوسے گا

ملن ”ڈکی سلام خدا حافظ۔ کل صبح میں باوری صاحب کی گریون کے ساتھ ہی کھانا کھاؤنگا تم کچھ کہو گے؟“ ڈکی نے جو اس وقت شاپین کے نشہ میں مست ہو رہا تھا۔ جواب دیا وہ ملن تم بڑے خوش ہو لیکن دیکھو مجھے پولی کا نام لیکر چھڑانہ کرو جن دنوں میں اسکول میں پڑھتا تھا اون دنوں میں اسٹون اور پروفیسر سے چھپکر میں ایک ناول دیکھا کرتا تھا اوس ناول میں لکھا تھا ”جب کوئی شخص چاہے اپنی چھری بہن کے بوسہ لے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کسی غیر کی بہن کا بوسہ لینے سے یہ کہیں اچھا ہو۔ اور اوسکے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے افعال جیسے چھری بک

اس امر کا ذکر کر کے وہ جانتی تھی کہ ہر ور کے دل کو پاش پاش کرے۔ گویا ابھی تک اس کا دل ٹوٹ نہیں چکا تھا۔ کیونکہ یہ روکن کو بھی معلوم تھا کہ ہر ور ابھی تک لینا کے ساتھ محبت کرتا ہو۔

اب لینا کو یقین ہو گیا کہ میں نے بہت ہی بسلو کی کی تھی۔ اور اوس بسلو کی کی وجہ سے ابھی مجھے ملگنی اور اب میں ہرگز ایسے لائق اور متقل مزاج عاشق کے قابل نہیں ہوں۔ اور عاشق بھی کون جسے باوجود ہونا امتر زمانہ کے ابھی تک اپنے عشق کو کم نہیں کیا۔ لیکن یہ یقین بالکل بیکار تھا۔ اس لیے کہ اب جب کہ ساتھ ہرگز شادی نہ کروں گی۔ چاہے ہر ور سو بار دہشتا کرے۔

اتفاقاً اوسکے دل میں اپنی ذلت کا یہ خیال گزرا کیسا اگر معلوم ہو جائے کہ ہر ور کا محبت کرنا اب بالکل ایک خیال ہی خیال ہے اور بالکل ایک گمان ہے۔ کیسا ہوا اگر اوسکو مدین ہو چکی ہوں کہ میری محبت کا خیال اوسکے دل سے نکل گیا ہو اور کوئی اور معشوق اوسکو مل گئی ہو کیسا ہو اگر اوسکے دل اور اکھوں سے میری صورت مٹ گئی ہو اور اوسنے کسی اور صورت سے شادی کا وعدہ کر لیا ہو۔ اگر ایسا ہو تو یہ خیالات سوائے اسکے کہ مثل پانی میں چاند کے عکس ہونے کے اور کیا وقعت رکھیں گے۔؟

ہر ور نے بے شک آج بہت سی چیزیں ایسی دیکھیں جن کا ذکر نہیں مناسب ہے۔ لیکن آج کوئی ضروری بات نہیں کہی۔ کیا روکن پھر ہم لوگوں سے ملنے کو آئیں گا۔؟ ولین کہا امید ہے کہ شاید وہ ملاقات کی جرات بھی نہیں کر سکتا۔ اور اس پر بھی وہ ولین دیکھ کر روکن میان ہوا تو اوسکا اثر میرے اوپر بہت ہوا اور شاید میں پھر اوسکے اوپر فریفتہ کر دی جاؤں اور

مگر میں پاکدھڑے پر ہاتھ ڈالنا اور اس کے ساتھ کھینکے
دل خوش کرنا یہ سب باتیں بوسہ لینے سے کم درجہ
کی ہیں۔

ہر ورے ہنس کر کہتا ہے تو ڈکی یقین ہے کہ اپنے بارگاہ
محبت کو نقطہ پوچھنے کے ساتھ خود درجہ کے
جنگ میرا اور کچھ منشا نہیں ہے۔ اور اگر تم کل
پاؤں میں کھڑے ہو تو اس سے غارت کیا پاتے ہو تو کسی
زبردست گھوڑے پر سوار ہو کر آنا۔
وہ کیوں؟

اس لیے کہ اُن کے ساتھ سولہین لوگوں کا ایک
مجھ رہتا ہے۔ اور شاگ جوڑا کرتی ہے اوس میں درجہ
بالکل خراب ہو جاتی ہے۔ اچھا یہ جاننی چاہیے
رخصت سلام۔

ملن اور ہر ورے خدا خدا کر کے ڈکی کی کبوا سے
نجات پاتی۔

اوس رات کو ہر ورے لینا کی بعل میں باونویں کی کتاب
لی ورق گردانی کو ٹھہرا ہوا تھا۔ اوسکی نگاہ اپنی
باری کے سر پر پڑی تھی۔

درنازک اور چھوٹے کانوں سفید اونٹوں اور گاؤں
ٹانوں کی طرف اُسے اوسی طرح سے دیکھا تھا جیسے
وہ اگلے زمانہ میں دیکھا کرتا تھا۔ اس کے بعد اُس نے
وہ دل گذار آواز سنی تھی۔

جیک ہر ورے شام کو گویا اپنے گذشتہ عشق
در محبت کے زمانہ میں زندہ کی بھر کی تھی آخر آپ ہی
ما۔ لیکن پھر یہ سب میں کس کام کی؟ ملن نے
دیکھا۔ آج تم کشمیری دروازے پر نہیں ٹھہرے
لیا کوئی جام زہادہ تو نہیں لی گئی؟

نہیں اوسکا تو مجھے بالکل خیال نہیں رہا۔
بالکل لینا کے خیال میں غرق رہے ہو گئے۔

سب کچھ لی باتیں یاد آگئیں۔
وہ کیوں؟

خواب اوس وقت اچھے معاملہ میں جتنے جتنے
ہوں بہر طرح کوئی جوان آدمی پہلے پانچ سو کوٹ
اور دس ہزار پانچ سو کوٹ کے لیے پانچ سو کوٹ
کی ہوئی اُن کے ساتھ محبت کرتی ہوئی پانچ سو کوٹ
صاف کو تحفہ کی اسی طرح کسی ایسی چیز پر رشتہ

ہو۔ رچو کی کے ایسے دو خٹک اور چالاک آدمی کے ساتھ
محبت کرتی ہو۔ خواہ وہ اوس سے وفا کرے یا نہ کرے۔
ملن نے ہنس کر جواب دیا۔ تمہارے ساتھ چاہے وہ

محبت نہ کرے لیکن مجھ کو خیال ہے کہ اوس نے رچو کی کا ہر ایک
خیال دل سے مٹا دیا ہے۔

خدا کرے میرا بھی یہی خیال ہو جائے۔
تم کو کشش کرو اور میری سفید پٹری کھو میں جانتا ہوں
کہ کیٹ اور سب گھر گھر تمہاری طرف ہے۔ جیک شاید اب

تم کو خیریت ہو سکے گی۔
وہ کام کا جی آدمی کو ہمیشہ سوسائٹی نہیں اچھی معلوم
ہوتی ہے۔ لیکن ملن لین کے ساتھ اپنے تعلقات دیکھنے
کے بعد ٹھیکہ دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ کیٹ تم سے محبت

اور مہربانی ہی کے ساتھ پیش آتی ہے۔
کیٹ کے ساتھ تو میری رنج دی اپنا کب کی
ہو گئی ہوتی۔ لیکن مجھ کو ایک جگہ کے قرضوں کا
ادا کرنا ہے۔ اور اوس کے سوا میں ہزار روپیہ اگر

میں دینا ہے۔ اگر تلو سو پور کے بازی میں کامیاب
نہوئی تو؟
تو مجھ کو ان چند برعاش پارسیوں سے معاملہ کرنا پڑے گا۔

سورس کے بعد بھی وہی ہوگا جواب ہی اور جیسا دیوکر
بیان کرتا ہی کہ جو وقت تم خوش ہو او سو وقت تک
کوئی مشکل نہیں۔ میرا راہ وہ تھا کہ کسی مالدار پر مشورے
ساتھ اپنی شادی کر لوں۔ یہ بات میری مالی حالت کے
مناسب بھی تھی مگر جیسے ہی کہ کیٹ سے جانا نکھین ہوئے
مجھے معلوم ہوا کہ کہین دنیا کا خاتمہ ہی نہیں گو مجھ کو اپنے
چچا کرنل شنگ کی بدولت جو محکمہ انصاف میں ملازم ہیں۔
گرمی انگو کی ٹکٹ کا حصہ ملتا تھا مگر میں نے بیوی کی کر کے
خود اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ابھی تو تھیں ترقی کے لئے رستہ کا سطر کرنا پڑ گیا
”مجھ کو امید ہے کہ میری اور کیٹ کی شادی جلد ہی ہوگی“
”مجھ کو ایک کمپنی ۱۶ برس کی عمر میں مل گئی معمولی
قیمت سے ۳ سو پونڈ زیادہ دینے پر ہے۔ اب ہم لوگ
مٹان میں کمان کرنے والے ہیں۔“ وہ یہ تو میرے
پسند نہیں۔

مٹان اب رخصت ہوا کہ اپنے پرے کشتیری دروازے
پر جاوے اسلئے کہ اس کے دوست کرنل اپلی کے روند
کرنا بھی وقت تھا پر ورانے خیالات میں ڈوبا
آگے بڑھا۔ اور کبھی قسم کے خوف کے دل میں خیال
کیا کہ ہر چار طرف فساد کی آوازیں اور ری ہیں
اور بہت کم ایسے بشر ہیں جو بغیر پیستول کے گھر سے
باہر نکلتے ہوں۔

دہلی کی عملداری میں ابھی تک کوئی حرکت ایسی
نہیں ہوئی تھی اور دہلی کی سرکین قریب قریب
لندن کی سرکون کی طرح سے محفوظ و مامون رہتی
ہیں۔ اگرچہ پانے لوگ جو زندہ ہیں وہ اس شہر
کی نسبت کہتے ہیں کہ اس میں بھی بے خیر ڈاکو اور چٹکی
کرنے والے مرد اور عورتیں بھرے ہوئے تھے۔ جو
مسافروں کے گلوں میں چھنڈاؤ لگ کر لیتے تھے۔

لیکن وکیل کچھ نہیں اٹکوانا چاہیے۔ کوئی مجرماوی
پرگز خیال نہیں کر سکتا کہ اس کو ٹھنڈا ہے بلکہ میں
کھانا کھانا چاہیے۔ کل میرے بیان مہاتوں کی وہی
سہولی دعوت ہو جو میں ہفتہ وار کرتا ہوں۔
مٹن میپل ریو دس اور بھی اکثر لوگ آئیں گے میں
آپ کا نام بھی خاندان سے تراوون گا۔ بس جیسے ہی
نقارہ کی آواز سنیں چلے آئیں۔ آپ کی دعوت کا شکریہ
ادا کرتا ہوں۔ مگر ان کرنل صاحب آپ مجھے متاخر فرمایا
اگر میں زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکوں۔“

میں خود زیادہ نہ ٹھہرانا گا۔ مجھے بھی حاجے صبح بڑھ کر
جانا ہی۔ اور کل ولایت کو ڈاک بنگا دی گئی۔
جیسے ہی ہر روز ہنگامہ میں داخل ہوا۔ اس کو تعجب معلوم
ہوا کہ سب اندھیرا ہے۔ اور کوئی شخص بھی نہیں ہے۔

پایا پاس اور دوسری میز پر آگے کی ایک سنگی خشتی
میں چرٹ کا ایک بڑا ہوا تھا۔

بڑیک آنکھیں ملتا اور کہنیوں کو کھلانا ہوا اٹھا اور
کہا کہ یہ تو بڑے غضب کی نوکری ہی تو ہے دے دو اور
بہ بجے شام کو پھر بڑیر جاؤ بعد اسکے دیکھو کہ

میں فساد۔ عدالتیں دیکھو۔ ہسپتال معائنہ کرو
اور تمام دنیا بھر کی خبریں دیکھو۔ خدا خدا کر کے
شام ہوئی۔ اور ہر ور کے آراء دن نے کئی دفعہ پلٹا

کھایا کہ کیا مجھے خود بھی یادری صاحب کے مکان پر جانا
چاہیے یا دعوت کا انتظار کرنا مناسب ہے۔ یا یادری
صاحب ہی کو یہاں آنے دینا چاہیے۔ کرنل اپنی

دعوت نے شیکہ اسے وہاں جاتے سے روکا اور اسے
خیال کیا کہ دوسرے روز بھی میں نہیں جاسکتا
اسلئے کہ کل مجھے بلڈر دیکھنا ہی ہے۔ دعوت کا وقت

ہر ور کی نظروں کے سامنے سے بالکل جواب کی طرح
گزر گیا۔ اگر لٹیا کے ساتھ نصیب ہوتا تو وہ اپنے
بگلہ پر بٹھتا ہی کھانا پسند کرتا۔ کیونکہ ایک شخص جب

کسی کی محبت میں مبتلا ہو خصوصاً جب وہ ناامیدی
کی حالت میں ہو وہ بہت ہی کم لوگوں کا ساتھ
دینے کے قابل ہے۔ اور سوسائٹی میں زیادہ شریک

ہونے کے قابل تو کسی طرح نہیں ہے مگر میں کے
سوا اور کسی شخص کو اس کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔
دعوت میں ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی کرنل

رہلی میر مجلس تھے۔ اور یورس ملن ڈوایل اور کپٹن
ڈگلز اور ولنگٹن وغیرہ شریک تھے۔ اس صبح
میں اون پر شدید قول و قرار والی چاب تین کا قہر

ذکر آیا۔ یہ ایک قسم کے اشارے کا کام دیتی تھیں جو
ایسٹ اور اسکاچ سپاہی بغاوت کی ایک علامت
خیال کرتے تھے حاضرین میں اکثر لوگ ایسے تھے جو

شع روشن کرنے کے واسطے آدمی کو آواز دی۔ لیکن
کسی نے بھی جواب نہیں دیا۔ کوئی بڑی کوئی چو۔
کسی طرف جواب نہ ملا۔ دیا سلائی کھینچ کر روشن کی

تو معلوم ہوا کہ اگر میں حقہ پینا چاہوں گا تو خود جلم چلی
ہو گی اور اگر سونا چاہوں گا تو مجھے خود ہی چوری ہانگنا
پڑے گی۔ کیونکہ مختصری فرخ پاڑے کا اس وقت کہیں پتا

نہ تھا۔ نہ کسی طرف مائیس نظر آتا ہے۔ اور نہ ہشتی
دیکھائی دیتا ہے تو فی ہر ہی تھا کہ سب نوکر بے اجازت
اور رخصت لئے غائب تھے۔ گزر دیکھا تو نیکیا قلی صاحب

بھی نزارو۔ یہ ایک عجیب ماجرا تھا۔
ہر ور نے خود بخود اپنے دل میں کہا یہ عجیب بات ہے
یہ کجست کچھ کہنے والے ہیں۔ اگرچہ یہ نہیں معلوم

ہو سکتا کہ کیا کر سکیں ہیں۔
اور تو اور فعل بچانے والا حافظ ملاح الدین بھی
چھانک پر نہ تھا سوائے اول گڑبوں کے جنہیں

وہ اپنا بدن و فن کے رہتا تھا اسکا کوئی نشان
نہیں معلوم ہوتا تھا آگے پیچھے ہم تباہی کے کہ رات کو
سب لوگ کہاں گئے ہوئے تھے۔

تھا کہ قسم یہ کجست کا ہے شیطان جس وقت آدمی کے
اس وقت میں اونکو خوب تاج تچاؤ لگا۔ اب سوچے
کیا فائدہ وہی کھٹے بعد مجھے پر پڑ پر جانا ہو گا۔

آٹھواں باب

۵۵ دین فرج بدیل کا کھانا

لائق سرور کی یہ دھمکی کہ آؤں گا شیطا نوئی
سانے سے خیر لوں گا۔ صبح تک بالکل نہیں سے اور
گئی۔ خدنگار نے صبح کو اسے میز پر پاؤں پھینکا

اور بیک آرم کرسی پر پڑا ہوا پایا۔ اگرچہ صبح کی ہفت
صبح چکی تھی و استوان میں ایک چرٹ دبا ہوا اور چکا

باتین کرتے تھے خصوصاً دو آدمیوں کو سپاہیوں کی انگلیش لیڈیوں کا قحط بچھا۔

ہر روز نے کہا یہ تو ملک کی گپ سی معلوم ہوتی ہے جسکو اکثر لوگ اڑایا کرتے ہیں۔

وہاں اور بھی جیک چنتم کا حال ہے۔ ان رسالہ کے اوس نوٹسے کہانہ کا حال تو بیان کر دیا۔

قبل اس کے کہ ہر روز ویل کو اس جھپی ہوئی جوت کا جواب دے کر نفل صاحب نے مس کٹے و سٹن کا جام صحت تجویز کیا جسکے جواب میں ملن کو کب قدر شیشی ہوئی ڈویل نے کہا کہ کیوں ملن تم وہن جانے والے ہوئے شاعر فلڈنگ لکھتا ہے۔ انسان آگ ہے اور عورت چری۔ اور شیطان ان دونوں کو ملا دیتا ہے۔ اسپر سب سے متفقہ لکھایا۔ اور ملن نے اس مقدمہ میں ایک جام بیا۔

ڈویل نے بڑی خوش آوازی کے ساتھ کہا کہ تمہارا رو سے زمین پر سب ملکوں سے حمد ملے گی۔ غریب کے لئے نہایت ہی عمدہ ہے۔ دنیا بھر میں سے اچھا کر میں خوب واقع ہوں کہ یہاں بہت سے لوگ اپنی بادشاہوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور سوا خشکی کے کم ہونے کے یہاں زندگی کے سب لطف اوشھاتے ہیں اور وہ بھی اوس تنخواہ اور رہتے پر جسے انگلستان میں بھوکوں میں ہے۔

کرنل ریلی نے کہا کہ بعض حالات کے سوا اسے یہ سچ ہے۔ مگر مسٹر ڈویل اس ملک میں خرابیاں بھی ہیں۔ وہ بہت ٹھیک ہے جو ایک شریف بیان کرتا ہے کہ ہندوستان انگلستان سے اتنے فاصلہ پر ہے کہ کسی شخص کو یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ وہاں گناہ ہو رہا ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جنکو کوئی مالی فلاح ہے۔ اور انکو بھی اوس وقت تک پرواہ نہیں رہ سکتی جب تک کہ سود برابر پائے جائیں۔

باتین کرتے تھے خصوصاً دو آدمیوں کو سپاہیوں کی وفاداری پر بالکل اعتماد تھا اور انکو یقین تھا کہ دہلی کی فتح ہرگز بغاوت نہ کرے گی۔ اور مقامات میں چاہے جو کچھ ہو۔ یہ باتین ہر روز پور میں لوگوں کو بے شک پسند تھیں۔ اس روز ملکہ معظمہ کی سالگرہ تھی اور دنیا کے کسی حصہ میں ملکہ معظمہ کی رعایا اوس سے زیادہ وفادار نہیں ہے جسقدر ہندوستان کی رعایا ہے۔ کرنل صاحب نے جام تندرستی تجویز کیا تھا۔ اور ہر ایک شخص نے ہر ایک قسم کی شراب شامپین سے لیکر کھروئی پیرک پانی تھی۔ اسلئے کہ ہندوستان میں ہماؤن کے مذاق اور انکی طبیعتیں جو آگاہ ہونے کے باعث اور نیز موسم اور آب ہوا کے لحاظ سے میز پر کئی قسموں کی شراب لائی ہوتی ہے ہر آدمی سے میں بہت نعمت سرائی کر رہا تھا اور کر کے اندر بہت ہی زیادہ گرمی تھی کچھ کیون کے پردہ اڑھا دئے تھے اسلئے کہ گرمی زیادہ تھی اور چرائی برابر اندر رہتے تھے۔ کسی تھیر کسی نالج یا کسی پتھری کی خبر بھی نہ تھی کہ اوبیکے متعلق حاضرین مجلس بحث کرتے۔ اوس صحبت میں خط مقامی ٹھہر ڈھیر سو کا شکار اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہوتی تھیں۔ میں یہی تذکرے ہو رہے تھے۔ کچھ کچھ گپ بھی اڑ رہی تھی باتین ہوتی تھیں کہ دیکھو گورنر جنرل کے نالج میں کیٹ کس طرح ملن کے ساتھ ناچی تھی اور اسی طرح اپنی ہونیوالی شادی کو عام طور پر ظاہر کیا تھا اسلئے کہ اوس زمانہ میں جب ہندوستان میں زیادہ راحت نہیں ملتی تھی یہ دستور ہو گیا تھا لیڈی ایک شام کو ایک بار سے زیادہ کسی مرد کے ساتھ نہیں ناچتی تھی سوائے اوس حالت کے جب معلوم ہو گیا ہو کہ باجم دونوں کی شادی ہونے والی ہے۔ حالانکہ یہ دستور اس سبب مروج ہو گیا ہو گا کہ شاید شرمین

ریورس نے کہا۔ "مان ضرور ہو اور اوسمین پاوری سجا
کی لڑکیوں اور اونکی دونوں نئی نئی ساتھ والی سجا
لڑکیوں کو بھی بلوایئے۔" ریورس نے جو ۵۰ دین
پلٹن کا افسہ اور ایک سیدھا سا دھابڑا بن
اوی تھا۔ اور رات بھر بالکل خاموش ماکرنا تھا
کہا۔ "کہ یہ کون لڑکیاں ہین ہسین ہین کہ اسباب
چورنگی حسین شوہروں کی تلاش میں آئی ہو گی۔"
ڈاکٹر نے خراتیزی کے ساتھ کہا۔ "تم بالکل غلط
کہتے ہو یہ لیڈیاں نقطہ دیکھنے کے قابل ہین اسلئے
ہنین ہین کہ تم سے اوی کی وہ زیادہ قدر کریں
اونکا چچا جو حج ہی اون دونوں کو دولا کھر رہیہ
بنگال بینک اور گریٹ انڈیا پیشہ ریلوے کے
حصوں سے دے سکتا ہو۔"

ہرور کی رجسٹر کے ٹیمپل نے متعجب ہو کر کہا۔
"دو ہزار پونڈ ہر ایک کو! گو میں اس قدر راز
جانا نہ۔"

ڈاکٹر نے قطع کلام کر کے کہا۔ "ایک کے لئے تو
تم ہی بندوبست کیے ہوئے ہو۔"

یوٹیمپل اون پر ہر تھاری بڑی حمایت ہو لیکن
جو کچھ ہو لڑکیاں ہین بڑی خوبصورت۔"

ریورس نے جواب دیا۔ "مان اپنے دوستوں پر
اور خود اپنے اوپر انکو بہت عزور ہو گا۔ اسکل
لڑکیوں کا یہی حال ہے۔"

ملن نے کہا۔ "ہرور دڑا ہوشیار ہو چم اس وقت
تھارے زبانی وہی چنچہ والا معاملہ سا چاہتے
ہین جسکے متفرق حالات پتے سے ہین۔ ہرور بیان اور
کوئی نہیں ہے۔ اور نہ میں کسی سے کہنے دوں گا۔"

بیان سب سے تھل تھل لوگ ہین۔
ان کیا۔"

امریکی کسی قسم کے تعلق خاطر اور بے صبری کے
تھا کہ ان زور و شور کے نعرہ ہائے خوشی کو ہرور
ٹھکانا اس لئے کہ کھانے کی میز پر ایک فراتھ
جی بہت بڑا معلوم ہوتا ہو۔ اور جب کسی کو سولے
دینی اور کسی کے کچھ کھانا می نہیں۔ ان مقصود کی
وازمین قریب بنگلوان میں وہ لوگ بھی سن رہے تھے
بلو سجا راکر تھا۔ دیار ہین ہر پہلے تھے۔ اسلئے کہ ہین
بن زورنگی بھر ہمیشہ سجا رہی رہتا ہے۔ اور وہ موت
یادہ دور نہیں ہوتی۔ بعض اوقات ہرور کو یہ گیسپ
ست بڑی معلوم ہوتی تھی۔ جو کسی اور وقت شاید
سپ سوئی وہ اس قدر از خود رفتہ تھا کہ کرنل
ہلے اس کے ہاتھ سے سبک لے لی اور اوی راکر
تہ پایئے اور حضرت کو خیر تک نہوئی۔

ہرور خاموشی سے اس وقت چوٹا کاجب اس نے
پتان ڈگلس کو ملن سے یہ کہتے سنا۔ "چونکہ اوہ کی
وجہ کے کرنل بڑکن کو اس حادثہ کی وجہ سے بارکپور
چھاتین معلوم ہوتا تھا وہ شمالی حصہ ملک میں
بھی جانے والے ہین یا تو الہ آباد سنٹھے جانے لگے
دہلی کو۔ لیکن زیادہ یقین دہلی ہی میں بھی تھا
و۔ اسلئے کہ خود کرنل صاحب کو بیان آئی ہو تھی
اس افواہ نے ہرور کو ہوشیار کر دیا۔ اوسے

یہ گلاس ٹامپین بی جیمین فرخ پانڈے نے
نورمی سی سون بھی والدی سخی اور پھر ذرا ہوش
حاس درست کر۔ اور اوی شے اپنی عادت کے
واقعہ لوگوں کی محبت میں نہونے کا ارادہ کیا۔

ہ دین پلٹن کے ایک سپاہی نے کہا "بیان ایک
ال ہونا چاہئے۔" یہ حضرت اچھے گانے والے تھے
اور اس سبب سے ہندو سجا کا انتظام ہمیشہ انھیں کے
سپرور ماکرنا تھا۔

جب کبھی کوئی قسمت شخص رات کو زیادہ عرصہ تک
 مسٹر سٹریٹز بائی کے ساتھ ناپچایا اور سکون زیادہ بہت
 دیتا یا کھانے کے کمرہ میں اسی کی طرف نگاہ اٹھاتا
 یا اوسکے گورے کندھے پر شال یا چٹہ بنبھال کر ڈالتا
 یا گاڈھی پر چڑھتا تو ضرور تھا۔ کہ دوسرے روز اس شخص
 کی خبر لی جاتی اور اگر اوس بٹالین سے اوس شخص کو حلاقہ
 ہوا وہ شخص کہیں باہر بخار سے تو اسکو شکریہ ادا کرنا پڑتا
 کرنل صاحب کو نوج تماشہ اور دعوتوں سے نفرت تھی
 لیکن مجبوراً اپنی بیوی کے گھبانی کی ضرورت سے جانا
 پڑتا تھا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ تھا کہ لیدی بالکل غروب
 ہو گئی تھی۔ کرنل صاحب کا حکم تھا کہ اونکی بیوی کہیں
 نوح رنگ میں نہ شریک ہو اور جب تک وہ خود موجود رہے
 تھے اونکی بیوی نہ نوح سکتی تھی۔ لیکن ادھر یہ کسی انجی
 ایسے بوڑھے جنٹلمین کے ساتھ مست ہوئے یا کہیں لگے
 وہ ہر اونکی بیوی نے اپنا کام شروع کیا۔ اونکی بیوی
 ایک اول درجہ کی نازخوہ کی عورت ہو گئی اور اسکے
 جتنے خیالات تھے سب اسی جانب متوجہ ہو گئے اور سننے
 اپنے طور پر علامات اور نشاناتوں کا ایک قانون اور
 دستور العمل بنا لیا تھا۔ پردہ کا اوٹھانا کھانے پر ہونا
 مطلب کی باتیں کرنا۔ غرض کہ اپنے پوشیدہ دوستوں
 کے لیے ہر ایک قسم کے علامات قرار دے لئے تھے۔
 اس طرح بہت سے لوگ چھنس چکے تھے۔ خیر اب یہ میری
 بارہی تھی۔ میں نے کئی بار متفرق مقاموں پر اس سے
 دیکھا اور قریب تھا کہ اسکے آشنا بلوہ پر ڈکا میں وہ
 بن جانوں۔ ایک مرتبہ راستہ میں اونکا گھوڑا گر گیا اور
 قریب تھا کہ وہ میم صاحبہ کو چھیک دے کہ میں نے جان
 بچائی۔ کئی مقاموں پر مجھے یہ عزت بھی حاصل ہوئی
 کہ میرے اس کے چار گھنٹین ہو گئیں۔ لیکن نہ مجھے بات
 کرنے کی جرأت پڑی اور نہ اسے جرأت ہوتی۔

خیر میں لائن کو واپس آ رہا تھا مجھے اپنے کمرے میں پہر
 عمدہ کے موافق ایک ہی شخص ملا۔ میں نے فرینک
 ٹیمپل کو دیکھا کہ میری میز کے قریب ایک کارڈ لے
 بیٹھے ہیں۔ یہ کارڈ نہایت ہی عمدہ لکھے ہوئے کڑوا
 تھا اور اس پر مسٹر سٹریٹز بائی والا راج لکھا ہوا تھا۔
 فرینک نے مجھے کہا۔ دیکھو جبکہ یہ عجیب بات ہے کہ
 کرنل کی بیوی۔ اس طرف آنی کھین۔ ا۔ ا۔ ا۔
 خاص بیان ہی! تمہارے ہی کمرے میں! اے
 میں نے خود جواب دیا۔ یہ نہیں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔
 وہ چاہے جس طرح ہو مگر بات غیر ممکن نہیں معلوم ہوتی
 میں نے کہا۔ یہ کسی کی دلگی معلوم ہوتی ہے۔ کوئی
 عجیب بین کہ یہ تمہارا ہی کام ہو۔
 ٹیمپل نے عاجزی سے کہا۔ نہیں یہ دلگی نہیں ہے۔
 چورین اپنی عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ اس کارڈ کو
 میں نے میز پر پڑا پایا۔ اور دیکھا اس پر یہ مسٹر سٹریٹز کا
 نشان نیا ہوا ہے۔ اس تاج کو دیکھا۔
 وہ یہ کیسا راز ہے۔
 وہ خدا کے سواے اور کوئی کیا جانے۔ یہ سخت ہجو
 دو پر بیان اوٹھائے ہوئے ہیں۔
 فرینک اس مذاق کو علیٰ درکھو اور مجھے سچ بتا دو
 کہ یہ کارڈ تمہیں کہاں ملا۔
 اسی کتاب کے پاس اسی میز پر ملا۔
 ”تو کیا یہ کتاب بھی وہ چھوڑ گئی ہے۔“
 ”نہیں آج صبح پرڈ کے بعد اسے ایک آدمی کو قلعہ کے
 کتب خانہ میں بھیج کر یہ کتاب منگوائی ہے۔“
 ”لوہ پڑانی ہو اس میں کیا ہے۔“
 ”اس میں ٹیکس کا حال بیان کیا گیا ہے۔“
 ٹیمپل نے مجھ سے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ دیکھو جبکہ
 ہوشیار ہو ورنہ تمہیں مسٹر سٹریٹز بائی سے ایک مرک

کرنا پڑیگا۔ میں نے جواب دیا: اب تو یہ بہت آسان معلوم ہوتا ہے۔

فرینک: "ان معاملات کا انجام کبھی اچھا نہوگا۔" لیکن حقیقت میں یہ مناسب نہ تھا کہ اس طرح وہ میرے پاس جلی آئے۔

"ہرگز نہیں خصوص اس واقعہ کے بعد کہ تم نے ایک دفعہ اس کی جان بچائی۔"

"لیکن وہ تو معلوم ہوتی ہے کہ اس واقعہ کے قبل یہاں آئی ہے۔"

وہ اگر ایسا ہی تب تو یہ مرنے کی ایسی لڑائی معلوم ہوتی ہے۔

لیکن خدا کے لئے کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ میں نے فرینک سے یہ قسم کھدائی کہ اس ماجرے کا حال وہ کسی سے نہ بیان کریگا۔ اور اپنے خدمتگار کا انتظام

کیا مگر یہ انتظار فصول تھا اس لئے کہ مسٹر ریڈ وہ تین روز کی رخصت لے گئے تھے۔ اور اس سبب سے اونٹ

ذریعہ سے مجھ کو کچھ بھی نہ معلوم ہو سکا۔ سنتری جو دروازہ پر پہرہ دیتا تھا اس نے بیان کیا کہ میں نے

کسی شخص کو اندر آتے نہیں دیکھا تھا۔ اگرچہ اس کا میں خیال کر کے بیشک پریشان ہوا کہ کرمل کی بوی

مجھے کیوں ملنے آئی تھی۔ مگر دوسرے روز خود میں نے اس سے ملنے کا ارادہ کیا۔ خصوص اس سبب سے اور بھی

جلدی کی کارڈ بک سے معلوم ہوا کہ ہمارا غضبناک کرمل اول درجہ کے ایک کوٹیارشل ٹیکسٹ کرنے گیا ہے اور

شام تک واپس نہیں آیا۔

اب آپ لوگوں کو بالکل اس اثر سے آگاہ کر دینے کے لیے میں یہ بھی بیان کیے دیتا ہوں کہ یہ کارڈ کیسٹیں کیا تھیں۔

مسٹر اس ڈبائی اس کی نام لکھ کر دیکھ رہے تھے جو فرینک نے منگوائی تھی غلطی سے کسی شخص نے وہ اپنا

کارڈ رکھ کر بھول گئی جسکو بطور نشانی کے اکثر جگہوں پر رکھ دیا کرتی تھیں یہ کارڈ کتاب سے گر پڑا اور میرے

لائسنس خدمتگار نے اور نوکروں سے حیلہ کر کے اسکو ہٹا رکھا اور چل دیا۔ اس حال سے تو میں ناواقف تھا

یہ نگر و امنگ تھی کہ چلواؤس سے ضرور ملاقات کر دوں جسکی نسبت مجھے گمان تھا کہ میری اچھی صورت و فیہ

پوشاک نے اپنے اوپر فریفتہ کر لیا ہے۔ جب صبح کی ختم ہوئی۔ میں نے خیال کیا سپہر کبھی نہ آویگا۔

آہستہ آہستہ وہ بھی آگیا۔ اور میں نے عذر کی اور وہ سے کپڑے پہنے اور میڈوسے پر جا پہنچا۔

میں نے بالکل سیدھے طور پر آدمی سے دریافت کیا کہ کرمل صاحب مکان پر ہیں۔

ایک آدمی نے دروازہ کھول کر کہا: جناب کرنا صاحب الجہ کو دیوٹی پر گئے ہیں لیکن شمس ڈبائی ہیں۔

میرا بی گھر کے میرا کارڈ ملے آؤ۔ اس نے مجھے سلام کیا۔ اور میرے سامنے جکر کھڑا

ڈراہنگ روم کے زمین پر چڑھا جہاں مجھ کو بھی بیٹھنے تین اعلیٰ کے پردوں سنگ مرمر کی میز

اور بڑے بڑے ستون میں گھرا ہوا پایا۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ اس میں کس قدر جہاں ضرور ہے۔ اور

پورے اعتبار کے مجھ کو کوئی شخص اس شکل سے نہیں نکال سکتا تھا۔ کچھ کمپن سے میں شہر کے

دیکھ سکتا تھا۔ اس بڑے شہر کا خوبصورت پڑاؤ لندن کے سفید بنا کر جابھلی پکڑنے والوں کا

میں گھنٹا یہ سب تماشے نظر آتے تھے۔

نہ کمپن کی دلچسپ آواز اور دہشتی پوشاک کی خوش

میری شمس ڈبائی سے جارا کھین کر لینے میں مجھ سے چھ سال بڑی تھی اور جسکا سامنا ہوتے

وہ سب عمدہ خیالات جیسے اور فقرے جیسے کہنے کا

کر رہا تھا۔ بالکل دل سے محو ہو گئے۔ انکی حرکتوں سے متنبہ نہ ہو سکی۔
کی علامتیں نظر آرہی تھیں جنہوں نے مجھ کو پریشان کر دیا
اور خصوصاً وہ وقت جب اس نے اپنے آنے کا بالکل ذکر نہیں
کیا تو مجھے اور اضطراب ہوا۔ آخر میں نے ہی اول گفتگو
کرنے کی جرأت کی اور کہا: ”آپ آج بارکون کی طرف تشریف
لیگے تھے؟“ ”جواب دیا: ”ایک ہفتہ سے تو میں بارکون کی طرف
سے ہو کر نہیں گذری۔“

میں نے تعجب سے پریشان ہو کر پوچھا: ”ایک ہفتہ سے؟“
”کم سے کم اسی کے قریب ہوا ہو گا۔“ خیر مجھ کو یہ دوسرا موقع
حاصل ہوا کہ میں اپنی جان بچنے کے متعلق آپ کا شکریہ ادا
کروں۔ آپ وہی بزرگوار ہیں نہ؟“
میں نہایت پریشان تھا۔ امین یہ میرے مکان پر نہیں گئی
یہ دلگی کر رہی ہو۔ ”ان شاید ایسا ہی ہوا ہو کل کے باجرے
سے میں اسکی ملاقات کے لیے مصحت اور ترندستی کے درمیان
کرنے کا بیانیہ کر سکتا تھا۔ لیکن اون دنوں اس قسم کی
فقرو بازیوں کے اعتبار سے میں بالکل بچہ تھا۔
اوس نے مجھ سے ہنس کر کہا: ”آپ شاید کرنل اوڈبائی سے
ملاقات کرنے آئے ہو گئے۔ وہ آج کی رات کی ریلوے ٹرین
میں اپنی ڈیوٹی پر او لوپ کو گئے ہیں۔ آپ لوگ کہاں تک
ہندوستان جاؤں گے؟“

”میں ابھی اس سے نہیں واقف ہوں اور شاید مجھے کرنل
صاحب سے اس بارہ میں کچھ دریافت ہو سکے۔“
”آپ مطمئن رہیں وہ وقت قریب آنے والا ہے جب جنتیم کے
تاج تھیں اور صدائے قسم کے تماشوں کے جگہ جہاز اور ہسٹل
اور سخت طوفان نظر آئے۔“ ”میں بتوں کا برواشت کرنا پسند
اوس موقع پر یہ سارے تماشے اور نماز و نحر سے رکھے
رہیں گے۔“
”میں“ میری قویہ عادت نہیں ہے۔
”کیونکہ مسٹر مسٹر“

اب میں نے کہا: ”مسٹر اس اوڈبائی اب شام کی پڑیکا
وقت قریب آگیا۔ مجھے جانا چاہیے۔ اوسے ہنس کر میرا ہاتھ
اپنے ہاتھ میں لیے ہی لے گیا۔ اچھا جاؤ لیکن یاد رکھو کہ
کل تھیں میں جو کث نے چلتے وقت زومیو سے کیا کہا تھا
بچے خیال کیا۔“ ”وہ انداز تو ضرور ہے کہ یقیناً یہی کارڈ
چھڑائی ہوگی۔ اور ہاتھ پر بڑی گرمجوشی اور محبت سے
بوسہ دیا جیسے ہی میں نے اپنا سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں
کوہست قدر کرنل اوڈبائی غلی پوشاک پہنے کھڑا ہوا ہے
اوس سے چار آنکھیں ہوتے ہی میں سنائے میں لگیا۔
بیوی نے مسکرا کر مجھ سے اوس سے ملاقات کرائی اور کہا۔
”مسٹر سرور جو کارنش لایٹ انفنٹری میں نہیں وہ آپ ہی
ہیں۔“ ”کرنل نے ترش روئی اور سرد مہری سے کہا: ”یہ میرا
باقی قسمتی ہو کہ میں اس نوجوان کو جانتا ہوں۔ لیکن اب
مجھے انکو نہ روکنا چاہیے۔ پرئ کا وقت آگیا جہاز گھر
میں دیکھ کر میں بندہ منٹ کے بعد لوگ وہاں جمع
ہونا شروع ہو جاؤں گے۔“

میں نے خیال کیا کہ میں عجیب شکل میں پڑ گیا ہوں اور
پریشان دلی کے ساتھ بارکون کے بچہ وار سے ہو کر نکلیں
کہ ایڈجوٹنٹ کو میرے وعدہ کا اعتبار رہے اس لئے میں

کر نل صاحب کے گھر میں ایک عجیب و انتہ پیش آیا۔
 مسٹر اڈو بائی نے آئینہ میں اپنے بال درست کر کے جھیر سے
 کر نل کی صورت بھی نظر آ رہی تھی کہا "میرے سہواریار سے
 تمام بالکل یکساں لگتے ہیں"

اوسے غضبناک ہو کر کہا "ہاں اچانک اور بیوی تنگو
 میری آنے کی امید بھی نہ ہوگی"

اوس وقت ہمارے ملاقاتی سے تم نے نہایت سرد مہری
 اور ٹری سخت براطاری کے ساتھ برتاؤ کیا۔ کر نل میں
 خیال کرتی ہوں کہ یہ تو جہان تحار دوست تھا
 میرا دوست کیوں ہے؟

"وہ تمہارا دوست نہوتا تو یہاں کیوں آتا ہے؟
 "میرا خیال ہے کہ وہ کبھی جو بانگناں رہتا ہے تمہارا دوست
 ہے۔ اگر ایسا نہوتا تو ہرگز یہاں آنے کی جرأت نہ کرتا
 "جرأت ہے؟"

"ہاں جرأت خصوص جس صورت میں قلعہ کے حکام نے
 اوسکو بخوبی مطلع کر دیا ہوگا۔ کہ میں یہاں نہیں موجود
 ہوں۔ ہاں میڈم اوسکو معلوم ہوگا کہ میں نہیں ہوں
 آج جھکواول روح جانا تھا۔ میڈم یہ سب تماشہ ہے

بالکل وہاں تماشہ اور نہایت ہی غصہ اور جس کے
 ساتھ جو چہرہ سے صاف ظاہر تھا کہنے لگا۔ "میڈم مجھے
 روز بروز اسکا ثبوت ملتا جاتا ہے کہ مجھے ٹھٹھ کر تمہارا
 دل کہاں کہاں جھینکتا پھر رہا ہے؟"

"کر نل اڈو بائی تمہارا خیال بالکل غلط ہے۔ لیکن اگر
 ہو سکی تو کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ برابر ظلم کہنے۔ شک
 غضبناک گالی گھڑج اور وہاں ہاتھ اڑا کر بدارتیاں دے
 دلو پھر واپس بلا سکیں گی؟"

یہ عہد اگر تجھ میں ہوتی تو بڑے تماشے کرتی۔ لیکن
 اس امر میں بالکل بے قصور تھی۔ میرے دوست لنگلی
 ڈرائنگ روم سے یہ سہاوا دیکھ رہے تھے اوسوں نے

یہ سب باتیں اپنی آنکھ سے دیکھیں اور مجھ سے بیان کیا کر
 اوسنے اپنی جھوری آنکھوں سے ترجیحی نظر ڈالی اور کہا
 سے چل دی۔

سکوئی ایک منٹ کے بعد غصہ و کر نل اپنے نئے عہداتی پر
 غصہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور پیچھے پھر کر اوسے میرے پیچھے
 گھوڑا دوڑایا۔ وہ سیدھا میرے مکان پر آیا اور مڑی

زینوں پر اپنے بڑے بڑے جوتوں سے زور سے دوڑھا کر
 چلا کے کہا "مشر بہر اور آپ مجھے صاف صاف بتائیں کہ اپنے
 کیونکر میرے رات جانی کی جرأت کی۔ اور میرے گھر کے ایک
 دستور کو توڑ کر میری غیر عادی بی بی بے بلائے میرے گھر

لگے۔ بے بلائے! بے بلائے!
 قبل اسکے کہ میں جواب دے سکوں غصہ و کر نل کی نظر
 اپنی بیوی کے کارڈ پر جا پڑی جسکو میرے بے وقوفی سے
 نے بالکل سامنے کھلی ہوئی جگہ پر رکھ دیا تھا۔ کر نل نے

نہایت ہی غصہ سے اوس کارڈ کو اٹھا لیا اور یہ ثابت
 پا کر سیدھا اپنی بیوی کے پاس گیا۔ کیونکہ بظاہر اوسکی
 میں وہ میرے پاس آئی تھی اور اوسکے بعد سنبھری۔ اپنا
 ایک غضبناک جھگڑا شروع ہوا۔

اوسنے ارادہ کیا کہ اس معاملہ کی بدولت جھگڑا سبک
 اوسنے رات بھر کورٹ مارشل کی قواعد دیکھی اور کوشش
 کر کے اگر کسی جرم میں جھکنا پڑے۔ خیر ایک ہی جرم تھا
 ہوگا کہ ہم لوگوں کو اس ہی گھنٹہ پشیمانی اظہار دی کہ

بعد میں نہ سناں جانا ہوگا۔ وہاں سے یہاں کا رہنے
 لینا پڑا۔
 جب تک ہر روز کی داستان ختم ہو سکے نہ کہ دو میل بھری
 میڈم میں جو۔ نیکھاتی بھی سہی گی۔ اور جیسے ہی اس

خیال سے کہ صاحب لوگ رات کو دن کو میں میں ہمیں جلیا
 ہر دوین پلیٹن کے ایک افسر نے کہا۔ یہ صاحب جواب لے کر
 اور شراب کی میزین دوسرے کمرے میں میں خود صاحب

جس چیز کو پسند کر میں تشریف لیجائیں

نہر درختیں جھگڑے نہ ہوتیں۔ آپ کی عنایت کا تمکد
اور کرتا ہوں۔ میں بالکل تھکا گیا ہوں۔ میں ہاتھ نہیں
لگھا سکتا۔ علاوہ اسکے ضرور جو کہ باہر ڈیپل پر سولین
لوگ سچر جادویرنگ جھکوسو اسے انیوان کے پست اور
نات چائی گیا شہی اور رم شراب کے کسی بارہ میں لنگھو کرنا
نہیں آتی ہوگا

نہیں اور نظر میں چھوٹا تو سہی سہی جھکوسا تھو تو
جو کل بھی سے اسے تنہا رہا۔ دن کی قسمت میں شامل
کو دن کے ہر دور اور دو میل جیسے ہی اپنے بنگلوں کی طرف
چلے۔ سلام ہو کہ چاندنی خوب لکھری اور صاف میل لگی
فرق میں تنگی سے بہت کم تھا۔ اس سبب سے ابھی تک
یہاں گانہ کی آواز چلی آتی تھی۔

دسوان باب

تخرپ انڈی کا نقشہ

وہ سہی جھج کو پر پڈ پر جانے کی طیاری کے وقت جب
ہرور کہتے ہیں رہا تھا اسکی نظر دو کارڈوں پر جا پڑی
سک تو قریح پانڈ سے بچھلی شام کو چھانک احاطہ پر ڈال آیا
تھا۔ یہ دونوں پادری و سٹن اور پولی کے کارڈ تھے۔
پادری صاحب اور پولی کنسٹنٹ سے اوسی وقت گذرے
تھے کہ جو وقت ہرور سے مس کی طرف گیا تھا۔ اوسے
دل میں کہا۔ صدوجا۔ حقیقت میں یہ امر میرے
جو پاکار ٹھہرنے والا ہے۔ استفادہ میری بازوید کی
خافات یا جزا پڑھے پادری اور پیاری کم عمر پولی کو
صحیح و سالم رکھے گا

اسکے علاوہ یہ اور بھی خوشی کی بات تھی کہ اوسے کارڈ
پست پر پادری و سٹن کے ماتھ کا پستل سے لکھا تھا کہ
جس شام کو یہ کارڈ دیا گیا تھا اسکی تیسری شام کو

ہرور کی دعوت ہوگا یہ امر بدولت خیال میں آسکتا ہو کہ
اس دعوت سے ہرور بہت خوش ہوا۔ اور تمام غیلا
دل سے محو ہونا شروع ہو گئے۔ یہی دعوت مخصوص اس
رات جو بالکل تنہا کو شراب اور باتون میں صرف ہوئی
اچھی نہیں معلوم ہوئی۔ اگرچہ اس قصہ کا ہرور ہرور
(صاحب قصہ) اور دن کی طرح بالکل جوان تھا۔ او
اس باعث انسانی کمزوریوں سے بری نہ تھا لیکن
استدرا و سکولین تھا کہ اوسے باتیں بہت کی ہیں
اور سٹرس اوڈبائی کو اوسے عام طور پر بقیانہ بدنام
کیا۔ مگر اوسکو اپنے اطمینان کے لئے یہ خیال کافی تھا
کہ سٹرس اوڈبائی کی مٹا کر کی طرح مشہور ہو۔

ان کارڈوں کی وجہ سے سٹن کی نسبت خیالات
پیدا ہو گئے۔ اور اوسے ولین ارادہ کی کہ ذات خود
جا کر اس دعوت کا شکریہ ادا کرے۔ اور جیسے ہی کہ
پر پڈ ہو چکے سیدھے دہلی چلا جائے۔

اوسکے ولین امید بندھی کہ میں تخرپ انڈی کے
اس نقشہ کے ذریعہ سے لینا کے دل کو بہت نرم کر سکوں
تخرپ انڈی کی بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ دونوں
کو کبھی نہ بھولیں گی۔

یہ اوس پڑانے درمیں لگا ہوا تھا جہاں میں نے
پہلے پہل لینا و سٹن پر عشق سمایا تھا اور اوسے بھی
بھکوسا نہ کیا تھا۔

لین نے جواب دیا۔ سچ ایک ناول جو حسین لکھا
ہو کہ عشق کا پہلا بوسہ بہت ہی مزیدار ہوتا ہو۔
لیکن یہ پڑی خرابی ہو۔ تم اوس مسرت میں اپنے
دوستوں کو نہیں شریک کر سکتے۔

ہرور بار بار اوس نقشہ کو چھوٹا تھا۔ اپنے ہاتھ میں
پستل لی اور چھوٹے سے چھوٹا شروع کیا۔ یہ بچانک
ہو۔ یہ چینی ہو۔ اس میں سے ہر ایک خیر نصیب کہ لینا کو

یاد ہوگی یہ بڑی سزا۔ جس قسمی تھی کہ میرانی خوشیوں کی
اس یادگار کو اس نے رکھ چھوڑا تھا۔ جو شاید لین کو سزا
دونوں کی یاد دلائے۔ یہ انوار جو اس سے سنی تھی کہ کون
کی تبدیلیاں بار کپور سے ہوئی کو یا شاید لالہ آباد کو جو غالب
وہیں سے سو میل کے فاصلہ پر ہوگا تو کبھی میر نے خبر بار
اوسکو پریشان کرتی تھی۔ شاید اوسکے یہاں میونسپل
میرا اثر رفتہ رفتہ کم ہو جائے۔ اور یہ نئی امیدیں ہیں
خاک میں نہ لچکائیں۔

نہ تو اوسکو اب وقت اور مقام کی خبر تھی۔ صرف اس
پیارے چہرے کی یاد تھی جسکو وہ دل سے چاہتا تھا۔
سہ پہر کے وقت کو جو ایسا وقت ہوتا جو کہ ہندوستان
میں کوئی انگریز سیکرٹری یا ہر مین نکلتا۔ جسوقت کی نسبت
کسی لکھتے دے نے لکھا ہو کہ کوئی لیڈی مشکل سے
اس بات کے سوا کوئی کام کرتی ہوگی کہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر
گردن اور گالوں پر پود ڈالتی ہو اور اپنی آیا کو جھرتی ہو
اوسوقت ہر شہر وہلی کی طرف چلا۔

جب ہر ور پارسی صاحب مکان پر پہونچا اور اپنے
سر جھکایا۔ اور ماتھ جوڑ کر عرض کیا۔ حضور یہاں چھا
بند ہے جسکا یہ مطلب تھا کہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ اب اس
امر کا یقین کر کے میں نے غلطی کی اور بھلائی۔ جو پ میں
کنڈومنٹ کی طرف بغیر حقیقت کے جانا پڑا اور اسوجہ سے
جب مکان پہونچا تو بالکل تھک گیا تھا اور نا امید بن چکا تھا
اور مانگی کے سبب سے ایک آرام کرسی پر دیر تک بیٹھا رہا
خدا خدا کر کے دعوت کا در آیا اور ہر ور سے بس نقشہ کا
دعہ کیا تھا اور جسکی نسبت اوسکو امید تھی کہ تنہائی میں
نہیں دیا وہ تنہائی میں نہیں بلکہ میر کے سامنے دیا۔

اوس نقشہ کے کنارے پر نہیں سے جو تاریخ لکھی ہوئی
تھی ہر ور نے یقین کیا کہ اوسکو دیکھ لینا کو کوئی زمانہ یاد
آگیا ہوگا۔ گولین کے چہرے سے اس قسم کی کوئی بات نکل

تین دن در سوئی تھی لینا کے نہایت سہ قہر ہو گئے ساتھ ساتھ
دیکھا کہ جگہ تیرن بھی لگا اور رنجش سے شکم بہا اور کپور
اور کس کو اپنی نگہ چھوڑا تاکہ وہ میرانی کمرے اوس کی تصویر
دیکھنے کے لئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ہماون کی کمرے پر دروازہ
نا پسند تھی اسلئے کہ اوسکی تو یہ آزاد تھی کہ ایک علی بابا
سانے سنگ مرمر کی ایک میر تھی جسکے چہرے شاد بابت کی سی
لکڑی لگی ہوئی تھی۔ بھلا اور جیسے ہی چہرے کے اوس پر
پولی کا ایک البوم تصویروں کے دیکھنے کی کتاب پر پڑا
تھا جسکی نسبت پولی نے خواہش کی کہ ہر ور اس پر کچھ
چاہے اور مکان نام ہی کیوں نہ ہو۔ اوسنے میں لینا کے کمرے
سب ہماون سے کھانے کے کمرے میں چلنے کو کہا۔ رمان
لینا ہر ور کے سامنے بیٹھی تھی بہت سی ششتریان در در
میں وہ جات وغیرہ کے باعث کسی قدر یوں ہی مہینہ کر دیا
نصیب ہوتا تھا۔ اور ڈرائنگ روم کا یہ وقت بالکل ٹھیک
گزارا۔ بغیر اسکے کہ ادن معمولی باتوں کے سوا چوسنے بھی
ہو چکی تھیں ہر ور کو لینا کے ساتھ اور کسی صدمہ کی باتیں
کرنے کا موقع نہ۔ غرض کہ وہ وقت جیسے ہی رات کی آمد
آرزوں کا دار و دار تھا یوں ہی گزر گیا۔ اوسنے کوشش
بطور مزد دیا اور وہ قبول بھی ہوا۔ مگر لینا اوس سے کچھ
مطلب نکلا اور نہ کبھی سکے گا۔ اوس رات چہرہ تارکھا
کے ساتھ اپنے بنگلہ کو واپس گیا اور لیٹ دیا۔ ولین کہن
تھا کہ اگر وہ ملی کے معاملات کی خوشحال حالت نہ ہوتی تو
میں ڈاکٹر کا سارٹیکٹ لیکچر در لکھتا۔ تاکہ میں بچا جاتا۔
اب وہ مقرر وقت پر پاورسی صاحب کی کڑک کوئی ملاقات
کرنے لگا۔ اکثر صبح کو تختہ ک کے وقت وہاں ملتا۔

اوسکو معلوم تھا کہ اسوقت پاورسی صاحب کی بیویاں باہر
ہوا کھاتے جایا کرتی ہیں اور لائق پاورسی صاحب جو
کے لوگوں کو خدا کی باتیں بتاتے ہیں اور ان کے بچے
لوگ وعظ کرتے ہیں۔ لیکن پولی اور ولی صاحبہ

طرز معاشرت سے بہت بڑا فرق کر دیا تھا۔

ہندوستان کی اب وہاں لینا کے موافق نہ تھی۔ اگرچہ وہ اب بھی خوبصورت تھی۔ لیکن چہرہ بالکل زرد پگلی تھا۔ اور بعض اوقات اسکو فکرمند اور پریشان دیکھ کر جبکہ افسوس کے ساتھ دلمیں کہنے لگتا۔ کہ اب لینا رس سے اوترتی جاتی ہے۔ اگرچہ جہ کو لینا کے سگ عشق و سیاسی بھی مگر ۲ برس میں جسے دھن شروع ہو گئی وہ پارٹی میں نمود اور بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہوئی۔ بالکل سفید کپڑے پہنتے تھی کانوں میں موتیوں کے بوندے تھے اور وہ سونے کے عمدہ زیور بھی پہنتے تھی جو شاہزادگان دہلی نے بھیجے تھے۔

ہرور کا میاں ویاہر او عاشق تھا اسوجہ سے اکثر صدمہ پہونچانے والے اندیشے اور شک اوکے دل میں بھرے رہتے تھے۔ اور ان خیالات ہی میں رات دن گزارتے جسکو وہ بعض اوقات بھڑک دیتا۔ بعض وقت خیال کر کے وہ غصہ سے کانپے لگتا کہ کین روکنے لینا کو لکھانو مگر یہ امید تھی کہ لینا اس کے خطا کا ہرگز جواب نہ دیگی۔

لیکن باوجود اسکے دلمیں ڈرتا تھا کہ وہی طاقت ور جو ایک دفعہ مجھے ناکامیاب کر چکا ہو کین پھر اثر کرے علاوہ اسکے اسکو خود اپنی باتوں کا اعتبار نہیں رہا تھا اور کبھی کبھی اسوقت کو گالیان دیتا جسے اسے دہلی بچا ہرور ہر روز چاہتا تھا کہ لینا سے اپنے معاملہ کا

ذکر کرے۔ مگر طاقتیوں یا اور کسی سبب سے ناکامیاب رہتا اور یہ بات اسے دل میں ٹھان لی تھی کہ تحریر کے ذریعہ سے اپنا منشاء ظاہر کرنا مناسب نہیں ہے۔ ایک روز اسے اتفاق ہوا کہ ایک چاپ کیٹ کے پلانک پر پڑا اور گھر کے سب نوکر لکھیاں اور چھڑیاں لے ہوئے اس کے بارے میں مشغول رہے۔ اور سوتھوں پر کبھی تو نوکر کا وقت آجاتا تھا کسی گرفتار شدہ سیاہ کا

اور اتفاقاً کبھی مینا تنہا بھی نظر آجاتی۔ لینا اپنے تئیں ہرور سے اس طرح بچاتی کہ ہرور کو معلوم نہو۔ اور اس کے دل میں یہ شبہ نہ گذرے کہ جان بوجھ کر نہیں ملتی۔ مگر ہرور وقت موقع کا منتظر رہا۔ اب اسکو وہ وقت کیون یاد رہنے لگا جب وہ قریبی موقع تھے۔ جب وہ اور لینا غائب ہو کر گئے تھے۔ جب دو دنوں کا تھا ایک دو سرے کی کمرین ہونا تھا ایک کپڑا زرد و سرے کے بازو میں وہ اسکی جانب تھم گئی ہوتی تھی جن دونوں باتیں کبھی ختم ہی ہونے کو نہیں آتی تھیں وہ زمانہ پھر بھی کبھی آئے گا۔ ۹۔

ان اسکو مینا یاد آگیا اسلئے کہ ہندوستان کے دروازے اور کھڑکیاں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں۔ نوکر دن کا جو خفیہ سیارہ درجہ مالک آنکھیں اور شک سے بھرے ہوئے دونوں کے ساتھ اوچر اور دھڑکتا تھا کبھی نہ خیر ہونے والا بٹکھا تلی ہر وقت اپنی جگہ پر رہتا اور مقابلہ یورپ کے ہندوستان میں بھارتوں پر ڈور سے ڈالنے کے بہت کسان تھے خصوصاً مقابلہ تھروپ انڈلی کے سبز زار روشن اور میدانوں کے بہت ہی کم۔

لینا جانتی تھی کہ اب جھگو بہت کام کرنا ہو اسلئے کہ اب وہ گھر بھر کی ملک تھی جس میں تانبے کے ایسے چہرہ والی آئینے تھیں جو سفید کپڑے پہنے رہتے۔ اور بہت سی کالی کالی صورتوں کے خدمتگار تھے جو بکریاں باندھے اور پریشان کئے رہتے۔ جھگو بہت ہی کم مقدار کی تنخواہ میں دی جاتی تھیں۔ اسلئے کہ یہ لوگ چائیسوں پر سویا کرتے اور کبھی برآمدی کی سیڑھیوں پر پڑ رہتے اور عموماً چاول کھایا کرتے تھے۔ لیکن ہر ایک خدمتگار کے ساتھ دو تین او بھی رہا کرتے جو مس لینا میم صاحبہ کے احکام کی تعمیل اور انھیں کے خدمت سے کرنا۔ ان سب نوکر دن کے اور شان و شوکت کے سامانوں نے جھگو پر دو مین لوگوں نے ہندوستان میں رہنے کے لئے اختیار کیا ہوا تھا

کوٹ مارشل ہوتا تھا۔ کبھی ولایت کی ڈاک کے آنے جانے میں وقت صرف ہوتا۔ اب کشتیوں کی جگہ ریلوے قریب آئے لگی تھی۔ اس سے پیشہ ڈاک کشتیوں کے ذریعہ سے آیا جایا کرتی تھی۔ مگر اب ڈاک وائے سے اسکو کچھ شوق نہ تھا۔ اور اس کے انتظار میں وہ کچھ خوشی نہیں ظاہر کرتا تھا۔ ڈاک والا کبھی کسی فسر کے پاس الٹا دو۔ بار کیو ریا گلگتہ سے یا کسی مہاجر کے تقاضے کا منتظر آتا۔

چند چنٹوں کے دوستوں کے سوا۔ اب ہر ورکے دل میں جو کچھ خیال تھا وہ ان لڑکیوں ہی کے نسبت تھا۔

ہر ور نے ملن سے کہا: ملن زمانہ گزرا جاتا ہے۔ میں اگر یہ پادری کی لڑکیوں کے پاس نہیں جاتا۔ لیکن جانا ہوا خاطر ہوتی ہے۔

”جیک مجھکو بھی اسکا یقین ہی ہے۔“
”تین روزان لڑکیوں کی گاڑی کے قریب یہ جھپٹا ہوا اور چاڑنی چوک کی دوکانوں میں دیکھنے کے لئے کھڑا رہتا ہوں۔“

لیکن لینا جو میرے دل کے مازے واقف ہے۔ کبھی مجھے اس بات کا موقع نہیں دیتی کہ مجھکو ایک گٹھری بھر کے لئے تنہائی نصیب ہو کہ کچھ اس سے کہوں۔ بلا تم ہی دیکھو کہ یہ وقت فضول صرف ہوتا ہے یا نہیں۔“

ابھی میرے پڑانے دوست تم ذرا صبر تو کرو۔
”وہ نہیں وہ مجھے کبھی موقع نہ دے گی کہ اس بار سے میں اس سے کچھ گفتگو کروں جبکی آرزو ہر وقت میرے بلین رہتی ہے۔“

”ہر حال میں بہتر ہی کی امید ہے۔ تمھارا یہ خیال اور تیرا ہمدرد انعام کے قابل ہے۔“

”ہاں ملن امید تو ہے کہ میں انعام پاؤں گا۔ میں خیال کرتا ہوں اور مجھے اسکا یقین ہے کہ انعام حاصل کرنے سے پہلے مجھے اتنا مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی جسقدر کہ پہلے کر چکا ہوں۔ لہذا اس لئے اسکا بار افسانہ سے تندرست رہتا ہوں۔“

اور تھکے ہوں۔ اور تین نے کبھی کسی اور سے محبت کی مجھکو امید اور انتظار کے سوا اور کچھ نہیں کرتا ہے۔ پولی نے ہر ور کو سلیم کا ایک عمدہ جوڑا بھیجا۔ لیکن ہر ور نے اس جوڑے کو جب شکریہ کے ساتھ واپس کرنا چاہا تو پولی کہنے لگی: ”اس سلیم میں میرا حصہ بہت کم ہے۔ میں فقط دو بھول ٹانگ دیے ہیں باقی یہ بالکل لینا کے ہاتھ کا ٹیکر کیا ہوا ہے۔“

تھی جب اول مرتبہ تم سے ملاقات ہوئی تھی۔“
یہ سنکر لینا کو پولی پر بہت غصہ آیا اور کوشش کی کہ ہر ور نظر سے علحدہ رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تین بار ہر ور گیا۔ اور لینا سے ایک مرتبہ بھی ملاقات نہیں نصیب ہوئی۔ ملن نے کہا: ”جیک تم اسکی کچھ پروا نہ کرو قاعدہ ہے کہ عورتیں ہمیشہ متلون مزاج ہوا کرتی ہیں۔ یہ سلیم کا غصہ بے شک کچھ امید دلانے والا ہے۔“

ہر ور نے کہا: ”معلوم ہوتا ہے کہ اس نیشنل کے غصہ کا یہ معاوضہ ہے جسکو میں جانتا ہوں کہ وہ میرے کسی کونے میں ڈالکر بھول گئی۔“

چند روز میں معلوم ہو جائیگا کہ اس سے لینا کا کیا مطلب ہے۔ تین تین بار گیا اور اس سے ملاقات نصیب نہیں ہوئی تو چاہتا ہے کہ جنرل فوج مجھے دہلی سے کہیں اور بھیج دے۔
”کل تم لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر چاندنی چوک آؤ۔“
”کس عرض سے؟“

”میں کوشش کروں گا کہ تمھارا اور لینا کا ساتھ ہو۔ میں کسی قدر جلدی تمھارے پاس آ جاؤں گا۔ اور تمھارے ساتھ چلوں گا۔“

میرے پڑانے دوست میں تمھارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ تمھاری بڑی عنایت ہوگی۔“

گہرا جوان باب

ٹھوہا واد موقع

اور اوسی موقع پر اوسنے بہت بڑی شگفتگی خیال کیا۔
پہلی نے ڈیرائی آنکھوں سے چٹائی ٹپٹ کر کہنا غریب
گہلس یہ دنیا بھر میں سے زیادہ پلار اور محبتی کتا تھا۔
اسکو تم کہاں وقتاؤ گے؟

ریڈ نے سدا کر کے جواب دیا۔ "نہیں اس میدان میں"
ولی نے یہ مہربانی سے گاڑی آگے بڑھائی اور ریڈ نے
کے کو خاص مقام مجبورہ میں کھڑا کر دیا۔ اور ولی نے
پوچھا۔ "ولی اس کتے کے گائے میں ایک پٹہ پڑا ہوا ہے۔ کیا
اسکو نکال لوں؟" ولی نے جواب دیا۔ "نہیں نہیں
مجھے یہ مرگڑ دیکھنا جائیگا کہ غریب گہلس کا بیٹہ اور کسی
کتے کے گائے میں ہو؟" غرض اس طریقہ سے یہ کتا اتنی گھرائی
میں دفن کیا گیا کہ بھیڑیا نہ نکال سکے۔

اس کتے کو در سے اور لوگ بھی دیکھ رہے تھے کہ ایک
ناپاک جانور دفن کیا جاتا ہو۔ اور اوسکی طرف بہت تھارت
سے نظر ڈالی جاتی تھی۔ وہاں فقط باوری صاحب کا
غیر متاثر اور محمل دہلی کا ملازم بابو بی سنگھ تھا۔ بابو بی سنگھ
باغ کے دربان سے ملا ہوا تھا۔ لیکن باوری صاحب کو دیکھ کر
خانہ مشی سے ہل گیا کہ کتہ سے پورے پورے جب دلی کا ایک
مقام پر دین کے کپڑوں میں پٹا بچھا پٹے دیکھا جان
دونوں لڑکیاں اسکو بچھا رہی تھیں اور جس طرح کہ
بہادر مسلمان جوا بھی کیا تو بھیکر شایہ متعجب ہوتا۔ کہا
ولی دلی یہ نامنا سیکھ کہ ایک کتے کے لئے اسقدر افسوس
کیا جاوے۔ ہر درجہ تشہیر تھا ولایت میں دیا تھا۔

اوس وقت سے یہ غریب جانور بڑی وفاداری کے ساتھ ہار
ساتھ رہا۔ اور جب عمدہ اور وادعی خوبوں سے جو خوراک
ایک انسان کو بخشی جاوے اسکو عھکنڈی اور پوشتیاری
اور اوسکی مستعدی جیسے ساتھ وہ اپنے مالک کے ہر اشارہ
اور طوفان میں پلایا جو۔ اور حشرات دن انسان کے ہوا
رہتا جو ان سب امور کا خیال کیا جاوے تو میں کتا ہوں

جب دوسری شام کو ہر درجہ غیرہ شہر میں پادری
دسٹن کے مکان پر پہنچے اور پچھانک پر گھوڑوں پر
اثر سے تو انھوں نے کیا دیکھا کہ ڈکیمپورس اور ولی
پر اور سبھی میں گھوڑوں کے سوا دلی کی پوشاک میں بیٹھے
بیٹھے ہیں اور ان خیروں پر جلیخ کہ دیوار پر بھیجی ہوئی
ہیں غلیل سے غلاما رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے اس
غلاما سے روکتے ہیں ان دونوں کا تو کھ خیال کیا۔ مگر
ایک کوش کو آستے دیکھ کر جو باغ کے قریب آگئی تھی تھ
روک لیا۔

یہ کم سن ولی تھی جسکی آنکھیں روتے روتے جلنے لگیں
تھیں اور ایک بچوں کی گاڑی میں ایک مرد لگے کو
چٹائی میں لپیٹے ہوئے آئی تھی۔ اوسکے ساتھ ہر جگہ پر
تھیں۔ اس کے ساتھ ایک دایہ تھی جس کا نام سفید میں ہوا
اجو ایک نیویرا (جی تھیں) تھا۔ اگرچہ اس کا نام
اوسکے قریب سے سیٹھہ نہایت تھا۔ مگر غلی وہ بہت
کو شیعہ قوم۔ یہ ایک چھوٹے سے کتے کی لاش تھی جو
ہر درجہ آنکھوں میں لپٹا کو دیا تھا اور اوسی زمانہ
سے ولی اور سب ساتھ کھینچا کرتی تھی۔ یہ کتا کسی بہادر
سائیکل کے کارندہ سے مر گیا تھا۔ یہ گہلس کتا اب دفن
ہوئے والا تھا۔ ولی بچے بن سے اوسکے مر جانے پر فکس

کرتی تھی اور چشمہ پریم اور پریشان مالی کے ساتھ اس
گاڑی کو کھینچتھی۔ ریدہ وٹا نے کام کرنے کے لئے ہاتھ
کہ گھر میں اس ناپاک جانور کا دفن کرنے والا اور کوئی
شخص نہ تھا۔ اور پاک دریا سے لڑکے میں لے ہوئے
دریا سے چٹا ہوا سٹا وٹا خلاف تھا۔ ہر درجہ
ضیافتہ الاغتاف تھا کہ اس کتے کی موت کو اوس وقت

کہ کئے کے مرنے پر انہوں نے کہا وہ جب زندہ نہ خوش ہوتا ہے
دیکھو اس صدمہ کو غریب بولی کس طرح سے بڑا رشتہ کر رہی
رہیوں نے کان میں کہا ہے بولی تمہارے پاپانے تو دانگل
وعدہ فصاحت کا دفتر کھل دیا۔ دیکھو وہ سائیں ہم لوگوں کا
رسالہ لانا ہے

ہندوستانیوں میں کئے کے دفنائے جانے کی خیر ایسے وقت
مشہور ہوئی جب علی بن اسفندر قشوریشہ بھلی ہوئی تھی
اور اسکے ساتھ بیہودہ طور پر بہت کچھ بائین مبادئے کے تحت
شامل کی گئیں گویا پوری وسعت صاحب نے بالکل
ایک مذہبی رسوم ادائیگی تھی۔ کئے کی تجویز کھجک پیغمبر صاحب نے
نایاک کہا ہے! ملکہ مضطر کے چربی وار کاہ تو سون کی طرح
پادری وسعت کے مکان کا یہ واقعہ بھی ایک معرکہ بنایا گیا۔
خیر اس جاعت کے سب لوگ سوار ہوئے اور آگے بڑھے۔

لینا کے سوار ہونے کی پوشاک بھوری مایندہ کپڑے کی
بست ہی خوبصورت قطع کی بنی ہوئی تھی۔ اور اس کی گوشت
بالکل نئی تھی۔ بازو کا پورا حسن معلوم ہوتا تھا۔ ٹوپی بھی
چٹائی کی تھی اور اس میں پر لگے ہوئے تھے۔ اس
ٹوپی کے چپے کاٹے گائے بالوت کی لٹین خوشنالی کے ساتھ
گنگائی کی ہوئی اور اندر اور صبر پڑی ہوئی تھیں۔ زبور کی
قسم سے بچہ نہ تھا فقط پیٹے تلے نازک کافون میں دھلی کے
بنات کی دو سونے کی چوٹی چھوٹی بائیاں پڑی تھیں
اوسکی کسی ہوئی زین زرد چڑے کی تھی اور ہر دو کا بہ نیا
تھا کہ گویا اسے اس سے پہلے لینا کی صورت کبھی
اس سے زیادہ خوبصورت نظر نہیں آئی تھی۔

شام بہت ہی ٹھانی تھی آسمان سے یوں ہی سیاری
نمود تھی۔ ان لوگوں کی چوری جماعت اوس راستہ پر
چلی جیسے سول اور فوجی سوداگر یورپ میں اور ہندو
اور وہی سفید زرد بھورے سیاہ رنگ کے گھڑوں کا
خسٹوں اور بالکلیوں پر سوار گزرتے تھے۔ عداوت کی کار

اور کا تھیان بھی تھیں جنہیں گوجی سے بچنے کے لیے کسی کو ہٹا
لگی ہوئی تھیں اور اس سے ثابت ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو
سخت گرجی معلوم ہوتی ہے۔ اور ہندوستان کا موسم
اور بہت سخت گذرنا ہے۔ اوسے گا لون کی گلابی
رنگت و ختم ہو گئی تھی جسکو وہ سول اور اسکاٹ لینڈ کی
صاف ہوا کے سوا کوئی خیر قائم نہیں رہ سکتی تھی۔
کشتہ مند کے فوجی ان قسم کے گھڑوں اور ٹھونڈے پر چلے
تھے کلنگ کی فوق البرق گاڑیاں جسے پوری ہندو گریسیٹ کی
پینے اور پوری پوریا سے بچنے کے لیے سولہ زور اور ٹھونڈے کا
ہندو مسلمان اور زبور کے لٹا چارہ بھورے رنگ کی ٹوٹی
گورے گورے اسفندہ اور بہا صورت تھے اور بہت
امیر اپنے مہولی کپڑے پہنے ہوئے۔ اور بہت ہی نووارد
لینڈیاں جو ایسی ہی پرورش و بیان کے لیے گزرتی
تھیں۔ یہ وہی کا بہت ہی عمدہ سماں تھا۔ غریب بڑے
پہنے تھے اور ہٹا کی روشنی سے دھلی کی اور بھی اونچی تھا کہ
مکان اور خوبصورت گھر چمک رہے تھے۔
یہ گھڑیاں اپنے سین و جال اور زور و لہریں تھیں۔
اس سبب سے اکثر لوگ انہیں کے زور میں شریک ہوئے
ہر دے دیکھا کہ اگر یہ لینا اوسکے واسطے بازو پر چڑھا
بائیں طرف ہمیشہ بولی ہی رہتی ہے۔ آخر کار جب وہ سول
آیا تو اس کو جو ان لینڈی سے اوسکا بچا چھوٹا جو محمد
خوبصورت عربی گھڑے پر سوار تھا جسکے دو تیرے لینڈ
اور سول سکتے تھے۔
لینڈ نے پوچھا۔ زبور سے کوہا ہے ہو۔ ۹۔ ہوس
رہو سلی ۱۲۔ پلٹن واردا۔
بھولی۔
یہ شک اوسے شخص ہنس رہا۔
پکی بولی سننا میں نہ۔
مستحبا! نہیں نہیں تو کہو گی کہ وہ بڑا عجیبہ آدمی ہے

اور محدود عاشق کو بالکل مایوس کیے دیتا تھا۔

تھرکار جاتے جاتے سب شہر میں داخل ہوئے اور چاندنی چوک
ہو چکے ہیں ایک نہایت ہی عمدہ اور شاندار دفن کی چوڑی
اور ایک میل لمبی شکر ہو اور شکر کے بیچ میں ایک نہر بہ رہی
جس کے کنارے کنارے پر خوبصورت درخت لگے ہوئے ہیں
اور حسین علی مراد خان کی نہر سے پانی آتا ہے۔

گھوڑے۔ اونٹ۔ ماتھی جن پر بہت عمدہ اور بیش قیمت
جھولین پڑی ہوئی تھیں اور اودھو اور اترتے جاتے تھے۔

یہ جانور چاندنی کے زیور اور سونے کی کھٹیاں پہنتے ہوئے تھے
زنجیروں میں جکڑے ہوئے شکاری جیتون کو لوگ لے جاتے
تھے۔ ناجیے والے فقیر ڈھول اور تاشے پر تانیں لگاتے

پھرتے تھے۔ فنس سہل گارڈیان اور بکس والے یعنی بھری
کرنے والے سفید کرٹے پہنتے ہوئے ہشتی سرخ کھاہو کی
لنگیاں کمر میں باندھے اپنے ہلکی بھورے کپڑوں پر غریبی
مشکین لادے اور اپنے بازو کیٹرن منہ جھکا سٹے

ہوئے۔ چیرا می چیرا سین لگاتے ہوئے۔ یورو میں اور
ہندوستانی سپاہی اردو پایا جیسے پہنتے ہوئے جیسے اونکو
تکلیف ہوتی تھی اور اودھو اور اترتے جاتے تھے

علاوہ اسکے دنیا کے نئے آنے والوں میں سے میٹھا رکابے
کلونے لڑکے پر مقام بر لنگوے اور اترتے تھے۔ اس کی
پوری کرنے کے لیے کہ بڑا رنگی سامان اور مٹی وضع میں
دب کے نذر ہے کبھی کبھی کوئی شخص فوق البرق دردی پہنتے

اور بڑے بڑے بھالے لیے ہوئے یہ کہتا سوا گداز تھا۔
مرزا مثل اور مرزا ابوبکر مغرب کی براہ پر چکر اپنے جلوں کے
ساتھ جامع مسجد سے آ رہے ہیں

تھوڑی ہی دیر کے بعد شاہزادے اور اودھو سے گزرے
کے آگے بہت سا گرد و غبار اور گداز تھیں۔ لوگ بھاگ
اور تلواریں ہلاتے اور اپنے کپڑوں کی چمک دکھا چاندنی کی
دھالوں اور آفتاب کی روشنی میں دکھانے ہوئے نظر آ رہے تھے

یہ میرا مطلب ہے۔ اوسنے اپنے ہندوستانی نوکروں کو
حکم دیا کہ جب کھانے کا سامان درست کریں موزے پہنتے
سہین۔ کبھی تکو بھی ایسا سابقہ پڑا ہے؟
ہر دور بولا۔ نہیں پولی نہیں

زیور سلی کے آنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اس لیے کہ پولی
ریور سلی کے وق کرنے کو جب ریور سلی کے ساتھ علیحدہ
ہوئی تو یادری صاحب جنگی نسبت یہ خیال بھی نہ تھا کہ
اون کے راستہ میں ملاقات ہوگی۔ ہر دور اور اپنی بیٹی
کے درمیان میں آگئے۔

گھر کی گھر کی بھر کی نظر بازیوں اور بار بار بازو اور سٹے پر
آہستہ ہاتھ رکھنے سے ہر دور نے لینا کو آگاہ کر دیا تھا کہ
اوسکو اب بھی اوسے شوق کے ساتھ اوس سے محبت ہے۔

اگر صحیح ہے کہ عورت کے دل میں بہت جلد خیال گزرتا
ہو کہ دیکھئے مہر و کب میری تعریف کرتے۔ اور دیکھئے کہ
یہ احترام پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور کب عشق طاہر کرتا ہے اس کے
علاوہ اوس کے معلوم ہو جاتے مہر و کبیا اب سے اوس کی

دیکھیں یہ بڑھ جاتی ہے۔ لپا ہے اسکے ساتھ اوسکو یہ بھی بخوبی
معلوم ہو کہ یہ شخص رفت ہی کا ساتھی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے
تو لینا کے دل پر دور کی باتوں کا کیسا صدمہ اور افسوس

ہو گا کہ جس کے ساتھ ایک بار میں برسوں کی بوفانی کر چکی تھی
اوس کے ساتھ ہوں اور وہ اب پھر موقع ڈھونڈ
رہا ہے کہ پرانے شخص کی طرح دوبارہ خطاب کرے۔

کیٹ اور ملن ساتھ ساتھ تھے اونکو گذشتہ حالات زندگی
کچھ افسوس نہیں کرنا تھا۔ بلکہ اونکو آمیزہ کرنا
خوشی اور مسرت کے ساتھ نظر کرنی تھی اور اسی وجہ سے

کیٹ ہمیشہ اپنے عاشق کے ساتھ خوش رہا کرتی تھی۔
ملن نے ہر دور سے جو وعدہ کیا تھا کہ میں کو شش کرونگی
لینا اور تم دونوں تہا رجاؤ اوسکو بھول گیا۔

اور اب شام کو سنا ہوا وقت بھی نکلا جاتا تھا کہ جو بڑے
اور بڑے شام کو سنا ہوا وقت بھی نکلا جاتا تھا کہ جو بڑے

خمسے ایک ایسے معاملہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں جبکہ
لینا تم خوب جانتی ہو گے۔

لینا نے اوسکی بات پر کان بھی نہیں لگایا۔

وہ نقش حیرت ہو گئی تھی۔ اوسکے دانت آپس میں

جکڑ گئے چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ جبرے کسے ہوئے تھے۔

اور آنکھیں ایک افسر کی طرح لگی تھیں جو سامنے

اہمیت قدم گھوڑے پر سوار چلا آتا تھا اور سکا

ایک ماتھر اسی کے گوجھن میں۔ ریشمی سیاہ

نباس پہنے تھا۔ اور بائیں جانب ایک تلوار لٹکے ہوئے

تھی۔ اوس شخص نے گزرتے وقت اپنی ٹوپی ذرا

اٹھائے اور اٹھائی اور جھک گیا اور ہر دو کی زبان

سے بد عیال موت کی قسم سے کوئی نغوظ بے اختیار

نکل گیا۔

یہ سوار کر نل مارک روکن (جہر کا پڑانا قریب

تھا۔

بارھوان باب

پردہ کے اندر

دوسرے تھالی بڑا برکت والا ہو۔ اتنا بے بھاری

کام خوب بہادری کے ساتھ انجام پاتا ہو۔

شاہزادہ مرزا منگل نے بائیں ہاتھ سے تلیج کے

دانت کھٹکھا کر یہ جملہ کہا: اب وہ زمانہ قریب

ہوئے والا ہو۔ جب سچے پیغمبر خدا کا جندہ آسارے

ہندوستان میں اورے گا۔ دریائے گنگا کے کنارے

سے کابل و کشمیر تک اور دریائے ستلج کی شترک سارے

ہندو اور مسلمان دونوں اوسکی فرمان برداری کریں گے

یا بولی سنگھ ہوئے۔ "وہ دن کب آئیگا۔" پر میل

سوخ تو گزرتا تھا جب ۲۰ لاکھ سے زیادہ ہندو ہر دو

میں گنگا کے کنارے کی جگہ رہنے کے لئے جمع ہوئے تھے

گلاری کے گرو کچھ وحشی سپاہی ہاتھوں میں جھٹکے ہوئے

پا چادہ و دھڑے اور بلند آوازوں سے شاپاروں کے

خطابے لے کر لوگوں کو سواری کی اطلاع کرتے جاتے تھے

کپتان ونگلس اور بابو بی سنگھ سواری کے بہت قریب تھے

شاہزادوں کے ساتھ اس مرتبہ ہاتھی پر تقریاً غدارے

اور قیصری نشان بھی تھے۔

ہندوستان کے ایسے خطہ ناک معاملات کے وقت اس

نوبت و نشان کا ہونا باعث تعجب تھا۔ انکے گزرتے ہی

استقرار بھر ہو گئی کہ تھوڑے عرصے کے لئے بالکل راستہ

رک گیا تھا۔ انکی سواری کے ٹکڑے بہت خاک اور مٹی

جس سے بچانے کی غرض سے ہر دو گھوڑے سے اتر پڑا۔

اور لینا کے گھوڑے کی لگام مٹی۔ اوسکو علیحدہ ایک

چھوٹی سی گلی میں کر دیا۔ اس گلی میں دو محل تھے جو کسی

زمانہ میں دو امرائے سلطنت کے تھے یہ دونوں جب

گلی سے نکلے اس وقت گرد و بال بالکل دب گئی تھی۔ مگر انکے

ہزار ہی انکے بڑھ گئے تھے۔ آخر کاریہ دو دن تنہا ایک

ساتھ ہوئے۔ ہر دو کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

اپنی پریشانی کے مخفی رکھنے کے لیے لپٹا مسکرا کر کہا۔

"وہ لوگ تو بالکل چھوڑ کر چلے گئے۔" اعداب آفتاب بھی

غروب ہو گیا۔

دو مان دیکھو مینارے وہ شام کی ٹوپ دھنی۔

دو اور دس منٹ کے بعد بالکل اندھیرا ہو جائیگا۔

دو مان انگلستان کی طرح میان شام کو روشنی

نہیں ہوتی۔

لینا اپنے گھوڑے کو کور لگایا ہی جانتی تھی۔ اسلئے کہ

اب یہ دونوں۔ برسی شترک سے گزرتے تھے اور ایک

شترک شترک پر ٹھہرتے تھے جس سے جتنا کی طرف جاتے

ہوئے لینا کامرکان تھا کہ ہر دو رتے اپنا گھوڑا رک کر

لینا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہا۔ لینا سواری لینا میں

گھڑاؤ میں نہ اچھے نہیں اتوار دن بہت جلد جا بھاگا
بھائی کی

۱۱ حضور میرے حالی پر بری عنایت فرماتے ہیں میری
بے صبری کو معاف فرما دیتے۔ آخر جو زمانہ کب آئے گا؟
جب اوس تاریخ کو پورے سو برس گزر جائیں گے جب
کلا دیونے (خدا کرے) اوسکی قبر پر گئے تو ماکرین (بلاسی) ہر
سراج اللہ کو شکست دی تھی۔ آئندہ جائید کی پہلی تاریخ
رو دن آئیگا۔ ایسا ہی مخم لوگ بتاتے ہیں اور اسی سبب

سے ہم سلطانون کے لئے وہ دن مبارک ہو اور ہندون
کے رتھ جاتے آکا بھی وہی دن ہو گا۔
۱۲ اچھا حضور نواب صاحب ان ناپاک کج بحث فرنگیوں کے
حساب سے بھی اوس زمانہ کو وہی چاند باقی ہیں گے۔
شاہزادہ ابوبکر جو اس وقت تک و طیفضہ ہی پڑھ رہے تھے
اور جنھوں نے ابھی تک کوئی لفظ نہیں کہی تھی بوسے

۱۳ سو برس میں ان لوگوں کا زمانہ پورا ہو جائے گا
جو خدا نے انکو دیا تھا۔ اچھا اب ہم اچھیوں اور دیکھوں کو
آنے دیں جو ہزاروں گروہوں اور فرقوں اور تہذیبوں
کی طرف سے ہمارے باپ کے تخت کی فراہم داری کریں گے
پاس آئے ہیں گے۔
جن لوگوں سے ملاقات ہونے والی تھی چونکہ وہ کل
چالیس ہی آدمی تھے لہذا یہ ایشیائی مبالغہ تھا۔
یہ گفتگو اوس رات کو جب کہستان ہرور نے کنوینٹ
سے پلٹے وقت اپنے ہندوستان کے زندگی بھر میں پہلے
مرتبہ سب خدمتگاران کو غیر حاضر پایا تھا۔ اور اوسکو
خود اپنے ماتھر سے اپنے لئے کافی طیارہ بنا کر لایا تھی محل دہلی
کے شہرے دیوان خانہ میں ہوئی۔ یہ پیشین گوئی خوب محنت
اور کوشش کے ساتھ اپنے والے فقیر دن درویشوں اور
ملاؤں کے ذریعہ سے عام طور پر پھیلائی جاتی تھی کہ تنگ
پڑی کے سو برس بن اگلی زندگی ملداری جاتی رہے گی۔

یہ حساب اوس منی مانہ سے لگایا گیا تھا۔ جب لازمہ لکھنا پڑے
ہندوستان میں سب سے زیادہ سرکار کی لڑائی سناٹ
جہاز ہی سپاہیوں اور آٹھ توپوں سے ۲۲ جون ۱۸۵۷ء
کو فتح کی تھی۔ اور جب توپ بنگالہ کی چالیس ہزار تھیں
فتح مع ۴۰ توپوں کو بھگا دی تھی۔
اور یہ مدت اپریل ۱۸۵۷ء کو پوری ہوئی تھی۔
شاہان مغلیہ کا محل جو جہان کے مغربی کنارے پر واقع ہے
اوسکو ۱۹ ویں صدی میں شاہ جہان بادشاہ نے
بنوایا تھا۔ یہ محل دور میں ایک میل سے زائد جو جسکے
چاروں طرف ایک بہت بڑی کھائین دی ہوئی ہے
اور ایک سرخ دیوار ۳۰ فٹ اونچی گردھنچی ہوئی ہے
جسمین توپوں کے لئے غالی سوراخ بنے ہوئے ہیں۔ یہ ایک
منایت ہی مناسب موقع پر ہے جسکے قریب یوکر علی دروازہ
فارسی گورنر قندھار کی بنائی ہوئی نگر گزری ہے۔

علی مردان خان اتنا بڑا دولت مند تھا کہ اوسکی نسبت خیال
کیا جاتا کہ اوسکے پاس پارس تھیں جسکے چھو جانے سے
سب قسم کی دھاتیں خالص سونا بن جاتی ہیں۔ اوسکی
فناضی کی وجہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر سے پناہ ڈون
سے کات کر جہان کا کساف پانی دہلی میں لایا گیا ہے۔ اس
محل کے مینار اور گنبد بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے
ہیں۔ اور یاد رہی ہیر کا بیان ہے کہ سوا سے مقام کی
مقبوطی کے یہ محل سب باتوں اور خصوصاً شان و شوکت
میں ایوان و دروازے سمیت بڑھا ہوا ہے۔
دیوان خانے کے باہر سنتری ایٹ انڈیا کمپنی کے
پرکٹے ملازم تھے جو اپنی پہلی لاجوردی وردیاں پہنے
ہوئے تھے۔ اپریل کی رات کو ۲۵ ویں دہلیس پلٹنے کا
کارو تھا۔ مگر شہر کی اندرونی حفاظت بلکہ قریب قریب
اندر کے کل مقامات کی حفاظت پولیس وغیرہ اور دہلی
فتح کی دو بیالین کرتی تھیں جسکی تنخواہ خود شاہ دہلی

دیتے تھے جو انھیں کے زیرِ حکم تھیں۔ اس فوج کے افسر یورپین ہی تھے۔ اور یورپین وضع ہی کی قواعد بھی ان لوگوں کو سکھائی گئی تھی۔ مگر پوشاک ویسی ہی وضع کی جیسے ہوتے تھے۔ ہتیاروں کی قسم سے انکے پاس بندوقیں اور بھالے تھے۔ ان لوگوں کی کمان بابو علی سنگ کرتے تھے جو ایک عرصہ در اور بد معاش آدمی تھا اور انگریز قانون کے خوف سے معقولیت کی حدوں میں مقید رہتا تھا اور خونریزی اور ڈاکہ زنی سے رُکار رہتا تھا جو ایک خاص ایشیائی تعلیم ہے۔ آخری

بابو علی سنگ جیسا کہ اسکے نام کے لفظ سنگ سے ظاہر ہو تا ہو جسکے منہ شیر پر کے ہن بڑا بہادر تھا وہ جیٹ لیکر چلتا تھا جو رمال کی قسم سے ایک شہنشاہی نشان تھا اور اسوقت تک نہیں ملتا کہ کیا جاتا تھا جب تک خود اپنا میدان جنگ میں نہیں جاتا۔ بابو علی سنگ سوار بھی خوب چلتا تھا۔ اور اپنے ہتھیار خوب ہوشیاری سے رکھتا تھا۔ مشہور تھا کہ وہ خوب زور سے گھوڑا دوڑا کرتا تھا اور چھالی ہوئی نالنگی کو اپنی تلوار اور اپنے بھالے کی نوک پر روک لیتا تھا۔ اور عمدہ نوکیلے بھالے سے ایک آدھ اونچے کی سیخ کو توروڑا کرتا تھا۔ اور ایک پڑے بھاری ترابوز کی طرح انسان کا سر جدا کر دیا کرتا تھا۔ وہ ملتا تھا۔

مگر جسم بھر میں جیسے بالکل ہریان ہی پڑیاں تھیں۔ اوکے پیٹھے اور گاتھ پاؤں کمزور اور دلیے تھے۔ مگر ایک طرف کثرت اور ڈھیلے پانچاہ اور کپڑوں کی وجہ سے اوکے ڈبلارین ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اس رات کو بجائے خود کے وہ ایک سفید کپڑی باندھے ہوئے تھا جس پر ایک سفید پر اور ایک پیرا لگا تھا کہ اوکے چہرے کی سیاری کا اوسپر کیسے دیکھیں پڑا تھا۔ اس فوج کے علاوہ جسکا کمان بابو علی سنگ تھا محل و بیلی کا ایک گاؤں اور تھا جس پر کپتان ڈگلس مقرر تھے۔ لیکن وہ لوگ دیوانخانے سے بہت دُ

رکھے گئے تھے۔ اور ان وہب کہ سارے راستوں پر صوبہ دار اور بابو علی سنگ کے خاص پسندیدہ سپاہی مقرر اور متعین تھے۔ یہ دربار کا کمرہ بالکل سنگ مرمر کا بنا ہوا ہی اور اسکے گرد ایک سنگ موسی کا چوترا بنا ہوا۔ اور سنگ زیب کی جگہ کے مثل اسدین بھی جواہرات لگے ہوئے تھے۔ کسی زمانہ میں اسکی محبت چاندی کی تھی۔ لیکن اسکو مرہٹوں نے اپنے حمل میں لوٹ لیا اور اس سب چاندی کے پڑے ڈھالے گئے تو علاوہ روپیہ ہوئے تھے اب گلابی ریشمی کپڑے کی چھت گہری چھپی ہوئی تھی۔ اور اسکے نیچے بہت سی موم کی تمچیں روشن تھیں جن سے عطر نکلا کی خوشبو آتی تھی۔ زمینداران غازی پور کے کھیتوں کا عرق گلاب خاومہ عورتیں برابر چھپر ہی تھیں۔ صندل کا بادام۔ کشمیر کا زعفران چاندی کی انگوٹھیں میں جل رہا تھا۔ اور گل کمرہ خوشبو۔ ہوا سے محکم رہا تھا۔

اس عجیب و غریب مقام کے درمیان میں ایک عالی تخت شہنشاہ درہلی کا رکھا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ خود نالنگی اور نقاہت کی وجہ سے موجود نہ تھے۔ اگرچہ اندر لنگی اور خفیہ سازشوں کے خاص سبب یہی تھے۔ ایک ہودہ تھا جو سنگ مرمر کے شیر کے سر پر رکھا ہوا تھا اور شیر کی آنکھیں سرخ شیشے کی تھیں اور انگریزی لوہے کے نیچے تھے اور اوپر ایک طلائی گونڈا دار کپڑا ہوا تھا۔ اس ہودے میں قرآن کی ایک آیت سنہرے نکل کے اڑے موتیوں سے چڑی ہوئی تھی۔ اور اس مصلح ہودے کے چاروں طرف موتیوں کی ایک لڑی لپی ہوئی تھی

یہ ہودہ ایک طاؤس پر جو ہمیشہ کی چڑیا رہا ہو تھا۔ طاؤس کی چونچ نعل کی۔ آنکھیں بڑی تھیں اور سنہرے بھی بہت سے بیش قیمت جواہرات کے

قطع کی کھڑکیاں روشن ہیں۔ مگر اس ام کا بالکل نیا تھا
کوہان کیا سازش ہو رہی ہے۔

شاہزادے صاحب نے اپنی انگوٹھیں اور جواہر اپنے
لہی ہوئی اور گلیوں کو زانوؤں پر رکھ کر اور صف کی ہل
منہ میں لگا کر جیسے بدی کا کام عمدہ بنا ہوا تھا۔ اور
جسکے جیوان میں ریشم اور طلائی گوٹہ لگا ہوا تھا کما یہ
ایلیچون کو اور جو لوگ خریشے لائے ہیں، انکو آنے دو۔
ایک بہن ریشمی پردہ جواد سوخت دروازہ کا کام
تھا ہٹا۔ اور اوہیں سے بہت سے ہتیار رون اور جواہر
کی چمک دکھائی دی۔ اور اسکے بعد خاموشی کے
ساتھ بہت سے سلام کر کے اون لوگوں کی بیک حمایت
آئی انھوں نے اُسے ہی شاہزادے کو زمین دوز ہو کر او
بہت ہی جھک کر سلام کیا۔

سب سے پہلے میلا کچلا درویش حافظ فلاح الدین اپنی زرد
چادراؤٹھے۔ اپنی ناک اور کانوں میں گہرے
لکڑی میں ایک زندہ سانپ پیسے ہوئے آیا۔ اسکے ساتھ ہی
فرخ پانڈے اور پادری ولسن کا خدمتگارا یا جوفانوی
کے ساتھ۔ گہرے ہاتھ میں مودب صورتیں بنائے دکھائی
دیئے۔ اسکے بعد بہت سے مہندوستانی افسر اور بارکپور کے
باغی اور قرب کے پلٹنوں کے افسر آئے جرات کو اون
سنتریوں سے ملکر جو سازش میں شریک تھے کٹھنٹے
سے نکل آئے تھے ان میں سے اکثر تو پوری سرکاری دوا
پہنے ہوئے تھے اور اپنے تمذائے جنگ تبلیغ فیروز شاہ
سیروان اور جان والا کے قتلے لگائے ہوئے تھے شکے
ایک رخ پر ملکہ مسٹر وکٹوریہ (فرنگی عورت جسے چنگ
کارنوس بنائے ہیں) کا چہرہ بنا ہوا تھا۔ ان لوگوں
میں ایک بڑا حلقہ طور ہندو تھا۔ مگر اسکی صورت
سے وحشت برستی تھی جیسے بدن پر ہسین دیاں پیسے
ہوئے تھا۔ اسکی وضع حرکات و سکنات صورت بیک

لکے ہوئے تھے جو بے انتہا موم کی شمعوں کی روشنی میں
جگمگا رہے تھے۔ یہ اوس شہنشاہ دہلی کا تخت تھا جو
انگریزی گورنمنٹ کا پیشن خوار کر رہا تھیں پسند کرتا تھا۔
اس نالی تخت کے دونوں جانب دو طلائی کرسیاں
پڑی ہوئی تھیں جنہرے دونوں شاہزادے مرزا مغل اور
مرزا ابوبکر بہت ہی قیمتی پوشاک پہنے اور ہتھیار لگائے بیٹھے
ہوئے تھے۔ اوس وقت اونکی سسٹ آنکھوں سے کچھ
جوش ظاہر ہوتا تھا۔ اور اونکے بالکل افسردہ اور پرکڑ
چہرے خوشی سے ذرا چمک رہے تھے۔ اوس ایرانی لڑکے
کے خاتمہ پر جو تخت کے پاس بچھا ہوا تھا و دلنشی ٹبر
ٹانگین کئے ہوئے کھنے کا سامان اپنے پاس رکھے ہوئے
بیٹھے ہوئے تھے۔ اوس سامان میں سے انگریزی عمد
کاغذ اور کاغذ کے بنے ہوئے کشمیری قلندران۔ پرکے
قلو اور دوایتین اور خوبصورت ڈکسون پرچی ہونے
تھیں جو بڑی سے منگوائے گئے تھے۔ اور جنہرے باغی و
کی نقش کاری کا کام بنا ہوا تھا۔ لیکن حاضرین کے نام
لکھنے کے سوا ان مقصدیوں کو اور کچھ لکھنے کا حکم
نہ تھا۔ بابو بی سنگھ اپنے ماتھر میں بھا لائے ہوئے
پاس بٹھا تھا۔ سنگھ مرمر کی دیوار میں جو نیچے تھی او
کنہیں کہیں برنجی مار لگے ہوئے تھے جنہیں سے دیوئی
میں زمانہ مکان کے لوگ جھانک سکتے تھے۔ مگر اس آ
کو دیوانخانہ میں سوا سے نیزوں کی چمک دیک کے
اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ کیونکہ ان دروینہ بھی آج پہرہ
اور روک ٹوک تھی۔ تخت کے آس پاس مبارک مور
کی صورت کے بڑے چراغ روشن تھے کہ جو چھوٹی
دیر کے لئے ہمایوں کے مقبرے میں روشن ہوا کرتے تھے
لاٹھی کپتان وگلسمیدان میں پھرتے تھے میں وہاں
اسکا گیت کے پہرے پر جان دینی کے قریب لوٹ رہے
تھے۔ اگر وہ دیکھ رہے تھے کہ کھڑوں کے نکلنے

ظاہر ہوتا تھا کہ ناگپور کا باشندہ ہوا اور اون لوگوں میں
ہو جو ہتیار کی قسم سے فقط تلوار اور بھالے ہی کا استعمال
کرتے ہیں۔ اور جنگ کے سامان جنگ میں فقط گھوڑے کی
زین ہی ہوتی ہے۔ یہ شخص جبکہ منہ اور سر سر دروہج
ملک کے موافق بالکل گھٹا ہوا تھا۔ جھوڑے نما صاحبک
پلجی تھا۔ انکے سوا اور بھی بہت سے زمیندار اور سپاہی
تھے جو ریشمی جامدین اور تھے تھے۔ اور ڈھاکہ کے
عمل کی گہرائی میں بہت تھیں کرتے چمپئی رنگ کے تھے۔
کپڑوں میں جابران لگے ہوئے تھے جو گوٹ کے مقام پر
اور وضع سے لگائے گئے تھے انکے کانے چوہے سیاہ
انگلیں اور چھوٹی موچیں اس مجمع بھر کو تصویر کے
مثل ثابت کرتی ہیں۔

تیرھواں باب

دیوانخانے میں کیا ہوا

پڑے بھائی نے اس مجمع پر جو تخت کے پاس داسے
قالین کے کونے پر سامنے مودب کھڑے تھے
نظر ڈالی۔ حافظ صلاح الدین نے کہا ”ہم لوگ یہاں
یہ بندوبست کرنے آئے ہیں کہ اون لوگوں کا خاتمہ
کردین جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبوں
کو ناپاک اور غارت کرتے ہیں اور ذات اور ایمان
لیکر ہم لوگوں کو خراب کرنے والے ہیں۔“

شاہزادے نے ایسی صورت بنا کر گویا یہ امر پہلے پہل
اونکو معلوم ہوا تھا کہا ”حافظ صاحب! تم اسے رو
کی درخواست کیجیے۔“ سپردریش نے کئی مرتبہ ٹکڑ
لگا کر اور اپنے ہتیار گھوما اور اپنی چالاک اور چوڑی
ظاہر کر کے کہا ”اے امیر! وہاں سب کی مد
کر جو مذہب اسلام کی مد کرتے ہیں۔ اور ہم لوگوں کو
قیامت کے روز پند سخت لوگوں میں سے ہونا چاہیے

شاہزادہ منل نے سر جھکا کر کہا ”خدا برتر ہو۔“ ویشنو
پڑا ہی اس خیال سے عین کہ اس ناپاک بت پر ہم ایمان
رکھتے ہیں۔“

خدا نہ چاہیے۔“

باوجود اس فہرشی جو ش اسلام کے یہ درویش سب
طور پر ایک چالاک اور اپنا مطلب سمجھنے والا بد مذہب
تھا۔ یہ اون جیسے زمین سے ایک تھا جو ہر قسم
ملک میں اپنے جلتے میں۔ اور اپنی ذاتی غرضیں میں
کرتے کے لیے مذہب کو ایک ذریعہ قرار دے لیتے ہیں۔
زہر دار سانپ اس غرض سے وہ اپنی کمر میں لپیٹے رہتا
تھا کہ اہل ہندو اس سے خوش ہوں جو انکے مضرین
کی طرح سانپ کو پاک خیال کرتے ہیں اور یہ دیوتا شیو
کے ماتحتوں میں اسکی طاقت کا جادو بنا ظاہر کرنے کی
غرض سے رکھا جاتا ہے۔ اس ترکیب سے وہ اسقدر رو بہ
ہندو سپاہیوں سے حاصل کر لیتا تھا جسقدر مسلمان

سپاہیوں سے حاصل کرتا تھا۔ اور دونوں جگہوں سے پیشین گوئی کرنے والوں اور ڈیون اور سائپ کھانے والوں کی طرح ستواروں کے موقعوں پر وہلی اور دار و گردلی بازار کے لوگوں سے روپیہ حاصل کرتا تھا۔

دونوں شاہزادگان وہلی بخوبی تعلیم یافتہ تھے۔ اور ناما صاحب کی طرح انگریزی خوب صاف بولتے تھے۔ مگر اس وقت تو وہ ہندوستانی زبان ہی بول رہے تھے۔ شاہزادہ مغل نے اپنی جگہ سے سلام کر کے کہا: "خدا کے نام سے یہاں وہلی کے دیوان خانے میں مسلمان اور ہندوؤں کو برابر خیر مقدم کہا جاتا ہے۔ صاحبو! ہمیں رکھو کہ شان و شوکت سے اب آفتاب طلوع ہو گا کائنات اور روشنی کی صبح اس وقت ظاہر ہو گی جب فرنگیوں کے گناہ اونکے سر پر ٹوٹیں گے۔ اور اونکو وہ سخت سزا دی جائیگی جسکے وہ مستحق ہیں۔ خدا تھوڑی ہی مدت کے لئے اپنے پوشیدہ مطالب پورے کرنے کی غرض سے اون لوگوں کو اجازت دے دیتا ہے جو حکم مرتبہ ہیں۔ تاکہ اپنے بڑوں پر حکومت کریں جس طرح سے کہ یہ لوگ ہمارے اوپر حکومت کرتے ہیں۔ اور وہ زمانہ اب اس مدت کی پیشین گوئی کے موافق خاتمہ پر ہے! اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ یہ انگریز ہندو مسلمانوں کی زمین سے باہر نکال دیئے جاویں۔ ایک سوکھے اور خشک درخت کو کاٹ ڈالو اور اسکی شاخیں فوراً آگ سے دوچار ہوں گی۔ اونکی خاک بھی بہت جلد اڑ جائے گی۔ اسے پاک پروردگار گاسے کی چربی سے ہندوؤں کے لئے اور سور کی چربی سے مسلمانوں کے لئے کارئوس بنا کر بیہ حکم دے کر کہ لوگ اونکو اپنے دانتوں سے کاٹیں یا اپنی اونٹنکیوں سے توڑیں۔ یہ فرنگی اور اونکی حکمران عورت چاہتی ہے کہ سبکی دے

اور سب کا مذہب لے۔ اب ہمارا خاص مطلب جنگ اور بلوہ ہو۔ اون دونوں کی طرح۔ جب ویلور میں کراؤک نے ہندوستانیوں کو حکم دیا تھا کہ اپنی ڈالھیاں منڈوا ڈالیں اور عیسائی ٹوپیاں پہنیں اور اپنے ٹاپ مائڈالین جس سے زیادہ دشوار اور تیر روز ختم بھی نہ تھا۔ سلطان روم شاہ مصر بلکہ برگڈیر نیولین تک ہمارے ساتھ ہیں۔ اور کراؤک اس وقت ہم سونے کی ٹوپیاں اور گوری گوری ٹوپیاں لگائیوں سے گھردن کہ نہ بھڑ ہندوستان ان فرنگیوں کا قبرستان ہو گا۔ اور اس میں سے ایک بھی ہندوؤں کے واسطے نہ چھوٹے سے جزیرہ میں جہاں انکا گھر ہے نہ جانے پائے کہ وہاں پہنچ کر بیان کرے کہ کس طرح سے ارنگے ساتھی تباہ اور غارت ہوئے۔ یہی جوش۔ حقارت قوم درنگ کے سوا کوئی صاف یا اعلیٰ خیال قومی شاہناہ سے کے سامعین کے دلوں میں نہ تھا۔ انکی اغراض اس آواز سے بہت کچھ معلوم ہوتی تھیں کہ جو اکثر انکے منہ سے نکلتی تھی۔ "دین دین" اور کوٹ کوٹ۔

ابو بکر نے کہا: "بڑے زمیندار حتی کہ غریب رعیت زمین کے جوتنے والے ہمارے دل و فوج کے ساتھ ہیں۔" درویش نے کہا: "اونکے سریتے اگر وہ ہمارے شریک بن جائیں تو چھوٹے سحائی نے کہ جو کسی قدر ظالم معلوم ہوتا تھا کیونکہ اسکی پیشانی۔ تنگ آنکھیں جو ستھار و چھوٹی تھیں۔ کہا: "ہر ایک سپاہی کہ جو کسی عیسائی کو اسکی ایک زیور طلائی۔ اور ہر ایک افسر کے سر کے واسطے روپیہ ایک ٹھیلی پاؤ لگا۔"

اسپر درویش نے جھٹنا کی سے کہا: "موت ہر ایک یوروپین۔ یوروشین کرسٹان۔ ہر ایک رنگے نوب کے لوگوں کی۔"

بابو بلی سنگھ نے کسی قدر خاموشی کے بعد کہا۔

یہ پاک احکام مزا مغل اور مرزا ابوبکر کے جاری کیے
ہوئے شاہ دہلی کی جانب سے ہیں۔
درویش نے پھر کسا قرآن کیا کافرون کی نسبت کہتا
ہو: "وَرَأَوْا قَسْرًا مِّنْ حَيْثُ نَفَقَتْ مَوَاطِنُهُمْ" و آخر جو سمجھ رہے
حیث آخر جہاں کون نفع ہو کہ جہاں پاؤں کو مارو اور اولیٰ
سے نکال دو کہ جہاں سے اونھوں نے تسکو نکال کر تھوڑا
کیا ہو۔ کیونکہ بت پرستی مارنے سے کہیں اچھی ہو۔ جو کہ
تخص اپنی بیچ اپنے مذہب کی جانب کر لیا اور کافر سوگا
وہ ان لوگوں کے ساتھ آتش جہنم میں ہمیشہ جلا رہے گا
شاہزادہ مغل درویش کی گفتگو سے تنگ آکر کس قدر
جھک کر نا صاحب کے (کہ جو خطاب شامان مرثیہ کا
ہوتا تھا۔ لیکن زیادہ کمانیر سیاہ کا ہوتا تھا) آدمی
سے پوچھا: "کہو نا بھڑا اس مشورہ کی نسبت کیا کہتا ہو؟"
اس بالکل سہ منڈے ہوئے مرثیہ نے جوڑہ بخت رہنے
ہوئے تھا آگے بڑھ کر اور تلوار ٹیک کر کہا: "منا ساریک
ٹھوڑو پتھو پتھ جاتے ہیں حضور کو میں عظیم السرخان
اعتبار دلاؤں۔ کہ وہ ہر ایک بات میں ساتھ ہیں۔
وہ تازی و ن کو بیخ ذات کے جھوٹے کا خیال کرتے ہیں لیکن
جو ظالم چاہتے ہیں سزا دینے کی دلیل رکھنا اشد ذل کے مال و ثناء
کو چھین لیں۔ انے رواجوں و مردانہ کو ملیں۔ جس طرح
کہ وہ اپنی نادانیت میں اوس ہر ایک شے پر ہنس کر رہے
ہیں کہ جو انگریزی نہیں ہے۔ اور اس طرح سے یہ ظاہر کرتے
ہیں۔ سوار و فوج پیدل اور توپیں کہ جو اپنے ساتھ لائے
ہیں اوس کا سب حال اس خط میں درج ہے کہ جو خرطیہ کے
انداز ہے۔
جھک کر خرطیہ منسل کو اوڑھنے دیدیا کہ جو سیر شیم کا بنا ہوا
تھا۔ جس میں عموماً خطوط درج کیے جاتے ہیں۔
منسل نے یوں ہی سرسری نظر کاغذ پڑھ لیا اور کس قدر
بزرگی کے ساتھ اپنے بھائی پر نظر ڈال کر کاغذ دیکر کہا۔

تہدی جانب سے نہ دل سے شکر را چھانا ناگو گستاخ تو رہے
عرصہ کے یہ ایک قرآن داؤنگو اپنے والد شاہ دہلی کا حکم
لکھ کر روانہ کیا جاوے گا۔ اور خدا خیر سایہ پر قرار رکھے۔
کیونکہ تو فرما کہ انہی انجمن پر واپس ہاتھ پڑے کہ جب کسی بی
نے ہمارے بزرگوں کے کیوں کلمات کر دیا۔
مردار نے کہا: "ہر جا شاہ در عیادہ علی پر اپنی خاص عنایت
رکھے گا شاہزادے سے جھگڑے کیونکہ گو وہ مسلمان
تھے لیکن اس بڑی تشویش کے موقع پر وہ پروان
دشمنی کی جنگی تعداد بہت بڑی تھی خواہد کرنے
تھے اور خوش رکھنا چاہتے تھے۔
اب بڑے بھائی نے مسکرا کر کہا: "اب ہم سنیں کہ
ہمارے وفادار سپاہیوں نے کیا کہا ہے۔"
اس قدر کہنے نے اُن سپاہیوں کے مجمع میں تشویش
ڈالی کہ جو مستعدی اور گرمجوشی کے ساتھ آپس میں
گفتگو کر رہے تھے۔ اب انہیں سے ایک حوالدار نکل آیا
یہ شخص بلی بیوں کا چالاک چالیس سال کے قریب
عمر کا تھا۔ اوسکی آنکھیں بال اور چہرہ بالکل سیاہ۔
اوسکی مونچھیں اس قدر لمبی تھیں کہ وہ اوسکے بازوؤں
تک کی خبر لیتی تھیں۔ اوسکی گٹھاروشاک پر جو تھے
تھے اُن سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بہت عرصہ تک
سرکاری ملازمت میں رہا ہے۔
پُر ساد سنیک حوالدار کٹو ٹمنٹ سے آیا ہے۔
اوس نے جھک کر فرشتی سلام کیا اور کنا حضور عالی
ہم دین ملیں کا صوبہ دار میر بنایت ادب کے ساتھ
شاہ دہلی کی خدمت میں میرے ذریعے سلام کرتا ہے
کیونکہ اپنی نوکری کے باعث خود حاضر نہیں ہو سکتا۔
"یہ بد قسمتی ہے حوالدار خیر متلاؤ کہ کیا خبر ہے؟"
وہ حوالدار نایک اور سپاہی ہم دین ملیں اپنے تنگ
اور ایمان کے بچے رہنے کے کہ جس پر دنیا قائم ہے۔

سیاہیوں کو کہ جو ۲۰ و ۱۱ و ۲۰ دین لیٹن کے نایک
سیاہی تھے پیش کر کے کہا۔ ”میرے بچے سے ایچی آنے ہیں۔“
دریش نے ان لوگوں کی گفتگو پر شہمہ کر کے کہا۔ ”اچھا
قسم تو کھاؤ۔“

ان تینوں کے باوجود گیسے ماتھے اوٹھا کر کہا۔ ”ہم لوگ بچھا
اور شہو اور دشمن کی قسم کھاتے ہیں۔“
دریان۔ اور تم پاک دریا سے گنگ کی قسم کھاؤ کہ جس کا
پانی مرتے وقت تمہارے گناہوں کو پاک کرے گا۔
ان لوگوں نے مکر کہا۔ ”ہم لوگ مہادرا کی جیٹن کی قسم کھاتے
ہیں۔“ یہ بڑی بھاری قسم ہوئی۔ کیونکہ گنگا وتری کے دھارن
کے قریب جوہر بن جو ایک بڑا گناہن بولتے ہیں سین پر
دریا سے گنگ نکلی ہو۔

انہیں سے ایک نے کہا۔ ”ہماری جینٹون کی رائے ہو
کہ ہم لوگ اس وقت بلوہ کر دیں کہ جب عیسائی لوگ ہل
خیر مسلح اپنے گرجاؤں میں ہوں۔“
دوسرے نے کہا۔ ”یہ ناپاک فرنگی ہفتہ میں صرف ایک روز
عبادت کرتے ہیں حالانکہ ہم لوگ برابر ہفتہ بھر روزہ کرتے ہیں۔“
ایچی شملہ الہ آباد۔ فتح پور اور دوسرے شہروں
سے آئے اور اسی طرح کے وعدہ مائے ظلم اور خون
تراہ کیے۔

چونکہ ان سب جملوں سے شہر آباد و سری جگہوں کو
بلا اشتباہ پیدا کئے۔ جانا تھا۔ یہ ایک ایک یا دو
کر کے گئے۔ کہ جس ہوشیاری کی کوئی ضرورت نہیں تھی
کیونکہ سنتر یون نے پوری رازداری سے محافظت
کی تھی۔ آخر یہی شخص کہ جو پیش ہوا تھا فرخ پانڈے تھا
بابو بی سنگھ نے پوچھا کہ وہ ہر در صاحب کے خدمتگار کہو
تھا مالک تھوڑے سے لوگ محاصرہ قلعہ کے واسطے
لا رہے۔

فرخ پانڈے نے سر ہکا کر کہا۔ ”ان مہرے صاحب

”اچھا یہ تو عمدہ بات ہے۔“
”وہ ذات کی بڑائی قائم رکھا چاہتے ہیں اور بلوہ کر کے
طیار ہیں۔“
دین دین! ہر ایک جانب سے آواز آتی تھی۔

بابو بی سنگھ نے زور شور سے حاضرین سے کہا۔ ”چپ چپ
اور پرساد سنگھ کی جانب مخاطب ہوا کہ گان تو تمہاری جیٹن
عبادت کے واسطے طیار ہو۔“
”لیکن سیاہی اپنے فرنگی افسروں کو نہ ماریں گے۔“
اس بیان سے کس قدر غصہ بی سنگھ کے چہرے پر معلوم ہوا۔
اس پر پرساد سنگھ نے کہا۔

”وہ اور ان کی مہ صاحب سب ہمارے اور مرہان ہیں ہمارے
لوگوں اور بیویوں کے ساتھ سلوک کرتے اور روپیہ دیتے
ہیں اور جب شہر آتے ہیں تو اشرفیاں بھی دیتے ہیں۔
اور جب تمہاری عید آتی تو روپیہ چاول اور مٹھ کا موٹا
ٹونہ دیتے ہیں۔ ہم لوگ کرنل پٹیل سے اس طرح سے محبت رکھتے
ہیں جس طرح سے مٹھے کو اپنے باپ سے ہونی چاہیے۔ ہم لوگ
نہاں حلال ہیں گے۔“

”تو تم انکو نہیں مارو گے۔“
”نہیں۔ لیکن دوسری رجمنٹ کے لوگ چاہیں ایسا کریں۔“
”اور تم دوسری رجمنٹ کے لوگوں کو مارنے سے نہ روکو گے۔“
۹۔ یہ ابوبکر کا سوال تھا۔

”نہیں ہم نہ کریں گے۔“
”اچھا تو ہماری دشواری مٹ ہو گئی یہ بہت اچھا ہے۔“
اور تم دیکھو گے کہ شاہ دہلی پہ نسبت کمپنی کے اچھی طرح سے
تخاؤ کا دینے والا ہو۔ دیسی افسروں میں ہم بڑے خاتما
دہلی کو جگہ دین گے کہ جو شاہ سے حکم پانے کے بعد ۲۵
سواروں کو تو اس کے کھلا دیں گے۔ اور سپاہ کے اقسام
میں کسی کوتاہی نہ ہوگی۔ اچھا سلام ہو لار سلام۔ خدا تمہارے
پناہ سے رکھے۔ اب آگے کو نہ جی۔“ بابو بی سنگھ نے تین تین

دوب سے ۹

اس باعث قسم روح پیغمبر صاحب کی کہ وہ کتے کے ساتھ دفنایا جاوے گا۔

خند متکار: ”مگر حضور بڑی لڑکیوں میں سے ایک کی شادی بہت جلد ہونے والی ہے۔ اور میں کیوں کر مغل قعدے سے شادی اور کسی کے ساتھ“

”ملن صاحب سے“

ابو بکر نے منس کر کے اب تو تم جاؤ۔ ہم ملن صاحب کی خدمت میں لیتے“

جیسا کہ چچے معلوم ہوا۔ مرزا مغل نے اپنے وزیر ارادہ کو لکھا کہ وہ کیت و لینا کو اپنے محل میں رخصت اور اپو کرتے کہ جو کم لالچی مگر مغل کی طرح سے عالم تھا ارادہ کیا کہ صرف پولی کو اپو کر دے اگر تھا کہ ایک غریب پولی کو کہ جسکی چکدار ان کے زمین ترم چہ او سات خون گاون پر جو اتنی اور خوشی کے جو میں چکنا تھا۔

”وہ دن آیا کہ سب معاملہ ہو گیا۔ یا تو بفتح یا بالکل شکست“ یہ مرزا مغل نے اپنے بھائی کے کسی پر سے اونٹ کر لیا۔ اور یہ دونوں کھینچ کر تھکاوت خانہ کر کے اپنے زمانہ میں گئے۔ کیونکہ بہت کم داغی ٹھنک کے عادی۔ موئے حربے اور حیاں تھے۔ اور اس قدر عرصہ تک ایک قلعہ بھینچے اور کچھ بہت تکلیف دہ معلوم ہوا۔ کوئی ضرورت بتلانے کی نہیں کہ اب یہ لوگ اور ٹھکر کہہ کر گئے۔

چونکہ ہر ایک دیسی رحبت کے ساتھ ایک خوب دایہ جو تھا۔ جو کرنل کا کام کر سکتا تھا۔ ایک صوبہ یا ایک گہان۔ ایک جملہ دار اور بہری صاحب۔ والد ارون دنا کیوں کی ہر ایک کشنی میں تھی یہ بہت خوفناک اور خضہ ن انتظام تھا یہ ہر ایک

”آغا صاحب ابھی پورا جائز نہیں ہوا“

”کتے ناپاک اونکے ساتھ تھے“

”ٹیمپل صاحب اور ایک جمدار۔ اور ساتھ سپاہی“

”وہ اونچہ۔ وہ تو کچھ بھڑین۔ اچھا تم جاؤ“

”میں اپنے بھائی کے خون کے بدلے میں ہر دور صاحب کا

خون لوٹنگا“

باپو بی سنگھ نے کہا۔ ”ایک بہت بڑے شخص سے اب ملنا

رہا“

ابو بکر نے پوچھا ”اور وہ کون ہے۔؟“

”بادری صاحب کا خند متکار“

بادری و سٹن صاحب کا اچھا آئے دو اور کچھ

سے مخاطب ہو کر تھا نام کرنا“

”بہت عرصہ پہلے تھا اس کا سایہ تھوڑے پر برقرار رہا“

سیرا نام اسم علی جو“

”ابو بلی سنگھ صاحب نے اپنا جہیز لکھوا کر دریافت کیا۔

وہ خیمہ واقع ہو کہ بادری صاحب کی لڑکی ان گوان

سوئی میں اور خصوص وہ جو ب سے چھوٹی ہے“

”اے صاحب تو کیا آپ کا مطلب مس بابا پولی سے ہے“

”باپو نے کہا۔ ”ان مہی سٹھلے ابون والی بات ہے“

ان لڑکیوں پر کھڑا کر کسی طرح کوئی بات ہوئی اور یہ تھوڑے

تو سر ٹھکر دینا ہو گا کیونکہ جب وہ وقت آویگا تو میان

سب گوری عورتیں اور لڑکیاں بطور جائز لوٹ گئی

جاوے گی کیا تم سنتے ہو نہ اس محل کے اندر اسی کے“

مدد میں نے زور شور سے کہا ”کہا فردن کی طرف

جائز شکار موئین کی ہیں اسی ۹۰ دین بابا قرآن

میں لکھا ہوا ہے کہ جو کہ میں لکھا تھا“

ابو بکر نے کہا ”ملن کا تو لہو و بندہ کچھ بگڑا“

اور چونکہ بادری صاحب کو کتوں سے زیادہ محبت تھی

کسی بڑے معاملہ میں منگل پڑے سے حکم سے کو آج
کہ جب یورپول اور یارشل کے تاجران اشترکیہ میں سے
تھیلان بھرے ہوئے پیر پیر کے اس اجازت کیسے آج
کہ انکو چند زنا گور اور سکلیا میں کا خانوں کے قائم
کرنے کی اجازت دی جاوے۔ وہ لوگ گورکھوں کو
وحشی اور چٹانی والا اور غیر وز پور کی لڑائیوں میں
لڑنے والوں کو مشتوق قوم خیال کرتے غرض کہ یہی ہوتا
اور غرور کے دیگیوں میں اولکھوں نے انگریزی نام
کے اشتر و عزت الہ پر شبہ کرنا شروع کیا۔

یہ برہمن اور جاہل سپاہی کے غور کا حال ہے۔
پس خفیہ نوفاک ساز شوک بے خبر غریب یورپین
باشندگان وہلی مثل اور مقامات کے اپنے کار و بار
حسب معمول کرتے۔ حج عدالت جاتے۔ پادری اپنے
گر جاگر۔ سودا گرا اپنے دفتر کو اور کلک اپنی نیز میں
انکھیں گڑوئے رہتے۔ جوان اشتر شکار کرتا اور
نشاہ لگاتا۔ یوروشین لیڈیان اپنی آیا کون۔ لڑکوں
کپڑوں اور عیشیوں کی نسبت گفتگو کرتی تھیں۔

چودھوان باب

جس میں متفرق باتیں ہیں

یہ نہایت غصہ کے ساتھ شہر سے لوٹے وقت
پرورنے وہلی گزٹ میں نیل کا خروڑ چاکہ جو اس
اخبار میں بنگال ہر کارو سے نقل کیا گیا تھا۔
در کرنل روکن تا حکم ثانی بر گڈیر گرویدہلی کے اسٹا
میں کام کر گئے۔ اس سباد اور خروڑ اور خرابات
نوجی استراحت سینٹ میپس پچاپچاپ اور کراچی
ات دی با تھل چکا ہے۔

جیک بڑا بڑا اور غدا اب اسکے بعد کیا کہتا ہے۔
یقین ہے کہ ہر ایک شخص جس میں عام انسانی ہمدردی

لا رہا تھا کہ جب کبھی اگر ایک بار بھی یورپین افسر مارڈ
گئے بنالین کا پورا انتظام اوسی طرح سے ٹھیک
رہ سکتا تھا۔ اور ہر ایک طرح سے کام کرنے کے لئے
دوبارہ اتحاد کے اجے سے تھا ہر ہوتا تھا کہ جوہر، ون
پیش کے سپر سٹ نے یہ لکھا تھا۔ بالکل صحیح تھا کہ اس
بارہ کی سازش محل شاہ وہلی سے پیدا ہوئی تھی۔ اور
یہ وہ پیر سے طور پر شریک تھے کہ جنگی یہ کوئی تھا
تدبیر تھا جس نے تھی کہ اس ملک میں حکومت قائم
ہو۔ اس طرح کے حاصل کرنے کو اولکھوں نے سادہ
طریقہ اختیار کیا کہ غلط اور نوفاک انراہن اس
مضمون کی اور اس میں کہ انگریزی گورنٹ چاہتی
ہو بندوں کے مذہب اول تو ان وادیوں سے
خواب کرے اور بعد اوس کے زبردستی لوگوں کو عیسائی
بنائے ہر ایک ترکیب کیجاتی تھی کہ جسکا اہل کو بالکل
خیال ہی نہیں۔

بعض جاگتوں میں مذہب اپنے مسلمان اہل ملک کے
شاہیت ہی زیادہ غصہ بنا کر گئے۔

ایک لاکھ لکھنے والا لکھتا ہے۔ کلین برہمن لوگ
اپنی ذات کے مثل نہرہ کے معرودہ رہا تھے وہ خیال
کرتے تھے۔ خزانہ اور شہنشاہت پر اوٹکا حق جو
قرعہ سے پریشان۔ اوس روز کے منتظر۔ کہ
عام لوٹ ہو۔ چاہتے تھے کہ فوج ملک کی خود مختار
حاکم بن جاوے۔ اوس زمانہ کے انتظام میں
تھے۔ جب صوبہ دار مجدار مہاراجہ و نواب جو ان
کہ جب تاس اور لنگان سپاہی ملک سے وصول کر کے
سرکار کا خزانہ میں روپیہ رکھیں۔ جب ہر ایک
سپاہی کے زمانہ میں خوبصورت سی خوبصورت
بروہیلک انداز لاہور کی ہو۔ جب کاشتکار
لوہیل کھنڈا اور تیرہ چارہات کے شہر لے چکے

پریشان معلوم ہوتی تھی۔
اسی کے دل و زبان سے کہا شاید کہ عشق و محبت کو اس
بالکل ملاوہ نہ ہو بلکہ غصہ ساوہ ہو۔

جب روکن نے ٹوپی اٹھائی تو سر پر کچھ معلوم ہوا۔
تھوڑے اندر لی میں سختی وقت پر آج کے قبل اس کا چہرہ
نہایت خوش معلوم ہوتا تھا۔ گویا اب بھی وہ خوب جوان
ہو۔ مگر وہ ۶ سال نے اوپر تبادول ضرور کر دیا تھا۔

جیک کو یہ خیال راحت پیدا کرنے والا تھا کیونکہ وہ اب
انہی گھری سیاہ سوچیں صاف چکدار آکھیں تھیں۔
دیکھتا تھا۔ لیکن خیال کرتا کہ وہ مرتبہ نہیں وہ خواہ
نہیں اور نہ لفظ کٹل کا بھٹہ اور نہ کوئی تنفس
چکدار کارنس لایٹ فوج پیدل کی چوٹے کوٹ پر چمکا
سکتا ہے۔

جیک نے خیال کیا۔ افسوس میں غریب سرور قوم
کیا میں حقیقت جان لیتی تھیں ہر در سطح سے
امارت دے سکتا ہوں کہ لوگ جو قوم بنائے لیکن
دیکھو کیا یہ سچ ہو کہ ایک عاشق یا تو میں محل بناتا ہوں اور
اوس کے در سے دنیا بھر پر پھیلاتا ہوں۔ ایک لمحہ بھر میں
کھانے والا اور دوسرے وقت خوش و خرم ہوتا ہوں
ہو اوس کے خیالات بغاوت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ اس
بالکل نکال اور کئی خیال کو ابھارتے ہیں۔ . . .

پس یہ روکن ٹھیکین رنڈو آؤ غار گریبان آیا لیکن میں
عاموشی کے ساتھ ہر ایک بات سے ہوشیار نہ کروں گا
لینا کو مجبور کروں گا کہ وہ اس معاملہ کی طرف دھیان نہ
جو ہونا ہو سو اسے خدا کے کوٹن جانتا ہوں۔ ایک بات کا
ضرور یقین ہے اگر میں نامراد ہوتا تو دہلی کے ضرور چلا ہوتا
چاہے اشتعال ہی کیوں نہ دیتا ہے۔

دو سپرد چل گئی تھی جس سے وہ آگاہ تھا۔ اب چرٹ
مخبر ہوا تھا کہ ایک جھٹکا ہے۔ لگا کے عینا کاٹ لے

ہمارے شریک اوس دلی ہمدردی میں کہ جو اس لاکھ
افسر سے حال کے صدمہ ورنچ کے باعث ہی ہوگا۔
جیک نے اوپر اسے جلائی۔ "ہنس جو لوگ خوب بچا
ہیں کہ اوپر اس کی ہمدردی افسوس مبارک دہلی کی
کیا بوقت ہوتی ہے۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ لفظ
کرنل مارک روکن ان الفاظ کو بخوبی پسند کرتا ہو۔
ہر در کی لینا و سس کے ساتھ رنج اور تنہائی کی ملاقات
یوں شروع و ختم ہوئی۔

آخر کار روکن درحقیقت داخل ہوئی ہوا کہ جو اس میں
سے زیادہ اوس مقام سے ہو کہ جہاں وہ پیشتر مقیم تھا۔
یہ بالکل قرین قیاس نہ تھا کہ وہ اس قدر مسافرت
بہت محض تبادلہ مقام یا اپنے افسوس سے بھرے
ہوئے خیالات کے دبانے کو آیا تھا بلکہ اس کا داخلہ
اوس بڑائی کی غرض سے تھا کہ جو ہمیشہ جیک کے دل پر اثر
کئے ہوئے تھی۔

مٹھول مٹھول کر کھانا کھاتے وقت ڈبلی گرت
چٹان پر اوس کے ماتھے سے لگایا کہ جیلر سے اپنا پرچہ غصہ
اور کچھ محارت سے رکھ دیا۔
سنگھ کی گھر کیوں
سے باغوں کے درخت نظر آتے کہ جنگلی بیٹوں سے بے سفید
برآمدے اور کینو ٹنٹ کی دیواریں نظر آتی تھیں۔
اس قدر ہر در کو افسوس پیدا ہوا کہ جیک اوس سے معلوم
کیا ہوگا کہ ابھی تک روکن کا لینا پر اب وجود اوس غبار کی
کے اثر ہے۔ تاہم کیا لینا کچھ روز دار عجیب اثر ہر روز بچا
نہ تھا کہ جس سے وہ وفادار نہیں رہی۔

لینا نے روکن کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہ ہر در کو
بھی یاد تھا۔ لیکن زردی چہرہ کی رنگت کا بدلہ مسو
لہا۔ پریشانی کہ اوس کی گرجی تھی کہ اوس الفاظ کی نظر
اوپر کان نہ لگایا اور کچھ ظاہر کرتا تھا۔
حک نے اسے دایہ و بائیں کہتا۔ وہ حسیلیت ہے

نہ پتہ آجائے کہ بچے کے بچاؤ سے ہو کر گیا۔
یہ کہ مکین کا ایک دستور ہے کہ دنیا بھر کے خیالات و اسے

کمزور ترین لڑکیوں کا عشق لینے کے ساتھ ان سب باتوں
کا راجھا تھا۔ بلاشبہ اس کی جوانی کا پہلا خواب تھا کہ جو
عورت کی ملاقات و راہ و رسم و میل علی سے پیدا ہوا تھا
اور اس خواہش سے دوسری بھی مادہ چرخی تھی کہ

سے کوئی بچاؤ ہرگز نہ تھا۔
اس خیال میں وہ جتنا کہ رے جاہو بچا کہ جان زور و

سے پانی اٹھا چلا آتا تھا۔ یہ دریا ہر لمحہ کے بڑھے میراٹون
سے نکلا۔ اس زمانہ میں کم پانی تھا۔ کشمیر کی نظر آ رہی
تھیں بڑے بڑے ڈھیر بالوں کے اور ایک اور لاشیں

جسکے اوپر اور دھیر گدڑ جہک رہے تھے نظر آ رہی تھی۔
بہت سی سفید بلور کی سی چیزیں اور درخت کی ٹٹیاں

پانی میں نظر آتیں لیکن انکو ہر در خیال کرتا کہ انسانی کو ہر
تھیں کہ جو دامن گشت تک چڑی مارا کرتی تھیں کہ جب
طنینی او کو ہٹا کر دریا سے گنگا میں بمقام لایا لیجاتی۔

جبکہ ہر دہے اس نظارہ کو تاپسند کر کے اور خدو میں
ہندو خیر کو دیکھ کر جو بڑی گھاسوں سے نکل آیا دوسری

طرف دیکھنے لگا۔ درحقیقت طحیران خان کے صاف
پانی کی خبر کی دہلی کے واسطے ضرورت تھی۔

یہ فقیر نہنگ بالکل گرٹا جانور کی صورت کا
معلوم ہوتا۔ اس کا جسم بالوں اور مٹی سے ڈھکا

ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں تک اس کے بال کی لپٹیں لگیں
تھیں کہ جنہیں کبھی کبھی غمین ہوتی تھی۔

اس کے ناخن بہت بڑے تھے۔ یہ شخص سنگار سے اونچے
سے ایک تھا کہ پٹو منٹ کے گرد گھوم کرتے تھے اور ایک

خوناک مقابل صوفی فلاح الدین کا تھا کہ جسکی جرأت
نہ تھی کہ اس کا مقابلہ ذاتی نپشامین کر سکتا۔ مشام

کی شہ دروز ایک حالت میں بیٹھنا۔ سینوں زمین پر
سر چارلس لانس جین کشن کی ہی لے کچھ تھا ہی سکتا

لوٹ لگا اور لنگ کی جانب سر اور آسمان کی جانب لگیں
کر کے لنگ رہنا۔ خیرات کے لنگے میں یہ زبردست جبری

تھا اور کہتا تھا کہ وہ ایک کنوان اور شوالہ رو سپہ
جس کر کے بنوایا چاہتا ہو۔ ہر دہے اس کو تھوڑے سے

پیسے دیئے اور وہ ان سے جلدی مڑا۔
جیسے ہی کہ لٹے وقت ہر درانہ کے درختوں کے نیچے شہرت

گرچی کے باعث ٹھنڈک لینے کو ٹھہرا کہ اس کو ملن اور

کپتان ڈگلس سب کے نیچے ہر گز لنگا لنگا تھیں۔ ڈگلس

پڑ چکا کہ خبر سنی ہو۔ ہر دہے کہ جسکو موت ایک خاص امر

کی طرف دھیان تھا کہ وہ کن کی آمد کا حال۔ مان :۔

و روکن ؟ کون روکن ؟ ان تمہارا مطلب اور وہ

سے جو کہ جو بیان اسٹاف پر گئے ہیں :۔

و نہین اس سے بھی بڑھ کر :۔

و وہ کیا :۔

و میرا مطلب اس خبر سے ہو کہ جو بر لنگر کر ہو کہ کچھ معلوم

ہوئی :۔

و کہ ہے کی۔ کیا اور زیادہ سپاہیوں میں بناوت

پھیل :۔

و درحقیقت بلوہ زیادہ ہوتا جاتا ہو :۔

و کہ ان :۔

و ظاہر ایک جگہ۔ لیکن تمہارے پرانے ہیڈ کوارٹر میں

یہ اور زیادہ خراب حالت میں پھیلا ہوا ہو۔ یہ معلوم ہوتا

ہو کہ اس مینی کی سہارنچ کو اودھ اور گولہ فوج بدل

نے اپنی نئی جند و خون کے کار تو سون کے لینے سے انکار کیا

اور جھگو یہ بھی دریافت ہوا ہو کہ ان ہندو خیر و گویوں

در ویشن کے اثر سے پر پڑے بہت سے لوگ چلے گئے :۔

و قسم خدا میں ابی ضرور دیا تین کوڑیوں کو چھانسی دیا

اور اگر اس سے مطلب نہ نکلے تو گویوں سے خبر نہ لگا :۔

و سر چارلس لانس جین کشن کی ہی لے کچھ تھا ہی سکتا

کیر کو اب بخیر نے اسٹیشن بھر کی مٹی فرج کو
 پر پیر پر ہا کر اور کافر شہید کے
 در مبارکی چاہیں گے۔
 بان تجارتی جو تپہ سینہ اور ٹھہرے تو چین پر گھر
 لیکر جو بالکل ہمارے چین راستے کھڑی ہوئے۔ لیکن ان
 روشن غلیظتوں کی شکل
 "ہیں امید کرتا ہوں کہ وہ بھی میرے انگلیش کی ماتحتی
 میں۔"
 در ان پانڈیوں کے واسطے کافی تھا کہ جو اپنی بندوبستیں
 چھوڑ پریشان بھاگتے ہوئے نظر آئے۔ اور اب دوسری
 جگہ فساد پھیلانے ہیں۔ اس باعث معاملات روز بروز
 خراب ہوتے جاتے ہیں۔
 ملن نے اپنی لمبی مونچھوں کو بہ کر کہا۔ "چربی کے
 کار توں۔ در حقیقت بہانہ تو خوب نکالا ہو۔ قسم خدا
 کی جبکہ یہ گدھے برہمن اور اجوت اگر بوٹے ملک
 کریں۔ یا گاسے کے گوشت کے کباب جباتین تو اپنی
 ذلت خیال کرتے ہیں۔"
 کپتان ڈگلز نے کہا۔ "رہی نے مجھے بیان کیا ہے
 کہ وہ دین میٹن کے سپاہی اپنے بیروین افسروں
 سے عقارت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اور جنگلوں میں
 اکثر گھڑی اور مارے اور جوتا پہنے چلے آتے ہیں اگر یہی
 خیال ہماری سب جہتوں میں پھیلا تو وہ بالکل مثل
 بالو کی رسیوں کے ہو جاویں گی۔"
 ہر دے ہنس کر کہا۔ اچھا تو اب اس دن کو سب
 آئے ہی دو۔ اب ہنگوچ اور تو کام بجا سے فوجی دست
 تھرا میٹر دیکھئے۔ طرہ دور کی طیارہوں۔ کتوں کے
 پالنے۔ بلیڈر کھیلنے یا ہندوستان کے گرم دن کے
 دوسری طرح سے مارنے کے طریق کی جگہ اور کچھ
 کرنا ہوگا۔

معاملات دہلی میں جو خراب تھے۔ گوجیک کو خیال تھا کہ
 سپاہی اس کی طرف۔ میان نہیں دیتے۔ اور عموماً سلام
 نہیں کرتے۔ اور سکواہ معلوم ہونے لگا کہ غریب پانڈے
 بعض اوقات سڑک پر بے رحم نہیں نکلتے۔ اور دوسرے
 لوگ مارنے کے واسطے پائی نہیں بھرتے۔ سائیس جتہ کی
 چیزیں صاف سے چور لے گیا وہ بھی کو قوت لیکر لگا رہا ہے
 در دیش فلاح الہیہ کے ایک ہاتھی پر سوار سرخ بھنگی
 ہو دے میں لیے ہوئے، باغیانہ و غلط سپاہیوں اور ہزاروں
 کپ کو اس کے بھاگ پر کھڑا ہو کر ستا چھوڑے ہی کہ یہ
 کوڑا ماتھے میں لپکے بھرا دوا تھی جگہ جگہ لپکے۔
 عموماً خفیہوں کے گرد ایک پر جوش معروفن کا مجمع رہتا ہے
 اور یہ ہر دور کی جانب سے حکومت کی قدر و عرفان تھی۔
 کیونکہ نزدیک و دور گدگداسے اپنی وینڈری کی واسطے
 بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اور اس کی نسبت یہ عام کپ
 تھی کچھ زمانہ گزرا وہ پھر فٹ گھر سے گھر میں کشمیری
 دروازے کے قریب دفن رہا تھا۔ اسکی لاش پر ریشم
 اور مرزا ابوبکر کی مہر تھی اور یہ شخص اس قبرستان میں
 عرصہ دراز تک دفن پڑا کہ ایک خصل جو کہ اس پر چلی
 اور کاٹی گئی۔
 یہ ایک عجیب موقعہ کہ ہمیں بلا شک جبکہ کو بالکل صفا
 نہ تھا۔
 کرنل رڈکن اپنا گارڈ خاص اگر نہ باشندگان دہلی کو
 ایک بار دے آیا۔ مگر چوری صاحب کے مکان پر وہ پلایا۔
 اس خیال سے ملن نے ہر دور کو بخوبی آگاہ رکھا اور یہ بھی
 کہا کہ رڈکن نے اب سیاہ تاجی بلہ بھی اور مارڈالو کی
 جس سے معلوم ہوا ہے کہ اب اس کے رنج کے دن گزرنے
 جو کہ اس حال سے بھی بخوبی آگاہ کہ کرنل نے اسکی لڑکی
 سے بہت جرات شانہ بڑا ہوا کیا۔ پادری صاحب نے
 گارڈ کے لئے پرارادہ کیا کہ وہ خود اس کے مکان پر دیکھ

اور نہ کسی صورت سے اوس سے ملاقات رکھیں گے۔ لیکن یہ خیال کر کے کہ کر عمل روکن کو حال میں بہت صدمہ پہونچا رہی۔ اور چونکہ عیسائی پاڈری کا فرض ہے کہ کسی کے غم سے آنکھ نہ چھپائے۔ اس واسطے اوس صدمہ اور غم کے متعلق اونکو کچھ ضرور لکھنا چاہیے۔ پس پاڈری صاحب نے کرنل کا کارڈ اپنے خدمتگار۔ اوسی پدمعاش کے ماتحت جو محل پہلی مین نظر آیا تھا۔ دیکھ لیا۔ اور اوس پر چند پیراؤں پر لکھوا کر اپنے واسطے لکھ لکھ دیئے۔ اس قدر ایک رنڈوں کے واسطے کافی تھا۔ روکن نے ان ہمدردی کے خطوط سے فائدہ اٹھا لیا اور خیال کیا کہ اگر قہر پاڈری کے گھر جاوے اس طرح سے وہ دوسری بار گیا۔ لیکن دو دنوں مرقبہ سوائے پولی کے کوئی گھر رہ نہیں تھا کہ جسکو وہ استان کافی طور پر معلوم تھی کہ کسی قدر سچ کر گفتگو اس شخص سے کرنا چاہیے۔ اور غریب لڑکی دلی تو دیکھ بھال تھی کیونکہ کرنل کے گھر سے ایسے آثار سختی کے ظاہر تھے کہ جو لڑکے ہنس کر رہتے تھے۔

خیر روکن نے دو مرتبہ ان لڑکیوں کو سلام کیا کہ جب یہ رپورسلی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ جاتی تھیں۔ گیت نے گونایت سادگی کا جواب دیا لیکن لیتا کا منہ پھر بنا اس بات کی دلیل تھی کہ کرنل سے اور اون سے کبھی کی ملاقات ہی نہیں۔ بلکہ اسکا اشارہ تھا کہ روکن اونکے قریب تک نہ جاوے۔ یہاں تک کہ ایک ڈنہ پارٹی میں ان دونوں میں سٹریس پٹہ ریس کے مکان پر ملاقات ہوئی۔

کرنل کے خفیہ خیالات چاہے جو کچھ ہوں اونے لینا کو اونکے پرانے عاشق کے ساتھ شام کے وقت دیکھ کر اپنے اثر پر شک کرنا شروع کیا۔ لیکن روکن پر جو سس اوچھی تھا وہ ٹھہر سکتا اور انتظار کر سکتا تھا۔

نیز ایک مونہ گی اور کسے طریقہ ہوا تو اسے چاہے روکن کا پورا عاشق پھر پیدا ہوا اگر یا مکمل خاموش اور شریف عورت تھی۔ اوسکی کرائیش فریفتہ کرنے والی تھی۔ جو کچھ کتنی لوگ اوس سے خوش ہوتے اور جو کچھ کرنل اوس سے نزاکت اور شان معلوم ہوتی جو اوس میں بھری ہوئی تھی بہت سے لوگ برابر ہنسا کرتے ہیں لیکن کرنل کا براہینا اشتعال دینے والا تھا اور خصوصاً اوس وقت جب اوسکی بھوری آنکھوں میں بالکل اعتبار نہ معلوم ہوتا تھا۔

وہ ہوشیاری کے ساتھ عمدہ عمدہ خبرے اور حلے پڑے گفتگو بے معاملات پکڑتا۔ اس گفتگو کو سنکر دل ہی پڑ لینا نے خدا کا شکر یاد کیا کہ غیبت ہوئی جو ہر داس دعوت میں مدعو نہیں ہوا کہ جسکی موجودگی ہی کی اب صرف پورے طور پر پریشانی پیدا کرنے کے واسطے ضرورت تھی۔

پندرھواں باب

ہرورد دوسری بار شام و تیار ہو کر روکن نے اپنی یہ کیتھدروں خوشامدی کی کہ ابھی تک سب سے بڑھکر اوسکے ماتحت میں شکاری۔ یہاں تک کہ وہ بطور سربراہ دوست اور ملاقاتی پاڈری کے مکان میں گزرنے کی اجازت پاسکتا ہے۔ جوں ہی ہمیشہ اوس سے بھنگیہ ہوتی۔ اور ولی اوکا گرون اور ناگوان میں چلتی تھی۔

ہم لوگ سیکڑوں عمدہ تدابیر ایک کام کے پورے کرنے کے واسطے سوچ سکتے ہیں اور تاہم اوسنہ ناکامیابی اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ بالکل غیر متوقع عمدہ موقع ہماری ہر ایک امید کے خلاف محض بطور اتفاق ٹپاتا ہے۔

یہی حال ہرورد کا ہے ایک شام کو پاڈری صاحب کے مکان پر آواز دیتے سے دربان نے اطلاع دی کہ کل گھروانے پاڈری صاحب کے ساتھ گرا گرا گئے ہیں سوائے مس لینا کے

”میں خیال کرتی تھی کہ تھے سب خیال ترک۔“
”گاہک کا لینا۔“

”میرا مطلب اپنی نسبت تمہارے خیال کا ہے۔“

”او لینا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ ایک ہزار مرتبہ نہیں“
یہ پرورد نے نہایت عاجزی کے ساتھ کہا۔

لیکن لینا نے اس کے جانب نظر نہیں کی۔ کیونکہ اس کی
سیاہ آنکھیں چہلی کے میناروں کی طرح لگ رہی تھیں۔
صوت یہ کہا۔

”میں خیال کرتی تھی کہ اب مجھ میں کوئی شے تمہارے ذہن
کے لائق نہ رہی ہوگی۔ اور کوئی۔“

جیک نے سنجیدگی سے اس قدر سنجیدگی سے کہ آواز گڑھی
معلوم ہوتی تھی قطع کلام کیا۔ لینا۔ کوئی قصہ سیر
دل میں تمہاری جگہ پر نہ آئیگی۔

لینا نے ہنس کر جواب دیا۔ ”مہربانی کر کے مجھ کو بتاؤ
کیا یہ ماجرا کوئی قصہ ہے۔“

”قصہ اسے لینا دشمن تم کس طرح مجھ سے یوں
خطاب کر سکتی ہو۔“

”وہ ان فوجیوں میں اس قدر مصنوعی عشق ظاہر
کرنے میں ملکہ جو کہ جسکو دوسرا اسوے اصلی عشق
کے اور کچھ نہیں خیال کر سکتا۔“

”کسی قدر افسوس سے کڑی آواز میں پرورد نے اس کے
افغانی کو دوہرایا۔ ”مصنوعی عشق!“

خود شرملا کر اور رو کر جواب دیا۔ ”ہاں۔“

”لیکن لینا کیا تم خیال کرتی ہو کہ میں پانچ سال
بعد تم سے اسی طرح سے خطاب کرتا ہوں اور یہ کہ

میرا عشق تیسے انگشتان میں بھی ایسا ہی تھا
لینا نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ کے بازو پر

رکھ کر اور ہر آنکھ میں سے آنسو نکلنے لگے۔ جواب
دیا ”غریب جیک! میں تمہارے ایسے عاشق کے

لائق نہیں۔ ایسا ہی مجھ سے چھوٹی ہوئی بھی کستی ہو
میرا دل۔“ خدا کرے کہ وہ اس قدر شک اور افسوس

میں نہ پڑے کہ جتنی مجھ کو برداشت کرنی پڑے۔“

جنگ اسنے اس سے بھی زیادہ برداشت کئے ہیں۔
”لیکن لینا اوسنے سوائے میرے عشق کے کسی

دوسرے کا سب سے زیادہ حصہ نہیں پایا۔ تم کا پنا
ہی ہو پیاری تم اپنی مثال سمیٹ لو۔ میرا بازو لو۔

”او! ہم لوگ ٹھوڑی دیر اور اوہر ٹھیلین۔“
لینا اپنا ہاتھ اس کی بغل میں ڈال کر آہستہ آہستہ چھو کر

پر چلے گئی کرنے لگی اور کہا۔ ”ہر دور ایک مصنف کا
جملہ مجھ کو خط یاد ہو لکھتا ہوں کل ضروری باتوں کے

ساتھ کہ جنگی ایک خوش و خرم زندگی کے واسطے ضرورت
ہوتی ہے۔ عشق مجملہ اوروں کے نہایت ضروری چیز مثل

آفتاب کے مشرق کی ہر ایک مصنف کو چمکاتا ہے بلکہ جو
کہ ہمارے دلوں میں نیکیاں ہیں اور سکاواہر لانا ہوا۔ اور

ہلکے جوش دلاتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے بچتے ہوں تاکہ
اوس محنت کے قابل ہو سکیں کہ جس سے ہماری سب

خوشی ہے۔“
”تو کیا میں اس سے یہ نتیجہ نکالوں کہ تم مجھ سے محبت

نہیں کر سکتیں۔“
”میں سچائی سے اچھی طرح سے تمکو پسند کر سکتی ہوں

عزت کر سکتی ہوں جبکہ۔“
”لیکن لینا تھنے ایک وقت ضرور مجھ سے محبت کی تھی

پھر اوسی طرح سے مجھ سے محبت کرو اور جو افسوسناک
زمانہ بیچ میں گزرا ہو وہ میں سب بھول جاؤں گا۔

”نہیں پرورد نہیں جیک یہ نہیں ہو سکتا۔“
”کیوں۔ کیوں۔“

”اوس وقت میں مثل ایک سپی سادھی چھو کر رہے
محبت کرتی تھی تو خدا را جی مجھ کو خیال تھا صرف تمہاری

عزت کرتی تھی۔ اب یہ دل تمہارے لائق نہیں ہے تمہارے
خصوص سب آدمیوں کے بعد !

”یہ کیا بیوقوفی ہے۔ یا تمہارا دل ابھی اس سے لگا
ہوا ہے؟“

اس فقرہ پر لینا کے گالوں کی رنگت بدلی۔ لیکن اس نے جواب
نہیں دیا۔

”لینا وہ گیت یاد کرو کہ جو تم گایا کرتے تھے۔“

”گیت تو ہم بہت سے گایا کرتے تھے لیکن کون؟“

”یہ ہی کوئی شخص اس سے زیادہ محبت کرنے کا دعویٰ
نہ کرے کہ جب قدر اس کے دل میں ہے۔ عشق ایک مرتبہ شروع
ہو کر باقی نہیں سکتا۔ ایک سے محبت کرو اور زیادہ سے
نہیں۔“

ایک منٹ تک لینا نے سکوت کیا۔ مگر جب اسے جواب کے
خاموشی سے وہ سمجھ بکا لے سیاہ آنکھیں نیچی لے ٹھکنی
رہی۔ جبکہ نے خیال کیا کہ اب سلسلہ جنابی تیری سبب
سے ہو۔ اس واسطے اس نے لینا کا ہاتھ اپنے سینہ پر لپی کر
جیسا کہ اس نے اکثر ولایت کے سبزہ زار میدانوں میں
کیا تھا خطاب کیا۔ ”لینا میری صحبت سے کسی لڑکے کی
محبت کی طرح کچی نہیں ہے۔ میری عمر اب ۳۰ سال کی ہے
کہ جب میں ۱۲ برس لکھ کی ملازمت میں لور سے ہوں۔
اور تین مرتبہ زخمی ہوا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ محبت تمام
عمر قائم رہنے والی ہے۔ اور امید کرتا ہوں کہ یہ ایماندار
سے محبت رہی ہے۔ میرا دل جو کبھی سوتے جاگتے تم سے
نہیں جھجکا۔“

”اوس زمانہ سے جب سے کہ تم جدا ہوئے تھے بہت سی
دیکھی ہوئی۔ بہت سے نئے نئے باتوں نے آہم میں تبدیل

نہیں ہوا۔
بہت سی نئی لڑکیاں مجھ سے زیادہ کہ جن پر تم فریضہ ہو
دیکھی ہوئی۔“

اور کوئی مجھے ایسا نظر نہیں آیا۔ لینا کوئی بھی نہیں۔
میں اوس سے اسی طرح سے محبت کر سکتا کہ جس طرح

سے تم سے کرتا ہوں۔ اپنا منہ اپنے ماتحتوں سے چھپا کر
”اوجیک۔ کیا میں کیوں۔ بلا شک بلا شک میں تم سے

بالکل قابل نہیں ہوں۔“

”وہ دوستی میں اتفاق سے عمر بات ہے۔ اور خصوص
جب وہ عشق اور محبت کے ساتھ ہو۔“

”کسی میل کی ضرورت نہیں۔ یقیناً اوجیک ہم جھگڑا
اپسین نہیں کرتے ہیں۔“

”بلا شک لینا ہم جھگڑا نہیں کرتے اگر خدا کو ایسا ہی
کرنا منظور ہوتا۔ میں غوراً تمہارے پیروں پر گرنا۔

لیکن لیکن۔“ میں جیسے کاٹے ڈالتی ہوں۔ یہ ہی تم
کہو گے۔“

”ہماری محبت کو اسی طرح سے اب پھر گہری ہونے دو
کہ جس طرح سے پرانے زمانہ میں تھی۔ اور ہمارے وہاں

عمرہ خیالات اور دوسری باتیں واپس آوین گی
میری بیوی و نہ۔ پیاری لینا۔ پیاری لینا۔ اوں سب

باتوں کے بعد کہ جو ہوئی ہیں کیا تم مجھ سے شادی کرنا
”وہ بہرہ ور نہیں ہرگز نہ کروں گی۔“

”ہرگز نہیں۔“

”رکھ کر گی اور پوری بھی۔ لیکن میں اپنے بڑے باپ
کے ساتھ رہوں گی۔ اور اوسکی بوزھوتی میں سہارا۔

شکوہ معلوم ہوا ہوا گا کہ اس سخت آب و ہوا میں وہ اپنا
بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔“

”وہ کسی قدر ضعیف بلا شک معلوم ہوتے ہیں لیکن
میرے پاس سامان ہے۔ اور اس باعث ٹھکاو بھی ایک

سہارا ہونے دو۔ ہم سب اسباب فروخت کر کے وہاں
میں کامیاب ہو جائیں گے کہ جہاں میرے باپ کے رہنے کا

ہے۔ اور پھر ساری لینا ہم پھر یہاں کیوں رہیں گے۔“

”غیر ممکن بالکل غیر ممکن تہ“
 دو اچھٹیا تمھارے باپ کی خواہش ہوئی کہ تم شادی کرو
 جس طرح سے کہ وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنی زندگی سے زیادہ
 زندہ رہو۔ لہذا اب تم بہت جلد میلہ کر رہے تھے نا
 درمیان اس ملاقات کے پہلے سے کچھ بھی ہوئی تھی اور چاہتی
 تھی کہ تم سے بچوں۔ لیکن میں شکور۔ ہوں کہ غم اس قدر
 میری عزت کرتے ہوئے۔

”عزت ایسا۔“ کیا تم اس طرح سے غفلت نہ سمجھے اپنے پرانے
 جیک ہر دور سے کر سکتی ہو کہ جو اس زمین تک سے بھی
 محبت کرنا ہو کہ جس پر تم طبعی ہو۔
 درمیان پھر کتنی ہوں عزت میں قبول کرتی ہوں کہ میں نے
 تم کو ایسی حالت میں چھوڑا تھا کہ جو خالمانہ دے رہا تھا
 تھی جو کچھ کہ تم کو معلوم ہوا اور اس کا برواشت کرنا میری تمت
 میں تھا۔ تم کو امید دلا کر۔
 ”مجھ سے قسمیہ وعدہ کر کے۔“

”اچھا۔ اب ان سب باتوں کے بعد جو کچھ ہوئے ہیں میں اس
 عزت کی مستحق نہ تھی کہ جو تم کرتے ہو۔ اور میرا دل جیسا کہ
 میں نے کہا اب میرا نہیں رہا۔“
 ”تو کیا تمھارا مطلب یہ کہ اس کا ہوا اس شخص کو کہ؟“

”وہ نہیں اس سے بالکل علیحدہ ہیں اس سے نفرت نہیں
 کرتی اور نہ ایسا کرنے کی امید۔ کیونکہ میرے پاس نے
 مجھ سے کہا ہو کہ تم کو اس شخص سے بھی نفرت نہ کرنا چاہیے
 کہ جو ہماری حقارت کرے۔ لیکن یہ یقین رکھو کہ میں
 اس سے شادی پر گزرنے کو نہ گی چاہے وہ مجھ کو کچھ
 ہاتھوں اور موت کے پنجے سے پھڑکے۔ اور نہ میں اس
 سے دوستی قائم کر سکتی ہوں۔“
 ”اور کیوں لینا۔“

”ایک ایسی عورت کے ساتھ تم کو راحت ملیگی کہ جسے اپنی
 حرکات سے ظاہر کر دیا تھا۔ کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتی
 کسی زمانہ میں تم اس کی آنکھ کو جھلکے نہیں معلوم ہوتے تھے
 درمیان لینا تم اس کی خیال میں محو ہو۔ میں سب باتوں کو
 معاف کرنا قبول جاتا ہوں۔ سوائے اس کے میں تم پر اس
 زمانہ سے پہلے عاشق ہوں کہ روکن نہ چاہتا ہوں میں اس کا
 میں شکور۔ ہوں اس طرح سے اب بھی محبت کرنا ہوں اور روکتا
 کرنا ہوں کہ تم میری بیوی بنو۔“

”وہ نہیں جیسا کہ نہیں۔ دوست چھوٹے رہیں گے بلکہ نفرت
 ہوں گے۔ پیارے اور سچے دوست۔ لیکن جو ہی ہرگز
 نہیں اور نہ غمزدہ ہش! پیہیوں کی آواز آ رہی ہو
 پایا اور میں اگلیں۔ اور ڈکی ریورس ہنس رہی۔
 جیک نے کسی قدر وقت سے لینا کے رشارون پر ہوسہ
 لیکر کہا کہ۔“ میں آج سب کو اون سے نہ ملوں گا لینا تم
 مجھ کو پاگل بنائے دیتی ہو۔ اس قدر مکر ہر دور خور اچھڑا
 پاڈکی کے سائیس سے اچھڑا لینا لیکر بہت سے
 متفرق خیالات سے پریشان ایک مرتبہ یہ خیال گذرنا کہ
 کبھی لینا کا منہ دیکھ لے گا۔ دوسرے وقت یہ خیال ہوتا کہ
 وہ ضرور آویگا۔ اور کبھی اپنے ارادہ سے باز نہ آویگا۔
 لینا سے عرصہ کی خواہش کی ہوئی ملاقات کے بعد وہ
 کشتہ نمٹ کیجا نب گھوڑا دوڑاتا گیا۔

اس عرصہ میں لینا ہر دور کے چلے جانے کے بعد اپنے
 میں نہ تھی۔
 لینا اب روکن سے محبت نہیں کرتی تھی لیکن اس کے
 چہرہ و جسم اور سب سے زیادہ اس کی آواز نے اس پر
 ایک عجیب اثر کیا تھا کہ جس کے باعث اس کے دل میں بہت
 سے خیالات پیدا ہوتے تھے اور شاید انہیں غصہ کا
 حصہ بہت زیادہ تھا جیک کی وہ عزت کرتی بلکہ بہت
 عزت کرتی اور ایک سادہ اور نیک آدمی اس کو
 خیال کرتی۔
 اگر کرنا اس قدر چاہا کہ وہی میں لگیا ہوتا تو گو معلوم نہیں

قسم کے تبادلے کے ساتھی کے اوسکا پیغام نہ منظر کیا۔

سولھواں باب

پھانسی گر

دور و نزدیک ہرور کنٹونمنٹ سے نہیں نکلا۔ بلکہ اپنے

بگلے کے اندر ہی خیالات پکاتا رہا۔ دوسرے روز شام کو اوس بد بخت ملاقات کے بعد رولی ملن چھوڑ کر سوار تیز اگے بڑھنے لگا۔ کنٹونمنٹ کی طرف جھکا۔ اوسکو جو کچھ کہنا تھا آگے بتلایا جا دیا۔ لیکن اون لوگوں سے کہ جنھوں نے خاموش ملن کو دہلی سے آتے دیکھا تھا۔ تھوڑے سے ایسے آدمی تھے کہ جو موافق نہ تھے۔

مرزا ابو بکر نے جیسا کہ تیرھویں باب میں لکھا ہو کھا تھا ملن کی جہد لپنی ہوگی اور اب اسکی تلاش میں جیت۔ آدمی ایسے تھے کہ جو اوس ارادے کو پورا کیا نہ پاتے تھے۔

انہی کے درختوں کے جھرمٹے کے جو عوام نہ کون پر لگائے جاتے ہیں۔ اوسکو اون آنکھوں کے مقابل میں کہ جسے نیک نیتی چمکتی تھی بد نیتی سے دیکھ رہے تھے۔ رولی نے اوکو کبھی نقصان نہیں پہنچایا تھا اور اس سے بالکل بے خبر تھا کہ لوگ بیان موجود ہیں۔ انہیں مایوسی سنگھ و گنگا راے نہ لگا تھا اور نیزو آدمی جہین سے ایک حوالہ پر شاہ سنگھ اور دوسرا ایک بیچ ذات ہندو سوار تھا کہ جسکے چہرے سے جلا لگی اور ہوشیاری ہی ہوشیاری پرستی تھی موجود تھے انہیں سے کوئی وردی پہنے ہوئے نہیں تھا۔

یہ لوگ اوس جماعت کے ممبر تھے کہ جو تاریخ میں خاموش نہیں رہی تھی۔ اور جو ہندوستان میں بہت عرصہ تک خوف پیدا کرنے والی تھی۔ پھانسی گر۔ ٹھک۔ اور دوسرے پاگل بد معاش قیصر سب کے تحت پوشینے

لیکن یقین تھا کہ لینا ہر دوسے شادی کو راضی ہو جاتی خاصکر اوسکا کل خاندان خصوص کیٹ ولن اوسکی تائید میں تھے اور جب کہ یہ سب ہو گیا تھا جب لینا سے ملاقات بھی ہر دوسے ہو گئی تھی سب کسر شان کے بطور عاشق کے جوڑ کن سے مرتبہ میں کئی حصہ زیادہ تھا۔

سفینے جیسے ہی کہ بال رات کو گونہنا شروع کئے گئے خیال کیا گیا اوسکو یقین ہو گیا۔ کیا جیک کو یقین ہو کہ مجھ کو اس سے محبت ہو اور اگر نہیں اس باعث وہ مجھ پر ابھی تک فریفتہ ہو کیونکہ بہت کم لوگ میرے لیے بد عہدوں کو معاف کرتے اور ایسے بی رحمانہ اور خلاف سلوک کو بھول جاتے ہیں۔ غرور اور ذاتی عزت کہ جسکو غور بھی کہنا چاہیے اوسکو نہیں روکتے اور جو میں دشواریاں پیدا کرتی ہوں وہ اوسکے عشق کو اور بھی زیادہ کرنے والی ہیں یہ مجھکو معلوم نہیں کیا عشق عاشق کے معشوقہ سے غلام یا محبت سے جلد جاتا رہتا ہے۔ کبھی صورت سے ہو لیکن وہ ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن اسکی کوئی عجیب اور شہ سے بھر نئی ہوئی امید ہے۔ کیونکہ اوسکا خیال تو عرصہ ہوا اوسکے دل سے نکل گیا ہو گا میں سمجھتا ہوں کہ انسانی دل ایسا ہی کہ جیسے ہی اوسکے ماتھر وہ شو آئی کہ جب کی وہ خواہش کرتا ہے وہ فوراً اوس سے پریشان ہونا شروع ہوتا ہے کیا جیک بھی یوں ہی کرے گا۔ نہیں میں خیال نہیں کرتی۔ غرض جیک اوسکی آنکھیں اوسکی پرانی مستعدی اور گرجو شئی آج ظاہر کرتی ہیں۔

یہ بھی نہیں تھا کہ لینا کو یہ خیال نہ تھا کہ کیا اوسکے دل سے اسوقت گذرے گی۔ لیکن جیسا کہ پہلے کو اسکی تقریر سے معلوم ہوا اوسکو پھر اپنی شان کا خیال اور غور نہ تھا کہ جس کے اوسنے اپنے بڑے اور بلا کسی

چھوڑ دیا۔ اگر تیری گورنمنٹ نے بہت اپنا بوسنس
 اٹھائے کم کرنے میں مصروف کیا۔ اور تیرے
 کے بیان کیا گیا جو کہ ٹھکانوں نے ۵۰ لاکھ آدمی
 حساب سے اوسط میں سالانہ مارے تھے
 گو اصل میں یہ سب ٹھاک ہندو تھے۔ لیکن برادری
 و ذات کی شوق کے دور کرنے سے بہت سے ان میں
 اہل اسلام بھی شامل ہو گئے تھے۔ بلی سنگھ اور پرباکھ
 دونوں سپاہی ہو گئے تھے۔ اس واسطے انھوں نے
 اپنے کسی قدر زیادہ آمدنی کے پیشہ ٹھکی کو چھوڑ دیا
 تھا۔ لیکن یہ لوگ ابھی تک خفیہ اشاروں کے
 قانون سے بخوبی واقف تھے جو بالکل فری مشین
 کا سا ہوتا تھا کہ جس سے یہ لوگ ایک دوسرے کو
 پہچان جاتے تھے
 محمد علی کے پاس ہاتھ لیا جانے سے اشارہ تھا کہ
 اجنبی آئی۔ اور منجھ پر ہاتھ رکھتے اور
 اٹھنا ناظر کرتا تھا کہ خوف جانا رہا۔ شرک پر ایک
 کیر کھینچ دینی یا بیٹوں کے جوڑ دینے سے یا ایک
 دوسرے پر چتر رکھنے سے اور دوسرے بہت
 بڑے اشاروں سے یہ لوگ ایک دوسرے کی
 رہنمائی کرتے۔ یہ سب اشارات گورنمنٹ کہ
 معلوم ہو گئے تھے۔ کیونکہ اسے بہتوں کو چھانسی
 دیدی تھی۔ یہ مشہور تھا کہ یہ لوگ اوس شخص
 کے ساتھ جس کو مارا جاتا ہے جب تک
 کہ اُنکو موقع نہ ملتا یا جیسا کہ اُنکا خیال تھا
 (گو لوٹ ملے خاص نیست تھی) جب تک
 کالی جی کا حکم پورا نہ ہوتا پراہر جاتے تھے۔
 کالی کی نسبت یقین ہے کہ ایک مرتبہ زمین پر رہی
 ہی دولت آباد کے قریب جو غار انور کے ہیں اویز
 کے جھکے دیوانوں پر بھرت پریت اور جانے کا

کاسے کی اتھاویر جی اسکا تھیں کہ جس سے ٹھکی کا سب سے
 بڑا بڑا ہوتا تھا۔ جب موقع ہوتا یہ لوگ جنگ کے قریب
 مارتے۔ یہ لوگ رومال گردن یا ناک پر ڈالتے زمین کھودتے
 اور گرے میں گرا دیتے۔ یہ لوگ خون نہیں نکالتے اور
 اس سے ہمیشہ گریز کرتے۔ یہ لوگ موت کے سامان
 رومال اور کرا کر کو پاک خیال کرتے کہ جو شربت شراب اور
 برانڈی میں بہت دھویا جاتا اور سات مرتبہ آگ میں
 اگیا جاتا اور اسکو بہت عزت کے ساتھ ٹھاکے و مال
 میں اپنے گرو سے لیتا کہ جسکو کچھ روپے دیا جاتا۔
 گنگارے کو شاید اسکا خیال تھا کہ دیکھیں کہ کس قدر
 رولی ملن سے اوسکو ملے۔ طریقے ٹھکی کے متعجب تھے مثلاً
 ایک مسافر کے ساتھ شرک پر ایک آدمی ایک جانب اور
 ایک دوسری جانب چلتا ایک انہیں سے اوسکے
 گلے کے گرد پھانسی پھینکتا اور دوسرا خود اُٹھنے لیتا
 تیسرا اوسکی ٹانگیں پکھٹ کر گھونسون اور لاتوں سے
 مار مار کر کرتا کہ جہاں کہار سے کام لیا جاتا۔ اور ایک
 گڑھا تین فٹ گہرا کر کے منہ کے بل ڈھکیں دیا جاتا۔
 بلی سنگھ سے کم درجہ کے لوگ اپنی برادری میں ایسے
 لوگ مثل وجن راج سیٹھ من کے اور اوسکے ایجنٹ
 ہمارے لال تھے کہ جو اپنے دفتر میں بارہ ٹھکانوں سے کم
 نہ رکھتا تھا۔ یہ لوگ صرف اس قدر حصہ لیتے کہ اپنا روپیہ
 لوٹ اور خون خرابے میں بھیلانے۔ اس غضبناک
 پیشہ میں ٹھاکے بچے بچوں کو پالتے۔ اور بویان
 رکھتے۔ رفتہ رفتہ یہ سائنس خود ایک برادری ہو گیا۔
 اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر جیسے ہی کہ من سوار ہوا بلی سنگھ
 نے کہا "کنٹونمنٹ میں بخریت ہو چکا" گنگارے نے
 کہ جسکی آنکھیں بہت سی ہلاکتیں کے بالوں میں سے پک
 رہی تھیں۔ وہ مجھوڑ اور اب ہماری نظروں سے
 ہلا گزرے نہیں نکل سکتا۔ تاہم یہ لوگ یہاں سے

اور بڑے لارڈ جج سسلی صاحب مع چوکیداروں کے آکر
 کیا ہمارا سہیلین خاتمہ نہ کر دینگے؟
 گنگارا سے نے وائٹ پیکر کہا۔ چوکیداروں کا ایک
 آدمی ہم سے مل چکا ہے۔ لیکن جب شاہ روم سلطان مصر
 صوبہ دار میرمنو لینین مع اور فوج کے سرداران نیپال
 اور گوالیار سے کرجان قبر حنفی ہر دہلی اور اودھ کے
 بچانے کے واسطے آئی گئے ہم لوگ بھی ان ناپاک فرنگیوں کا
 خاتمہ کر دینگے۔ کیا یہ ہماری پیشانیوں اور آسان میں
 لکھا ہوا نہیں ہے کہ کمپنی کا راج بہت جلد ختم ہو جاوے گا
 اور اداسی کے ساتھ عیسائی بھی ۹۔ ان ہیود یون۔
 آگ کے پوجنے والوں اور ارمیتوں لوگوں پر برصا کی
 لعنت ہے یہ جلد بپا ہونے پر ایک کے نام پر تھوکر کر کے
 کہا۔ ان الفاظ نے ان لوگوں کے دلوں میں جو شش
 پیدا کیا۔ کیونکہ اس فوج کے پادری صلاح الدین اور
 گنگارا سے تھے کہ جنہوں نے میل تقسیم کرنے والے پادریوں
 کی جگہ لی تھی۔
 وائٹ گنگارا سے نے کہا یہ دیکھو لارڈ صاحب
 کمپن کے کوجب گولاؤں کے سر پر جا کر ٹوٹے گا اور کے بعد
 اوں کو معلوم ہوگا کہ دیوی کے جگہ مند کلکتہ کا انھوں نے
 خراب و ناپاک کیا پورا بد کہ لینے والی ہیں۔
 فقیر اور اپنے ساتھی چھانسی کہ دیوں کی گفتگو سے کینقد
 پریشان ہو کر بابو بلی سنگھ کو گھوڑے پر سوار محل کی جانب
 اس حال کی اطلاع دینے گیا۔ اب شام گزر گئی اور جنہا
 کنتونٹ سے واپس آنے کے واسطے جلدی میں نہ تھے
 کیونکہ حضرت اوسوقت ہرور کی میز پر انگلیں جھیلانے ہو
 شراب میں مست گپ ہانک رہے تھے۔
 شمس الدین نے کہا۔ شاید وہ دوسرے بھاگے
 نکل گیا ہو۔
 فقیر نے جواب دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اوں کو دہلی

واپس آنا ہی۔ اب آفتاب مغرب میں چلا گیا تھا اور انہ
 کے درخت کا سایہ ٹرک پر چھایا تھا۔ یہ تینوں جو رہاگل
 خاموش اور بامیر رہے اور کیے با دیگرے تھپنے لگے۔
 انھوں نے ایک سازش کی تھی کہ جو بالکل سادہ تھی۔
 اگر تاریکی مناسب ہوتی تو شمس الدین خان رومی طرح سے
 ایک سوال کرنے والا تھا کہ جو اپنے گھوڑے کو روک کر اوجھا
 طرف مخاطب ہوا پر سادہ سنگھ اوسوقت روال اوں کے منہ پر
 ڈالتا اور گھوڑے پر سے گر کے انہ کے درختوں میں لیجاتا
 کہ بہانہ پاک کو دارا قیام نہ سب کام کرتی۔
 وقت کے صرف کرنے کے واسطے گنگارا سے نے ٹھکی کے
 مقصہ کا ذکر کرنا شروع کیا کہ جیسا دولت آباد کی دیواروں پر
 لکھا ہوا ہے۔ بہت پرانے زمانہ میں دنیا کو ایک بڑا
 بھاری راجپس تھکیت ویسے ہوئے تھا جیسا کہ فقیر
 حروفون میں اور اسے سولہ مندروں میں ٹھکی کے سب
 خفیہ راز لکھے ہوئے ہیں۔
 بعد اوسکے کالی جی آئی کہ جونا س کرنے والی اور مہادیوی
 دوسری صورت ہے۔ آفت اور غضبناکی کی دیوی
 کہ ہمیشہ قائم رہنے والی برف میں ہمالیہ کی بڑی چوٹی پر
 رہتی ہے۔ اور برحما۔ دشنو۔ وشیو تینوں کو اپنے
 اور پوری طاقت میں رکھنے والی۔ انسانی نسل کو اپنے
 کے واسطے کالی نے اس راجپس کو تلوار سے کاٹ ڈالا۔
 لیکن اسکے خون سے راجپس اور پیدا ہوئے کہ جو اس
 پہلے راجپس سے زیادہ غضبناک تھے کہ جنہ کالی نے دو
 آدمی اور پیدا کیے کہ جنکو اسنے ایک رومالی ہی باکر واپا
 دیا اور سکھلا دیا کہ کس طرح سے ان لوگوں کو بڑا ایک
 قطرہ خون کے کھانے کے چھانسی دینا چاہیے۔ اس طرح
 یہ لوگ مارے گئے جیسا کہ ان سطور میں لکھا ہوا ہے۔
 اور جب ان دونوں آدمیوں نے کالی جی کو روکنا روایا
 واپس دیا۔ اوسوقت کالی نے کہا۔ اسے اس کے تمہاں وال کو

دن کی ہڈی ہو گئی تھی۔ شام ٹھنڈی تھی۔ نازک عرصہ انتظار کی ہوئی ہو گئی تھی۔ لیکن افسر اسکے حائل روکنے

کے واسطے نہیں آیا۔ یا اوس سے شراب کے جاموں میں شکر کرتا۔ پس جبکہ ہر ور اپنے بنگلے میں تنہا بیٹھا ہوا اپنی لینا سے ملاقات پر تجویز کرنا تھا۔ ملاقات اس کا عرصہ سے وہ متنازع تھی۔

اوسنے جو کچھ لینا کی زبان سے نکلا اور سر غور کیا اور بھی زیادہ پریشانی ہوئی اپنے دل میں کہا۔ اوس شخص سے وہ محبت کرنی ہوگی۔ اوسنے یہ قبول کیا

ہو کہ اوس مرد سے اوسکو نفرت نہیں۔ ایک عجیب شبہ پیدا کرنے والا اقبال ہے لیکن یہ بھی کہا کہ اوس سے کبھی شادی نہ کرونگی اور اوسکا دل

اپنا نہیں ہو۔ تو پھر وہ کس بلوں کا ہو۔ اوسنے خوف کیا کہ بہت سی باتیں اوسنے نہیں کہی ہیں۔ یا ایسی باتیں کہیں کہ جنگو کہنا نہ چاہئے تھا لایا میں

بار بار اوس سے کہ نہیں دیا کہ میں منت اور اسکی پرستش کرتا ہوں۔ اور کیا انسان اسکے آگے کہہ سکتا ہے۔ لیکن وہ میرے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ

شادی نہ کرے گی۔ وہ حد درجہ ایسی بحث میں ناچھکی کیا میں بطور ایک مارے ہوئے جواری کے چکر گوش کروں یا نہ تھا ہی اوشمالوں کا

لینا کی آواز اور آنکھوں کا اثر اس ارادہ کے دھڑکے کا قی تھا۔ باوجودیکہ لینا نے کوشش کی کہ ہر ور کا خیال بالکل اوس سے ہٹ جاوے۔

یہ اپنے بنگلے کے برائے میں سے ایک پنکھا قلمی کے کونہ میں بیٹھا تھا۔ اور ماتح کے قریب ایک میز پر کچھ شہاب وغیرہ رکھی ہوئی تھی۔ اوسکی آنکھیں آسان کی طرف

تھیں تاہم اس کے سامنے اس کے خیال میں لینا کا چہرہ تھا۔ اور خاموشی سے اپنے دہن میں کہتا کہ ابھی تک

اپنے پاس رکھو اور جسطرح سے کہ اب تک لچھون کی قربانی کرتے رہے اب انسانوں کی کرو۔

اور پس یہ دونوں دنیا میں بطور شکر کے آئے اور کچھ عرصہ تک کالی نے انکا ساتھ دیا کیونکہ اوسنے پچاسی گیم وین کے اس شرط پر پچھانے کا وعدہ کیا اور اسکو اس

کوئی نہ سمجھے۔ لیکن حاکم استقبالی کی تو ایک عجیب خواہش ہوئی پھر ایک شخص نے پیچھے بہت تھکر کر دیکھا کہ کالی جی ایک پارسی کو کھاری میں کہ جس سے وہ ہفتہ

نا راض ہوئیں کہ یہ حکم لگایا کہ لوگ قربانی کریں۔ اور اسکو پوشیدہ بھی کریں۔ اس وجہ سے اس گدار اور نقشبوت کے منہ کے بل دفن کرنے کی ضرورت ہوئی۔

یہ ہی حال اس فرنگی کا آج شب کو ہوگا۔ یہ اصلیت تھکی کی ہے۔ لیکن ہم لوگ کوئی نقل نہیں کرتے یہ قسمت کا لکھا ہو کہ جسکی مالک کالی ہیں کہ جسیر اس

زندگی کی قربانی کرنے کے واسطے دنیا میں برعکس سزا نہ دیئے۔ بلکہ دوسری زندگی میں اسکا صلہ دیں گے۔ غریب کیٹ ملن کا چاندنی میں قبل سونے کے چلق ہوگا

انتظار کر رہی ہے۔ کیونکہ عاشقوں کو بہت کچھ گفتگو کرتی ہوئی ہے اور سب زمانہ آئندہ کے ایک جوی خوشیوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

دہلی میں چاند روشن تھا۔ کیٹ اوس چوتھرہ پر شمل رہی تھی کہ جہان لینا اور ہر ور سے ملاقات ہوئی تھی۔

اوسنے کنوینٹ میں گھنٹہ بجتے سن۔ انتظار کرتی اور کان لگاتی۔ لیکن ملن کے گھوڑے کی ٹانگوں کی آوازیں شکر پر نہیں معلوم ہوئی تھی اسی طرح سے شام گزر گئی اور بالکل شب آگئی تھی۔

سترہواں باب
ملن کی خبر

کشمیری دروازے سے چھ منٹ دو سکندڑ اور ایک بک
میں آیا ہوں۔

ہر روز کا دل چھڑکنے لگا کہ کہیں کہیں سب حال تو
نہیں بیان کیا اور کہا لو ایک گلاس شراب اور ایک
بیکٹ کھاؤ۔

درجیک۔ شکریہ۔ شکریہ۔ یہ کاشے کیا ہو۔

درکابی شراب ہو۔ میں چاندنی چوک کے پارسی سوداگر
سے لا یا ہوں۔ تیرہ ہی ابھی ویسی ہی ہے۔ لیکن
حسب معمول دیکھتا ہوں کہ پاؤں سے برف کا برتن
خالی چھوڑ گیا ہے۔

درخیر یہ کافی میری پیاس کے بجھانے کو ہے۔ میں
ستلی کی بیٹیوں کے بطن سے ہو کر آیا ہوں وہ کابی
فٹن پر سوار جوڑے جرسی ایک خدہ شکار نکلی
تھیں۔ میں لیڈیوں کو پسند نہیں کرتا کہ وہ خود
کارٹیاں مانگیں۔ اس سے اونکے ملائم ہاتھ سخت
ہو جاتے ہیں۔ اونکی آنکھیں چمکتی۔ اور علاوہ اسکے
ہندوستان اسکے لائق نہیں۔

درہتھیں ہو کہ یہ ہی بات نہیں ہو کہ جو تم گھوڑے پر
ہو اسے باتیں کرتے ہیں اسے بھو۔

درنہیں بلکہ مبارکباد کے واسطے۔

درکس پر کیسا اسٹان میں تقریری پر۔

دراس سے بھی کچھ زیادہ۔

در وہ کیا وہ کیا۔

درمیری ہونے والی شادی۔

درخوب۔

درمیں نے اور کیٹ نے سب انتظام کر لیا ہے۔

درست بھاری ہوئی نہ جیک۔

درایسی جلدی۔ کیا سچ مج۔

دردرحقیقت۔

اوس کے اس سے عشق ہو اور یہ اور بھی اطمینان سے وہ
اب کہ سکنا ہو کیونکہ اوس نے یہ بھی نہیں کہا ہے کہ وہ

روکن کی بیوی نہوگی بلکہ یہ بھی کہ وہ اب بالکل شادی
نہ کرگئی یہ اوسکو یقین تھا کہ لیتا اوس سے ملاقات

کرگئی اور اگر وہ شادی نہ کرگئی تو وہ بھی کنوارا ہی
رہیگا۔ اور اپنی پٹن کی بھلائی اور تہری میں اور بھی

زیادہ توجہ کرے گا۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اپنے
دل کو اطمینان دینے کے واسطے اوسکو لینا سے اب

ملاقات کرنا۔ اور وہی سے باہر جانا چاہو کیٹ او
پولی سے خط کتابت کیا کرے گا۔ اور اس طرح سے

لینا کی بھی خیر و خافیت۔ اوسکی صحت۔ خوشی کا حال
معلوم ہو جایا کرے گا۔ لیکن اب اوسکے مکان پر نجاوے گا

اوسوقت تک جب تک کہ دونوں کے بال سفید
نہ ہو جاویں گے۔ اوسوقت تک نہیں جب تک کہ چار

سال کی وہ ہو جاوے گی۔ جو زمانہ عورت کا سب سے
زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ جب تک اوسکی مونچھیں سفید

نہو جاویں اور اوسوقت تک ہتھیں ہو کہ اوسکا عشق
بھی کم ہو جاوے گا۔

درجیک یہ دردناک خیالات پکاری رہا تھا کہ اوسکو
اپنے اطمینان سے گھوڑے کے ہنہانے کی آواز اور

روٹی ملنے کی پیر کی آہٹ معلوم ہوئی ہنستا ہوا
وہ براہ سے میں آیا۔

درہیلو جیک کس خیال میں ہو۔ تم ایسے پریشان ہو
گرے خیال میں معلوم ہوتے ہو کہ گویا اپنی مونچھوں

میں ایک سفید بال کے دیکھنے سے افسوس کرتے ہو۔
در اوسوقت تو تم بہت خوش معلوم ہوتے ہو کیا

اوس گھوڑے نے کلکتہ میں بارہی ماری یا کیا۔
ملنے نے اپنی تلوار مونڈتے پر کھڑا اور ایک کرسی مانند

سے نکال کر کہا۔ جو جھکو تھیں ایسی خبر سننا۔ ہو کہ میں

”شکرہ بیگ شکرہ اور اسکے جواب میں میں بھی چاہتا
ہوں کہ خدا تمہاری عمر دراز کرے“
”اگر بالکل بے سود ہے“

”کھراؤ نہ ہے“

”وہ کوئی میرے ساتھ نہیں ممت کرو“

”وہ جھجکے ہوئی نایوسی نہیں ہوتی اور اس باعث میں
معلوم ہو گیا کہ تمہارا کیا مطالبہ ہے لیکن میں نے
سب سال تمہاری ملاقات کا لیٹا سے سن لیا ہے“

”وہ تمہارے شہنا“

”وہ ان ایک ایک لفظ“

”وہ اوس سے“

”وہ نہیں یہ کیوں کر ہو سکتا ہے“

”بھریو کیوں کر ہو سکتا ہے“

”بالکل سادہ طریقہ پر لینا کیٹ سے کہا کیوں کر تمہارے
پوچھنے پر میں نے کوئی راز نہیں رکھتا اور کیٹ نے
مجھ سے ارکھو کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی راز نہیں
یہ سب حال کہا اور یہ انہی طرف سے بیان کیا کہ وہ لہجہ
پریشان ہو گئی تھی اور اس کے بعد رشادی نہ کرنے کے
عدوات ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں“

”وہ اچھا شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن پھر گھو اب یہ سوال
تمہارا دوست جیک بہرور اس سے کبھی نہ کرے گا“

”وہ فضول بات عاشق صرف سدا اچھا ہوتا ہے۔ پس اچھے
تین اب سہارا پائے ہوئے خیال کرو۔ پھر باؤ اور لیتیں
ہو گی آخر یہ تم ضرور کامیاب ہو گے“

”میں نے اس پر بہت سے چرٹ اور دھتکہ مارنے میں
نی ڈالے ہیں اور میں نے مسئلہ حل نہ کر سکا ہے“

”وہ کب سے ہے“

”وہ اگر ہو سکے تو وہی سے چلا جائے۔
لیکن میری شادی کے قبل نہیں ہے“

”وہ قرین روی ملن ٹکو سبک بویا ہوں۔ کیونکہ وہ جی
چاہتا ہے اور اچھی لڑکی جو جیسی نیک ویسی ہی خوبصورت
اور خوبصورت اور سکو بطور ایک بہن کے بہتا ہوں“

”وہ حقیقت وہ ٹری ٹری ٹری ٹری ٹری“

”وہ شادی ہو گی“

”وہ اس ہفتہ کے خاتمہ تک“

”وہ بہت جلد ہی ہو گی یہ کس طرح سے سب ٹھیک ہے اس
ٹکو دور سے نہیں دیکھا“

”وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں جیک تجارت کیوں
پاڑیوں وغیرہ کے پاس گیا تھا۔ کیونکہ میرا چاہتا
روپیہ لیکر گیا ہے اور بہت خراب حالت میں ہے۔ اور
ہلوگ شادی کر کے فوراً گلگتہ اوس سے ملاقات کرنا
چاہے تاہم۔ میں نے باگہر گریوس سے ملاقات کی
تھی وہ راضی ہوئے ہیں کہ گپنی ڈویل کے سپرد کر کے
میں چہرہ کی رخصت کر دیا جا سکے ہوں جس کے بعد
ہم میان پھر پینڈی ہند میں لائے گریوس کے ساتھ
زندگی بسر کرنے کو چاہے تاہم میں نے اس باعث اب
ہم لوگوں کو انتظار نہیں کرتا ہے“

”وہ یہ تو ظاہر ہے“

”وہ مجھے تو امید ہے کہ تم نوٹس بنو گے“

”وہ ان میں خیال کرتا ہوں غشی سے کیا لینا دو
کی سبلی ہو گی“

”وہ بلا شک اور وہ سب کچھ کہنے لگی۔ وہ چھ سہیلیوں
سے ایک ہو گی۔ میرے چچا نے علاوہ اون میں
بزارو بیون کی اکثری کے کہ جو بعد اوس کے مرنے (معا
اونکو سلاست رکھے) ملین گے اور جس سے بگ کا خرمن
ادا ہو جائیگا۔

”وہ تم ملن بڑے خوش قسمت ہو۔ اور اس کے مستحق
بھی ہو“ اور کچھ دیا۔

یہ بلا شک نہیں۔ یہ رولی یاد رکھو کہ اگر لینا اپنے پیچھے
تو پھر کبھی نہ سمجھی گی۔

درمیں اسپر ایک تھیلی مشرقیوں کی بدنامیوں کا گر
تم تیسری بار اس سے کہو گے تو ضرور راضی ہو جاؤ گی
جب میں اس سے پوچھوں نہ سب تو بازی پاؤ گے۔
وہ تم کا ریس والا ہوں میں کچھ عدالتی نہ پاؤ ہو۔ اوسکو
سہلی لینے کے وقت دیکھنا تمہارا سب بھٹہ بھجوا دینا
وہ تو میں تو نہ جاؤنگا۔

رہنما جاننا ہوگا اور کھانے کے وقت پیرسج میں ہوگو
وہ عادی نہیں ہوگی کہ دونوں عاشق و معشوق چھی طرح
سے زندگی بسر کریں۔

وہ رولی تم آج کیا میرے ساتھ کھانا کھاؤ گے
میں آج خاموشی کے ساتھ تمہارے ہی ساتھ کھانا
کھانا چاہتا ہوں۔
وہ خوشی کے ساتھ پرنے دست۔

وہ اچھا اوس بدعاش فرخ پانڈے کو دیکھو وہ بہت
وقت اپنا درویش فلاح الدین کے ساتھ بھاگ پرست
رہا ہے اور باقی وقت سودا گروں سے دست۔ ہی کے
واسطے جھگڑنے میں۔

اس طرح سے رولی ملن اون لوگوں کی منت سے ناوقت
وہ اوسکے تاک جھانک میں بیٹھے ہوئے تھے کسٹو منٹ
میں۔ چاول اور گوشت کی ایک رکابی ایک بوتل
ٹاپی شرباب کی ہرور کے ننگے میں چبکے کیا اور ہو
سے۔ اپنے ارادہ و امید اور پیش بندیوں کی نسبت
نفسگوئی کرتا تھا کہ شام گذر گئی۔ اور دشتوں کا سایہ
لہری اور لمبی دیواروں بالو کے میدانوں اور دریا میں
معلوم ہونے لگا۔

کل چاندی کا اسباب خرید کیا گیا ہر ایک شو و چند چند
کی گئی۔ اور اطلاع دی گئی کہ اور سامان طیار ہو۔

اسباب کے لیجانے کے واسطے دو کسریے کے ہاتھ یوں
یا تو بچانے کے بلیوں کی ضرورت ہوگی۔

وہ مجھے امید ہو کہ وہ رٹوں کو نہ بلا دینگے۔
وہ میں خیال کرتا ہوں کہ نہیں تم کس طرح خیال کر سکتے ہو
کہ وہ آویگا۔ چرٹ کا بکس مہرانی سے اٹھا دو۔

وہ اب نہیں معلوم کہ کیکل کے زمانہ میں کیا ہوا ہے
خزاروں شرباب کی بوتل دیئے میں
مشکل و مصلحتی وضع کے تحارت کرتا تھا۔ اور اسکی
میرے پاس پوری وجہ سمجھی تھی۔

وہ جنت باز ہو جیک جنت۔
وہ لینا ایک عجیب عورت ہے۔ ایک عجیب راز ہے۔

وہ میں جانتا ہوں کہ ہندوستان میں جب سے وہ آئی تو
بہت سے بار کپور اور آٹھ آباد کے سیغاموں کو اسے منظور
کر دیا ہے۔ سو ملین جیکو جانتے ہو کہ بویہ کے معاملہ میں
بہت پڑھنے میں بالکل غائب کر دیئے گئے۔ اسل تکا شکار
سے تمکو خوش ہونا چاہیے۔

یہ رٹوں کو۔
وہ اوجیک۔

وہ اوسکے پاس مجھ سے زیادہ دھیر ہے اور اسکی زندگی کا
بیمہ اپنی اصلی قیمت سے دو چند ہے۔

وہ اب پھر تم پر ہر اسنے لگے۔ میں جاتا ہوں سات بجے
کل پاؤں کی لڑکیوں کے ساتھ بارہ دوسری میں کھانا
کھاؤنگا۔ اگر کیٹ سے فرصت ملی۔ کسی وقت تم سے کل
ملوں گا۔ فرخ سائیس سے کہہ دو کہ بڑے پھاٹک کی تکیہ
گھوڑا لیجاوے میں وہیں اوس سے ملونگا۔

ملن ہرور کے پاس جانے کے بعد اوس سائیس سے آوا
جو اوسکے واسطے کی گئی تھی خوش قسمت تھا کہ کسٹو منٹ
کے پھاٹک تک پیدل چلا گیا۔

دشتوں۔ کالی۔ اور مہادیو تینوں نے اون ترغیبوں کو

نہیں دیکھا تھا کہ جسے یہ افشٹ پہن ہوا۔ پسیدال تھا۔
دو لگا تھا۔

چاندنی میں طوائفوں پر نظر کرتا گذرا کہ جو مس بنگلہ کی انفل

میں خوب بیچ رہی تھیں۔ یہ کون میں آیا۔ ہر دن
میں گنگوڑوں تھے۔ پانچا ہون میں چٹھے لگاٹے ایشیا
بال کھڑے ہوئے ایک مجمع میں ناچ رہی تھیں۔ ملن تھوڑے

عرصہ تک یہ ناچ میں بنگلہ کی کھڑکی سے ایک پر اندر اور
ایک باہر لڑکائے دیکھتے کبھی یہ دونوں رنڈیوں کی

طرف دیکھتا۔ اور کبھی ۳۵ وین کے افسروں کی جانب جو

اس سے کہہ رہے تھے کہ میں ٹھہرے۔ لیکن اسکو اپنا وعدہ

کیٹ سے یاد تھا اس باعث بچہ کہا کہ کوئی شخص تمھارے

یہاں سے دہلی کو جانے والا ہے۔ میں اسی وقت گھر جاتا

چاہتا ہوں۔
دلنگ بائی نے کہا: میں۔

۳۵ وین کے ریورسلی نے کہا: میں۔

پس تینوں آگے بڑھے اور اون انہ کے درختوں کے

قریب سے ہو کر گذرے کہ جنہیں یہ بچا ہنسی گیران ساتھ

کو آتے دیکھ پریشان ہوئے تھے۔ کافی مانتے اوسکے

باتھون سے یہ موقع کھویا۔ اب شاید بہت جلد دوسرا

آوے جیسے ہی کہ بہ انیسواں مقام سے آگے بڑھے یہ

ٹھگ اب اپنے ارادے میں مستعد لگے سایوں میں چپے

لگے۔ اور اس طرح سے گھوڑوں اور افسروں کے سایہ میں

دہلی تک گئے۔

دیکھا کہ ملن۔ ریورسلی۔ اور دلنگ بائی سے محل کے چھاپر

علیہ ہوا۔ جیسے ہی کہ اسنے گھوڑا کھڑکایا ان لوگوں

نے بھی اسکا تعاقب کیا۔ لیکن قبل اسکے کہ یہ پہنچ سکیں

ملن باوری کے بنگلہ میں داخل ہو گیا۔ انھوں نے دیکھا

کہ یہ کیٹ سے جو تیرہ پہلا ویسوا زادہ ہی تھی کہ مرزا میں

عورت کو حاصل ہوا جس سے مشرقی لوگوں کے

دولوں میں حقارت اور تعجب پیدا ہوا۔ یہ لوگ اس وقت

دوران کھڑے رہے جب تک کہ یہ گھوڑے پر سوار ہو کر

اپنے مسکن میں داخل نہ ہو۔

چاندنی رات کی روشنی میں یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکے

تھے۔ لیکن ملن کے مکان کے خلاف سے بالکل واپس تھے اور

جانتے تھے کہ کب اور کہاں سونے ہیں گھوڑوں کی

دوران سرکاری کام پر کئی بار گیا تھا۔ اور یہ غیر معمولی

سے بھیک مانگے ہوئے تھا۔ اور شاید ہی کبھی خالی ہاتھ

واپس آیا ہو۔ رولی نے ان تینوں سیاہ رنگ و سونے

آہستہ تک نہ پائی تھی۔ کیٹ کے آخری بوسہ اور جڑو

وقت کے الفاظ پر وہ غور کرتا تھا۔ یا اون پر خواب میں

تھا۔ اوسکی آنکھوں کے سامنے سفید و لہسن شادی

کی انگوٹھیاں۔ شادی کی مبارکبادی پر ہر دن

رکھی ہوئی شامپین۔ اور تھوڑا لگا لگا ہونک دریا کی

اور وہاں سے کلکتہ تک بذریعہ ریل سفر اور گاڑیوں کی

میں ہیموں کا صرف کرتا تھا۔ ریورس کی یہ باتیں

کانوں میں گونج رہی تھیں کہ یہ درجہ کوئی قسمت کی

حصہ دار اور اوسکی خوشی کو بڑھانے والی ہے۔

ان خیال اور غور ہوں میں وہ مشکل سے خیال کر سکتا تھا

کہ برصغیر میں اور وشنو۔ گنگا کے پرشاد سنگھ اور خامو

شمس الدین کون ہیں۔ اور کیا اوسکے واسطے فکر میں کر

رہے ہیں۔

اسرار حوال باب

کیونکر ٹھگ کامیاب ہو

رات بالکل خاموشی آسمان صاف۔ مٹی اسنے اور ہر

کی کاہلی شرب نے ملن کی آنکھیں میں غنودگی غلاب

معمول بدایا۔ شہر میں محسن جی عیشید جی بدایا

سوداگر کہ جسکی دکان جو قریب کے بلالین کہ

ملن نے ایک کمرہ کرایہ پر لے لیا تھا۔ پاؤنی صاحب کے مکان کی قریب کے باعث اس نے یہ انتخاب کیا تھا۔ پارسی کے مکان کے چاروں جانب وہ جیسے برائے تھے ایک بچے کا اس غرض سے کہ کھڑکیوں پر سیاہ پڑاوردوسرا یعنی اوپر والا بھی اوپر کی کھڑکیں کیلئے عمارت ملن کے سونے کے کمرے سے بخوبی واقف تھا کیونکہ اکثر کمرے اپنی اوپر دوسری کے حکم احکام اور خطوط لایا کرتا تھا۔ اصرار جب کہ بڑے کھول دیے گئے تھے اور موسم تیار تھا کھڑکیاں دونوں کے واسطے کھلی ہوئی تھیں۔ اسے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دیا کہ بیان ہمارا شکار ہوا ہے۔ یہ بلا شکار کس قدر شہید تھا کہ ہندوستان میں قریب دو سو سال کے تجربہ پر بھی انگریزوں کو اس خفیہ سوراخ کی حالت سے ناواقف ہوں۔ انگریزوں کو اس قدر خوشنما کہ تھے کہ ان کے آگے جب ہم تھکائیں گے تو انہوں نے اور لایا تھا۔ اس وقت تک ٹھکانے سے واقفیت نہ تھی۔ مارتا انکا پیشہ تھا لیکن تھوڑے سے آگے کو مشیت بھی رکھتا تھا۔ انکا زمانہ خوش خیال کیا جاتا تھا۔ اور یہ لوگ ہمیشہ گریے۔ دوار اور گتھی پر ہوتے تھے۔

جب وقت یہ دونوں شکر پر تھوڑے تھے۔ بالکل پاروں جانب انھیں لایا تھا۔ کل باشندوں کی پیشہ کھربوں میں سے۔ یہ کھجکا کا پانی چوکتا تھا ناپاک سیار تھائی میں کسی باغ میں چلاتا تھا۔

ایک دفعہ میں اور بڑی شکر چکھا تاہم پاروں کے آئندہ وہ کسے قریب ہوا تھا بالکل سفید شفاف روشنی سے نہایت ہوتی تھی۔ دوسری بالکل تاریکی میں گھری ہوئی دونوں اپنی جہ پر تھے

مکان کے اوپر طرف کی دیوار جہاں ملن سوتا تھا

سایہ میں کھینچ کر رکھی ہوئی تھی۔ اور اس کا ٹھکانہ کو اپنے کام کرنے میں آرام ملی جھونکے کچھ عرصہ انتظار کر کے اب اپنا کام شروع کر دیا۔ پیراوسنگ سفید سوئی رومال اپنے سینہ میں رکھے ہوئے تھا اور جس الدین خان نے گزروں پر سوار ہو کر پاتھوں کے ستون پر چڑھنا شروع کیا۔ لیکن قبل اسکے ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے وہ کس قدر مایوس ہو گیا تھے جیسے ہی شمس الدین نے کوئی دفتر کو دی وہ اس کے ماتھے سے گر گئی۔ جب ایسا کوئی واقعہ ہوتا ہے ٹھکانہ میں عموماً خوشی پیدا ہوتی ہے۔ یہ بدستوری میں داخل تھا۔ مثلاً ایک سال کے اندر لاش کا کھل جانا خیال کیا جاتا تھا کہ تباہی کا پیدا کرنے والا ہے۔ بڑی کوشش سے پیراوسنگ کو ایک چھترے کی لٹ لگائی۔ جو کل ہر وقت میں لگی ہوئی تھی اور ہر چہ کہ یہ چھترے پر چڑھ گیا۔ اور وہاں سے باخبر دے کہ شمس الدین کو بھیج لیا جسکی مدد اس ننگے خفیہ کی جو شکر برنگیانی کو جھوٹا دیا گیا تھا۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ ٹھکے تھے کہ ان تین کھڑکیوں کے پاس پہنچے جبکہ اندر ملن سویا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ نگار نے پھر نظر کر کے کہ جس کا تانا سادین اس وقت چاندنی میں چمک رہا تھا یہ لوگ مطمئن ہو گئے کہ سب خیر رہے اور اسے منہ پر چڑھ کر آہستہ کی سے سینہ پر بھرا جو ٹھکانہ کی لٹ لگائی تھی کہ کوئی خوف نزدیک نہیں ہے اس جوش

یہ کھڑکی کی طرف آئے۔ ملن غصہ ہوا تھا ہنسر چلا گیا تھا اور دوسری پردے بھی طرف سے لگا دیے تھے کہ چھترے آؤں اسکا کمرہ بہت اونچی تھا۔ اسکا منہ ٹھکا ہوا تھا تاہم شب کے لمپ کی روشنی سے کہ جو چھتری ہی پر

کر سکتا ہو۔

زول برساؤ سنگ نے اور بعد اسکے شمس الدین نے ننگے
پیر شل خاوش ہائی کچھ پر کھنا شروع کیا کہ چٹائی ایک
ہونچے جو چنانچہ پر بھیجی ہوئی تھی جلیا کہ ہندوستان
میں دستور ہو دروازے اندر کے چلے۔ اور
اونگنی جگر پر پر دستہ بڑے رستے میں لیکن اسکا ہونٹ
کوئی ٹھکون کو نہ تھا۔ کیونکہ تیسے ہی کہ اونگنی بھانسی
نے کام کیا من ایک سانس لینے کے قابل نہ رہا ہوا
شور سے۔ پراسے تجویز اور شروع تعلیم سے ہسی خوں
کام کے واسطے بالکل کیے ہو گئے تھے۔ اب آئیں سے
ایک ایک من کے پنگ کے ہر دونوں جانب تھا اگر
یہ جاگتا ہوتا تو اسے تعجب سے ان دو عجیب صورتوں کو
دیکھتا ہوا کہ جواب ہوا کے سے پر زین کو ہٹا کر سر پر
ہو چکا جلتے تھے کہ جسم خوش قسمتی سے من اپنا پہنا ہوا
اور ناخن رکھے سو سے تھا۔ چونکہ یہ بامیں کروٹ سے
سویا ہوا تھا اس اعضاء سے ان لوگوں کو اپنا بھی
رد مال سے کام لینے کو باز رکھا جو پر شاد سنگ نے اپنے
سینہ سے نکال لیا تھا اور اس سے اپنا کام کرنے کو مایہ
تھا۔ یہ لوگ کھیت پر کے ہوئے۔ مسہری کے دو چکر
برو سے کہ جو برساؤ سنگ اور شمس الدین میں ہاں
تھلہ برساؤ سنگ دیکھ سکتا تھا کہ سمس الدین ہتھکڑی پر
ہاتھ رکھ کے خون ظاہر کرتا ہو۔ پس یہ بھی سر شمس الدین
نے پردہ کے اندر ہاتھ ڈال کے وہ بھی اونگنی من کے
خسارہ پر کی اس آستنگی سے کہ جب کبھی یا
کاٹتا ہو۔ لیکن من کو کچھ معلوم نہ ہوا۔ بعد اسکے ایک
ناخن سے جو خاص کام کے واسطے تیز کر لیا جاتا ہو
اونگنی سے جس جگہ جھوٹا تھا چھید کر لیا کہ جس سے
چھ لکے کاٹنے کی سی تکلیف ہوئی۔
اب بھی صاحب نہیں ہلا۔

ننگ مرمر کی سبز پر کھا ہوا تھا۔ اور کا حکم پر ا
دکھا ہائی دیتا تھا یہ بالکل خاموش اور سکتے کے قلم
میں پڑا ہوا تھا۔ سانس لیتا تھا اور منہ پر مسکراتا
سی معلوم ہوتی تھی۔ شاید کیٹ کو دھنن بھی
جواب میں دیکھ رہا تھا یا اس بوسہ کا جواب کے
نازک لمہوں نے چلتے وقت دیا تھا خیال تھا کہ شمس
شب کو کمزور تھی۔ لیکن اوہ دونوں خاموش
واسطے کافی تھی یہ کھڑکی میں داخل ہوئے جہاں کے
اوتھوں نے چاک ہٹا کر اندر جانے کی فریہ کی کہ کچھ
کیڑا کوڑا کام کر سکتے ہیں من نے اس وقت دست پر کے
کوڑھ سے لے کر کتوت تھا جب روٹھے۔ لیکن چونکہ ہتے
زیں کرے تو کت بھگتے نظر نہیں آتے اس باعث
وہ بچر سو گیا۔ یکہ روشنی بلور کا بنا ہوا تھا۔ نیچے
پانی اور پر زین اور دھیمی روشنی بھی۔ غریب جلیک
برو اپنے بنگلہ میں ایک بی پر قاعدت کیے ہوئے تھا
لیکن رولی من کے پاس کیٹ تھی۔ جھکا جی چھوٹی
ضروریات پر دھیان دینا پڑتا تھا۔ لڑکھاپوری کی
کھچیاں انکے پاس مکان پر لایا کرتی تھیں اور ہر طرح
سے کہ ہونے والے دھماکی کت ہوتی قریہ لوگ اسکے
سب سامان کو روک دیکھا کرتین اور اس طرح سے کہ
جو کچھ اس وقت اسکے مارے والوں کا سواران اخیر کیا
یہ تھا وہ اسکے پارتی نے اپنی ساگرہ میں بطور
تعمدہ دیا تھا۔
جیسا کہ ہم نے بیان کیا شمس الدین خان کدر
فقیر کے پاس چھوڑا تھا کیونکہ یہ جانتا تھا اور کسی
لاش کو بیچ نہ دے سکے
جسکے دفن کرنے کی جگہ باغ بخونہ ہوئی تھی اسو کا
اس پائے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ اور اور سکھ عرف
میں مدد دینی ہوگی کہ جو ایک اونے ٹھک جی

کہ او خون نے ایک ناپاک کو چھو اٹھا۔ کیونکہ اپنے جرموں میں بھی یہ لوگ اپنے مذہب کی پابندیوں کو نہیں بھولتے تھے۔ لیکن گورکھارے کے مسئلہ میں طارق الدین ایک پاک پاوری تھا۔

ملن کے جانداد سے کچھ نہیں چھو اگیا تھا۔ اوسکی گھڑی انگوٹھیاں۔ روپیہ کی پھیلی جو کچھ پٹے پٹے کی میز پر پڑے ہوئی تھی نہیں چھوئی گئی تھی۔ اسطرح سے اوکو واسب بخوبی یقین آگیا گوارا کا خیال بھی ذہن سے نہ گزرا ہو کہ یہ ٹھکانہ ہی تھے۔ اور اون لوگوں کا منہ اوسکی جان لینے کا تھا نہ کہ جانداد کے چھوٹے کا۔ لیکن ملن کے انگریزی خیالات کو یہ قرین قیاس نہ تھا۔ کس نے اوسکو نقصان پہنچایا ہے؟ اور کس کا تمام دنیا کے پروے پر اوسکے لڑنے سے فائدہ ہو؟

اس خیال سے وہ کچھ عرصہ تک نہ سو سکا۔ اور اس عیش اور بھی کہ گویوں کی آواز سے بڑھے آتش پرست کو جگا دیا وہ اپنی اپنی ٹوپی اور کوٹ پہنے جڑی گھڑی اسٹیل میں چڑھ آیا۔ رولی ملن نے پنجہ بھر کر رکھ لیا اور شک یہ اوا کیا کہ عرصہ کی سوچی ہوئی بات سے آج اوسے فائدہ اٹھایا اوسنے اپنی کھڑکیاں اور دروازے بند کر لیے اور آئینہ سے ایسا ہی کرنے کا مستحکم ارادہ کیا جب ان ناکامیاب کجختوں نے بابو علی سنگھ سے اگر اجازت بیان کیا اوسنے ٹھکی بطور پیشہ کے چھوڑ دی اور اپنا تعجب ظاہر کیا کہ کیوں اب اس بدشگون کی کے اوخون اس فعل کی جرأت کی۔

اوسنے کہا تبیر کچھ ہو تھوڑے روز ہم آگرہ میرٹھ اور کانپور سے بہت عمدہ خبر سنیں گے گا گو یہ مسلمان خاصا لیکن کالی کو جو یہ ہون کی ایک بت جو ماننا تھا۔ کالی کی عزت دونوں ہندو اور مسلمان ٹھاکر ہر کر کرتے تھے ایک مدت تک مسلمان ٹھاکر نے اپنے اٹھارہ بیٹے حکم سے

پھر تیسری بار اوخون نے کوشش کی کہ اپنا بازو دیا ہاتھ بٹا سے لیکن بیکار ہوئی۔

ٹھاکر پریشان ہوئے کہ اونکی معمولی چالیں کام نہیں آئیں۔

پروں کی طرف گئے کہ چکی ملن کو جب دو گویوں کی آواز بنگ بنگ اور کچھ نے میں دھواں نظر آیا تیسرا لڑنے کو معلوم ہوا کہ اوسکی ٹھ پڑی کے پاس سے گولی گولی گذری ہو۔

ان لوگوں کو یہ خیال نہ تھا۔ لیکن ملن بالکل اس قدر دیو سے جاگتا تھا۔ ایک سرد مزاج انگریز کہ جسے غصہ اور خون میں روشنی سے ان لوگوں کو داخل ہوتے دیکھتا تھا۔ اور یہ خیال کر کے کہ یہ صرف معمولی چور ہیں انکا تاثر دیکھ رہا تھا۔ منہ کا بہانہ کیے ہوئے تھا۔ مگر اتنے اوسکے سر پہ تھا اور جس سے پہنچہ

نزدیک ہو گیا تھا غصہ اور خوف کا ایک ترہ مار کر پیرا۔ سنگھ کھڑکی سے بھاگا۔ اور اپنے ساتھ نصف سے زیادہ چاک بھی لگیا۔ غصے میں پاگل شمس الدین آہستہ جاتا تھا اور جیسے ہی کہ ملن پروں کو ہٹا کر نکلا چاہتا تھا اوسے اسکو کہتے سننا "غیر وحشی جانور" شتم جھگڑا زور دغا مل کہتے ہو وہ حقیقت فرنگی ایک ایسی جگہ عورت کا غلام کہ جو کوٹے سور کی چربی سے کارٹوس بناتی ہو۔

کالی نے اوسکی مرد نہیں کی اور یہ کندر کے زمین پر گرنے سے جان ظاہر تھا۔

جب ملن نے ہاتھ میں پتول لیا کالی کی طرف دیکھا تو بالکل سناٹا معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اور نہ اوسکا سا چاندنی چوک میں دکھلائی دیتا تھا۔ اوسکے تازہ دودھ ملا تانی بہت جلدی جلدی کسی کنوین یا بالاب کی طرف دورے جاتے تھے کہ حمار بہہ جا کر اتنا جسم متاثر کر

بیان کیا تھا کہ ہم لوگوں کو کبھی نہ جانا چاہیے جب تک کہ شکون سب عمدہ نہوں کہ جو احکام خدا سے ہیں۔ جب رات کا بھرا پارسی مسجد میں بیٹھ رہا تو پارسی نے اس طریقہ کو سن کر جس سے وہ آئے کہا کہ یہ ٹھیک ہی تھے۔ وہ انکے حالات سے پورا واقف ہو اور خود بھی اپنے تین لڑکوں کے ساتھ شکار ہو گیا تھا اور اس کا قصہ یہ تھا کہ علاوہ ان لڑکوں کے کہ جو شکاری میں اپنی جالا کیونکہ انسان کو بڑے میں سے ایسے ہیں کہ جو دنیا میں کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ ملاوٹ کا بھیس بدے اور اونچین کی پوشاک پہنتے تھے۔ انکی گڑبازیاں لھلھ سفید تھیں اور مرنہ میں دماغ نظر نہیں آتا تھا انکے احوار بہت عمدہ سادہ اور صاف تھے انکی کشتی سے زیادہ صاف اور عمدہ تھی۔ اور دریائے گنگا کے کنارے کے شہر سے مشہور شہر دن میں اسباب سے دوسری جانب مسافروں کو اوتارتے۔ ہرے اونچین کے رنجی واک بھگت اور پورٹ فینڈو وغیرہ لے ہوتے اونچین کشتیوں میں بیٹھے اور ظاہر کرتے کہ وہ مسافر ہیں اور اپنی جاوے اور وں کو بھی راغب کرنے کو اس کشتی میں سوار ہوں اب ایک مرتبہ کشتی پر چڑھے کہ بس خاتمہ۔ اپنے تین لڑکوں کے ساتھ یہ پارسی ایک مرتبہ اگر وہ کو کشمیری شال عمدہ نخل اور بہت سا اسباب ایک کراہ کے اٹھی پر لئے ہوئے جاتا تھا۔ مشہور اٹوہ کے گھاٹ کے قریب گزرتا تھا کہ جو جہاں ہی بدو اتارے اور اگر وہ سے ڈھائی سو اور کانپور سے ۸۶ میل پر راستہ میں ہر مسافر لے کہ جو اس مقام کو جانے والے تھے یہ بہت مہربان تھے اور اونچوں نے اس کے ساتھ کھانا بھی کھا ایک شخص نے چھوٹے پیٹے کو کہ جو تھک گیا تھا اور ٹھابا اور ضد کی ایک عمدہ صاف کشتی کراہ گیا جو سے کراہ میں آسپیس چھ لگایا جاویگا۔

اونیسواں باب

لینا کے پاس ایک اور پیغام آتا ہے اس ملن کے چھانسی والے معاملے کے ایک روز بعد شام کو لینا ان کے کمرہ میں اپنے احباب و اعزاء کو کھانے کی شادی کے سبب دیکھا کہ کچھ خطوط لکھ رہی تھی کہ خدمتگار اسٹیم علی کرنل رڈکن کا ایک کارڈ چاندی کی کشتی میں لایا اور صرف زبان سے یہ نکالا۔

ایک صاحب

لینا پہلے سوچا کہ کمرے سے چلی جائے پھر خیال آیا کہ وہ کمرے میں رہے کیونکہ باپ گھر میں نہیں ہیں۔

جیسا کہ ہر ایک پاڑھی کو کرنا چاہیے اور اس درخت کی دقتہ کے نسبت لکھیں ۷

دو اناج بزرگ پور خان اور مکی بڑی مہربانی تھی ۷
ایسا نہ کر دین چھکائی۔ اور دو گن کار گن بدل کیا۔
ہو اور یہ خیال کیا کہ ایک نئے روتھوس کی وہ ہی لکھی
اتھ پڑی کرے کہ جس سے نظروں کا شوق کے دو خط لکھ کر
ہو۔ اس غرابی سے واقعہ ہو کر اس نے کوئی شوق کی لکھی
دوسرے امر روتھوس کو کرے۔

مگر غرض نے اپنی وارٹھی ماتھر میں ہیا مسکرا کر بھونکے
مسکراتے کے ساتھ آنکھوں سے کوئی آنکھوشی کے نہیں
پائے جاتے تھے کیا۔

بہل ہندوستان میں ہر ایک رنگ کی انوارہن ضاد کی
مشہور تھیں احواق اور دوسرے کا گناہ ابھی ساق نہیں
کیا گیا ہے۔ شملہ اور انار سے جو خط لکھے ہیں ان سے
معلوم ہوا ہے ویسی تو جین اپنے افسردہ سے بہت
غراب جتا پڑ ہیں۔ لیکن یہ مثل دوسرے واقعہ سے
گذر جاوین گے ۷

یہ خبر دو اور عمدہ جال تھا۔ دنیا اور مضبوط ایک اپنے
یا کچھ کم ہر دوسرے قد میں چھوٹا اس پر ہر ایک لکھ ہو گیا تھا
تاہم ایک ابھی ہنسید بان سولہ لکھی گے کہ نہیں نہ بیٹھا
اور اسکی سوچیں اور وارٹھی ابھی ادنی طرح کے چھین
جس طرح کے کہ مل اور ریورسلی کی تھی۔ اور کی بلکین
چھوٹی اور آنکھیں تیز اور جلد جلد گھومنے والی تھیں۔
اور گفت گواہ بات چیت میں بہت خوش مزاج تھا۔

فوجی ناراضیوں اور شکایتوں۔ مجوزہ تاج۔ تھر مائر
کی حالت اور بہت سے مقامی امور پر گفتگو ہو کر تھر
عمدہ کے واسطے خاموش رہے۔ کہ جس درمیان میں مل
اوٹھکر لینے کے قریب آیا اور اسکی کرسی پر چھک کر
کس ۷ مس دسٹن ۷ میں پڑا زمانہ کی یاد میں کیوں لینا

اور کھٹ ملن کے ساتھ سوار ہو کر لگی ہو لیکن اسکو غور
خیال نے واسطے بہت کم وقت ملا کیونکہ کر غل خود نظر
پہ اپنی ٹوٹی اور اسے ماتھر سے پردہ ہٹا کر داخل ہوا۔
ہر ایک اسکی مسمولی ملاقات تھی دو مرتبہ آئے کے بعد
چونکہ پاڑھی صاحب کے بازو پر کی ملاقات نہیں کی تھی
یہ ایک قسم کی ملاقات معلوم ہوئی۔ چونکہ کر غل
کسی قدر میرے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کھڑین اب اپنی
پلاز میں پائے اس میں تھ سے تاکہ اوٹھا اٹھا۔
کہ یہ اسے اور بطور تھ واپس نہ لکھی ان میں ایک
نار کو بھانپتے تھے۔ سب سے لگے تھے۔

پہلے اس شام کو بہت ہی چلی و پڑا کر تھ والی معلوم
ہوئی تھی۔ کہ تھ واپس لکھی ہوئے تھے۔
تھ لکھی اور سیاہ بال گروں کے گرد گئے۔ تھ
میں ڈسک جیسے تھ لکھی تھی۔ نیگن فوٹ
پہلے تھ لکھی ہوئی تھی۔ اور سونے کا قلم سامنے
تھ پڑے یہ چھوٹی سی تھ لکھی جس میں سنگ مرمر کا تھر
بڑا ہوا تھا کہ جو سب لینا کے حسن کو دوبالا کر نیلے
تھے۔ اس میں خیال میں کر غل ۷ ٹوٹن کی بار چھک کر آگے
پڑا۔ تھ لکھی اسکو معلوم ہوا کہ لینا سے پیش پای
کے ساتھ مسکرا کر اسے چھپایا اور اپنے ملاقاتی سے اٹھ کر
دسکا بیٹھنے کے واسطے دور پر کرسی بٹھائی لیکن انتظار کیا
کہ کر غل خود ہوئے۔

۷ چھکے آپ سے معافی مانگتا ہوں کہ میں نے برج کیا۔ لیکن
نہیں میں دو مرتبہ مس دسٹن ۷ جب سے کہ چلی میں
داخل ہوا ہوں کیا۔

ایک بیزنگ ڈاکر کے کارڈ ملنے پر لیکن برہمنی سے دلو
یا آپ سے ملاقات نہیں ہوئی ۷
دو پائے کر تھ خیال کیا تھا اور شاید آپ جانتے ہیں
دو برسے تک دل میں کہ آپ کو ایک خط بطور ماتھر

”لیکن تھے گستاخی بتلائی“

”وہاں کیونکہ الفاظ ایک جانب تو ایک شخص کی تعریف
استقدر کرتے ہیں کہ جبکہ وہ سخت نہیں۔ دوسری جانب
سے والے سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ذاتی عزت جو کرتے
ہیں چھوڑ دے۔ خوشامد اور جگہ کام دے دیتے ہیں۔ لیکن
عشق میں نہیں۔ اور میں کرنل رڈکن یقین کرتی ہوں
کہ ہم ہرگز ناز و خرد نہیں کرنا چاہتے“

”اب بخیر یاد آؤں گی کون ضرورت اگر ہم لوگوں
میں محبت ہو میں ایک مرتبہ تم سے اور عاجزی
کروں گا کہ پہلے واقعات پر کس قدر ہستکی سے نظر
کرو“

”وہ میں ہرگز گزشتہ زمانہ پر غور نہیں کرتی“

”وہ اب موجودہ پچھلی باتوں کو پہلا نہیں سکتی“
”نہیں“

”وہ آگے کا بھی نہیں“

”نہیں“ ”خود سے جواب تھا۔“

”بال جھوڑ کر ڈوکن کچھ فاصلہ پر کھڑا ہوا۔“

”افسوس! اگر موجودہ زمانہ نہیں کہ جب میں
تساؤں گھر اور دل دیتا ہوں۔ ایک آفت کے چنے
جس وقت کہ تمکو ایک طاقتور انسان کی محافظت
کے واسطے ضرورت ہوگی اور نہ آنے والا لڑکے جیسا حال تم
نہیں جان سکتی پچھلی باتوں کو بھلائے گا تو پھر تم کو
خدا سے روز حشر امید رحم کر سکتی ہو گے“

”تم باتیں خوب بتانا چاہتے ہو یہ اچھا بھی لگتا ہے
اور لکھا۔ اب کام ہو کہ حسین تم مشاق ہو“

”رڈکن کو اب خستہ آیا۔ اودا و سکا دل اور خفیہ جوش
کے حسین قدنی گستاخی شامل تھی ظاہر ہونے لگا۔“

”کیا میں یہ خیال کر لوں کہ میں نے سنا جو کہتے
ہست سے بیجا ہوں سے انکار کرو یا جو کہ تمہاری طرف

تہم تک اسی طرح سے خوبصورت اور فرشتہ گزروالی ہو“

”میں نے کہ جبکہ چہرہ زور ہو گیا جواب دیا۔ نہ کرنل صاحب
جھکوا بلکل ضرورت نہیں کہ ایک آپ ایسے شرعیہ لٹل
سے کہوں کہ بہت جھوٹی خوشامد لکھن کے برابر ہو“

”در مساف کرو میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ میری باتیں
سخت خیال کیجاوین۔ میں صرف سچ بولا“

”اپنا منہ پھیر اور آنکھوں کو پھپکا کر جواب دیا۔ اگر میں
کبھی خوبصورت تھی تو اب بھی ہوں کیونکہ ۲۵ برس کی
عمر میں انسان میں توازن نہیں ہو سکتا“

”اوسے نرم بانوں کو لینا کی غیر آگاہی میں ہاتھ میں لکیر
کہا۔ بشرطیکہ اوس سے بدسلوکی نہ کیجاوے اور میں
خیال کروں گا کہ میں نے بے شرعی سے ظالمانہ برتاؤ کیا“

”لینا کی سانس اب زور زور ملنے لگی۔ یہی الفاظ تھے کہ جو
خود اوسے ہر دور سے اپنی نسبت کہتے تھے۔“

”وہاں لیتا بے شرعی اور ظلم سے۔ لیکن میری اوس وقت
کیا حالت تھی۔ میرے قرضہ میری نوکری۔ میری بیوی
یا تم سے لینا! اپنی ب محبت کے ساتھ“

”لینا نے اپنا منہ اوسکی جانب سے ہٹا کر کیونکہ وہ واقعہ
تھی کہ یہ اب کچھ ایسے جیلے زبان سے نکالنے والا ہو کہ جو ایک
ساتھ اوسکی اور اوس عورت کی امانت کرنے والے تھے
کہ جسکے ہاتھ ابھی تھوڑے روز ہوئے کہ اسنے اپنے تئیں
فروخت کر دیا تھا اور جو ابھی مری ہے کہ اسے کرنل صاحب
بس اب اسکا ذکر نہ کیجئے۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے
کہ یہ بالکل بے فائدہ ہو کہ آپ بطور عاشق کے مجھے سخت
کریں اور ایسے شخص سے کہ جو کہنا چاہتا ہو خوشامد بالکل
ایک گستاخی ہے۔“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

”میں نے“

”کرنل رڈکن میں مشکور ہوں کہ اگر آپ پیش دو سرے
ملاقاتوں کے مجھے مس و سٹن کر کے خطاب کر دیتے“

کوئی خاص شخص چھا ہوا ہے۔

لینا کی قدر خصہ کے ساتھ مسکرائی اور اس بیودہ سوال کا یوں جواب دیا۔

میں نہیں خیال کرتی کہ میں نے سب اصول غور و فکر کے تم استدراغ و غول تھے کہ یقین کرتے کہ میں نے کسی سے تمہارے باعث انداز کرنا۔ اسے صاحب نہیں ہیں آپکو اور وجوہات کے بتلانے کی نہیں پابند ہوں۔

دوسرے دو سبب بلا شک نہیں۔
دو لیکن میں ایک سوال پوچھا کہ مجھ کو خاص کوئی عزیز اور میں کہتی ہوں ناں؟

قریب ہنس کر دو اور کیوں؟
دو میں اگر اور چاہتی ہوں۔ ہوا کی طرح اتنا جواب سمجھے۔

دو اچھی طرح سے نہیں۔
دو تو میں آپ کو نہیں سمجھا سکتی۔
دو تمکو ایک وقت بالکل غدر نہ تھا۔

کہ یہ قدر خصہ میں ہو کر جواب دیا۔ مگر تھے دھوکا دیا۔

دو مس نہیں اس کی نسبت اب گفتگو ہرگز نہ کرو کیا میں اب تمکو لینا کہوں۔ تم جانتی ہو کہ بچا تھا اسے دوسرے کے ساتھ شادی کرتے سے کیا نہیں نقصانات اٹھائے۔ لیکن اب وہ موجود نہیں ہے اور خدا اسکو بخشے تم جانتی ہو کہ وہ مجھے دس سال بڑی تھی اب؟

اور ہمیشہ کے واسطے کرنل روکن یہ سمجھ لو۔ میں آزاد رہا چاہتی ہوں۔ شادی میں عورت و مرد میں برابر میں نہیں رہتی۔ تم اپنی چند راحتیں کھو

اور میں ہمیشہ کے واسطے تمہاری فکلام ہوں کہ ہوشیار باکل خود مختار نہ نہیں۔

دو خود مختار نہ۔

دو ناں یا ناں کم مالک۔ اور اگر بطور عاشق کے اپنے دھوکا دیا تو وہ پھر بطور غلام نہ کے اور نہیں کر سکتا۔

اور اب اس خراب اور بیودہ گفتگو کے ختم کرنے کو کرنل روکن اس برتاؤ کے بعد کہ جو آپکا اچھا نشانہ میں مجھ سے رہا میں اسے ہرگز شادی نہ کروں گی اگر تم مہذب و ستان میں اکیلے ہو رہو میں ہونے نہیں

نہ اب اس معاملہ پر بالکل گفتگو نہ کرنا چاہتی تھی کرنل نے لینا پراختہ ات اور توجہ کی نظر سے دیکھ

اور باوجود اپنے غرور اور خیال شان کے وہ اب بھی محبت کرتا تھا۔ اور کہا میں بیان آکر رٹا ہوا ہوں

بنا کہ جہاں میرا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اچھا اب میں مس و مسن اپنی موجودگی سے محکوم بچاؤ دون گا۔

میں بھول نہیں ہوں کہ تمہارا پرانا دوست یا خراب و حوالا یا جو کچھ کہو کہوں۔ گفتگو منت میں ہو۔ اب

اور کے پاس علاوہ تمہارے کچھ کارن ان اراضی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اسکو مسوئی لکھو تو جو توں کے سوا

نہ نصیب ہو سکے گا لیڈیوں کو خستہ یار ہو کہ اپنی رہے بد نہیں۔

دو نہیں مرد سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ میں اور جو بھگتے کہ تم کرنل صاحب واقف ہو کہ کچھ ایک خاص فرقہ میں نہیں ہوتا ہے۔

دو خدا کے واسطے تمکو اس میں جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں کہ تم مثل پرانے روکن کے محبت مجھ سے کرتی

اگر تم مجھے کبھی محبت رکھتی ہو تین۔
دو صاحب۔
دو لیکن ایک وجہ سے۔
دو میں نے تم سے محبت ترک کر دی۔ مجھ کو اس کے کہنے میں شرم نہیں ہو کہ میں تم سے نفرت کرتی تھی مارک روکن کیونکہ

اپنی نگاہوں سے میرے دل کو اپکا، ایسے شخص سے
بہنوائی کو جو مجھ سے محبت کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہے
تو تم اوس سے واقف ہو جاؤ

وہ لیکن وہ وجہ کیا جو حکما تم ابھی فکر کر چاہتے تھے
وہ صرف کپتان پرور کی مدد میں موجودگی سے
کہ جہان وہ قوت کے ساتھ نہ کہ تنہا دیکھنے جیسا کہ
میں خود جنگ بجالا کر بیان آیا ہوں کیا تھا

وہ غلطی کرتے ہو صاحب اور کبھی اس سے زیادہ
غیر جہان غلطی نہ کی ہوگی جیسا کہ اب ہم ہی کہتے ہیں
پرور کی میں ہمیشہ عزت کرونگی۔ لیکن اوس سے کبھی
شادی نہ کرونگی۔ اسکا مارک روکن تم یقین رکھو اور

اگر میں کبھی شادی کروں گی۔ جیسا کہ میرے باپ مان
خواہش کرتے ہیں۔ تو وہ جیک پرور سے ہوگی نہ کہ
تم سے۔ اور اسکا بھی تم یقین رکھو کہ وہ ابھی تک
یہ مزاری اور دیناری کے ساتھ مجھ سے محبت کرتا ہے

کہاں ہے یہ ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا اور چاہے
میرے انہوں شخص سے میرا سبب و اوس سے
محبت و محبت سے کہ چہم و رستے ہو۔ لیکن

وہ سب پر منحصر رکھ کے روٹی۔ اور اپنے دل میں کہا
یہ اسی شخص کے باعث میں نے ایسے سچے اور شریف
انسان مثل جیک کے محبت چھوڑ دی۔ اسے میرے
خدا کا شے میں اوس کے ساتھ وفادار رہی ہوتی جس
طرح سے وہ رہا گوشت درج انہوں سختی سے میں
بیچتی

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ ہم انہوں
کے ساتھ لکھے ہیں کہ روکن کے دیکھنے سے اوسکا
کچھ خیال پہر لینا کے دل میں پیدا ہوا اور انہوں
اوسکی آواز سے جو حقیقت بہت ہی عمدہ تھی اور
اس خیال سے کہ وہ کسی قدر باخیاں کے ہاتھوں

رکھی ہوا اور یہ انہوں پیدا ہوا۔ لیکن اسے متناہ
اور آواز سے کہدیا تھا کہ میں روکن سے فضا کو
نہ کروں گی۔ یہی اوسنے باپ و بہن اور سب سے
کہدیا تھا۔ لیکن کسی قدر اوسنے یہ روکن کی نسبت

کہنے میں جلدی کی۔
اب اوسکے خیال میں شاید روکن ہی تھا۔ لیکن روکن
کی دوسری بیوی وہ بہرگز نہ ہوگی۔

اوسنے اوسکے ساتھ وفائی کی۔ اننت کی اور بہادر
اور نیک پرور ایک بیوی کا مستحق ہے کہ جو اپنے
کی محبت سے مالا مال ہو۔ ایسا دل نہیں کہ کچھ
نقص اور کچھ دوسرے کی قدر سے بھرا ہوا ہو۔

۲۰ میسوان باب

جیک پرور نے کہا تھا

ہرور کے خطا ہوں اور کربل کے طرز کششہ کو اپنا
استیفاء تصور کرتی تھی اور کبھی کہ چاہتی ہاں
سے کہہ کر جو شادی ہوئے کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں
ہماری صلاحیت تھا۔ اپنی انکی صحت پر اور انہوں کو یہ
سے شادی کے سر انجام میں مصروف نہ رہی ہوتی
پوشاک بوائی۔ اور دل اسی طرح اور باتوں میں
کرتی۔

ہرور اپنے بھگد میں دل میں سپورج رہا تھا
اوسکو وہیں کا فوٹو جیسا تھا اس باعث کہ کوئی
مناسب شخصہ و وطن کو نہیں دیکھا تھا اور چونکہ اس
سے وہ یاد دہی کی دیکھوں کے پاس جاسکتا تھا۔

اوسی شام کو کہ جب روکن نے اپنا کسیدہ اپنے پیغام
دیا۔ ہرور نے پانڈنی چوک کا دورہ کیا۔
کشمیری شالوں اور دہلی کے کلاچون کی پٹا کوٹ
پریشان ہو کر کہ جو عموالیہ بیان پسند کرتی ہیں وہ

زیمہ دات کی جانب متوجہ ہوا۔

دہلی کے گورنر مشرق میں کسی مقام کے سنار اور کاوگر
زیا دو مشہور زمینیں۔ اور اس علاقے سے اعلیٰ انگریز سرکار
کا ریگراٹکے سائبر میں آجایا تھا۔ گیٹ کے واسطے ایک
طوق۔ بالی اور جھیکے۔ گنگو۔ وچوڑیان خرید کر مین
یہ نیلے رنگ میں جڑے ہوئے تھے۔ پانچ مہینے کی غوا
اور جھتہ سب اس میں مرف ہو گیا۔ یہ لیکر اس نے ایک
عمدہ انگوٹھی بولی کے واسطے اور ایک معدوق ٹولی
کے واسطے خرید کیا۔ اس کے بعد یہ پادری صاحب کے
مکان کی طرف چھکا۔

اس مرتبہ اس کے آنے کی خبر کسی کارڈ نے منیرج دی۔
باہر کا چٹانک منتظر ہی بالکل کھلا ہوا تھا۔ کیونکہ گیٹ
اور مین نے سیر سے واپس آنے وقت اپنا گھوڑا اسطبل
میں جا کر چھوڑا تھا۔ اور مردان غیر حاضر تھا۔ عموماً
اب سب وہی نوکروں میں بے پروائی آگئی تھی۔
ہر در سامنے کے براؤن کے زینہ پر چڑھا کہ جو کھلا ہوا
تھا۔ اور بلا اطلاع اور بلا نکلے آدھی سنگ مرمر کی
سفید و بنیر سے بنا مال کر نل کے ٹوکا اور قسمہ کہ جو سامنے
ہیز پر رکھا ہوا تھا۔ اور اسکے کہ اند کوئی ملاقاتی بھی نہ
وہ آگے بڑھتا گیا تھی کہ خرم گار رسم علی نے یکایک باہری
ڈرائیگ روم کی طرف اشارہ کر کے سلام کیا۔ ہر دو
اپنا کارڈ دیا کہ گیٹ کو دو اور اب اکیلا رہ گیا۔ وہ اندر
کے کمرہ میں بنائے والا تھا کہ جہاں واقع تھا کہ گیٹ
سے باغ کا سامان نظر آتا تھا کہ اتنے میں بڑے بنکے نے اس کے
بالوں کو پریشان کر دیا اور مجبور کیا کہ وہ شیشے کے
اگر دست کو سے اور اسی سادہ حرکت نے اس کو ایک
بہت بڑی بوزہ گفتگو سے بچا دیا کیونکہ جب یہ شیشے کے
سامنے کھڑا ہوا تو اس کو ریشمی پردے سے دو آوازیں
ایک لینا کی اور دوسری گھسی کی۔ لینا اور مارک

روڈن کی سنائی دین۔ وہ ایک لمحہ کے واسطے اس طرح سے
دوان کھڑا ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ زمین میں کسی نے ٹوڑ پھاڑ
پسینا اور کسے چہرہ پر معلوم ہونے لگا۔ عزت اور شرافت
اس کو مجبور کیا کہ وہ جلد دوان سے واپس آوے اور آہستہ
سے بھی کیونکہ وہ دوان سے بچی کی طرف سے اور لیکن جتنی
کہ ہٹاؤ اس نے بخوبی سنا ڈوکن کے کسی سوال کے جواب میں
لینا کہہ رہی ہو کہ کپتان ہر دور کی مین عزت کر دینی۔ لیکن
جانتا نہ محبت نہیں ہرگز شادی نہ کر دینی۔ نہیں مارک
روڈن اس کا تم قہقہے رکھو۔ ہر دور جلد نکلے یا کہ مین کچھ
اوردہ تھے۔ اس کے قصہ حسد اور حسرت کی آگ اب اس وقت
بہت طاقتور تھی۔ اور پہلی ملاقات سے لینا کے ساتھ پرانی
محبت پھر پیدا ہوئی تھی۔ لیکن اب لفظ کے پورے معنی
میں اس کو علحدہ بھیج رہا چاہیے۔ اس تلخ گفتگو کے بعد
جو اس نے اپنے کانوں سنیں۔ لینا کو اب اپنے رفیق کے پاس
چھوڑ دینا چاہیے۔

اب اس کو دوان کس امر کی تلاش تھی۔

اس پریشانی کے عالم میں اس نے خیال کیا کہ سچی محبت ایک
بہت دشوار امر ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے کہ "عشق
موت کی طرح سے مقبوض ہو۔ اور حسد قبر کی طرح سے ظالم"
لیکن اس کو مجبور آخری بات کرنی پڑی تھی۔ اور جیسے ہی
وہ دبیز لکڑی کی جانب بڑھتا ہے گیٹن بو اس کو مزید خیال پیدا ہوتا ہے
یہاں اس کو گیٹ ملی کہ جس سے لپک کر دونوں ہاتھ ملے
جوان دو لہن اس وقت بہت خوبصورت و حسین مایہ
معلوم ہوتی تھی اس کی آنکھوں سے مسکراہٹ اور دل کو
یونہی ہی گھوڑے کی سواری کی تھکاوٹ ظاہر ہوتی
تھی۔ یکایک اس کے چہرہ کی رنگت بدل گئی کہ اس نے
ہر دور کو بالکل زندہ اور پریشان ادا و سکی نکھین غصہ
دیکھیں۔ کپتان ہر دور کی تم بہار ہو۔ قسم خدا کی تم تو ایسے
موسم ہونے کو کہ ہمارا جیلا جاتے ہو اور دونوں تھکے ہیں تاکہ کھانا کھا

شک پر گیا

کیٹ نے پریشانی سے کہا: "وہ بیان تھا۔ بس ان سلی موجودگی بتاتی ہے کہ سمجھ کر گیا ہے۔"

مگر یہ سب طایر نہیں کرتا کہ وہ نون شخص زارت تھا
نخہ کہ اندر کے کمرے میں کیا ہو رہا تھا۔

پرورنے کیٹ کا آخر آہستگی سے پیشانی پر ہوسہ دیا
اور رولی ٹن کی آواز سے میلو گویہ سن کر جواب کر رہا تھا

گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد کیٹ کو پورے طور پر رڈ کن کی
ملاقات کا حال معلوم ہوا "وہ لڑکا کبھی معلوم ہوا کہ
ہر وہ مکان میں تھا۔ جبکہ بالکل کی طرح کنٹریکٹ
کی طرح گھوڑا دوڑائے ہوئے گیا۔ ٹنخی افسوس اور غصہ
اوسکے سینہ میں بھرا ہوا تھا۔

سچی محبت اس میں شک نہیں ہے کہ بہت عمدہ وزیر لڑنا
دل کے بڑھانے کا ہو۔ لیکن کبھی بھی عشق خود غرض ہو
بدل لینے والا ہو جاتا ہے۔ اور دل کو اس وقت بہت ہی
بڑا معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کو وہ چیز کہ جس سے وہ محبت
کرتا ہے چھوڑنا پڑتی ہے۔ دوستی کہ جو اس کا ایک جزو ہے
شاید جاتی رہے۔ اور غرور اور انسانیت کے خیالات
سب کمزور اور مایوس معلوم ہوتے ہیں۔

پرورن کو بہت رنج پہونچا تھا۔ اور صاف انہماک میں
پریشانی اور نفرت کرنے والی مزاج ہو گیا تھا۔ سوڈا پے
اور ایک جام شراب کا پیکر اوسنے اب کہا کہ تین مثل ایک
کسطرہ کے زور رہون اور مردن گے

اکیسواں باب غریب حالت

اب خیر گنگارے کنٹریکٹ میں یہ کت گھومنا تھا کہ
میں نے وہ عجیب وقتہ و زمانہ اس وقت پیکر تہ

یہ ایک بیماری۔ دل کی بیماری۔ پیار کیٹ لیکن مجھ کو بیا چاہیے
وہ اس قدر بعد ہی کیون کیا پاپا سے ملاقات کی گئی
در نہیں گئی

وہ تو پھر لینا ہے
در نہیں۔ یہ تھوڑا سا تھخہ تھا اسے واسطے ہے۔ یہ کوئی
میری دوست بولی کے واسطے۔ میں چاہتا تھا کہ یہ ادھی
عمدہ قابل پسند ہوتی

وہ مان در حقیقت عمدہ ہے۔ جبکہ یہ بڑی مہربانی ہے
میں کسطح سے تھا۔ اس کے یہ ادا کروں گا

در چاہے جو کچھ لیکن میری بیماری کیٹ تم اس کا یقین رکھو
کہ میں ہمیشہ تھا اور دست رہونگا۔ میں تمہارے اور اپنے
پرانے دوست رولی کے واسطے دل سے دعا مانگتا ہوں
کہ خوش و خرم رہو اور میری دلی مبارکباد و قبول ہے
دشمن کی جیک گئی

میری بالکل امید نہیں گئی ہے گو وہ ایک مایوس
امید بلا شک تھی کہ لینا شاید پھر مجھ سے وہی تعلقات
شروع کر گئی

پیارے جیک ہر در تم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کس قدر
دل سے تم سے محبت کرتے ہیں

در میری جانب سے کیٹ وہ تعلقات کبھی نہیں ٹوٹے لیکن
اب سب معاملہ ختم ہو گیا۔ کل معاملہ کا میرے واسطے خاتمہ ہو گیا
وہ پیارے جیک تم مجھے عاشق ہوئے ہو تھے خدشہ اور غرور
اپنے حسن میں ہے۔ لیکن وہ ممکن ہے کہ اپنی رائے تبدیل کرے
اور اگر وہ نہ کرے تو کیا مہرستان میں لیڈیوں کی ایسی
کئی ہے کہ تم اوس کی کا انتظار کرو گے

وہ اوکٹ تمام دنیا میں میرے واسطے ایک ہی صورت ہے
اور وہ لینا ہے

اس وقت رڈ کن زور زور سے پیر گھٹا بلا اس خیال کے کہ
کون پرانے میں ہے۔ باغ کے چھاگ سے نکل کر ادھی

رکے نے زور سے جواب دیا۔ میں ان غوی سیاه پانڈیوں سے کبھی میل و اتفاق نہ کروں گا۔

کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ان پا اور اشارات آفتابانہ سے کیا مطلب ہو۔ گو جرمنہ تک لوگ بیٹھے ہوئے قبل سونے کے اسی پر غفلت کر رہے تھے اور ان کی تشویش اور تذبذب کی حالت بہت بے دھج تھی۔ ان افسردہ کی منہ بونی ان کی پیشانی نے بناوٹ کی تھی۔ لیکن سوائے ان لوگوں کے کہ جنہوں نے سب سے مصیبت اور بھائی تھی کوئی شخص مصیبت کا انداز نہیں کر سکتا۔ کوئی یورپین نگاہ پر غور نہیں کر سکتا۔

رکھتا تھا کہ وہ صبح صحیح سلامت اٹھے گا۔ اور جو شخص کہیں آفتاب دیکھتا تھا اور سکوچتے تھے۔ کہ وہ صبح اوتارے گا جو اسکے پار سے بہن کبھی نہاؤں گی۔ ہر ایک افسردہ تھا کہ اس کا کب جلد ہی فوت ہو جائے گا۔ بلوہ کرینگے۔ ابھی تک جو بڑے سیدھے اور خاموش سیاہی معلوم ہوئے تھے ہر ایک کا سوال تھا۔ کیا حقیقت یہ ہے کہ بلوہ کرینگے۔

جب کل ہندوستان میں تھوڑی سی انگریزی فوجیں چھپی ہوئی تھیں بہت سے غریب لڑکے ان کے گھر کا خیال کرتے۔ مان کی سسکا رہت پر نظر کرتے۔ اور گھر کی طرف دیکھتے اور خیال کرتے کہ شاید یہ وہی ہی ان کی راہی مقام کی جگہ ہوگی۔

اور اس خیال میں شب گزرتی جج کی توپ قریب کے توپخانہ سے دھنکی۔ یہ لوگ خیال کرتے کہ خدا کی مرضی ہوئی کہ انہوں نے دوسری صبح دیکھی اور امید پیدا ہوئی کہ شاید شام تک زندگی اور قائم رہے۔

ہر روز بھی مثل دو برس بھائی افسروں کے گھر سے نظر کرتا۔ اور اچھے میں بیٹھے لے کر بار بار پلک اٹھتا۔ اور ہر گھومتا۔ تعجب کرتا کہ کبھی وہ نہ

۳۴ دین پٹن کے بلوہ کرنے کے چھ مہینے بعد ۱۶ مئی کو کئی کمپنیاں اور توڑی گئیں۔ درجہ گھٹا گیا۔ ایک سپاہی کا ایسی ہی جرم میں قمرست فوجی سے نام نکالتے رہا۔ وہ دین کے دو سپاہیوں کو تھوڑے فاصلے پر باغیٹ عبور دریا سے شور مچا رہا تھا۔ مسئلہ پڑنے سے جمعہ کے چھانسی دینے پر کہ جو اپنی فوج کے سب جوانوں سے اسکی تھا سپاہیوں میں سب غصہ پیا ہوا کہ جو نو دھنوں باغی اور قاتل تھے لیکن مشن نہ ہو بلکہ دین اور شہیدوں کے دین دین چھانے مرے۔

ایک شام نوہ دین پٹن کی مجلس میں ہرورنے کہا۔ دشمنیں معلوم یہ گولا کمان ٹوٹے گا۔ کرنل ریل نے جواب دیا۔ ہم امید کریں کہ سب خراب حصہ نہ کرے گا۔ جھگڑا تو اعلیٰ طاقت میں ہفتین ہے کہ جسکو ایک سپاہی نے بیان کیا۔ عادی اطاعت سائینس ہو گئی۔ اور ہر ایک شخص کو یہ معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اب اسکا کیا فرض ہے اور کس طاقت سے اپنے افسر کے احکام کی بروی کرنا چاہیے۔ ونگ بائی نے کہا۔ کرنل صاحب جھگڑا آپ سے اتفاق ہو کر میرے آدمی باغی ہو گئے تو میں مثل شاہ پروشیا کے ضرور قواعد سے فارغ ہو اٹھاؤں گا۔

سب بلکہ کی کھلی ہوئی کھڑکیوں سے ایک سرخ ہونٹا بان جتا بلتا ہوا نظر آیا کہ جو نیلے آسمان میں مثل چمکتے ہوئے تاروں کے آگے جگمگاتا تھا کہ جو مثل ٹوٹے ہوئے ستاروں اور بڑے ہیروں کے زمین پر چھتر گئے اور اب گویا اسکے جواب میں جتنا کی طرف کی طرف آگ لگی کہ جو ہائیوں کی قبر کے قریب چلی گئی۔

وکی رہیں۔ یہ گھر کچھ کرنے پر آنا وہ معلوم ہو تو کرنل دھنوں نے آؤ اور یورس کیا تھا اسے نصیب اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ تم باکلو میاں میں نہیں رہ سکتے

ایک زمانہ تھا کہ جب پرانے انسروں کو یاد ہو کر ہمارے
اہل ملک شمالی مسویمات میں نہایت ادب اور عزت
کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ اور ہندوستانی ایک
سڑک یا کسی دوسرے مقام پر آنکھ کھل کر اپنا منہ چھپا
لیتے۔ اور آنکھ بند کر لیتے۔ جب تک کہ لارڈ مرہٹہ
بہادر گزرنہ جاتے تھے۔

چونکہ کیٹ اور ملن کی شادی کا دن قریب آیا کل دلی میں
خاموشی رہی اور بہت سے امید کرنے والے دل میں دعا کرتے
دیتے کہ یہ خون کا وقت گزرا جاتا ہو۔

پانچواں باب

شادی

پچھلے باب کو پڑھ کر شاید چند لوگ خیال کریں کہ
یہ وقت مشکل ہے اس کے مناسب تھا کہ اس وقت کوئی
شادی کرے یا کرانے لیکن ملن کیٹ میں بندوبست
ہو گیا تھا۔ اور یہ ضروری تھا کہ وہ کلکتہ کو جاویں
اور یہ اور بھی مناسب تھا کہ کیٹ اس کے ساتھ کلکتہ
چلی جاوے اور شاید بولی بھی ہمراہ ہو۔ اور لوگ عموماً
خیال کرتے ہیں کہ زندگی کے تمام سب اہل ہوتے ہیں۔
پس وہی اور کنٹونمنٹ کے نزدیک کے سب انگریزوں کو
بہت کچھ اس شادی کے باعث گفتگو کرنے کو مل گیا تھا۔
کون سیلی بنے گی اور دو ملن کیسے پڑے ہونے گی۔ کون شادی
کراے گا۔ پادری صاحب خود یا کنٹونمنٹ کے پادری صاحب
یہ کی قدر مناسب نہیں کہ لڑکی کا باپ ہی خود پادری کا
کام کرے۔ لیکن یہ یقین ہے کہ وہ تاج و کھلائے گا۔
کسی قدر زیادہ ملن کے چہانے اس کو دیا ہو۔ اور یہ سب
معلوم تھا کہ کرنل اسٹاک محکمہ انیون والے نے کئی لاکھ
روپیہ سندھ اور اودھ میں بے کیا گیا ہو۔ کیا ملن علحدہ
مکان لے گا یا پادری کے ساتھ رہے گا۔ ڈاکٹر کا مکان تو عمدہ ہے

اور لگایا نہیں۔ اور اگر آویگا۔ تو وہ زندہ بچے گا
یا نہیں۔ انگلستان دیکھنے کو ملے گا یا ویسی مجنونوں
کے ہاتھ سے زخمی ہوگا۔ جس طرح سے کہ اور دوسری
جگہ پر بہت سے غریب اور بہادر انگریزوں کا حال
کیا ہو۔

اس شوشی و افسوس اور خوف اور تذبذب کے وقت
اون غریبوں کی کسی افسوس ناک حالت تھی کہ جنکی
جانین وہ لوگ اپنی جانوں سے غریب خیال کرتے
تھے۔ اور اس طرح سے اون کا خون بھرا کیڑا
بالو دھٹی اور نیکی میں جوش لگاتا۔ ہر دم پھڑکنے کی
طرف دیکھتا دیکھتا رہا۔ پادری کی لڑکیوں کے
واسطے۔ میں خوف لگاتا اور شکر ادا کرنا کہ ملن اور
اوسکی دو ملن ایٹ شاپر پولو سے کی بدولت داخل
کلکتہ ہو جاوے گی۔ یہاں وہ اونٹن اور ہر اور ہر
شہنشاہ اور خیال کرنا کہ وہ سب ابھی تک انگریز ہیں کہ
جو پیادریوں اور ڈھکی ہوئی برف سے چوٹیوں پر گرتے۔
ہر دور اور ٹھیلے میں ملن کے سر پر ریشم کو اطلاق
دی تھی کہ اپنے پاس ہتھیار رکھنے میں ہوشیار رہیں اور
لحمہ کی اطلاع پر ہمیشہ تیار رہیں سب شراب وغیرہ
ترک کر دی۔ نہیں معلوم کہ کب سربراہت آوے کہ جب
پر بخت ہندوستانی یوروپین لوگوں پر اس طرح سے
نگہیں کرے کہ گویا بنگال کے سمندر میں پھینک دیے
گئے ہیں۔

دلی میں یہ عام خیال تھا کہ ہندوستانی برگڈرائے میں
بلوہ کرے گی۔ اور بابو ملی سنگھ کے شریک ہو کر اونکو
ذبح کر دے گا۔ کہ جو اوسکے خلاف ہیں کہ جو تہذیب
کل ہندوستان میں بلوہ کر دینے کی تھی یہ فیض محمد
اور لڑکیوں کے غنائوں نے جائزوں میں خیال کر لیا تھا
تاہم ویر میں ظاہر اس خوش تھے اور اپنے کاروبار کر رہے تھے

لیکن علیحدہ مکان میں رہنا زیادہ مناسب ہو گیا اس میں
رد پیدہ صحت کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ شاید مشرطن کہ
جو اپنے صرف جسد ارکے عہد و پڑتین کہیں بھیج دے
جاوین۔ سسر سے بیٹا را بس سے جز خیال کرتا تھی کہ
ردی اور مرکا و ناہ سے لگا کر یہی تو کیا۔ غرا لڑ
جس سے میر کے ساتھ خون ریزی جو کسی وجہ سے
پتھر ہزار شہر میں لگے ہوئے تھے۔

کیٹ نے صرف چار سہیلیوں سے اطمینان کر لیا تاکہ پولی
فلور ایسلی۔ اور مس پٹنہ را پس۔
پولی بہت تیزی میں تھی اس قدر طہری انتظام
کیا گی۔ کہ وہ ادھر ادھر کو ہتی پھرتی تھی۔ یہ
جان لڑکیوں کی سب سے بڑھ کر خوشی ہوتی جو کہ جوان
دو لہٹوں کی شادیان دیکھیں۔ شادی کے دعوت
کی طیاری میں کوئی کمی نہیں کی گئی تھی۔ بچل میوچا
تو دہلی میں خدمت گزارنے چھوڑے نہ تھے۔ قرب سے
بہت سے میوہ جات لائے گئے تھے۔ بخارا کی کھجور۔
قندار کی انجیر۔ پشاور کے سیب وغیرہ کا مرانگایا گی
شادی کرنے کے بعد دو لہٹوں میرٹھ کو جانے کے
تھے کہ جو دہلی سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر ایک
پرانہ شہر اور خوبصورت فوجی اسٹیشن پر خد خدا
کر کے ۱۱۔ مئی کے صبح یعنی کیٹ کی شادی کا دن آیا۔
بطور کنوارے کے لمن نے ۲۵ دین سن میں آخری
دعوت کھائی۔ اور نئے رڈ کن کی ملاقات کا پورا دل
ہرور سے کھدایا اور اطمینان دلایا رڈ کن اور لکھ کے
درمیان ہمیشہ کے واسطے سب باتوں کا قاتمہ ہو گیا
ہو۔ لیکن اب بھی وہ منحوس تھو ہرور کے یاد میں آیا
ہندوستان میں عموماً شادیان شام کی تو پچھنے
پر۔ یعنی ہجے شام کو ہوتی ہیں۔ لیکن کیٹ کی شادی
۳ بجے ہوئی تھی۔ بس اب لمن کیٹ کے ارد گرد تھا۔

جب ہرور نے اپنی سوج پیل کی وردی سفید کرنا
طلائی لیس سے لگی ہوئی اور بہت جوڑا چڑے کا تھہ
گلے میں لڑا ڈالا حسین گل رحمت کے تھنے۔ ملے
ہوئے تھے اور سکو بہت کم یہ خیال ہو سکتا تھا کہ
قبل اسکے کہ وہ اپنی وردی کو پھرتا رہے کیا سے کیا
ہوگا۔ مراسم شادی بھی عموماً سب یکساں ہوتی ہیں
اس باعث ہم ناظرین کو مفصل حالات سے پریشان
نہ کرینگے۔ لیکن اس میں چند ایسے مہین جو چھوڑے
نہیں جاسکتے۔
بڑھے تنیک پاڈری صاحب اسٹیشن کے پاڈری کے
ساتھ خود مراسم ادا کرنے گئے تھے کہ جب سب سے پہلے
جوڑیاں فنڈ پا لکیان گسیان گھوڑے کھنڈھنے
سے آنے لگے۔ اور بہت سے لوگ کہ جگہ نمونہ بھی
نہیں دیا گیا تھا مثل یو یو یو یو یو یو یو یو یو
آئے۔ کیونکہ پاڈری صاحب بی تیون لڑکیوں پر
سب کی نظر پڑتی تھی۔

بہت سے ویسی خاصکرت مسلمان فقیر با عجبید
وغریب حرکات کرتے تھے اور کبھی منہ بنا کر پاڈری
صاحب کے مسند میں دیکھتے تھے۔ فرنگی بھی عام
فرنگی مردوں میں پھٹی ہوئی ہیں اور حور یا اور بھو
انہی گردن اور چھاتیان کھوئے ہوئے ہیں۔ ایک
نزدیک کے برادر سے مین ۲۵ دین پٹنہ کا چنڈا تھا

بچہ نہ تھا۔ ریورس بربرایا۔ عشق کی خوراک گانا ہو۔ چاک چوبند ہوا۔ لیکن وطن ابھی تک نہیں آئی۔ یہ بڑھا بیگ پرور بخوبی خوش تھا۔ لیکن مین نہیں جانتا کہ یہ

کے بچہ ہو گا۔ کس قدر اب جا رہا معلوم ہونے لگا۔ وہ مل گیا کہ چور سے کوئی آثار گھبراہٹ یا دشت نہ معلوم ہونے لگے کہ جو بنگالی فر لیر کی وردی پہنے ہوئے تھا۔ ٹولکس اور ولنگ بائی وہاں تھے۔ اور حقیقت

استعد و رویان لوگ پہنے ہوئے تھے کہ گرجا گھر چکا تھا۔ ہمارے ہرور کا دل تھروپ انڈلی مین گھومتا تھا۔

لمنے کے کان مین کہا۔ "جیک جب ہم دونوں چلے جانے خدا کے واسطے کوشش کرو اور کس قدر آج خوشی ہو گی۔ مرتبہ اور اپنی قسمت کو لینے کے ساتھ آناؤ۔"

پروردگار اپنی گردن ہلائی۔ اور اس خاص گفت کو سے مین کو پہانے کو کہہ کر۔ مین دل سے چاہتا ہوں کہ تم خوش رہو۔ تم جوانی مین شادی کرتے ہو کہ جب

عشق جو شہر برہم۔ "جیک تم بڑے غصہ ور اور وہی ہوتے جلتے ہو۔" مین نے کسی جگہ پر پڑھا ہو۔ اگر آدمی شادی کی تیار ہی تو کم عمری مین او سکو کر چاہیے۔ کہ جب جوانی میں

طاقت ور ہو رہے۔ "جیک اور تم۔"

"روٹی پھیلے غلے مین میری۔ میں ہا لگ رہی تھی۔ اور مثل اس بندہ کے جسے دنیا دیکھی ہو جھکو تجربہ حاصل ہو گا۔"

"تاہم مین مشورہ دو لگا کہ لینا سے پھر پوچھو۔"

"پھر (تجربہ سے)۔"

"ان پھر اور اگر اب پھر انکار کرے۔"

"تو انتظار کرو۔"

"وہ چالیسویں سال مین اپنے اس ارادہ کو پورے کی۔"

گاری کی کھٹ کھٹا ہٹ معلوم ہوئی اور مین بکری

چاک چوبند ہوا۔ لیکن وطن ابھی تک نہیں آئی۔ یہ بڑھا

گرکوس برگرڈیر میجر مع اپنے ہمراہیان کے تھے۔ لیکن

لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اور گارتھ مین نظر آئیں کہ بنگلہ

مین نے دور سے دروازے کے راستہ دیکھا سواری

معلوم ہوتی تھیں۔ سرک کے اوستان سفید برف

کی سی روٹی اور سی چلی آتی ہو۔ کیونکہ کیت سفید و مین

کی سی پوشاک پہنے سفید بچوں سے مدی اور طوق

و بالیان و کنٹھا نڈ کر رہے ہرور زیب برنگے ہوئے تھے

برقع ملجودہ اور تاجا جاتا تھا اور ویسی ہی خوبصورت

معلوم ہوتی تھی کہ جیسی ایک نوخیز خوبصورت عیسم

شادی کے وقت معلوم ہوتی ہو۔ نہ و شریف بنجید

چہرہ کیسی طرہ مخاطب ہو کر وہ اپنے بڑے باپ کی

بنگلہ گھڑی کہ جو شاہزادہ گھبرا یا ہوا۔ انوس مین تھا کہ

اوسکی لڑکی ہمیشہ کے واسطے اوس سے جدا ہوتی ہو کیونکہ

اوسکا ہاتھ اوس عمدہ چھپی ہوئی پل کے اونچے مین کا پتا

کانپا کہ جو پیٹ لڑکی ولی لے کھڑی ہوئی تھی۔

اوس کے بعد چار سیلی آئیں اونکے کپڑے ایک دوسرے

سے کھٹکھٹانے لگے۔ سفید سن اور تہتی لیس کا بس

ایک دیا تھا۔ مین سسٹم تھا کہ وہ کہاں ہی کیا ہونے

والا ہو۔ اوسنے کیت کی نسبت توخیاں کیا کہ مصور جاتا

جو رنگ۔ سایہ و روشنی کی نسبت بحث کریں۔ لیکن لیدیا

عموماً اس بارہ مین ولایت کے ساتھی مصوروں سے

زیادہ اچھی طرح سے واقف ہیں۔

لینا مثل سیاہ بالوں کے وطن کی فریفتہ کرنے والی

معلوم ہوتی تھی۔ اوسکی گردن مین ایک ذخیرہ پڑی ہوئی

تھی کہ جبین ایک موٹی کانٹہ لگا ہوا تھا جو ہرور سے

اوسکو بہت دن ہونے نذر کیا تھا۔ اور آج اوسکے

سینہ پر اوس موٹی کود کچھ رول ہی مل مین بہت خوش

ہوا نہر سے سانس لینے لگا کیونکہ اسوقت اوسکا دل

بھج آیا تھا۔ وہ موتی آنکھوں سے سفید سینہ میں چپا
 اور جھل ہو جاتا تھا۔ تاہم جبکہ مثل برکت کے ملائم ہر
 اور سنجیدہ تھا۔ لینا کو ٹھیک نہ معلوم تھا
 کہ ہر ورے اس بڑھمت ملاقات کا کس قدر حال سنا
 یہ معلوم کر کے ذرا امید پیدا ہوئی جب اس کی آنکھ ہر ور
 سے ملتی آخر الذکر کی آنکھ سے کس قدر سختی معلوم
 ہوتی تھی۔

ان سنجیدہ مراسم شادی کے ادا ہونے کے وقت
 اور گھنٹی کے بجنے کے کس قدر قبل اچھی پوچی نے ڈکی سے
 دریافت کیا۔ "میں آج کیسی معلوم ہوتی ہوں ؟"
 ڈکی تعریف میں آہ نہ کھینچ سکا۔
 "میں خیال کرتی ہوں فرقیہ کرنے والی گویا کہ میں
 خود اپنی شادی کرنے جاتی ہوں۔ ابھی اس ٹکے نے
 میرے بال پریشان کر دیئے تھے۔

یہ معلوم کر کے کہ ابھی مراسم شادی پورے نہیں ہوئے
 ہیں۔ یہ لوگ بھیجے تھے۔ اور ٹوپی منہ پر رکھ کر سنجیدگی
 اور گرجو نشی سے گفتگو کرنے لگے۔ یہ لوگ تشویش ظاہر
 کرتے ہوئے خاموش جیسا کہ ہر ایک شریف ایسے فوٹوں
 پر کرتا ہے۔ اون آخری الفاظ و عطر کے انتظار میں کھڑے
 رہے کہ جب پاڈھی صاحب نے کتاب بند اور سینہ سے لگا کر
 زبانی دعا مانگنا شروع کی کہ جب تک آنسو بھری ہوئی
 آنکھوں کے ساتھ اپنی بیٹی سے سگھٹل اور کل اہل بیان
 اس کے گرد بوسہ لینے کو آؤں میں اس ملن پچانے کو کھڑی
 ہوئیں۔ یہ وہ نون برگر برگر یوس کے قریب آئے اور
 کا نون میں گرجو نشی کے ساتھ گفتگو کرتے اور جیسے
 کی رنگت بدلی ہوئے آگے بڑھتے۔ جیسے ہی کہ قریب
 رڈ کن کی ہر ور سے آنکھ کا مقابلہ ہوا پوچی نے بار بار پوچھا
 کہا "کپتان ہر ور یا در کھو آج تکو میرے ساتھ شیکو
 ناپنا ہوگا۔ میں نے تمہارا نام اپنے کارڈ پر لکھ لیا ہے
 دو پیاری پوچی خوشی کے ساتھ فیک کیوں ؟"
 "اوس انگوٹھی کا انعام دینے کو جو تھے تھک دی ہو
 اور پھر کیوں کہ میں چاہتی ہوں کہ ڈکی تم سے حسد کرے ؟"
 "رڈ کی ریوس لہجی تجھ سے حسد نہ کرے گا۔"
 "کیوں کر ؟"

اتنے میں جو باہر بندوستا کی کھڑے تھے اونہیں بہت
 شور و غل ہوا اور اس طرف لوگوں کی آنکھیں بھرن
 کہ جب ملن نے اپنا سونے کا چھلا کیٹ کے سفید کا پتے
 ہاتھ کے تیسری انگلی میں پھایا۔ اور دعا میں سر
 جھکایا۔
 پاڈھی صاحب نے ایک صاف ملائم اور بلند آواز میں
 کہا "ہم لوگ دعا مانگیں ؟ دعا میں لوگ مسخو
 اس قدر مشغول تھے کہ سوائے برگر برگر یوس اور ڈکسن اور
 ایک یا دو سپا ہیوں کے کسی نے یکایک دو ہاتھ نہ کی
 آمد نہ کی تھی۔

یہ جھکودہ بالکل بڑھا خیال کرتا ہے
 "نہیں وہ ایسا نہیں خیال کرتا۔ ٹھہرو۔ اور سوچو
 انتظار کرو کہ جب تک تم اپنے مائیکم مبد میری کمزیر
 والو۔ گو یہ لمبا ہاتھ دو دفعہ ہی کے واسطے کافی
 کیوں ؟"

ایک اسین کرنل رڈ کن اور دو سرا بالکل اجنبی تھا۔

یہ پولی مختاری کر بہت تپا ہو! کیسں معاویہ کیا ہو۔ کیا
 آگ لگی۔ یا ہندو مسلمان بن کوئی بکھیر ہوا۔ ہر ایک
 شخص مشوش معلوم ہوتا ہے۔
 ایک رزدار پریشان مجمع میڈیون کا جنرل کی گرد جمع
 ہو رہا تھا کہ جنھوں نے نہایت تشویش ناک آواز میں
 کہا: کنسٹنٹس کو صاحبو چلے جاو۔ ایک لمحہ بھر کی دیر
 نہ کرو۔ اپنے آدمیوں کو مسلح کرو۔ میرٹھ کی ویسی فوج
 نے بلوہ کر دیا ہو۔ اپنے افسروں اور ہر ایک میسائی
 کو جو سامنے آیا مار ڈالا اور ایک گھنٹہ کے اندر باغی
 فوج داخل ہو چکی ہے۔
 پوری صاحبانے زور سے کہا: میری لڑکیو۔ اسے
 میری لڑکیو۔ نہیں معلوم تمھارے واسطے کیا مصیبتیں
 لگی ہوئی ہیں۔ خدا تمھاری مدد کرے اور محفوظ
 رکھے۔ میں ایک کمزور اور بڑھا آدمی ہوں ایک ٹھوکر
 سے عرصہ میں تم وٹان ہوگی کہ جہاں کوئی نہ ٹوٹا وہی
 کرتھا ورنہ شادی کرستے میں بلکہ مثل فرشتوں کے
 رہتے ہیں۔ مثل دوسرے والدین کے کہ جنھوں نے
 یہ سننا یہ غریب بھی ماتھا افسوس اور رنج میں ملتا تھا
 ۲۳
تیسواں باب
 میرٹھ سے خبریں
 وہ خبریں کہ جو غمی افسر میرٹھ سے لائے اُن کو گون
 میں کہ جبکہ کان تک گئیں تشویش پیدا کرنے کے واسطے
 کافی تھیں۔ وہی سے ۲۴ میل کے فاصلہ پر میرٹھ کا
 قصبہ اور شہر ہے کہ جہاں کیٹ آمد میں تھی تو کئی
 چند روز گزارنے کے قبل ریلوے پر سوار ہونے اور جہاں
 پر ٹکلتہ کو جاتے دے تھے۔
 یہ شہر بہت پُرانا اور خوبصورت لیکن تہور کے خدو اور
 غضب نے مت کم و جیسی کے مقامات کسی سیاح کو ملے

سولے چند مسلمانوں کی قبروں کے چھوڑ دیئے ہیں کہ حسین
 ایک خوبصورت مقبرہ ہے کہ جسکا نام آرام گاہ ہے۔
 جنوب کی جانب دو میل پر کنسٹنٹس سے جسبیں انگریزی
 حج و کلکتہ اور دیگر افسران کی کوٹھیاں ہیں۔ چھ
 ڈریکون گاڑڈ کے چھ سو گورے۔ تھے نصف تو خراب
 گھوڑوں کے سوار تھے اور باقی پیدل۔ ایک ٹالین
 ۴۰ ریفیل کی ایکڑار سپاہی۔ اور ایک ٹبری گھوڑ چھی
 توپ اور چند ریکیوٹ۔ لیکن ویسی فوج تعداد میں
 کچھ ان سے زیادہ تھی۔ اور خاص ۳ ہنگال رسالہ ۱۱۔۱۲
 ہنگال فوج پیدل سے تھی۔ چند کو خیال ہو سکتا تھا
 جب تعداد اسقدر قریب قریب ہر اس کے تھی کہ پورے
 فوج بلوہ کر سکتی تھی۔ لیکن جب ۲ رسالہ کے ۹ سپاہیوں
 کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کا تو سون کو کاٹیں اور انھیں
 چھوٹے سے انگار کیا۔ اور پھر پھرت کے نام سے خورا
 کورٹ مارشل کیا گیا۔ اور قید سخت ۶ سال سے دس
 سال تک کی دی گئی۔ اور انکے ساتھی خاموشی کے
 ساتھ دیکھا گئے اس حکم کی بدولت کہ جس نے انکو سزا دی
 وہ فوج سے تمام عمر کو نکالے گئے۔
 یہ واقعہ ۹ مئی کو ہوا۔ اور ہم بتا سکے ہیں میرٹھ کے
 سپاہیوں کو وہی کے سپاہیوں سے خفیہ سازش تھی۔
 اتوار کی شام کو کہ جب انگریزی فوجیں افسر اور سولین
 اپنے گرباؤن میں تھے کہ ۱۱ دین اور ۲ دین (سوال
 کی پُرانی پلٹن تھی اور جس نے ہجرت پور و گجرات میں کام
 کیا تھا) بلوہ کرنے کے واسطے چھوٹے پریڈ پر فساد کی غرض
 سے جمع ہونے اور بہت سے افسر بہادری اور بہت کے
 ساتھ اسکی طرف دوڑے کہ اپنی موجودگی اور زور سے
 بلوہ کو روکیں۔ تعصب اور وہ بھی غصہ کے ساتھ ملے
 کہ اُن دہی ٹکایتوں کا ان انگریزوں سے بولتے
 اور انکے دلوں میں مشتعل رہا تھا اور خون نے پھر بلوہ

پیدا کر دیا باغیوں نے حد درجہ تریاوتی شروع کی۔
 ۳۰ سالہ نے جلیانہ نہ کھول دیا کہ جو دو میل کے فاصلہ پر
 تھا۔ اپنے سزایاب ساتھیوں کو چھڑایا۔ عداوت اسکے
 دو ہزار دو سو دوسرے مجرم جو۔ تھک۔ ڈکیت پوس
 پوارج سب لکڑ ایک فوج پیدل قائم کی۔ کہ جسکے بعد
 دوسرے افسروں کا فوج ہونا شروع ہوا۔ اور ہر ایک
 عیسائی بلالحاظ عمر مرتبہ مرد و عورت کے ان آوازوں
 میں مارے گئے۔ کہ فرنگیوں کا راج ختم ہو گیا۔ اور قتل
 کی صدی ختم ہو گئی۔ کیا ہمارے پیغمبروں کی کتب میں لکھا
 نہیں جو کر دین! دین! سنگین اور بندہ قتل
 کند۔ بھائے اور بہت خوشامگ تا دین کا مرد رچی بختن
 خوفناک خرابی کی حرکات ہو تیں۔ غریب لڑکوں کے گھر
 کئے جانے۔ علیحدہ علیحدہ پھینکے جاتے۔ اور انکے سر
 والدین کے سامنے توڑے جاتے۔ قبل اسے بیانے کے
 بار بار عورتوں کی بے عزتی کی جاتی۔ یا تو گولیوں سے ڈالی
 جاتی تیں یا تلوار انکے سینوں میں تیر کی جاتی۔ اور ہر ایک
 ترکیب غلام کی کی جاتی جو مشرقی ذہن سے کھل سکتی تھی۔
 اس عرصہ میں دوسرے سپاہی اور چوڑے مکانات اور
 بنگلوں کی لوٹ مار میں مصروف تھے۔ متفرق رنگوں کے
 بان آسمان میں اڑتے جاتے کہ جکی آواز مثل گولوں اور
 ٹوٹے مکانات کے ہوتی۔
 جس سائے نے یہ مال برگدیر گریوس سے کہا اسنے یہ بھی بیا
 کیا۔ دین بھیمو گیا تھا کہ اون یود میں کولاؤن کہ جو
 بار کون میں تھے۔ اور جواب دے ہوئے سائے لاش سے
 کچھ فاصلہ پر پڑے ہوئے۔ لیکن جوقت کہ میں وہاں
 پہنچا انہیں اٹھو گیا۔ اور میں کنوینٹ اور مکانات چلتے
 ہوئے دیکھتا تھا۔
 وہ گھونٹے سپاہی گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اور میرے
 ساتھ آگے سوار ہو کر بڑھے۔ لیکن شب کو ہوا سفید تند ہونے

اور اس قدر دھوین اور کھڑے سے خراب کہ ہکو معلوم نہیں
 ہوا کہ کس طرف جارہے ہیں اور اس طرح سے بیت و تھک
 تک کر قبل اسکے کہ ٹرک وہلی معلوم کرین چلے گئے۔ سر پر
 چاند مثل گیس کے لپ کے کھڑے میں چل رہا تھا۔
 بہت وقت نہ گزرنے پایا تھا کہ روشنی بھر معلوم ہوئی
 اور پڑ پڑ کر آئے کہ جہاں بہت سی لاشیں گرل و فٹس
 وغیرہ کی پڑی ہوئی تھیں۔ اور وہاں ہکو تو بچانہ اور سولہ
 کی کچھ کمینیاں منتظر حکم کی ملیں۔ سپاہی لوٹ اور مالوں
 سے بڑ وہلی کی جانب آ رہے تھے۔
 دو مین ڈر گیون گاڑ کے ساتھ بھاگا کھڑے تو بچانہ کے
 لوگ تاقب میں تھے۔ گرا تین سے تھوڑوں کو
 میں نے اور سیوقت ارا۔ میں نے اپنے ہی ہاتھ سے پانچ با
 چھ کو مارا۔ حتی کہ ایک سوار نے ۳ پلشن سے میرے ایک
 گولی ماری اور پچھو تین سے ایک سپاہی نے جیسے سے ہاتھ
 سے زخمی ہوا تھا میرے گھوڑے کی نگام ملی اور چاہتا
 تھا کہ مجھ کو اوپر سے کھینٹ۔
 اس وقت سے ڈر گیون کے لوگوں کا مجھے ساتھ چھوٹ
 گیا۔ گو مجھ کو گولی کی آواز اور تلواروں کی چکن سے
 دکھلائی دیتی تھی کہ جنھوں نے مرلی لاش کیطون
 گولیاں چلائیں کہ جہیں خیال کیا جاتا تھا کہ باغیوں
 اپنے قبیلے پر شیدہ کیا تھا لیکن کوئی شخص نہیں مرا
 کیونکہ لاش کے پاس دلی نہیں تھا۔
 وہ اب باغی تیر خیال آ رہے تھے۔ پس غم کے جلنے
 بچانے کے واسطے کمانڈر نے فوج طلب کی۔ حالانکہ
 میں جلال آباد کی طرف جکر لگا کر اور گھوڑے کی طاقت پر
 یقین کر کے ۳۰ گھنٹہ کامل کا بھی پر سوار رہ کر پھر
 بیان آیا کہ برگدیر دلی کو مطلع کر دین کہ دلی پر خور
 حملہ ہوگا۔ بس خدا کے واسطے عیسائی عورتوں۔
 بچان اور مرصیون کی محافظت کر دے۔

یہ بیان اوس مقام کے سپاہی کا تھا کہ جہاں حکام نے
کی قضا اور حماقت سے بہت سے عیسائیوں کی جماعت تباہ
کی گئی تھی۔ بہادر افسر اپنے ساتھیوں کے ماتحتوں سے
بہت سی نازک۔ بے تصور۔ باعزت انگریز عورتوں۔ لڑکوں
اور بالی خضینا کی کے ساتھ بے عزتی کی گئی۔ اور اپنے بچوں
کے ساتھ ایک گڈ سے من و عنہ ہوئے اور یہ کہ۔ اچھا وہ
خدا کی عبادت کے اتوار کی شام کو واپس آ رہی تھیں۔
تیسرا شاعر اس نازک کا یعنی بلوہ فتح بنگال بہت کامیابی
کے ساتھ ہوا۔ باخینوں نے ایک پڑاؤ کا پڑاؤ جلا دیا۔
اپنے افسروں۔ اور بالی سویوں لڑکوں اور لڑکوں کو
یورپین افسروں کی موجودگی میں مار ڈالا۔
اگر یہ خضینا کہ واقعہ کل میرٹھ میں ہوا تو آج کیا دہلی
میں نہیں ہو سکتا کہ جہاں ہندوستانی مجرم بہت ہیں
اور یورپین فوج تھوڑی ہے۔ یہی سوال ہر ایک
شخص کے دل میں پیدا ہوتا تھا۔

یہ دہلی کا حال تھا کہ باخینوں کی امید تخت
طاؤس میں اوس عجیب شاہی کرسی پر کہ جسکی
قیمت دس کروڑ ۶۰ لاکھ ایک انگریزی ناچنے انداز
تھی۔ شاہ جہاں جمعہ مسجد کا بنانے والا چھیا ہوا تھا
کہ جسکے محل پر ابھی تک سبز رنگ کا جھنڈا پیچہ خضر
محمد صلعم کا پہرا رہا تھا۔
قبل اسکے یہ زخمی میرٹھ کا بھاگا اپنے زخم اور ضرورتاً
کو پورا کر سکے۔ غریب آدھی رات سے زیادہ مردہ تھا
تھکاوٹ پیاس اور نیند کے باعث سو گیا تھا اور
قبل اسکے کہ سفید عورتوں اور بچوں کی محافظت کی کوئی
تدبیر سوچی جاوے کہ نہ لڑکوں پر گولیوں کے
پاس و وڑا ہوا آیا اور کہا۔ ایک ابر سفید خاک کا
جس میں لوہا چمک رہا تھا میرٹھ کی سرک پر نظر آتا
مستور پور کی چڑھائی سے اور ترسا ہے اور زمین

چوبیسواں باب میرٹھ کی شادی کا دن

لینا نے گرجوٹی اور قابل اثر آواز میں ہر دور کا دہنا
ہاتھ اپنے دانے ہاتھ میں لیکر کہا۔ ہر دور پیار سے۔
جیک ہر دور۔ ملن کی مدد کرو کہ میرے بڑے باپ اور
بہنوں کو اس آفت سے بچاؤ۔ بچاؤ اگر تم ہو سکتے
کیونکہ بیان ہوا کہ سوائے تمہارے اور ملن کے کسی سے
امید نہیں ہو سکتی۔

وہ تمہاری محافظت؟ میں جو کچھ میرے امکان میں
ہو کر دوں گا۔ اور اگر میں تمکو بچانے میں ناکامیاب ہوا
تو کم سے کم تمہارے ساتھ جان دے سکتا ہوں۔ لیکن
معلومات ایسے خراب ابھی نہیں ہوئے ہیں (ہنسر)
روٹی اپنے گھر سے پر سوار ہو ہم لوگ سوار ہو کر جلسوں
پر گزرتے جا کر کہا۔ صاحبو اپنی اپنی جگہ پر کرنل رٹن
چیت کشتہ کے پاس جاؤ اور اون سے کہو کہ شہر کے
دور واز سے بند کر لیں۔ کرنل اپنی مہم دین پلیٹن کی
دو توپیں لیکر فوراً کشمیری دروازے پر جاوین۔
مینار میں عورتوں لڑکوں کے واسطے بندوبست کیا جاوے
کہ جہاں ہم اطمینان سے نظر رکھیں گے۔ کہتاں
ہر دور تمہاری پلیٹن اور مسٹر ملن تمہارے بنگال خلیفہ
کے سپاہی۔ لیکن پہلے تم لوگوں کو بھی کشمیری دروازے
جانا ہوگا۔ یورپین فوج میں شہر سے عورتیں اور مرد بچے
ورنہ پھر غریب کہیں تھوڑے سے یورپین مصدقہ کی
بدولت اپنی جان نہ دیں۔ صاحبو جلدی جاؤ تمناؤں
نہ کھو جائیں۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ کلکتہ کی
آریک کو تھریوں سے بچے رہیں اور ہر ایک

ہن لوگوں کی سنگینوں سے مقابلہ کریں جو چہرے کے
پہلے سے خیال کر لیا تھا۔ اور دوسرے ویسی ملازمین
کے ساتھ ملکر کل کو روکا صفایا کر دیا۔ سواؤں کے
اور کھانے کی میز کی کچھ نہ چھوڑا۔ حقہ۔ پائپ۔ اور
چرے اور منہ نال وغیرہ بھی بیکر چھوڑ گئے۔
ہر روز اپنے آدمیوں سے ملنے بھر لیٹن کمین کے سامنے
بڑھا کہ جو لمبا بیٹن ایک میل سے زیادہ کہ جہاں
ہندوستانی فوج سرخ کوٹ پہنچے اپنے مکانات سے
نکل رہی تھی۔

انگریزی افسروں کا خیال نہ کر کے پر سادہ سنگھ حنیٹ
۳۵ ویں لیٹن نے کہا دو مارپیٹ کی پلیٹیں (ہندوستانی
طیارہ)۔ صوبہ دار اپنی کمپنیوں کی طرف دیکھو۔ اور
برجھا کی عزت یاد کرو۔
سرنگا پٹم اور شہر کے تختہ جات لٹکائے ہوئے ہیں
پلیٹن کے صوبہ دار میر نے کہا "بالیر اور ٹمکی کی پلیٹیں
تیار ہو۔"

۴۸ ویں میں سولے ایک کے بالکل خاموشی رہی
اور جب برگزیر گریو بس اس کی طرف سے گھوڑے پر
نعرہ جوش بکارتے ہوئے نکلتے تو دیکھا تو یہ سولے دو سہروں کے
کچھ کم ہار ڈالنے اور بہکانے میں ہیں تھکری بعد عروبہ
اقتاب کے کم نہ تھی۔

مٹی کی گرجی کو نہ خیال کر کے ایک چھوٹا سا صفائی
تعداد میں پورے دوپن لوگوں کا کنڈرمنٹ سے نکلا
جس میں بہت سے اپنے کندھوں پر اپنے بچوں کو سوار
کے اور لیٹن کے ہوئے تھے۔

ہر روز بلا خوف کے نہ تھا۔ گو کرنل بلی اور دوسرے
بگال کے افسران لوگوں پر تھے کہ یہ راستہ ہی میں
مار ڈالے جا دیں گے۔ اور پوٹ لے جا دیں گے لیکن

۵۹ ویں اس قدر طوفان بلند کرتے ہیں۔

پوری دستوں نے کہا جو جنرل صاحب باکین چاہا
کہ ہم لوگ قبل اس سے کہ اس نے سمندر میں پڑنے
انڈیا کے وسطی علاقہ میں خدا کی مرضی پوری آگئی۔
خدا کی مرضی پوری ہوگی۔ یہ خدا کی قدرت ہی!۔

ہر روز کس قدر خوشی سے کہا "کچھ کم ایک گھنٹہ میں
ایک سو انگریز سنگین لیے موجود ہوں گے۔"

ٹوکی چلا یا۔ جبکہ اپنی بدوق جاکر لاؤ تو خدا
کی قسم میں ابکی اور آیا جانتا ہوں میری گولی نصرت
بال کے فرق سے بھی نہیں جاتی گے۔

اوسکا خیال شکر کے کہ کیا ہونے والا ہی پاڈری کی لڑائی
مناہین مانے کے لئے اپنے گھر دن میں کہتے بولے گئے۔
پورے شایہ تھی یہاں بھی نیٹے کوٹن نے اپنی تازہ دو ٹھن کے
بوسہ لیا۔ اور ہر روز کے پیچھے چھوڑا دیا کہ جو تہ قہم
خوارانہ ملی کے بازار دن میں ہو چکا محل کے اوسے

ہوا۔ میگزین کے اور ہر ہونچا کہ جہاں بناؤں نہ
مائی تو پین بھر دانا تھا۔ لیکن خبیہ ہی کہ یہ دونوں
سوار ہوئے انھوں نے دیکھا کہ تانیا رو آدمی
اوسکا پیچھا کر رہا ہے۔

سرکاری لین میں ہوئے انھوں نے دیکھا کہ انکی
جماعت کے افسر کہ جو اپنی لیڈیان بھیج چکے تھے اپنے آدمیوں کو

مسلح کر رہے ہیں ولی اور دوسرے سپاہی جمع ہوئے
اور ہر روز شکر دیا گیا۔ اوسے کہا "جوانوں
اپنی گولیاں ڈھیلی کرو ابھی تھوڑے عرصہ میں

ضرورت ہوگی۔ جب تک ٹیمپل آہستہ ہو کر چلو اور
میں ابھی تمھارے ساتھ ہوں گا۔ اس مارا دوسے
کہ اپنی بان کی عطا کردہ بائبل اور اسکی تصویر کے
دو اچھے بگل میں گیا اور وہاں دیکھا کہ اسباب

مسجد اور قید ہو محل ہو کر گذرے۔ قید اسکے یہ پیر تھا
 کی مسجد پر کہ شہر بنا دے ایک میل کے فاصلہ پر
 جاتے اپنے آدھوں کو رہ کر کاہن و مان و مہین کو تو
 بہت تھک گئے تھے جو نیکو آئیں تو تھک مات
 میں بہت نہیں ضائع کیا جاسکتا۔ تو سنہ حکم پا کر آگے
 برہمن اور انہی بندو قون پر ٹوپیاں چڑھائیں۔
 جیسے ہی کہ یہ لوگ سنیا کے قریب پہنچے کہ برہمن
 اور لڑکیاں بھری تھیں عجم بیدل کے سپاہیوں نے
 مکمل کر کہا۔ ”ہم لوگ یہاں آگئے۔“
 یہ جب کہ حکم سے اعتبار پیدا کرنے کی غرض سے کہا گیا تھا
 ان چند لوگوں پر بہت سے غسانی لڑکیاں اور لڑکے
 اور انہیں محفوظ کے طور پر نظر کرتی تھیں
 انکے ساتھ بہت سے ہریان کپ اور دوسرے ہندو
 تھے کہ جنہیں حافظ فلاح الدین بھی اپنا اپنی چچا اور
 سانپ لئے موجود تھا۔ اور بہت سے ہندو فقیر خصوصاً
 گنگارام جو کلا بزیان کھانا یا سر نیچے کر کے پیرا پر کرتا
 اور بدن پر مٹی اور دھول مل رہا تھا۔
 احکامات کے لینے کے واسطے جب کہ ہر دور کشمیری دروازے
 پر ٹھہرا کہ ایک لمبا طاقت ور وحشی اور غضبناک صورت
 کا انسان گھوڑے پر سوار پرانی دروی اپنے سفید
 پگڑی بازھے ایک تلوار لئے چہر میں گھوم رہا تھا نظر آیا
 یہ شمس الدین تھا جسے کرنل رانیس کے یہاں سے چور
 ایک گھوڑے پر سوار ہی لی ادا پڑانے ساتھیوں
 سے ملے گیا۔
 باغیانہ جھگڑتا اور نعرہ مارتا وہ دریا کی طرف فوج کو پکارتا
 تھا کہ جہاں لپکا ایک ادسکا کرنل روکن سے مقابلہ ہوا
 کہ جو چچین کشن کے مکان سے جو شہر سے ایک میل بھر پر
 واقع تھا سرکاری کام کے واسطے آ رہے تھے۔
 کرنل نے ادسکو لپکا کہ شہر اور ہتیار رکھ بیجا ہے میل حکم

شمس الدین نے ایک گولی ماری کہ جس نے روکن کے گھوڑے
 کو زخمی کیا۔ بڑی زور شور کی چیخوں کے ساتھ یہ کرنل کے
 گھوڑے کے گرد لگی تلوار لئے گھومنے لگا کہ سنیا کے اندر
 سے جو تو ان کے نعروں کی آواز آئی۔ اسہیں لہنا بھی
 تھی کہ جسے اپنی دوسریں سے روکن کو بچانا تھا۔
 دو دواؤں تو ان اور بے رنگ ہندو بچکے سنبھلی گئی کہ یہ
 تلوار سے اپنے تعین و انت کٹ کٹے سنے بھار ماٹھا۔ اور
 جیسے ہی کہ روکن کا زخمی گھوڑا آگرا اور غضب یہ تھا کہ
 تھوڑی لاش اور سیر بھی ایک نعرہ افسوس کا بلند ہوا
 ! افسوس روکن گیا اور اس کے اور ہر در کے درمیان
 رقابت کا اب خاتمہ ہی ہوا۔
 زور سے نعرہ مار کر شمس الدین نے اپنی تلوار کشمیری چچا
 کی جانب چمکائی اور کہا۔ ”دیکھو فرنگی میں کیا کر سکتا
 ہوں۔“
 ہر در نے اپنی بدوق تو فل ریڈر دیتا کہ قدرت فاصلہ
 پر ہوگا۔ کوئی چھ سو گز۔“
 جناب میں بھی بھی خیال کرتا ہوں۔“
 ہر در نے بدلتے گھوڑے پر کھڑے شمس الدین کے
 گھوڑے کے گولی ماری یہ ضرور سر پر لگی ہوگی کیونکہ یہ
 بے ناک کا آدمی اسی وقت زمین پر سر کے بھل گرا اب
 روکن اپنی ٹانگ گھوڑے کی لاش سے نکال رہا تھا کہ
 جبکہ نے کہا۔ ”شیطان یہ کیا بھتا ہے کہ میں کسی نشانہ
 اور گوبر پر گولی مارتا ہوں۔“
 لیکن ایک لمحہ کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور
 اسی پریشان باغی سے مقابلہ کو لگا کہ جسکا ہتیار اس کے
 ہاتھ سے گر گیا تھا۔ اس اس تازہ گولی سے کہ قدرت پریشان
 ہو گیا تھا اگر ہر در نہ ہو جاتا تو روکن کے گھوڑے ٹکڑے
 ہو گئے ہوتے۔ ہر در کو دیکھتے ہی غل جی کر شمس الدین
 کسی باغی کی دیوالیہ چڑھ گیا اور اس طرح سے گم ہو گیا

۳۔ اور نہ کر غل کومہ دوق کہ اوسے سانس لی جیسی ہی
 کہ دونوں شہر سی دروازوں کے طرف خاموش ہوتے۔ کہ بل کو
 شاید رینچ اور سی فندر پہنچی ہی معلوم ہو کیونکہ وہ شاید اپنی
 زندگی کیو اسٹے سوا ہر دور کو بند وستان کو کسی انگریز کا
 مہیون ہونا پسند کرتا۔

جیسے جی کہ آہستہ آہستہ روکن اور جیک آکر ملن لڑکھانے قسم
 خدا کی شے آج ایک بہت عمدہ بات کی ہے۔

کو نہ پوزر نکلیں کہ یوں سے کہا جاسکتا ہے آپ آج بھی کر دیا
 کاہر اسلگورنہ زمرل کو پھینک کر مجھے یقین بنے کہ لکھن کے
 کو گھنٹات ہر دروازے اپنی زندگی کو دے دے مہیون ہوں اور یہ
 ہی جانتا ہوں کہ ایک شخص ایک بہت تھوڑی سی بات پر
 وکٹوریہ کر اس پا گیا تھا۔

اب کرنل اپنی ہوش و حواس میں آیا اور عادت کو موافق مسکرا کر
 کہا کہ میری دانے ہاتھ میں جو زخم بار کو پور میں لگا تھا اوس باٹ
 اپنا گھوڑا روک سکاو رہے ہیں اوس بد معاش کو ایک عمدہ سبق
 سکھاتا میں خیال کرتا ہوں سوا تھا۔

ہر ورے (ہنسکر) کیونکہ گورڈن قد آور و جیدہ جوان تھا
 لیکن کبھی طرے شمس الدین کے مقابل کا نہیں کہا۔

”مہر شہ کا بھالگا ہوا ایک باغی ہے“

قبل اسکے کہ برگڈیرز گورڈن کو جواب یا ہر دور کو مبارکباد دے
 سکین اوہوں نے بڑی دور میں سے جو ہاتھ میں لئے ہوئے

تھو دیکھا کہ ایک گولہ شہر پناہ کے قریب سے ہو کر گزرا کہ جسکا
 جواب ایک دوسری طرف سے دیا گیا اور بہت سے جوان

پریشان جنگ کی طرف سے کشتیوں کو قبل سے آ رہے تھے
 کہ جس سے جتنا کہ اوس بار لوگ آئی تھے وہیں اور شہر پناہ

کے جنوب جانب گوم کر ایک راستہ وہاں سے چاندنی چوک
 ہے۔

سفید پوری پوشاکیں زرد کوٹ پہنے یہ خون سے آلودہ
 سپاہی ۳۲ سالہ کے تھے جو اپنے اور دوسری بہائی باغیان

سے کہ جب اب مہر شہ کی شرک سے بڑھ کر آ رہے تھے بڑھ آئی تھی
 اوہوں نے آتے ہی بہت سواون مسافروں کو مارا کہ جو ڈاک
 بین سواروں کو آ رہے تھے اور ۳۲ خیال سے کہ اوٹھا۔
 یہ مقدم ہو گا۔ چکی ہوئی تلواریں لیکر شاہی شہر دہلی کے سانچے
 لائے۔

کشمیر شہر ابھی تک آکر تھے اسواٹے دروازہ شہر کو
 بند ہو کر تھے۔

بندن فرمیں لڑکھان لی اور ہر کو مینا میں لوگوں
 اور عورتوں کی محافظت کے واسطے بھیجا یہ عورتیں بچے
 مثل پریشان مٹھوں کے ایک مکان میں بند کر دیئے گئے
 تھے۔

گورڈن ریور پہلی جو ۲۲ سالہ سے رخصت پر تھا کیٹ۔ لینا اور
 ولی اور بیچ لسل کی لڑکیوں اور جیدہ دوسری لوگوں کو
 پادری صاحب کی گاڑی میں بھر نکالا۔ ڈکی بہت تھوڑے
 میں تھا ابھی لڑکا تھا اور وہی لڑکین کا جوش موج زن تھا
 اور کہے سنا ۹ بہت سی لڑکیوں کے۔

اول سوال اسکا یہ تھا کہ پھانسی ہر دور اسکو کیوں دیتے
 ہو وہ دہلی بند و ق کہاں ۹

”قبل اسکے کہ میں وہاں پہنچوں میرے بنگلہ کی بد معاشوں
 نے بالکل میرے اسباب کی چوری کر لی اور سوا

سادہ دیواروں کے کچھ پھوڑا ہے“

”تو پھر میں مہارے سپاہیوں کی معمولی
 بند و ق لیکر شرکیہ ہو گا چاہے کچھ ہو قسم

خدا کی میں تھوڑوں کی تو نا لگیں ضرور
 توڑوں گا“

دو دین خوف کرتا ہوں ریورس
 قبل برسات کے ہلکے بہت شکار
 نصیب ہو گا آج شب کو ایک بہت بڑا تماشہ
 دیکھیں گے“

پاؤں نے اوسکی طرف ہاتھ بلایا اور بلا اس خیال : خصوص سب سے زیادہ چاندنی چوک میں کہ جہاں
 کے کہ یہ آخری وقت ہو کہ وہ اس پیاری آواز کو بہت سے قیمتی جواہرات اور اسباب کے بیچنے والی
 سُن رہا ہے آگے چلا گیا۔

بہت سے ہندوستان کے انگریزوں کے گہروں دنیا کے ہر ایک شہر میں ہوتی ہے۔ کوئی نہیں جانتا تھا
 وہی مصیبت آئی کہ جواب اس شریف بڑے پاؤں پر کہ کیا ہو گا۔ لیکن جو لوگ صاحب جایداد تھے اوکو
 آئیوالمی تھی کہ جسکو دل ہی خیال کر سکتا ہے لیکن کوئی ظلم خوف تھا کہ وہ لٹا چاہتے ہیں کیونکہ ہزاروں مجرم
 نہیں بیان کر سکتا۔

اوسنے اپنی تین لڑکیاں دیکھیں۔ سیاہ آنکھوں والی نکو
 لینا۔ چین و شیرازہ کیٹ سنہری بالوں والی سنکین
 پوئی کہ جو روبرو زمیں پہلوں کے اوسکے گرد

حسن۔ نیکی۔ محبت بھلائی میں بڑھتی ہر ایک کسی پہلے
 مانس کی تاج ہوتی۔ کیونکہ یہ خوش اور نیک دل

لڑکیاں تھیں ایسی لڑکیاں کہ جسکے پیدا کرنے میں پرافت
 انگلستان کو فخر تھا۔ ان لڑکیوں نے پاؤں کی دل کو

خوشی سے بہ دیا تھا اور خصوص اس باعث کہ ہر ایک لین
 سے اپنی قدرتی فریفتہ کرنیوالی خوبی پر قانع اور اب

اپنی پوری جوانی میں تھیں معلوم کہ کس مصیبت کی منتظر
 تھیں پاؤں تو میرٹھ کی لیدیوں کا خیال کیا کہ اوسکا

خون مندا ہو گیا۔ لینا۔ کیٹ اور پوئی اس سے کیا ان
 وحشی لوگوں کے ہاتھ سے نبرداشت کریں کہ جو موت

تسمم اور آفت میں بڑھ رہی ہیں۔ اپنی دلی دعا مانگی
 اگر یہ نہ بچ سکیں تو موت اون دونوں کو ساتھ ساتھ لی

اور وہ بخوبی واقف تھا کہ اوسکو اب بہت سال زندہ رہنا
 نہیں ہو لیکن اوسکا دل بیٹوں کے واسطے اٹھ اٹھا رہا ہے اپنے

واسطے تو اوسکو خوف تھا اور نہ افسوس کیونکہ واقف
 تھا کہ چاہے جو ان آدمی عمر کی لیکن بڑھ کر ضرور مرنا چاہیے

لیکن بیکار ایک موت سب کے واسطے اوسنے مصیبت میں
 مانگی ہے چاروں جانب اون سرکون پر کہ جیسے

وہ ہو کر گذر آفت و رنج و افسوس پہلا ہوا تھا
 ہتیار اور چاقو نظر آ رہے تھے۔

اپنے مکان سے ایک میل کے فاصلہ پر سنٹ جیس
 چرچ اور اسکول کے پاس سے خوف کہا کہ پاؤں کی
 صاحب یوٹی۔ لیکن ایک بہت بڑا عجیب شور مچاتا
 وحشت اور اُچھڑپن کی حالت میں انکار راستہ
 روکتا ہوا آیا۔ اسکے درمیان میں ایک ہاتھی تھا
 کہ جسپر رخ جھنڈا لگا ہوا تھا اور ہودہ
 میں ایک سیاہ فام ہندو فقیر تھا جو قبر ہایوں
 کے پاس عرصہ تک بیٹھا رہتا تھا۔ یہ مذہبی
 دیوانہ اپنی گفتگو سے اردو میں سننے والوں کو
 بہر کار لاتا تھا۔ اور آگے بڑھنے والی وحشیوں میں اوکو
 ہتیار اور چاقو نظر آ رہے تھے۔

۱۔ شور مچانے والا مجمع کو دیکھ کر پاوڑی بہت گہرا رہے
 اور خود کہا کہ اب ضرور مارا جاؤنگا اور زخمی ہونگا۔ اپنے
 خدشہ کا کثیر نظر کی خدشہ گارنے بتلایا کہ اس کے واسطے
 سب سے محفوظ ذریعہ یہ ہے کہ محل سرکاری کو سامنے
 ہو کر گزری جان کوئی شخص اونکو نہیں مار سکتا۔
 کسی نئے خیال کے قرض میں آنے پر خدشہ گارنے چھوڑ کر
 کہا: صاحب میں آپکو سلنگندہ قلعہ کے پشت سے چوڑا
 راستہ سے لے جا سکتا ہوں اور اس راستہ سے حملوں
 جان سے بچ سکتے ہیں ۛ
 پاوڑی نے جواب دیا: شکریہ میرے پڑاؤ آدمی تو تمکو
 اب وقت نہ کہونا چاہئے۔ میں اپنے تئیں تہاری
 رہنمائی میں سپرد کرتا ہوں ۛ
 پاوڑی کو اس حصہ شہر کا بہت کم حال معلوم تھا اس باعث
 بعد کو معلوم ہوا کہ جو راستہ خدشہ گارنے بتلایا ہی وہ سوکا
 جہنم کے جانے کے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ
 مشکل سے ۲۰ گز بڑے ہونگے کہ یکا یک ایک مسلمان
 درویش سے کہ جسکے ہاتھ میں لوہے سے مڑھی ہوئی
 لاٹھی تھی مقابلہ ہوا لیکن حافظ قلیح الدین یون ہی اپنے
 مقابل پاوڑی فرنگی کو چوڑا کر نہیں جانیوالاتھا۔
 موقع نہایت عمدہ کہونے کے قابل نہ تھا۔
 پاوڑی نے فصول کو شش کر کے کہا: سلام ۛ
 حافظ نے منہ بنا کر ایک غضبناک ہنسی سے نفرت سے ہٹ کر
 اور دلی مسرت سے کہا کہ اوسکو ایک موقع جوئے مذہب
 کے واعظ اور پاک جگہوں کے خراب کرنے والی سولہ ہے
 اور خصوصاً اسوقت کہ جب سبز جہنڈا پیغمبر اور طلحائی
 جہریت مغلوں کا محل دہلی میں کہنے والا ہے۔ جواب دیا
 گیا: سلام صاحب ۛ
 پاوڑی نے خوف کہا کہ اور اپنی حالت کا اندازہ کر کے کہا
 کیا آپ ہربانی کر کے جگہ اجازت دین گے کہ میں اگی بڑھوں

میں اپنے گھر پر جانے کے واسطے جلدی میں ہوں۔ اور اگر
 روپہ کی ضرورت ہو تو یہ سوئے کی اشرفی ۛ
 دین ہی کنوینٹ میں پہنچنے کیواسطے جلدی کر رہا
 ہوں۔ وہاں کنوینٹ میں پہنچنے کو کیونکہ میری بہن
 اور دیگر مقامات سے کہ جہاں ابو کی قبر ہے جو تم
 فرنگیوں کو ایک غضبناک سبق پڑھا دین گے لوگ
 آ رہے ہیں ۛ
 دین نہیں بھگا کہ ۛ
 اور وہ تم کہ جو جنگ پلاسی سے سو سال بعد تک نہ
 کہا یا ہے وہ سب اب زمین میں ملایا جاوے گا۔ یہہ
 آپ سمجھئے قبل اسکے تم لوگ دعا مانگو کہ پہاڑ تہا رہے
 اوپر گرین اور تمکو غارت کرین یا زمین شق ہو اور تم
 گھس جاؤ یا کہ دریا کی بالو گر م ہو جائے اور تمکو توپے
 لیکن یہہ فضولی ہے چونکہ تم لوگوں کے ہاتھ پیر
 کاٹے جاوین گے اور اس بدل کی تلوار سے ایک نہ
 بچے گا کہ تمہارے مذہب اور آزادی کو خراب کیا
 دو تم میری بہائی غلطی مت کرو ۛ
 دین کیا میں تم کا فروں اور گتو کا بہائی ہوں ۛ
 دو تم غلطی کرتے ہو اور جن لوگوں کی تہاری سی رائے
 ہے وہ غلطی کرتے ہیں۔ میری لائق دوست ہماری
 ہرگز خواہش نہیں ہے کہ کسی کے مذہب میں دست
 اندازی کرین اور پہر کم سے کم میں کہ جسکی سفارت یہہ
 ہے کہ سبکو سکھلاؤں کہ ایک دوسری سے محبت کرو
 امن و امان سے آپس میں رہو اور اوسے کے ساتھ
 یہہ بتلانا کہ کس طرح سے انسان کا اخلاق اور اوکا
 چال چلن شریفانہ ہو سکتا ہے۔ تمکو ہزاروں
 راستے دماغی ترقی کے بتلانا اور ایک دوسرے سے
 محبت کرنا بتلایا ہے ۛ
 غریب پاوڑی وٹھین چاہو جسقدر عظمتا لیکن سب فصول تہا

درویش نے لاشی گہوا کر کہا کیا پاؤڑی صاحب جھوٹا
 بین کہ زبان کے پہل جنم بین ناگے جاوین گے ایک جھوٹا
 اور اوسیکے ساتھ جھوٹے مذہب کا پہلا نیوالا کیا مجھے
 کہنے گا کہ انگلستان کی ملکہ نے شاہ روم و جنرل نیولین
 کی آنکھوں میں خاک نہیں ڈالی اور کیا اوسنے گلکتہ کی بڑی
 لارڈ صاحب سے سازش نہیں کی ہے کہ کل ہند اور
 مسلمانوں کو عیسائی بنا دے کہ جو کا فر مذہب ہے
 بدقسمتی سے پہر پاؤڑی نے کوشش کی کہ اسکے پیچھے
 چھٹ بنا دے لیکن اس وحشی کے باعث آگے نہ بڑھ سکا
 جسے کہا نہ زمینداران اودہ ایک لاکھ سپاہی بہر قی
 رہتین اور ہم اکیلو بج ہمارا جون۔ راجون سردارون
 اور تعلقدارون کے کھان میں ہونگے۔ تنکو دریا کی گنگا
 میں بہاویں گے اور کل ہند وستان کے مقابلہ میں اود
 مشل گل جہنم انگلی کے سہے تاجم اوسکے الحاق کیو اگر
 تم کا فر فرنگیوں کو سخت قیمت دینی ہوگی
 پاؤڑی نے کہا افسوس میں اوس طرح سے معصوم ہوں
 کہ جس طرح سے تیمور کے مظلوم ہتے میں امید کرتا ہوں
 کہ وہی آفت اب پہر نہ آوگی جو دہلی میں ایک مرتبہ آئی تھی
 پہر درویش نے کہا کیا صاحب جھوٹے ہیں کیا آپ اس
 انکار کریں گے کہ لارڈ صاحب گلکتہ والو اور کمپنی ملکر ہم
 چاٹر بین کہ قابل اور پاک رومیونگو مارین اور ہمارے
 مسلمان اور اونچی ذات کے برہمن سپاہیوں کو رشوت دیکر
 سو رکی چربی کے کار توں کٹوا کر بڑہرم کریں بہت
 سے لوگ گولی کے منہ سے ایسے فعل کے کرنے کے قبل
 مارے گئے اور بہت سے مر گئے لیکن اتنا رکل ملک میں پہلے
 گئے ہیں اور مسجد سے مسجد گانوں سے گانوں شہر شہر
 بارک سے بارک گئی ہے اور اب زمانہ آگیا ہے کہ جب
 موافق پیشین گوئی قرآن شریف کے فرنگی غارت ہونگو
 وہ لڑکا بھی کہ جو اپنی مان کی چاقی میں دو وہ پی رہا ہوگا

یہ کھرا سننے زور سے چیخ مار کر اپنی لوبہ چوڑی لاشی
 پاؤڑی کے سر پر ماری جو بد بخت پاؤڑی کے سر پر
 بہت زور سے پڑی جس سے وہ خون سے شرابور گرد
 درویش خدنگار سے مخاطب ہوا جلد ہی جا قبل اسکے
 کہ قتل عام شروع ہو یہاں ایک پاؤڑی کی لڑکی لا
 اور اگر ممکن ہو پہنچی اور اون وعدوں اور پڑا بوبک
 کے احکام کو یاد کر کے جو دیوانہ میں کھینچے تھے
 محل کے ایک باغ کے پہنچ گئے وہاں سے فریادیں
 حواس پاداشی کو کہہ سکا زرد چہرہ اور سفید بال بالکل
 خون میں شرابور تھے کچھ کچھ راستہ میں چٹان پڑا تھا
 خود شگ سے تب کہ تھی انگوٹھی اور تیلی لی اور جلدی
 ایک لڑکی بنا کر جب آپ لگیا اور ظالم درویش نے کہا
 میں اود کہہ نہ سک رہا یہاں انتظار قبل سپاہیوں کی بلین
 آجائے کہ کرونگا کہ جہاں میری اشد ضرورت ہے۔
 بد معاش خدمت کار فوراً پاؤڑی کو مکان پر پہنچا
 کہ جہاں اوسنے دیکھا کہ بڑی لڑکی ڈکی رلیو رس سے
 مشغول ہے اور بیگ میں قیمتی اسباب بند کر رہی
 ہے اور پولی او ہراود ہر پریشان ڈرانگ روم
 میں گھوم رہی ہے گویا کہ وہ واقف تھی کہ کیا اب
 بچا نا ہے اور کیا نہیں اور اب یہاں سے سلام
 جھک کر اور ہاتھ جوڑ کر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں
 ملے اوس پولی
 دو کیلے کیا ہے کیا چاہتے ہو اسم علی
 او تمہارا۔ پاؤڑی دسٹین صاحب
 دو اچا تو پہر وہ کہاں ہیں
 دو اوس پولی س پولی بہت ہی
 خوف
 دو کیا خوفناک پایا کہاں میں
 دو باہر دور نہیں۔ وہ تمہیں بلائے ہیں صرف اس قدر اس قدر

اد کیا وہ مجھے بلاتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟
دو وہ بیمار ہیں بہت بیمار لیکن وہ تھکوا بلاتے ہیں آؤ
میرے ساتھ آؤ۔

زرد رنگت بدل کر اور سہم کر پولی فر دتین آوازیں
کیٹ اور لینا کو دین لیکن کسی فر نہیں سنا اور چونکہ
اوسکا خدمتگار جسکو بیٹیاں بہت وفادار خیال کرتی
تھیں کتنا کہے کہ پاڈری صاحب اکیلے اوسیکو بلاتی
ہیں وہ شال اور ٹوپی مونڈھ پر سو اٹھا کر خدمتگار
کے ساتھ صوی اور لینا اور کیٹ کو ایک دوسرے
خدمتگار کی زبانی بھ کھلا بھیجا پاڈری صاحب اور
پولی دونوں مینار کو گئے۔

ہیں۔ کہ جس خبر سے یہ
دونوں پریشان نہیں ہوئیں کیونکہ انکو اعتبار نہیں
تھا کہ اونکا باپ اسقدر جلدی بلا اوسکے مشورے
پنی اور پولی کی محافظت سوچو گا۔

سرک پر جانے کے ساتھ صی کہ جہان غریب پولی
کبھی ہیدل نہیں گئی تھی مجبور ہوئی تھی کہ وہ اپنے
خدمتگار میں اعتبار کرے گا اوسنے اپنی اس بڑے عنوان پر
افسوس کیا کہ چلنے کے پہلے لینا سے مل نہ لی
لیکن اپنے باپ کی خبر لینے کی خواہش کہ جسکی یکبارگی
بیماری یا حادثہ کی خبر اوسکو یوں ہی نہیں معلوم ہوئی
تھی اوسپر غالب ہوئی اسوقت تک اوسکا دل
نہ دھڑکا تھا جب تک کہ نیک گھر کی کوٹھی کے پاس
نہ پہونچی کہ جو سابق میں ایک بیگم کا محل تھا

کاش وہ اپنے وفادار بہادر مہراہی کی جیب ہی دیکھ
لیتی۔

جیسے ہی کہ یہ دونوں سنگرہ قلعہ سے بڑھو کہ حافظ
فلاح الدین یکا بچی نظر آیا پولی خدمتگار کی طرف چلی
اور اوسکا بازو پکڑ لیا لیکن یہ بد معاش اوسے
چھوڑ کر یہاں گیا پھر خوف سے چلا کر پولی فر اپنے

تین درویش کو پاس ایک تنگ مقام میں
لمبی اور اونچی دیواروں کے درمیان دیکھ کر
افسوس کیا۔

اوسکو معلوم ہوا کہ گویا وہ خواب دیکھ رہی تھے
فاصلہ پر بڑا غوغا اور زور شور معلوم ہوتا تھا کہ
جس میں وہ کبھی کبھی انگریزی ڈھول اور بنگل کی آواز
بھی سنتی تھی لیکن جیسے ہی کہ درویش فر اوسکا
بازو پکڑا اور اوسکی آنکھیں اور اوسکا خوبہرہ
سنبھلے بالوں اور حیرت انگیز سفید اور حسین رنگت
نظر کی کہ یہ دم بخود ہو گئی۔

یکابچی کوئی خیال امید کا اوسکے دل میں نہ گذرا۔
اوسنے اپنی سفید دستانہ کھول کر کہ جن پر شکل سے
ڈکی ہٹ نہ لگا سکا تھا اپنے طوق اور انگوشیاں
حافظ فلاح الدین کے ہاتھ میں دیکر کہا۔ یہ لو۔ یہ
سب لو لیکن مجھ کو ایک محفوظ مقام تک پہونچا دو میر
کو گھر۔ یا مینار تک پہونچا دو۔

حافظ کو شکل سے معلوم ہوا کہ اوسکا کیا مطلب ہے
لیکن اپنے پاس زیورات اوسکو رکھ کر جس سے اوسکے
دل میں یہ خیال گذرا کہ کہیں چوری کا الزام کوئی
نہ عاید کرے اس واسطے مار ڈالنا چاہئے۔ اپنے
پاس اس حسین عورت کو رکھنے یا مرنا ابو بکر
کے ہاتھ جیسا کہ اوسکا فرض ہو فروخت کرے۔ آخری
خیال کہ جس میں مذہب فرض اور دوسری بہت سی باتیں
شامل تھیں کامیاب ہوا۔ اور باغ کو اندر اوسکو پہونچ کر
لیگیا کہ جہاں اوسکا باپ بی ہوش و حواس پڑا تھا۔

حافظ نے کہا: موت بلا نیک کاموں کو دھری موت
ہو اور میرا یہ ایک نیک کام ہو گا کہ تھو محفوظ مقام تک
پہونچاؤں۔

دو ہاں اچھے آدمی میری پا پا کو

دوبان مان ۛ

دو شکر یہ شکر یہ من کس طرح سے تہا را شکر یہ ادا کروں ۛ
 و دیم صاحب اپنے تئیں تم مجھ کو سونپو۔ میں حافظ
 کہلا تا ہوں کیونکہ میں نے منہ ۱۱ باب قرآن شریف کے
 پوری پڑھ لی۔ لیکن اور بھی زیادہ پڑھا ہی اور مجھ کو
 لفظ بلفط سعدی کی گلستان یا وجر اور وہ کیا کہتا کہ
 کہ تین بزرگوں میں ایک بار گفتگو ہوئی کہ کون سب سے
 بڑا گناہ ہے ایک نے کہا کہ مصیبت کے ساتھ بڑھاپا
 دوسری نے کہا کہ بصر بچو ساتھ دردی برداشت
 تیسری نے کہا کہ جسے مجھ کو اتفاق تھا کہ موت بلا
 نیک کام ہو سکے ۛ

پور و بین لیدیان کشمیری در وازی کے سامنے
 کے میدان میں کبڑی صومی تھیں اور اون
 دو مقاموں کو اپنے اعلیٰ کپڑے پہنے
 اور فرامیسی ٹوپی دے بیٹے بڑے رھی تھیں اور
 مثل بطحون کے جیسا کہ صحنے بیان کیا گیا
 گدھوں کو خوف سے لپک لپک کر ایک جگہ
 جمع ہو رہی تھیں۔ برگڈیر کے پاس سامان جنگ
 بہت سا جو دہلی میں زیادہ رکھا کرتا تھا اور اگر باغی سو
 آدمی ان کے ساتھ وفاداری کرتے تو ان کو کوئی
 خوف میرٹھ کے باغیوں کے حملے سے نہ ہوتا لیکن
 جو کچھ واقعات کہ اس فوج کے آنے سے دہلی میں

ہو کر وہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو سکتے اس قدر
 خوفناک قتل عام تھا کہ وہ چند لوگ جو بچ کر باقی ہو رہے
 بہت کم سواریوں حالات کو واقف ہیں جو ان کو سامنے
 ہو کر ٹھیک ٹھاک سٹاف سینا میں ہر ایک عمر کی عورتوں کا
 خوفناک جمع تھا اور سب سے بڑی لاشیں کی طرف ان کے ہاتھ
 پہاڑوں کی طرح تھیں کہ جہاں سو وہ جہاں تھیں کہ اوپر دشمن آئے
 میں بہت سی زمین بالکل لوہے کی تھیں جو حال میں شاوی ہوئی تھیں گو
 کیش کی تیارہ دوہن کوئی تھی مگر توڑی سی دھانسی تھیں کہ جو توڑ کر
 دن دن ٹھکانے والی تھیں۔ گو سو لاشیں یا جو بچے پھیلے کی بیٹھوں نے
 کہیں تازہ ولایت ہو کر باعث کوئی جگہ آیا اور سکو اتار کر رکھے تھے
 اور اب پس میں جوڑ ہو کر اور گئے تھے۔ نو سو پہاڑوں کا اندازہ ہے کہ جوڑ ہو کر
 تھیں کہ جہاں وہ ٹھکانے والی تھیں اور میرٹھ کے حالات ملین یاد کر کر وہ خاموشی

اب بہت عرصہ قبل اس کو اپنی مصیبت معلوم ہو گئی تھی کہ گہرائی
 نبی اور اپنی پاپا کو سرکھو پر گود میں لایا اور عیش موت اور
 زندگی کے درمیان میں پڑا ہوا تھا اور حافظ فلاح الدین
 بغاوت کا وعظ کامیابی کے ساتھ اپنی خواہش کو موافق کر چکا تھا

چہید سوان باب

اسٹاف سینا

ایک محافظت کی حکمت عملی پر غور کر کر برگڈیر گریو کی جیسا کہ ہم
 دیکھ کر چکے ہیں عورتوں اور بچوں کو واسطے مینا پسند کیا تھا یہ پسند
 جگہ پر کشمیری در وازی کے شمال جانب واقع ہوا اور گول شکل
 اون اینٹوں کا ہے جو دھوپ میں پکا گئی تھیں۔
 اور اس باعث نہایت محفوظ تھیں سب یورپین
 وہاں نہ تھے کیونکہ اپنی بد قسمتی سے بہت سے

کے ساتھ جت اور بہادری مدد اور کامیابی کیلئے اپنے خاندانوں
 کے واسطے دعا مانگتی تھیں بہرہ زور شور سے فوج ہند کو آگے لے
 روشنی میں ننگی تلواریں لے کر ساروں کی ہتھیوں کے بل
 سے جتنا کہ اس پار سسٹنڈہ قلعہ کے شمال کے
 جانب ہو کر کلکتہ در وازی سے داخل شہر ہو کر اور دھان
 اپنا غارت گری کا کام یوں شروع کر دیا کہ

یورپین لوگوں کی مکاناتہ جامہ دیا اور جو ملاوٹ کو کاٹ ڈال کر
 کوششی غل غپاڑی سے کہ جو سڑکوں پر بھرا ہوا تھا اور شہر
 کو جلنے سے بچا رہا اور ان کو بہت خوف ہوا۔ باغی اگرچہ
 قطعہ کہ پاس ایک چوٹا سا دواخانہ لٹا گیا اور چن لال دیسی
 ڈاکٹر مارا گیا۔ سسر فریڈرک شہر کو جلد ہی گاڑی پہگا سے
 دیکھ کر جو بادشاہ محمد بہادر اور ان کے بیٹوں کے پاس مدد کے
 واسطے جاتے تھے انہوں نے زور سے چیخا کیا۔ فریڈرک
 ایک بہادر آدمی تھا اور سب سے گاڑی ہی سے رخ کر کے
 جو سوار کہ قریب تعاقب کئے آتا تھا اس کے گولی ماری
 لیکن قبل اسکے کہ دوسری گولی وہ چلا دی نہ سہر
 لنگی تلوار میں لپٹا آگئے اور سرتن سے جھڑا کر لیا۔ دریا
 پر کسی قدر شہر کر با بولی سنگہ سے باغیوں نے
 دریافت کیا کہ کپتان ڈگلز کہاں ہیں وہ بہادر افسر
 مقابلہ کے واسطے تلوار لیے ہوئے نکل آیا لیکن شمشیر
 کی گولی سے مارا گیا اب گھوڑے سے اتر کر
 وہ شاہی محل کے گردین میں جہاں یہ رہتا تھا
 گئے اور پاڈی جنگیں لپٹن کے پاڈی کو اپنی لڑکی
 کے ساتھ کر جو کم سن لیدھی بلا کی حسین تھی اور
 ابھی ولایت سے شادی کرتے آئی تھی پایا اور دونوں کو
 فوج کیا۔ پہلے باپ مارا گیا اور باوجودیکہ لڑکی فریبیت
 سماعت کی اور ان لوگوں کے پیروں پر پڑی لیکن بسود
 وہ بھی بچرمتی کے بعد (جس کو ایک مسلمان اپنی بیوی اور
 لڑکی کو سخت غضبناک مصیبت خیال کر گیا) غارت ہوئی
 قتل عام کے سمندر میں اب ہر ایک جگہ جھپٹ سٹوگر
 کلک جج۔ کلکٹر کا شکار ان نیل اونکی بیویاں اور لڑکیاں
 کہڑی ہوئی تھیں بنک لوٹ لیا گیا تھا مچھرا اور اونکی
 بیوی اور بچہ ایک عجیب بڑی درمی سے مارے گئے یعنی
 ٹوٹے ہوئے شیشوں سے اون کے ہونہ کاٹے گئے۔ خبا
 دہلی گزٹ کا دفتر کھولا گیا۔ پریس جتنا پہلے تک
 دیا گیا اور تاپ کی گولیاں بنائی گئیں چھاپنے والی اور
 کچھ روز بڑا نکل نکلتا نکلتا کر کے گئے۔ اس وقت سے
 کہ اس کا باپ اور بھائی شہر میں کسی جگہ نہیں لپٹا اور
 کیٹ کو فٹناک افسوس تھا کہ ہر روز نے ہر ایک طرح سے
 اعتبار دلا دیا تھا کہ انہوں نے کہیں جگہ یا نا
 ہوگی۔ لیکن اس سوال کا کوئی نہ جواب
 تھا کہ وہ ہمارے کیونکر چھوڑ کر گئے۔
 آج کے سے دن میں یہہ نکل غیر ممکن تھا نا سب
 غل غپاڑا زیادہ ہوتا جاتا تھا کیونکہ اب باغیان اور
 رحمت مع آزاد بھڑوں۔ قیدیوں پولیس کے
 بدعاشان میر تھاپا کول ہر جگہ سے گزر رہے تھے
 کہ جہاں سے یہہ ہنسی خوشی سود وازی کو قریب آئی جو
 فوراً اون کے استقبال کیواسطے کھولا گیا تھا۔
 دو دین اور دہرم۔ فرنگی کو موت۔ کہنی جان
 اور جان مل کی موت۔ بڑی لارڈ صاحب بہادر کی موت
 اس کے لوگ کیوں ہمہ حکومت کریں جب ہمارے ہزاروں
 مقابلہ میں اس کا ایک ہو موت آوی موت اور کمال ج غم
 ہو گیا۔
 برگڈیر گریوس نے حکم دیا کہ ریلی آگے بڑھ کر ان کے ہتھکڑیاں
 ہمہ دین رحمت اور دو توپوں کو لیکر کرنل کشمیری
 در وازی کی جانب بڑھا کہ جہاں اپنی سوچنی ہوئی تدبیر کے
 موافق بہت سی مہینوں کی گولی مار کر ہٹا کر کیا اور بہاگ کر
 ایک طرف اپنا افسروں کو چھوڑ کر ہو گئے کہ جن پر رسالہ
 نے غضبناکی سے حملہ کیا۔ ہتھکڑیاں مارا اور کہا کہ شاہ
 شاہاش نے کرنل ریلی سے دو گولیاں ماریں اور قبل
 اسکے کہ وہ زخموں کے باعث جانیں دین اپنی پلٹن کی
 طرف مخاطب ہو کر کہا۔
 مار پیٹ کی پلٹن میری لڑکے۔ میری لڑکے کو غلابازی سے
 ہوشیار رہو اور دھوکے سے ہوشیار رہو۔

یہ اوس کے موافق کارروائی تھی جیسا کہ ہر الدار پر شاہ دستگیر نے دیوانہ خانہ میں بیان کیا تھا۔ وہ دین ملین اپنے افسر قزاق کو تہ مارے گی۔ لیکن خاموش کھڑے رہے۔ میں اگر کوئی دوسرا مارے غزوہ کا اس طرح کے برصاوت سے افسروں نے غریب کرنل پر ملی کشتیاں استعمال بہت سے افسروں کو مارا۔ وہ دین ملین اور ملہ ابھی کھڑی ہوئی تھی کہ جسکے افسروں کو ایک عجیب قسم کا پیدا ہو گئی تھی کیونکہ ان سیاہ اور چمکیلی آنکھوں میں ایک دل بھی انسانی رحم سے پر نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ۳ رسالہ کے لوگ جو بھوری وادی پہنچے ہوئے تھے بہت سے چاندی کے تئیں لگائے ۴ دین کے لوگوں سے بھاگنے کی جازہ قائم کرنے اور ماتر ملانے کو اوترو اب پر شاہ شنگ نے کرنل کا گھڑا اوسکے مرودہ افسروں سے لگام بکا کر لیا اور وحشت کی کسان شروع کی جب یہ شروع ہوا رپورسلی نے آنکھیں بند کر کے کہے: "اُن اے خدا وہ لوگ گولی مار رہے ہیں اور ہم لوگ گزرتے ہیں۔"

تمام سرب لوگ جب یہ ۵ پلٹے میں شامل ہوئی تھی کہ قدر و سیر نہیں کرتے تھے۔

وہ ان تم دیکھتے ہو کہ ایک بالکل ڈبلے تیلے آدمی سے قہر کیسی بہادری کا کام نکل سکتا ہے؟

رپورسلی زرد اور بیدم ہو گیا۔ وردی بہت کر اس افسر کے خون سے شرابور بھی جسکی لاش اب شہر پر پڑی ہوئی ہے اور جسکے ساتھ اب میرٹھ والوں کی شہر کو بڑھے گی جو ابھی تک جلدی جلدی داخل شہر ہو رہے تھے۔

اب اسلحہ خانہ سے ایک زور شور سے اٹھنے کی آواز آئی کہ گویا بہت سے گولے چھوٹ رہے ہیں۔

ہر ایک گولے۔ بدوق اور گولوں کے ٹوٹنے کی آواز سے اون غریب عورتوں اور بچوں کے دل کو صدمہ پہنچتا تھا کہ جو مینار میں مثل بکریوں کے مستند ہر ایک موت کی آواز ہو یا ہر ایک ہندیوں کا نعرہ اون لوگوں کی

موت ہی کہ جسے وہ محبت کرتے ہیں۔ ہر ور کے آدمی اپنی بھری ہوئی بند و تون سے سہارا لیا اس طرح کھڑے ہوئے۔ گویا کسی شجر سے میں مثل شہر کے بند ہیں۔ اور غصہ کے ساتھ جسے بڑے چھیدوں سے شہر کی طرف دیکھتے تھے

کہ جہاں میناروں کے درمیان ہو کہ بہت سے گھروں کے چلنے کا دیوان آسمان پر چڑھ رہا تھا۔ اوس کل تھوڑا اور افسوس میں کہ جو ۵ دین ملین کے افسر تھے

ہر زور کے دو تین لگا کر کہ جس سے ۶ دین ملین کا مع اپنے افسروں کے قتل وہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ بہت سے جھپٹیں اپنی بیویوں اور بچوں کے دوبر مارنے کے جو مینار کے ہاؤس میں کھائے۔ بد معاشرے نے قتل شروع کر دیا اور حقیقت شروع ہو گیا۔

رپورسلی صرف بچا لیکن ایک جوان سپاہی نے کہ جو بنگ اور غصہ میں بہت منت معلوم ہوتا تھا تعاقب کیا اسے

ساتھی کے تعاقب سے پریشان ہو کر اپنی تلوار سے بونے چونکہ پیدل ہی تھا کھڑا ہو گیا کیونکہ اس وقت اسکو کوئی مدد کی امید نہ تھی۔ یہ سوار چاہتا تھا

کہ اپنے گھوڑے سے اسکو کھیل دے لیکن یہ دیکھتا کہ گھوڑا آگے بڑھا اپنے نیچے سے ٹھکر سوار کے تلوار کا

گھوڑا آگے بڑھا اپنے نیچے سے ٹھکر سوار کے تلوار کا

چارے چارے سے پیدا ہوا کہ جیسی میراثی سے انھوں نے کئی
 رعیت کو لایا۔ بہرہ ور اور ملن کو حضرت یہ خیال تھا کہ کس
 طرح سے ان کی عورتوں اور بچوں کو بچائیں، کہ جو ان کے
 زیر نگرانی رہیں۔ اور خصوصاً ان فنون میں دستوں کی
 کیونکہ یہ جانتے تھے اور آپس میں یہ بھی گفتگو کرتے تھے
 اگر ۳۰ دین و ۴۰ دین نے بلوہ کیا تو کل اس پر غفلت نہ
 رہی گی اور سب لوگ ہمیشہ کیواسطے جانے رہیں گے۔
 دسی افسروں کے شور مچاتے آتے ہیں۔

چھٹا مینکرن کے اندر است دو توپین جو بھری ہوئی
 رکھیں اور ایک انگریز سپاہی کو مقرر کیا کہ جہاں ٹپن لگا کر
 اور حکم دیا کہ مینکرن کے اندر آوے جس جگہ وہ اور صرف ایک
 انگریز اور متعین تھا۔ اس طرح سے یہ پار افسر بھی طرح سے
 توپوں کے بھرنے میں مصروف ہوئے گویا پر پڑ کے واسطے
 ٹپا کر رہے ہیں۔ پچاس گز کے فاصلہ پر انھوں نے دیکھا
 کہ فقیہ گنگاراستہ و ہدویش نلاج الدین و سہو دوسر
 دسی افسروں کے شور مچاتے آتے ہیں۔

ستائیسواں باب

قتل عام

اسلام کی اور خدا کی عزت اور عزت پیغمبر کی با۔ دہ فیض
 کے فرنگیوں کو ٹکڑے کر دے۔
 لیکن دلنگ بائی اپنی جگہ سے نہ ہٹاتی کہ اسے گولیاں کھانے
 پہلے تو چٹاٹک کے اوڑٹانے سے قریب پانسو حملہ آوروں کی
 جان لی اور بعد اسکے حکم دیا مینکرن میں آگ لگا دی کہ
 جیسے ہی کہتی تھی وہ خود سے ساتھی تینوں افسروں کے کھڑکی کے
 راستہ دریا میں کود گیا، اور وہاں سے سیدھے کشمیر ہی چلا گیا
 پر قبیل اسکے اسلحہ خانہ کی کل چھت ہوا میں اوڑتی ہوئی
 نظر آئے ایک بہت زور شور سے آواز آئی جو اس طرح
 سے معلوم ہوئی کہ گویا نیچے زمین چل رہی ہے اور ہزاروں
 گولیاں اور گولے زناٹے سے اوڑ گئے۔

پر جنت کے ساتھ فرہ مارنے ہوئے فوج پھیل کے ان کی
 شاہی محل ہو کر شہر میں اپنے دربار اور معاون شاہ وہلی
 میر ہوشیار شاہ کے دو بیٹوں مرزا افضل اور مرزا دیو کرا اور
 اور کے پوتے کے سامنے گذر رہے تھے۔ اب بابو بلی سنگھ نے
 شاہی نشان شہریت کا اٹھایا۔ بہت پُرانا شاہی نشان
 کہ جو شہر کے بعد ظاہر نہیں ہوا تھا کرب سروسی نے
 مرہٹوں کو سخت لڑائی کے بعد میدان سے ہٹا دیا، اور وہلی
 اور گردہ کو فتح کیا تھا۔

اسکے بعد سوائے تھروان اور لوہے کے کرنے کی آواز
 اور حملہ آوروں کی لاشوں کے نظر آتا تھا وہلی پر سیا
 دھواں چھایا ہوا تھا۔ خاموشی معلوم ہوتی تھی اس
 دھوئین میں غروب آفتاب کے وقت تمام شہر کے
 مینار اور گنبد معلوم ہوئے تھے کہ روشنی میں چمک رہے ہیں۔
 اس مینکرن کے اوڑٹانے سے ۳۰ دین اور ۴۰ دین
 پلٹن نے بھی بلوہ کر دیا۔

بہادر اور مستعد دلنگ بائی اسلحہ خانہ میں تھا کہ جو شاہی
 محل اور کالج کے درمیان میں واقع تھا۔ کل دسی ملاکر
 باغیوں کے شریک ہو گئے تھے۔ اور وہ تنہا صرف تین
 افسروں کے ساتھ تھا۔ تاہم اس نے سب
 درد از سے اس ارادے سے پسند کر دیا تھا کہ آخر وہ
 تک محافطت اسلحہ کی کر لگا کیونکہ وہ بخوبی دانت
 تھا کہ وہلی کا سیکرین سب سے بہت بڑا کل بہارستان میں
 جو اس میں تین سو توپیں اور ۲۰ ہزار ہینار اور دو لاکھ
 گولیاں اور بہت سی بارود تھی۔ اس واسطے اس نے
 ارادہ کر لیا تھا کہ اس کل سامان کو بچاے اسکے کہ باغیوں
 کے ہاتھ میں نہ پڑے اور دینا چاہیے۔

مسلمانوں کے چلی تھوہ۔ دین دین کی آواز جا رہی
 جانب سے آ رہی تھی اور گولی کی آواز اس کے بعد آتی کہ
 چھٹا مینکرن کے سپاہی اپنے اپنے افسروں کے

مارنے کو کڑھے کہ جن خریب افسروں کی آواز میں مینا
تک پہنچتی تھیں۔

میجر ایچ بی جی، وین ہلین کی کمان کرتے تھے اور سپاہیوں کے
بہت دوست تھے۔ فوجی سے خواہش کی ۲۸ دین کے
افسروں کو بچاؤ۔

اوصحون نے گستاخی سے کہا۔ بالکل بے فائدہ۔ میجر صاحب
وہ سب مارے گئے ہیں، ہم کسی کو سوائے آپ کے نہیں
بچا سکتے۔ آپ نہ مارے جاویں گے۔

اسکے بعد یہ لوگ میجر صاحب کو گھیرے خود گولیاں برساتا
کرتے شہر کے دروازے سے کنوینٹ کی طرف لے گئے
کہ جہاں سے بہت سی گاڑیاں اور گھیاں شرک کرناں پر
جاتے ہوئے ہیں۔ سپاہیوں نے کہا۔ یہ چند افسر

ہیں جو اتنی جان بچانے کو بھاگ رہے ہیں۔ اگلے ساتھ
آپ آپ آہو نیچے آہا ہم آگے آپ کو نہ بچا سکیں گے۔
انچھا تو مجھ کو جینٹ کے چھینڈ سے تو دوں گے۔

دو اوصحون سکے یہ دیکر اذکو اور ایک گیتان کو کھڑے
پر سوار کر کے روانہ کیا۔ اما انکر دو سرے سے صحت
نے ہر ایک افسر کو جو سامنے آگیا مار ڈالا۔ جیسے ہی کہ

وہنا حصہ شہر کی جانب آیا ہر ور کے سپاہیوں نے
گولیاں سرکین اور پتھروں کو مارا اور زخمی کیا۔
خون سے شرابور و لگ بائی میرٹھ کی طرف جانے کی

کوشش کرتا تھا۔ لیکن چند گانوں والوں کے اتر
پڑ گیا کہ جنھوں نے اوس وقت مار ڈالا۔

قتل و ہلی کے مصائب قرب قرب اوسی قسم کے تھے
جس طرح سے کہ بنگال کے اور بڑے بڑے شہروں میں
ہوا تھا۔ بنگ اور چاندنی چوک کی دو کاتین لٹ گئی

تھیں۔ بہت سے بھاگے ہوئے پورو میں کہ جو باغوں
اور کونون میں چھپے ہوئے تھے بکڑے گئے اور خنوں
میں باندھ کر مار ڈالے یا اور ڈالے گئے۔

عمر میں ننگی کی عاتین اور نہایت جشیانہ اون کے تھے
سلوک ہوتا۔ اور چہرہ مار ڈالی جاتیں یا مارے گئے

لڑکے کے بجائے تیسرا سٹے والے سپین خاص کر مسلمان
لڑکوں کو پتھروں پر سے مارنے یا اور کسی وحشیانہ طرح
سے جان لیتے۔ وہ ظالمانہ اور وحشی طریقہ کے ساتھ

یہ بھی کرتے تھے کہ سپر قبل مرنے کے مابین اور باپ اپنے
بیٹوں کے مرنے کا رنج و کھینچ کچھ بھی رقم کسی کو عزیز
دکھلایا گیا۔ نازک عورتوں کی بالکل پرشاک کھول

ڈالی جاتی اور شرکوں پر یوں ہی ننگی جھوڑ دیا جاتیں
اور اس وقت خون کو وہ بد معاش اونسے وحشیانہ چرکا
کرتے کہ جب تک موت یا پاگل پن اونکی بردناک حالت
کا خاتمہ نہ کرتی۔

سبقت کہ وہلی میں فساد مورا تھا۔ سپاہیوں نے
لوگوں کی آہیں بلند تھیں۔ یہاں سے نکالے گئے
نکلنے والے کو توڑتی تھی ہر مرد کی بندوق عورتوں اور

عورتوں کی مبینہ میں محافطت کر رہی تھی۔ ان کے
ساتھ بیٹوں نے ہر ایک بندہ تھاتی سے گولی ماری کہ
جو قریب آتا۔ اور اس طرح سے بالکل میدان ہمارے

تھب بھی ہر ور کو سبقت تشویش تھی کہ شاید باغی
میان حملہ کریں۔ کہ جو بہت سے تو بچانے کی بیٹوں لاسکتے
تھے کیونکہ محو شاہ نے اپنے افسر نہانے سے بہت سے

کی تھی۔
اور اب اس تشویش میں جیک کے دل میں ایک پرشاک

و شوکت خیال گذرا۔ ایک پراسے بہادر کا کہ جو عیسائی
عورتوں اور بے مدد لڑکیوں کے واسطے کا فوری
اور وحشیانہ پستوں۔ خدا کو انسان اور گناہ

دشمنوں سے لڑتا تھا۔
ڈاہل نے کہ جسکی آنکھیں غصہ میں تھیں وہی تھیں کہ
وہ ایک شیطان کو نہ چھوڑا۔ اگر محسوس ہو کہ سب کو مار ڈالے

مرسہ ہوئے افسر بنے۔

گاڑی پر نشی کپڑا اور مل ٹری ہوئی تھی۔ اور ایک آدمی تھا
یا عضو اور اوپر دھڑکا ہوا تھا جس سے افسوس ناک گاڑی
کے اندر کا اسباب معلوم ہو سکتا تھا۔

برور نے پوچھا گاڑی کے اندر مقتدر لاشیں ہیں وہ سب
کیا ۵۴ دین ہی ملین کی ہیں !

وہ سب ! بہت سی لاشیں جس سے اکی ہوئی ہیں۔ کپتان
قلم سقد متعجب کیوں ہو؟

وہ یوں ہیں۔

بات یہ تھی کہ برور کو خوف تھا کہ ایک پولی اور پاؤزی اس سے
ضرر رکھے ہوئے۔ اور یقین تھا کہ روڈ کن اپنی گاڑی میں اونکو بھی لایا
ہوگا۔ یہ معلوم کر کے کہ گاڑی میں کیا ہے لیا گیا کیونکہ برور
نعرہ افسوس لہرایا۔

برور سلی جا کیا ۵۴ دین ملین سے بچا آیا تھا۔ یہ دیکھ کر بہت ٹھیکر
ہوا۔ برور نے کپڑا اور تھا کر تھوڑی دیر تک اندر دیکھا چہرہ آواز
گذری ہوئی زمانہ کی خوشی کے نشانات عیاں تھے۔

روڈ کن نے کھینچ کر چہرہ کو نشانہ بنا کر کہا کہ کپتان برور بہت
سے لوگ قومی ملازمت کی سعادت کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں
کچھ بھی نہیں ہے۔ آخر یہ اس قدر گران قیمت میتا پڑتی ہے۔

متن کے کہ ہم کچھ کہنے کے لئے بھر گئے۔ برور نے گروہ سے
مجھ سے خفاش کی ہے کہ ایک ایک خاص حکم دوں کہ جسکی ہوشیاری
سے تفصیل کی جائے کہ تمام سپاہیوں کو کچا کر کے حفاظت ان

لیدرین کو اور کچا کر کے پھینک دیا کہ جو کچھ بھی ہو اور وہ برور
جیسے امیدوار کے لئے کہا۔ خداوند کریم پر پوری وسوسہ
اور پولی داناں ہو۔

دین میں خیال کرتا کہ کم کم میں نے نہیں دیکھا۔ چہرہ ایک
مذاہمت عارض تھی۔ اور اس مقام کو چھو کر میرے پونچھے کی
کوشش کر کے کہ جہاں ابھی تک ڈر لیون گاڑی ایک ملین
مقیم ہے۔

برورس دو جیک کے آدمی اپنی بند و تون سے ہر ایک
مندی کی جان لیتے ہیں کہ جو اینڈ آرگننگ کے فاصلہ پر
نظر آتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سر سہت۔ ڈر نے ایک گروہ بھی گویا
آئیں سو گز کے فاصلہ سے مارا۔

برور نے بان اب یہ غلطی چربی لگے کا دوسرا مناجات
ذات کھونے کے استعمال کر سکتے ہیں جھوٹے دعا پاز
چند سو اودن کو دیکھ کر ڈائل نے کہا یہ یہ کھنٹ ہم سے
اوسطرح سے نفرت کرتے ہیں جس طرح سے کہ ایک بند

نیکی پاک پانی سے نفرت کرتا ہے۔ چاند تھوڑی پر
میں ٹھنکے والا ہے۔ اور وقت ہلکے پھر لڑنے کا موقع ملے گا
گو بہت سی لیدیاں کرنا لکھن بھاگ گئیں

اور معیار سے بغاوت چلی گئیں تھیں۔ لیکن تھوڑی
ابھی وہیں تھیں۔ اور اونہیں کیے اور لینا بھی تھی۔
اونکی گاڑی اور گھوڑے گاڑی بان نے چورائے اور

اس باعث اور دوستوں کے ساتھ ان دونوں ہونوں
سے کوئی بھی نہ بھاگ سکی۔ اور ابھی تک پولی اور
اونکے باب کا سال ایک بند راز تھا۔ آخری لوگ

جو معیار سے بھاگ گئے تھے ایک افسر اور اسکی بوجی تھا
اور ان صرف نصف درجن کے قریب لیدیاں چھوڑ
بیچ تک برور کی زیر نگرانی حفاظت میں رہ گئی تھیں

اٹھائیسواں باب

کشمیری دروازہ

اس وقت ایک گاڑی جس میں ایک جڑی پل کی ختی ہوئی
تھی۔ اور جس کے ساتھ تھوڑے سے سوار گروہ سے سولہ
پرنٹن ٹکپن اور نجدہ صورت جنوب جانب منیا۔

کے آری تھی۔ گرنل روڈ کن اس گاڑی کے ساتھ تھے۔
برور نے چھاب پر آکر پوچھا اس گاڑی میں کیا ہے
روڈ کن نے گھوڑا اٹھ کر کہا۔ اس میں ۵۴ ملین کے

اب کوئی سواری نہ تھی کہ جو کشمیری دروازے کے میدان
میں جمع تھے۔ لیکن چند قہریلوں کی گاریاں ملی گئیں کہ جن
گھوڑے متفرق قسم کے گئے ہوئے تھے۔

میل سے چودھرنے کھانے ایک سائبر خاؤ اور جو کئی شخص ہزار
اور گرجا گھر کے درمیان آگے اور پیروں کی سرگرو۔ اسے
میں لہوون کی مدد کو دنگار ملین تھارے سپاہی بائیں
رہیں گے۔

در بہت اچھا۔

در ناس میرے پایا۔ ناس میری بہن کیو گئے گئے گئے۔
یہ لہنا اور کیٹ کی جینی روسنے کی آواز اور سوت معلوم
ہوئی کہ جب علیحدہ علیحدہ توپوں کی گاریوں پر سواری گئی
کہ خبر بادود وغیرہ کے صندوق۔ مانتے تھے اور اب
حورثوں اور چون سے بھرے ہوئے تھے۔

کاری بانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ گھوڑوں کو تیز کریں اور شہزادہ
کے دائیں جانب سے ہو کر بھاگے اور دوبار سے نکل کر
میرٹھ کو جا دیں۔ کرنل رڈوکن گھوڑے پر سوار راستہ
دکھانے تھے۔ اور یہ گاریاں اپنے تمام بوجھ کے پیچھے
پڑ رہی تھیں۔

جیسے ہی کہ ہر دو تین کے کان میں قسبی اور جہانی کے اعلان
کہ راجھا کے میں بیت جد تھارے ساتھ ہو گا۔ ایک گولا
دائیں جانب سے ٹوٹا۔ ایک بالکل حلقہ لگا کشمیری دروازے
سے تھیں گوتاما معلوم ہوا اور بہت غل غلو میں نکلے
گولیوں کی آوازیں سنیں کہ جو کان کے قریب سے اب گزرتی
تھیں۔ اب اس وقت پر پائنتی و حسن صاحب کی سخت
گولی چوری ہوئی تھوئی نظراتی تھیں۔ ہوتے سے میکانہ مارے
یا مرضی ہوتے۔ گاریاں توڑ ڈالی گئیں۔ گھوڑوں کے گولی
باری گئی۔ گاریاں کہ جن میں لیا تھی اور دریا تین کر رہا
تھیں سے حبیب کرے گئے۔ اور تین معلوم کہ ان۔ اپنے
تین پاش پاش ہونے سے بچانے کے اسلحہ وہاں

رڈوکن نے گھوٹل لپا گھڑا اور آیا اور شاید اسلش میں
وقت بھی اسنے لینا کا چہرہ دوسری بار دیکھنا مناسب
تھیں خیال کیا۔

اب گرد و قی جانی تھی۔ اور رات ایک تہہ بھر آدگی۔ ہر دے
بگل بجا کر اپنے سپاہیوں کو بجا اور دینار کے باہر لہوون
کو نکالا۔ اونگی گرد بھری ہوئی میدان و رن اور سنگینوں کے
ساتھ سپاہی کر دیے اور کئی بار سپاہیوں کی لہوون
کو لہوون دلا کر خوف کی جگہ تھیں۔ جب تک ہم میں
ایک بھی زندہ رہے گا یا ایک بھی گولی چارے ہاتھ میں
ایک وقت تک کوئی بال بیکا نہ ہو گا۔

ہر دے اپنا بازو لینا کو دیا۔ کیٹ فن اور یورس کے
ساتھ تھی۔ اور سر جٹ ریڈر نے لڑکی ولی کو کنڈے پر
چڑھایا تھا۔ غرض کہ ہر ایک سپاہی یا تو بچوں یا کچھ قیمتی
اسباب کے ساتھ تھا۔ کل غریب لیڈیاں سنگین و پریشان
تھیں۔ لیکن اونکا رنج اور سوت اور بھی زیادہ ہو گیا
اور تھوون نے دیکھا کہ کشمیری غرور دے کے سامنے بہت

لاشین بڑی ہوئی ہیں۔ اور تین چاند ۳ دین اور
۲۲ دین کے افسر اور ان کے ملاقاتیوں کی ہیں۔ تو اصل
کوشش کرتا رہا کہ انکے خیالات کو پھانے رہے۔ لیکن اسکا
کامیابی قریب قریب ناممکن کے تھی خدا کی قسم اس وقت
تو تھیلیوں اور مینڈ چکون کی بار ہو گئی۔ کیونکہ کج بہت
سی اچھی ذات کے بہتر ہوئی لاشیں دیاسے گنگ میں
براری ہو گئی۔ لیکن کسی نے اسکا جواب نہیں دیا۔ بلکہ
ایک گولا اسکی طرف سے گونجا ہوا آیا کہ اسکو
کنا پڑا کہ لیدر ہوشیار رہو۔ اگر گولیاں بہر مستعد ہو وہ
ہم میں سے چند کی ترقی اب آسمان کو ہوگی۔ اس گولے
نے کوئی سدہ ان لوگوں کو نہیں پہونچایا۔ بلکہ وہ سدہ
سوزی دروازہ پر بیا کر ٹوٹا کہ جس سے ان لوگوں کو نقصان
نہیں پہونچا۔ اون لیڈیوں اور فوجی اور سول انڈیوں

یہ اس شخص کی خوش قسمتی جو کہ اس کو معلوم ہوا کہ کون کون
اوسکی لڑکیاں شرک پر ماری گئیں ہیں۔

صوبہ دار نے کہا یہ ہتیار رکھ دو گے

جج نے کہا یہ قسم کھاؤ اپنا پاک وعدہ دو کہ تم جھوٹا
دوگر اور محمد شاہ کے پاس لے چلو گے کہ جس کی اگر خدائی ہو
مار ڈالے۔

سپاہیوں نے جواب دیا یہ ہم اپنی روح کی قسم کھاتے ہیں
لیکن تم اپنے ہتیار چھو دو۔

وہ ہمارے پاس ہر دو غالی بندہ قہین ہیں گے

ہتیار دیوے گئے۔ بعد اوس کے سپاہیوں نے ان لوگوں کو
بھالا۔ آٹھ لٹیریاں آٹھ مرد اور گیارہ بچے تھے کہ ہمت
پاس اور چھوٹے پریشان تھے۔ اور اس باعث محمد و جویہ
میں کھڑے ہوئے۔ مسکھیس نے کہ جس کے پاس ایک بچہ تھا۔

صوبہ دار سے عاجزی کی کہ دھاسا پانی دیدے اور اس کے
عفو میں میری زندگی ملے۔ لیکن اوس وحشی نے بچے کو
باغریے چھین کر دیکھنے میں پر دے مارا۔

اس خواہش سے کہ خود بچہ پر گر پڑے لیکن اس وحشی نے سنگین
کے بل بوتہ پر کہ جس کے بعد گویاں ملنے لگیں اور یہ سپاہیک
جگر بڑھ کر ہو گئے۔ شاہ و شاہزادگان و سرگرمیاں بنا
نے انگریز نیا خزانہ لوہا کے جس میں قریب پچاس لاکھ کے
روپیہ اس وقت موجود تھا۔ اسکے علاوہ انھوں نے

بہت کچھ پایا۔ ۸۰۰۰ عورتیں کہ جن میں بہت سی لڑکیاں

دس سال سے ستر سال تک عمر اور بہت سی لڑکیاں

لڑکیاں تھیں کہ جو باغیوں نے کینہ غراض کے واسطے

رکھ چھوڑی تھیں ایک عرصہ کے بعد ان سے اونکے کبرے

لے لئے گئے اور اور وہی کے برعکس ان کے جواہر کی گنج

کہ جنھوں نے دن و رات سے بزمیں ان کیں۔ اور نگہبان

ناکین۔ چھاتیان کاٹ ڈالیں اور ایک اینٹی جیسا کہ

ایمان اپنی جیسی جس نے اپنے ہاتھ سے دیکھا تھا۔

اور سپر لیا کو بچایا اور سنے اپنا چھٹا تو شہر ان دیکھا کہ میں
خوش قسمتی سے ایک نصف بوتل برائے ہی اور تھوڑا پانی تھا
گھوڑے کی لگام لیکر شرک کی تلاش میں بڑھا اور اوس
تجربہ اور ہوشیار کی کہ جو خاکسار سپاہی و سیاح بہادر
میں ہوتی ہوائے تو بچانہ کی دو درویشان نکالیں۔
شمال کی جانب اوس دن کے واقعہ پر افسوس کرتا ہوا وہی
کی جانب بچے کر کے بڑھا۔ مگر اوس کے ساتھی کی آنکھیں ابھی
اوس جگہ گئی ہوئی تھیں کہ جہاں سے سرخ آگ کی جھلک
اور تھیں تھیں کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہاں ہی اوس کے
غریزون کی قبر ہے۔

۲۹

اوتیسواں باب

بلوہ

ایک روز میں نہیں بلکہ بہت دنوں میں اون غلاموں کا
خاتمہ ہوا کہ جو شہر میں ہوئے تھے کہ جب باغیوں نے اپنے
تئیں پوری طاقت میں ہزاروں ذلیل لوگوں کی شرکت
سے دیکھا اور انھوں نے انگریزی رعایا کو طرح طرح سے
وق کرنا شروع کیا۔ تہوہ نظام کا وقت معلوم ہوا تھا
کہ وہی میں بچا لیا۔ چند قبضہ انگریز کہ جن میں جج سلی
اور مسٹر رائس کے جو سفید اطلس کے کپڑے اوس روز
کے کہ جب وہ کیٹ کی ہیلی بی بی پہنے ہوئے ایک کچھ
میں پناہ گزین تھے کہ جہاں وہ بے آب و داد بہت روز
رہی آخر کار مایوسی میں انھوں نے ایک صوبہ دار کو کانا
دی کہ جرات سے سامنے گذرنا تھا۔ یہ لوگ دروازے
ٹھہرے اور جھانک کر دیکھا کیونکہ تعداد کی نسبت شک
تھا۔ اور زمین معلوم تھا کہ وہ کیونکر مسلح ہوں۔

جج نے کہا۔ ایک بار کی موت بتا بلکہ برابر امیر کے بہت بچی

ہو۔ اسکے سوا میری لڑکیاں اب میرے ہاتھ سے گئیں۔

میری اب زندہ۔ کہنے کی خواہش نہیں گے

جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔
 جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔

جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔
 جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔

جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔
 جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔

تیسواں باب

کیٹ کی شادی کی پہلی شب

۱۱۔ مئی کو جو شرفا شریک شادی پادری دشمن کے گرجا میں جمع ہوئے تھے اب ادھر ادھر پریشان تھے مرے ہوئے اور پریشان سیاروں اور گرجوں کے باغ اور گلیوں میں شکار تھے۔

کیٹ قدر تعجب کی بات ہو کہ ہر روز اور لینا کا ساغر قتل عام شروع ہوئے پادری دشمن اور پولی محل میں تھے

جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔
 جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔

جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔
 جیسا کہ ہم آگے چلکر دیکھا گئے۔ مینا چند میرٹھ کے پناہ گیر بن گئی۔ ہنگری میں رہی اور جان دی۔

اور ملن سے اپنے آدمیوں اور برکتر گریر کو کرنل روک کر کہا کہ
دوسروں کے شرک میرے شر پر جارہا تھا۔
”مگر کہہ کسان تھی؟“

دو ملن جیکو ابھی چند ہی غصہ کیا گھٹتے تو پتہ لگا کہ
گندے ہر کی شادی ہوئی تھی۔ ملن نے اپنے تین تار کر رہا
ہوتا اگر اسکو معلوم ہونا کہ وہ ابھی محفوظ ہے اور کسی نے
بات نہ نہیں لگایا کیونکہ اس کے دل سے خوفناک سے خوفناک
خیالات گذر رہے تھے۔ اسکی دو ملن اور دوست اور کئی

کر کیا ان اور نہ ہر کیوں میں تھیں کہ بچا ذکر بھیجے باب
میں ہم کر آئے ہیں اس گاڑی کے گھوڑے کے چہرے ملن آگے
سج اور دوستوں کے چہرے آگے تھا جب شہرناہ سے گویا
سپاہوں نے سرکین گرین۔ زخمی ہو کر مرین

یہ اپنی جگہ سے گواہی ملے پویش پریشان گاڑی
کے سپاہوں میں پڑی ہوئی تھیں۔ بخوڑی دیر کے بعد
گرد و سناٹا تھا۔ بہت سی لاشوں کو اپنے گرد بچھنا
خون کھا کر شہر کی طرف بھاگ رہے کشمیری دروازے سے

گذری کہ جہاں کوئی شخص اب۔ اسے لاشوں کے گہائی
نہیں کرنا تھا۔ اسکی کالی پوشاک تھی۔ اور مٹی اور دھو
سے اس کے ہاتھ اور سر اور منہ بالکل سیاہ ہو گئی تھا۔

گو کبھی وہ ایک شہر کوں پر تکیلی یا سیل نہیں گذرنا ہم
وہ شہرناہ سے داخل تھی اور چالائی سے کافی تھی
اپنے گھر کی طرف چلی اور کمان بجا کھتی تھی؟ اس سید پر

کشاہ پوری اور اسکا باپ مردہ یا زندہ تھے۔ ایک
صاحب کا بیان ہے کہ ان گل ناسیدوں میں سب سے
قابل رحم وہ ہوتی ہے کہ زمین امید کا کچھ نشان نہ ہو

بالکل دوسرے کے آگے نہ تھی۔ سکانات کھڑے
میں ہوتی ہوتی وہ اپنے باپ کے گریبا اور بیٹے جیسے
فرق ہو کر گندے کہ جو وہ خون گندے گئے کہ جسکی جگہ

وردیش ظالم الدین نے ایک بانس گاڑ تھا حسین
در بعد اوستے اپنے تین شاہ جہاں کے مسجد کے قریب دیکھ

ایک کاغذ پر ۲۹ آیت قرآن لکھی تھی یہ لیکن کافروں کے
کام میں ہوا کے ہیں کہ جسکو پیا سا مسافر پانی ملے کر آج

اور جب قریب پہنچتا اور دیکھتا تو کچھ نہیں
کا سچ کے اور حجاب اور مٹی ہوتی لیکن تھی اور اس کے

قریب محل کی دیوار میں کہ تھیں آتشباری کا سامان لگا ہوا
تھا۔ اور سیکڑوں تسم کے رنگوں سے دیوار پر لگا ہوا

تھی۔ کیونکہ شاندار تسمیہ کے سامنے یہ امام مٹی کی شب
شہر است بختی

کچھ کچھ آہ یا دردناک آواز اس کے کان میں گونجتی تھی
اور اسکا چہرہ کسی نیم جان پر پڑتا جو کہ ہند میں جیسے ہوتا

تھے کہ بچے جیسے وہ دیکھتا تھا کہ وہ شہر میں دیکھ سکتی تھی وہ
مشل کر گوش کے کہ جسکا تاقبہ کتا کیے ہو بھائی پانی تھی

کچھ کچھ دور راستہ میں اپنے اوپر ہوا اعتبار نہیں کرتی۔
کیا وہ رہی کیت و سون چو کہ جو صبح ملن کی مٹی میں تھی

اور دوستوں کے مجمع میں خوش قسمتی اور جیسے اسکا
باپ کو مرنا ہم شادی اور اسکا کیت دیکھتا تھا

وہ دیکھتا تھا کہ ان کی سر سے چاندنی ہو گیا ہو کہ مستحق
میں پریشان جا رہی تھی کہ بہت سی آدمیوں کے سیکڑے

ہوئے مکان کے اندر چھپ گئی۔
اب یہ اسکی سرک پر تھی کہ جہاں شہرناہ لادش کی شادی

عہد سے ہوئی تھی جو رخصت ہو کر کشمیر
جہاں کیت کی تھی کہ ان کے اپنی گھڑی دیکھی تو مستحق ہو کر

شب گذر گئی ہے۔ اور چونکہ گہر کے بہت سے خیالات
اور سچ اور افسوس سے بھرے گذر رہے تھے وہ اپنے

کو دیکھتا تھا نام لے لیکر روئی اور بھٹن کر لیا کہ اس سے
اب ملاقات نہ ہو گی لیکن اب اسے لہری الیکار اور دیکھتا

خداش نے انکو چھوڑ دیا کہ وہ آگے بڑھتا اور تھوڑا
در بعد اوستے اپنے تین شاہ جہاں کے مسجد کے قریب دیکھ

دیکھی کہ جسکے سفید سنگ مرمر کے دو مینارین آسمان سے
یا تین تری تینوں کے جوہر ایک ۳۰ فٹ اونچائی میں
سرخ رخسار سیاہ سنگ موسی کے بندہ ہوئے تھیں۔
وہ سوچی کہ اپنے گھر سے وہ آدمی دور آئی ہو اور ابھی
اسی قدر اور جانا ہو۔ تھکاوٹ اور جو کچھ کہ دن میں ہوا
ہو اس سے پریشان ہو کر اس نے خیال کیا کہ شاید کوئی
رحیم مسلمان اس کو اپنے وحشی اہل زہب سے بچائے
یا کوئی مندو و سنگری کرے وہ مسجد کے زینوں پر چڑھی
کسی دوسرے وقت اگر وہ جاتی تو شاید چھت کی ٹوٹ
کرتی۔ لیکن اس وقت اس کا سنا تا تو غضبناک تھا
اوستے اپنے تیر تھکے والے دل کو اطمینان دیا اور
اوپر دعاؤں کو یاد کیا کہ جو اس کا باپ پر جا کر تھا
اوس کو معلوم ہوا کہ گویا وہ اب مرا ہی جا رہی ہو کیونکہ
اوس کے تہذیب کی قیاس شکل تھی تعجب اس کے تصور تین
پیدا ہوا۔ اونچی اور چوڑی مسجد ۲۶ فٹ لمبی
ارکسے مل جل میں سنگ مرمر اور سنگ موسی لگا ہوا
ہو۔ دیوارین اور چھت بالکل شفاف سنگ مرمر کی تھیں
عمدہ میلار کارنس ٹی ہوئی تھیں اور بہت سی جاذبی
کی شمع کے جسکے گرد جواہرات جڑے ہوئے تھے رکھی تھیں
غریب کیٹ کی آنکھوں میں یہ بالکل خواب معلوم ہوتا
تھا اس باعث اوستے اپنے نگاہ نہ ڈالنے کے واسطے
آنکھیں بند کر لیں۔ وہ اس قدر دیکھی تھی کہ اب اس کو
نہ سکتی تھی۔ دل سے بیجا تھی۔ اور سفید سفید تھیں
یہ اپنے دل میں ارادہ کئے ہوئے پڑی تھی کہ جو
کوئی مسلمان سب سے پہلے بیان آئے گا اس کے پیروں پر
گرزدہ مدد کی خواہش ہوگی۔ لیکن کمزوری تھا کاٹ
سے کہ جسکو منہ نہ کہنا چاہیے گو اوس قسم سے کچھ تھی
۱۰ وقت بھر گذرا اور بخوشی دیر آرام ملی۔ اوس کو
معلوم ہوا کہ کچھ طاقت اب بچ کر گئی جو اندر یہ قصاب

صبح کے تین بجے کا تھا کہ حرکت اگر کوئی درویش ملکبان
وہ وہی مصیبت برداشت کر لگی کہ جس سے بچنے کے واسطے
گھوم رہی ہو کیونکہ ایک عورت کی موجودگی ناگوار
ایک کا فری لڑائی سے خیال کیا جاتا ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دے
جب اس نے خوف نے اس کو گھیرا چاروں جانب سرکون
میں خاموشی دیکھ کر اس نے اٹھوہ کیا کہ ایک بار اور قسمت کو
اترنا چاہیے۔ وہ لمبے لمبے زینوں سے
بچر اور تری اور اس جڑے پھانگ سے بٹ کر کہ جو محل کے
رو برو تھا وہ ایک ایسی لگی سے نکلی کہ جو ترکان دروازے
کو گئی تھی۔ لیکن مشکل سے ۲۰ قدم بڑھی تھی کہ ایک سیاہ
شکل نیلے کپڑے پہنے ہوئے زیادہ تر تعین تھا کہ منہ رستا
ہو جاو اپنے تین ایک مکان کے سایہ میں پوشیدہ کر گئے
تھی آگے آئی اور اس کا بازو پکڑ لیا۔ ایک دایوسی اور
مصیبت کا نوحہ اس کے منہ سے نکلا لیکن یہ آواز اس
شکل کے ڈھیلے ڈھالے کہ پڑوں میں رہ گئی۔
کیٹ نے اس کے پیروں پر گرا فوس کے ساتھ کہا۔
خارت گئے۔ کو گئے گئے۔

۳۱ اکتیسواں باب آتش پرست

وہ شخص کہ جو نیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور جسکے
کمر میں ایک سیاہ شال تھی اور ایک اونچی ٹوپی دیے ہوئے
تھا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ آتش پرست پارسی
ہو۔ یہ صاف انگریزی بولتا تھا۔ آتش پرست۔
خون مت کھاؤ تم کیا پاؤشی و سٹن کی لڑکیوں سے
ہو۔
روٹن ہون میرے اوپر رحم کیجیے۔
وہ اور کل تمہاری شادی ملن سے ہوئی ہو چکا ہو
مہمان ہان۔

رو غریب لڑکی کیا تم مجھ کو نہیں پہچانتیں !
رو افسوس نہیں بایک

دو مہینے محسن جی جھبندھی جی پا۔ سی کپڑے کا سودا کرتا تھا
ساتھ جاننے والی جو کہ میں نے نہ صاحب رکھتے تھے۔
تم اکثر میرے گھر اور دوکان میں میہ صاحبوں شاید
اپنی بہنوں کے ساتھ آیا کرتی تھیں۔

رو تمھاری لڑکیاں ہیں۔ اور میں خیال کرتی ہوں
کہ تم باپ جو میں واقف ہوں اور امید ہے کہ مجھ کو
بچاؤ گے۔

رو میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر تلو بچاؤ لگا۔
یہ لائن بڑھے پارسے نے اطمینان دیا جو یکساں تھے
اور مسلمان سے نفرت کرتا تھا۔ جو مثل اپنے اہل قوم کے

ایک بااثر تاجر تھا۔ جسکی ہر ایک خواہش تھی تمام دنیا
میں مان رہے۔ اور انگریزی حملداری دہلی میں برقرار
رہے۔ اور سے اوپر اور دھر دیکھ کر کہ کوئی دوسرا دیکھتا

تو نہیں ہی اپنی کشمیری مثال کہتے کہ یہ پر ڈال دی
کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ میرے ساتھ اس راستہ پر آؤ
اس باغ اور دیوار کے درمیان جہان سے امید ہے کہ

بلا کسی دوسرے کی نگاہ سے گزرے چلوگ داخل ہونگے
میرا گھر جاننے والی جو کہ میں ہی اور جیسے ہی کہ ایک بار دہلی
داخل ہوا مجھے امید ہے کہ ہم لوگ پوری طرح پر محفوظ ہونگے

بیشہ طیکہ تم اپنے تئیں بالکل پوشیدہ رکھو۔
اوسنے افسوس بھری آنکھوں سے پھر ماجری کی اور کہا
اور تم میرے باپ ہو اور میں میرے خاوند کا پتہ لگاؤ گے

میں مضطرب حالت میں بہت تکلیف اٹھا رہی
ہوں۔

رو میں اپنی جد بھر کو شش کروں گا لیکن بلا مدد خدا کے
میں کیا کر سکتا ہوں۔
پارسی نہایت مہربانی سے بولی تھا اور غلامانہ دیکھی

خواہش تھی کہ اوسے و بچاؤ سے۔

غریب کا بیتی ہوئی کیٹ نے لار رخ کا حال پڑھا تھا اور
سب حال خراسان اور آتش پرستوں کا دیکھا تھا اور
کل بٹ پرستوں میں کہ جو بدوستان میں ہوئے ہیں وہی
بت پرستی عجیب و غریب کیٹ کو یہ خیال نہ تھا کہ وہ کسی زمانہ
میں ان لوگوں کی تمنا ہی میں جاوے گی۔

اوسکے وحشی خیالات کو اب خیال اعتبار نے دور کر دیا
کہ اب وہ اس بڑے شخص پر اعتبار کر سکتی ہے۔ پارسی
کی ملاقات سے اب اوسکو پورا حال یاد آیا۔ اکثر اوسکی

دوکان سے خرید و فروخت کی تھی۔ اور سوا اسکے مع
اپنی بہنوں و بھائی ریورس کے اکثر ملن کے گردن میں
ملاقات کرتی۔

تمتمھاری خوش قسمتی تھی کہ میں آج اتفاق سے اس قدر
صبح باہر نکل گیا تھا۔ لیکن میں تمام شب ایک دوست کے
ساتھ رہ کر کہ جو میرے ہم مذہب ہیں کہ جھکے انجیوں نے

لونا اور زنجی کیا آیا ہوں۔
پڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ سب کی نظروں سے اوجھل
ہو کر پارسی کے گھر پہنچ گئی اور چھپنے کے دواڑے سے

اوس میں داخل ہوئی۔ اور جس محبت انتظار اور خوشی سے
پارسی کے گھر کے لوگوں نے خیر مقدم کہا اوس سے بہت
اطمینان کیٹ کو ہوا۔ گو یہ لوگ اوس خوف کو پوشیدہ

نہ کر کے کہ جو کیٹ کی موجودگی سے ان لوگوں کے دل
میں پیدا ہوا کہ چونکہ اوسکو معلوم تھا کہ اگر کسی باغی یا
مضد نے دیکھ لیا کہ اوسکی بیان ایک میہ پوشیدہ ہے تو

وہ ضرور مکان کو غارت کر دینا اور دوکان نوٹ
لیگا۔ لیکن پارسی سوداگر فرنگیوں کا مشکور بہت
اوسکو انگریز کے عقائد و قانون نے بہت سارا پسیم

جمع کرنے کا موقع دیا تھا کہ جنگی کوشش سے بھاگ
اوسکے بیٹوں کے مارنے۔ وائے۔ نیست تلو دیکھو گے

کھارو اسکے۔ ملن صاحب کا بھی بہت مرحوم تھا کہ اسکے
خاطر اوسنے ارادہ کیا ہر ایک خون پر کرکٹ کی محافطت کی
جاوے۔ حتیٰ کہ چھڑا مانہ آوے یا از سکر بھی اپنے بیٹے
کے ساتھ مرنے لگے باہر چلا پڑے۔
کل ناندان میں راز رکھا گیا اور باقی تمام دن کیسٹ بچھنے
نیچر میں پڑی رہی۔ اور سکو حرفت اس قدر یاد آتا کہ
حرف نگار سے اسی کی بیٹیوں نے اس کے چہرہ کو دھوا
اور کہا کہ وہ اسی بیٹیوں کی بیٹی ہوئی جو حسین ملن سوچتا
اور حسین تنگ رہتے تھے۔ اور اسکو پرو دیا حق
کھر کپڑوں کی مثل پر چھانکنے کو اور تھانا پچا ہے کہ کمین
جائے وائے اور اسکے گرد سے چہرے سے اور سکو چپ پان
نہیں۔

گھنٹوں وہ آنسو بہاتی۔ اور تھوڑی
تھوڑی دیر کے بعد انہی شادی کی آنکھوں کا بوسہ ہوتی
کہ جو اس کے پیارے پائے نذر کی تھی۔ اور جسکو روٹی نے
چھایا تھا۔ اور یہ اب سونے کا چھللا ہے۔ ایک زنجیر تھی
کہ جس سے وہ دنیا میں لکھی۔ کیا بند ہے۔
اور اسے اس بڑے آتش پرست کو مثل دوسرے بت پرستوں
بیویوں کے نازک سیدھی اور بھلے انس پایا۔ کیونکہ
آتش پرست فرقہ بی عور میں اپنی نیکیوں کے واسطے
ہندوستان میں مشہور ہیں۔
آتش پرست کوئی عیسائی داعی مسلمان دندیش
ہندو وغیرہ بن سکتا کیونکہ وہ اپنے باپ دادا کے
زمین کا اس قدر پابند ہیں کہ گویا ابھی تک دارا میر اسکا
کے مقابلہ کو جس پاک آگ کو چاندی کی آگینی
ہیے آتا ہے یا ابھی تک سیرس اعظم تخت خاں برنگ
تھے کہ جہاں سے مسلمانوں کے حملہ کے باعث انہیں
یوگ نال دے گئے تھے۔

ہر آنسو کے آتش ہستون کی طرح سے منہ

ہمیشہ ایک کپڑا گھر سے نیک رنگ کا پہنتا تھا اور کبھی کبھار
طلوع کے وقت آفتاب کو سلام کرنے میں نہیں چوکتا۔
ایک رسم تھی کہ جو بیٹا دونوں کے رہنے والوں میں اب بھی
جاری ہے۔ کیونکہ پرستش آگ دنیا کے سب سے بڑے مذہبوں
میں ہے۔ اپنے پیغمبر اور ندامین اور سکو یقین تھا کہ جسے اپنی
عقلندی اور نیکی کی امید میں بیٹا بڑا نماز زندگی بسر کرے
جسکو اسنے ایک روز آگ سے ڈھکا ہوا پایا اور ہر کسی جو کچھ
اور عین سے گزریا۔ اور اس میں خدا کی شکل کو چھوڑ دینی
دیکھا۔ محسن مثل اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کے بہت سختی
تھا کیونکہ ہندوستان کے تجار اور محنتی لوگوں میں پادری
سب سے بڑے ہوتے ہیں۔

اوس گھرے میں جہیں کرکٹ سوتی ہوئی تھی ابھی تک
کچھ نشانات ملن کے ہنے کے تھے۔ ایک باپانی کرسی پر
اوسے چند کارٹھ پائے۔ ایک کان پور کی ساخت کا کبس
کہ حسین دو چرٹ تھے ایک ہاتھ کا دستار اور ایک
فوجی ٹین ان جھوٹی چیزوں کو کرکٹ نے جمع کر کے بھرتی
یاد کرنے کی چیزوں کے اپنے کھوے ہوئے خاوند اپنے پیارے
ملن کے رکھا۔

روز محسن جمشید جی شہر میں پادری ہا سٹن اور نصرت ملن
کے حالات دریافت کرنا۔ مگر سب کوششیں بیکار تھی کیونکہ
اگر لوگ یہ خانہ میں دہلی کے چھپے ہوئے نہیں تو یقین
ہو کہ اور یور میں لوگوں کے ساتھ مزدور غارت ہوئے
ابھی امید باقی تھی کیونکہ مرٹھان چھپ کر کشتیوں
اپنے عین میں روزنگ دہلی میں پوشیدہ رکھا تھا اور
دس شب جنگوں اور جھڑپوں میں کھوم کر داخل ہوئی
ہوئے کہ جو دہلی سے ایک سو میل سے زیادہ فاصلہ
پر تھا اس کے مکان پر شاہی صاحب جالدار اور آپ
ارنپٹ کے پٹن کے کپتان کا قبضہ ہوا وہ کہیں کہیں

اپنے دلین کہتی کہ کیوں

مجھ کو خدا نے یوں چھوڑ دیا۔ کی جھگو کبھی اطمینان اور خوشی بھر نصیب ہو گا؟
آفتاب کی طرف اشارہ کر کے بڑھاپا ہی جواب دیا کرتا۔

وہ لوگ سب خوش و خرم ہیں کہ جو خدا کے زیر سایہ ہیں اور دیکھو وہ خدا کا تخت پر اور دنیا میں خوش و خرم رہنے کے واسطے (مسکرا کر) ہم لوگ ان میں ایک مثال ہو کہ ہر ایک آدمی نیرواست گھون لاد سے نزدیکی روتی کھاوے اور شراب کے میدان میں جو اچھا روکتے ہیں اونکی شراب۔ لیکن کب بعض اوقات پریشان نظر آتی۔ پریشانی کے وقت اسکو خود اپنی شکل میں شبہ ہوتا۔ پھر وہ خیال کرتی کہ وہ مشکور ہے۔ اند لوگوں سے جو غارت ہوئے ہیں ابھی تک بچی رہے۔ اصرار کہ تم سے کم اسکی زندگی محفوظ ہے۔ اور اسکی نہایت خیرگی کی گنجائی ہے۔ اسکی پہلی زندگی معلوم ہوتا کہ بالکل مثل خواب کے گذر گئی۔ اسکی نظروں میں پرشاکر دیا پاری کے خاندان کی سب عجیب تھیں۔ صرف سوداگر سے انگریزوں میں گفتگو کر سکتی تھی۔ کیونکہ اسے امام خاں میں گلستا کا سفر کیا تھا۔ شہر سے گھوم اور تحقیقات کر کے وہ آتا تو ضرور پھر کچھ خبر کٹ کو دیتا۔ لیکن یہ عموماً غنیمت سمجھا جاتی کہ بلوہ اور قتل عام کل ہندوستان میں ہورہا ہے۔ فوجیں حیدر اور تیرجاند کے باقی سپاہیوں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہر ایک جگہ سے دہلی میں آ رہے ہیں۔ شہر کو بالکل سپاہی گھیرے ہوئے تھے اور بغور کیا جاتا تھا کہ بت جلدیہ محمد بابر شاہ کے جھگڑے بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ اسواسطے کیٹ کے دل سے یہ بھی امید جانے لگی۔ وہ کبھی ہندوستان سے باہر جاوے گی جاس مسجد شاہجہان کی سنگ مرمر کی ہنر کھڑ ہو کر حافظ خاں دین دگوں سے پیشین گوئی کرنا کہ خاندان مظفر کی پچھلی شان و شوکت بڑے شاہ دہلی کے بچے منوری کا

ایک روز ان خیروان کو بیان کر کے محسن جیشی نے کہا۔ اور اب وہ عام شہوت پرست ہندو پوری اپنے کرتے ہیں کہ رسم ستی پھر جاری کریں گے کہ ہر گھینی اور لاش جاوے گلستا والے شہر کو رواج مذہب کی نہیں ہے۔ تاہم مذکور دی ہیں۔ اور خدا نے ہم سے کہا کہ کھانی جسم آگ سے جلا کر پاش ہو۔ کیونکہ وہی نشان ہے کہ جو ہم اسکا سمجھتے ہیں کہ جو دنیا بھر کی قسمت کا فیصلہ کرنا والا ہے۔ اسکی جلد وہ اور بھی خوفناک خبریں لایا۔ سپاہی غور کر رہے ہیں کہ ان خون سے کتنے سب فرنگیوں کو مارا لاہو۔ اور وہ لاییت کی فکر اونکی پھر تین کو گھسکرنا بھلا اور سپاہی بنا کر ہندوستان پر لایو کو بھیجتی ہیں لاکھوں اسکا کچھ مطالب نہ سمجھ سکی۔ اور اس خبر کا جب محسن نے اطلاع دی۔ سپاہی صاحب خوفناک ٹپ والے کے سامنے جو تنگی ناگوان سے ملتے ہیں کا پڑا اور لکھنے کے درمیان گذرے تھے۔

یہ پاری نہ بتا سکا کہ یہ کون ٹپ والے لوگ ہیں۔ لیکن سپاہی لوگ انکو "تاشا کا پلٹن" کہتے ہیں۔

کہ جو اس وقت وسیع تعداد میں دہلی پہنچے تھے۔ اکثر انہیں قتل کرتے اور ہندو مسلمان انہیں بلوہ اور خساو بچانے لیکن حوالہ میں خاموشی تھی۔ اور جو تشریف لائے انگریزوں کا فوجوں کے شکار کرنے سے پیدا ہوتی تھی وہ اب دور ہوتی جاتی تھی۔ شاید اسوجہ سے کہ شکار کیونچے اور تیریل کہتے تھے۔ یہ پاری کے دل میں یہ امید پیدا ہوئی کہ وہ کیت کو ہارے جاسکے گا اور وہاں راہ دریا اسے مقام کو کہتا ہے جاسکے گا۔

گلستا ہو چکے۔

ہر ایک قسم کے بھرتے ہوئے تھے۔ ریل کی ٹرکین جس قدر تھیں
توڑ ڈالی گئیں تھیں۔

اور بعض جگہ ریل کی پٹریاں۔ درویش صلاح الدین اور
فقیر گنگاراس کے سنے بدعا شون کے مشورہ پر توڑ ڈالی
گئیں تھیں۔ ہر ایک درجہ اور جماعت کے لوگوں کی سرے
کا کہیں نشان ترقی و تہذیب کو غارت کر دیا کہ جو ان کا
نے تباہ کیا ہو۔ لوگوں کو تو میں لولیان حلائی جاتین کہ
جسکی طاقت سے یہ لوگ ناواقف تھے۔ حالانکہ اسکی صورت
و شکل سے غافل تھے۔

مرزا متعلی نے اکیلا کہا ہے یہ نیاک ہنسی گہڑا فرنگیوں کا
آگ کی گاڑی ہمارے بزرگ کے لیون سے کمین تہ جاتی ہو کہ جو
ایک لوہے کی سڑک پر چلتی شور مچاتی اور انسان کے خراب حویث
سے سیاد کرتی اب زندہ نہ رہیگی کہ جو مسلمانوں کی قبرین
اور رحما کے مندر کو ناپاک کرتی۔ آتش پرستوں کی آگ بجھاتی
کھونڈ کے جھگڑوں کو کاٹتی اور کسی شوکی عزت نہیں کرتی جاتی
جو اسکی موت ہو یا۔

پس محمود خان باغی صوبہ دار جنٹ تو بخاند اور اس کے
گور اندازوں نے ایک بار مہی توپ سے آگرہ اور دیگر قلا
میں سب لوگوں کو اورادیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈائے۔
دن باا جانے نامت تشریف ک کیٹ کے واسطے تھا گورادو
کبھی جزت نہیں ہو سکتی تھی اور عید جانی تھی کہ کوئی دوت
وغیرہ اور سکا سوا سے پاری کے ملازمان کے اب رہ گیا ہو۔
دودا و سہقام کو جانی تھی کہ جہان جانی دانی تھی اور ایک خون
اوسکیا و کر کے بد اکو کہ اکثر ملین اور نہتے ہوئے دیکھے
ساتھ کہ جب ایسی خفینہ ک حالت کا اندازہ نہیں ہو سکتا
تھا وہ اوس وحشی قبرستان کو آتی کہ جہان مہی کے پاری
اپنے اعز کو دفن تھیں کرتے بلکہ بچراتے۔ لاش ایک ایک
کھجی ماتی اور ایک خاص مقام پر جو اسکے واسطے مہین
جو جہین تہہ کا ہوا جو اس کے آگرہ ایک آہنی کہہ لگا ہوا

بلن چونکہ شہر کے کنارے دروازوں پر دیسی سپاہوں کا
روٹھا اسواسطے اسکو کیتھر شکل معلوم ہوا کہ گور
ہ ایک سفید جھوٹے کو شہر کے باہر لہجہ اوسے چو کہو کہ
ضرورت فوراً ایک اپنا درمچہ نکال لیتی ہو۔ اس عیش
مردن پارسیوں سے مشورہ کر کے ایک ترکیب سوچی گئی
سے سنتریوں کو شبہ نہ ہو۔ اور یہ غریب پناہ گزین
شہر کے جہاں اور وہاں براہ نہر دواب و دھن سے
مرگے۔

تیسواں باب

پارسیوں کا مگھٹ

یہ کیت اوس طرح تھا کہ جسکی تھی یعنی خرنے کا جہانہ کر
چا گیا تھا عذر نہیں کر سکتی تھی یعنی خرنے کا جہانہ کر
بس یہاں نے ان لوگوں کی آنکھوں کو میاہ کر دیا ہوتا
یہ پائے کہ جو اس کے پیارے اور چاہنے والے تھے۔ لیکن
نیقت ہی ترکیب بنائی گئی کہ وہ اس طرح سے بچے
پارسیوں کے کندھوں پر قریب غروب آفتاب جاسے
اپر اور اسکو اپنے لوگوں میں جانے کا اشتیاق پیدا
۔ اور اس باعث وہ راضی ہو گئی کہ اسی طریقہ سے
ہکے باہر نکل جاوے۔ مگر شبہ تھا کہ اگر جہود اوسکا
بھی دیا جاوے وہ اپنے بالوں کا کیا کر لگی؟
یہ انداز کے حسن کو یہ تدبیر بھونڈی تو معلوم ہوئی۔
راسیہ خود کر کے اوسنے اپنے تئیں اطمینان دیا کہ اسکا
غرض اعلیٰ اور نیک ہے دسے اپنی دوکان بند کر دی
برہاں۔ مشہور کیا کہ ایک غریب مر گیا۔ اور اب
الہ سے خواہن زمانہ میں نہ نیا بدلا کرتا تھا اجازت
اور ایک یہ ذرا شہر کے باہر لاش لائے کو یا
یہ دگ امید کرتے تھے کہ بہت فاصلہ تک نہ ذریعہ
جاسکے گی۔ عام شہر کوں پر باغی چور بد معاش

پارسی جہاں تک ہوسکتا ہو اسکے گرد و قریب نہیں جاتے اور مسلمان سے خوف کھاتے ہیں کہ جو عزت کے ساتھ مرد کو چڑھائی جاتی ہے۔

محسن اور پانچ دوسرے پارسی بالکل مفید کیمے پہننے تھے اور سکواونچایا مکان کا دواڑہ کھلا اور بند ہو گیا اور کٹ نے کسی سفوتوں کے بعد اپنے تین بھرتک دہلی میں دلچسپا۔ اسوقت ایک لاش نی ہوئی آہستہ آہستہ جاتی اب کسی شان و شوکت کا گارڈ یا گھوڑے پر نہ تھی۔ آسان گرم تھا شام ہو گئی تھی۔ تاہم کٹ کو اس خوف سے کہ کہیں کوئی پہچان نہ لے یہ ہوش بننا پڑا جیسے ہی یہ شرک سے بڑھے چینی کے برتنوں میں شربت کے پیچھے والوں میں بیٹھتوں مسٹھائی پیچھے والوں۔ نیچے بندوں تنہا کو پیچھے والوں اور چینی کے پیچھے والوں سے گزرے بعض مرتبہ کٹ ملنے کے جواب اور سکام ہونا جیسے اپنا دل بہت چور پایا اور کٹ کانوں میں گانے کی آواز آئی خوف طاری تھا شک و شبہ تھا کہ کمان وہ جاوے گی اور کٹ کے ساتھ یہ وقت تھا کہ جب کسی قدر اوسکی سہیوتھی اوسکی عقل وغیرہ کی خراب کر دینی والی تھی۔

درمان جانوروں نے فوراً انکھیں نیچاں لیں تھیں۔ پس مجھ پر نہیں معلوم کہ آگے اور سکوا کیا نصیب ہو۔ خوشی یا سچ وہ کیا نہیں آکھ کی گئی تھی۔

”لیکن میرے لڑکوں کو خیال کرو کہ جنگی پیشوائی کوئی گول گوتہ نہیں کرتے آیا تھا۔ اور خون نے شکل بت پرست ہندو کی قبر انجی پانی میں پائی۔ کیونکہ وہ کھفت ٹھگون کے ماتھے سے ضائع ہوئے تھے۔ خدا عقل مند آگے ہندو کو برکت دے کہ جنھوں نے خیریت سے ٹھگون کو میان سے اڑا دیا۔“

کسی قدر دوسرے کٹ کا دل دھڑک رہا تھا کہ جب محسن شہید ہو بیوی اور لڑکیوں نے اوس سے اوروں کی سفید کپڑا پہنا یا اور اسکے چہرہ پر برقع ڈالا۔ جب وہ ٹکٹی پر لپٹی۔ اس کے منہ سے آہ کی آواز نکلی۔ ٹکٹی کے چہرہ دوسرے تھے اور یہ سب

ان خیالوں سے اسوقت جاگی جب اوسکی لاش زمین پر رکھ دی گئی۔ اور ہندوستانی میں اوسکے گرد گفتگو ہونے لگی پارسی کشمیری دروازے پر پہنچ گئے تھے اور گارڈ کے حوالہ دے کہ جو ۷۷ وین پٹن سے تھا اس لاش کے نکلنے میں حجت کی۔ کیونکہ مسلمان اور ہندو میں قدرتی نفرت تھی۔ اور ایک ایسے اندھیر میں اونکو بالکل اشتباہ تھا کہ وہ آپس میں فساد کریں اور مصافحہ کریں کہ کس طرح سے دل سے وہ دونوں آپس میں نفرت کرتے ہیں۔

حوالہ دے کہ چھوڑ کر دو چھاپہ درجہ کیا لائے ہو۔

”وہ سلام صاحب ہے ٹکٹی کی ایک عادت۔“

”سلام ٹکٹی بھی۔ کیا وہ۔“

”درمان ورنہ یہاں کیوں آئے۔“

ٹھیکہ نہ ہوا۔ دریا نہ رہا۔ سب آگے والی گاڑی میں
جج کی لڑکھون کے ساتھ تھا۔ لیکن مجھ کو تھکاک یا نہیں
وہ لیکن کسی کو کچھ غریب بولی کی خبر نہیں معلوم ہے۔
وہ ایک کم سن بابر کے قابل لڑکی تھی۔
وہ اس کجخت دن کے شروع ہی میں وہ یسین پر عمارت ہوئی
ہو گئی۔

وہ غضبناک قسم خدا کی غضبناک دن تھا۔
ڈاکٹر جھکھو پورا یسین تھے کہ ہم لوگ بہت جلد کل
یا برسوں دہلی واپس آویں گے۔ ہر ایک آدمی
اور کے کو بد لے میں مارین گئے۔

ٹھیکہ بان ڈاکٹر ہاں۔ جو کچھ خون خسران
ہوا ہوا دسکا حصار ضرور ہوگا۔ اونھوں نے سو مار
ایک کو مارا۔ لیکن ہم لوگ اونکے ساتھ بچے برن کھڑا
سے بڑا کر نیکی۔ کیون جو انون؟۔ تمام لوگ
بد لے لینے کی خواہش سے چلائے۔ سر کے بدلے میں ہر
لین گئے سنگین کے بدلے سنگین۔ اون لڑکوں۔

عورتوں۔ لڑکیوں اور بچوں کی کیا گت ہوئی تھی خود
کرو۔ ڈاکٹر نے جو جڑ اور مارا تھا کہا۔ قسم
خدا کی جپ ۴۵ دین ملین نے بلوہ کیا میں جانتا تھا

کہ صرف ایک ہی رجنٹ ہمارے مدد کو آئے۔ صرف
ایک ہی اس ہے مطلب نہیں کہ وہ کون ہو۔ کس قدر

ہم لوگ ذلیل بے عزت خاموشی کے ساتھ کشمیری
در دہ پر قتل عام دیکھا کہ جو اون ظالم باڈوں
نے کیا۔ کرل رٹکن ۵ مسٹر ڈاکٹر یہ سب اوجھڑ

نہیں تھے۔ بلکہ پورے قوا صدان سپاہی تھے۔ اپنے
ویسی افسروں کے زیر کمان کئی ہزار باغی رجنٹ
پوری تھی۔

وہ بیرجم خون کے پیاسے۔ اور میری کٹ اور اوکا
خاندان کیا ہو گیا۔ سب فنا اسے افسوس ہے۔

وہ صفحہ ہستی پر سب سے زیادہ محنت کرتے تھے اور
ایسے جشیانہ طریقے کے جس سے خون پیدا ہو کسی
ملن کو یقین دلا یا تھا کہ وہ توپ کی گاڑی جیسے
کیٹ بیٹھی ہوئی تھی مسکاف ہوس کی طرقت گئی ہو۔
یہ سنگز سپاہیوں کے ساتھ جھین برور اور دیگر
سپاہی ملے ہوئے تھے وہ ان گیا۔ لیکن کہیں ہے کا

یہ نہیں لگا۔ واپس آنا نہ ملن تھا۔ اس خیال سے
کہ کئی افسر دریا کے اس جانب آئے ہیں شاید وہ نکل آیا

ہو۔ پس شکستہ دل ملن کے واسطے اور کوئی علاج سوچا
اکے نہ رہ گیا تھا کہ میرٹھ کی طرف جاے۔ اس پارٹی

میں سوائے ٹھیکہ اور اس کے سپاہیوں کے اور کوئی
نہ تھا کہ یہ پیدل گاڑیوں یا گھوڑوں پر تھے جھین سے

ہر ایک کو کچھ نہ کچھ داستان اور عجیب و غریب حال اپنے
بھاگنے کا بیان کرتا تھا۔ ایک شریف کا جنکو دہلی گڑھ

سے علاقہ تھا کئی میل تک ایک نایک اور چار سپاہی
تینہری ملین نے تعاقب کیا۔ اس کے ساتھ اوسکی بیوی

اور بچہ بھی تھا جو سو رہا تھا۔ اور اپنی بدوق سے
تین بار متواتر گولیاں بھر کر ماریں اور ہر ایک سوار کو گولیاں

کاٹھی سے گرا دیا۔
تمام شب کو خاموشی رہی کبھی ایک ٹرہہ افسوس

اور آہ کا نکل پڑتا۔ پچھلے دن کی محنت اور تکلیف سے سب
لوگ بالکل بیدم تھے ہر ایک شخص اپنی بدوق اور مہم

وغیرہ سے کہ اس وقت ملین نے کچھ اپنے لڑکوں کو مارا ہے جو
تھے۔ جب صبح ہوئی اونھوں نے ایک در در سے کا

چہرہ دیکھا اور گفتگو شروع ہوئی۔
ملن نے جبکہ چہرہ بالکل زندہ آنکھیں خونین

اور منہ تو سیاہ گویا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بیمار کی صحبت
برداشت کے ہوئے ہو کما۔ کیا تم میں سے کسی نے
۶ ویسی فرج پیدل کے ریورس کو کل شنب دیکھا

وہ اپنے آؤ اور ٹھوکر مڑکی طرح مصیبت برداشت کر دے
 وہ لیکن مجھ کو مثل انسان کے صدمہ بھی محسوس ہوتا
 چاہیے۔
 اور اچھا اب دوسرے صفحہ میں اگر خدا کی مرضی ہو
 ہم لوگ نہ ایک تا نیدر و سیوے کے کو سنگین اور
 گولوں سے اڑائیں گے۔
 وہ دیکھ اس سے کچھ بھی مطلب نہیں نکل سکتا ہے
 جو ہو وہ تو سب نہیں سکتا ہے
 ہندوستانی جو اس سے گزرتے تھے ان لوگوں پر
 نہایت حقارت سے دیکھتے اور
 نہ تھے کہ کچھ مصیبت ان لوگوں نے برداشت کی
 ہی۔ وہ صرف خیال کرتے کہ یہ وہلی سے بھاگے ہوئے
 پناہ مانگنے والے ہیں اور جو خود آدمی مع اور لوگوں
 کے بدل لینے کو واپس آؤ شکے۔
 کرنل ریڈکن نے جس کے دل میں ایسے خیالات بلند
 ہو رہے تھے کہا۔ بنگال کے احاطہ میں اس وقت
 ڈیڑھ لاکھ فوج ہیں لیکن ان میں دو رجمنٹ رسالہ ۱۶
 پیدل اور تین چھانے کے یوروہین ہیں اور یہ سب
 دور دور برٹن اعظم کی سی چار چند جگہ میں بھیلے ہوئے
 ہیں۔ اور اگر بغاوت کا بخار پھیلے تو روکنے کے واسطے
 ہتھیار ایک بہت سخت مشکل ہوگی۔
 ایرانی آساموں پر آہمیں کر یوروہی نے کہا یہ میں خیال
 کرتا ہوں کہ میں پوری ایک بوتل برت و شربت کی
 اس وقت پی سکتا ہوں۔
 ملن یہ مگر میں ایک قطرہ ٹھنڈے پانی کے واسطے
 مصنون ہوا ہوں۔ میں اس قدر ناہون کہ بخار یا کوئی
 سخت بیماری بہت جلد ہونے والی ہے۔ رپورسلی کو
 جو انگلستان اور ہندوستان میں ہر ایک آرام کے
 ساتھ کاملا محلو ہو کہ وہ ہر ایک سے اب بیہوش ہو گیا

اب کوئی نہ ٹھیک کا ترک کرنے والا۔ اور نہ کوئی رات کو
 مدد دینے والا بچکا فلی نہ کوئی خدمتگار نہ کوئی بچہ
 سے بچنے کو پردہ اور نہ چوری کہ ان تحلیف ہ جاور
 کو پردہ کے اندر سے نکالے۔ تاہم وہلی کی مصیبت سے
 بڑھ کر مصیبت ہے۔ اور سننے اپنے بھائی افسروں کو بچا
 دیکھا کہ۔ ملن ٹھوکر ہٹ شکل پڑی۔ میرے پاس
 اب صرف دو چرٹ رہ گئے ہیں جس میں سے ایک تم لو
 رہا ہے وقت میں اس شخص سے تین بار حذر کیا چاہیے
 کہ جسکی نہ تو بیوی نہ لڑکا نہ عزیز واقارب افسوس
 کرتے کو ہیں۔ رپورس تھا کہ اسے چرٹ کا شکر نہ ہے
 بہت سے بھاگنے والے جیکے پاس ٹھوکر سے اور گھسنا
 تھیں۔ اور جو زیادہ تر سوہلین تھے پیچھے رہ گئے جھکا
 پیچھے رہ جانا آخر بہت بڑا نابت ہوا۔
 دوسرے روز آفتاب بہت گرم تھا۔ ملن اور دوسرے
 سپاہیوں نے اپنے سروں میں ایک تررو مال لادہ
 ٹھنڈا رکھنا چاہا۔ اور جب یہ کسی کنوین کے قریب
 پہنچے۔ ملن نے اپنے ماتھیوں سے کہا جس میں بہت
 سے زخمی سپاہی تھے کہ وہ پانی نہ پین بلکہ اپنے بدن کو
 صرف تر کرین کیونکہ اس سے بیماری کا گمان ہی اور
 اب وقت آگیا ہے کہ ہر ایک یوروہین لڑنے کے واسطے
 تیار ہو۔
 تھکے دامان سے وہاں سے ہیہ بڑھے۔ اب روکن بھی
 پیدل تھا کیونکہ جب یہ اپنے گھر سے کو کھڑا پانی دے
 تھا۔ ایک جانور اسکی ناک میں گھس گیا جس سے پریشان
 ہو کر دیوانہ وار گھوڑا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔
 انہ کے درخت کے نیچے اونھوں نے قریب گرن قیام کیا
 ملن نے نہایت تلخی سے کیونکہ اس وقت اسکو ہرگز
 خیال نہ ہو سکتا تھا کہ کیٹ اسکی بیماری کیٹ تھکی
 دامان ہی اسی ہلنگ پر لیٹی ہوئی ہے کہ جب کو بھی وہ

محسن جتیدی جی پاپی سوداگر کے یہاں خالی کرا لیا۔ آخر کار ملن غصہ جو چاہتا تھا کہ کوئی اگر مجھ سے کام کرے مستعد ہو کہ ان بدتمیز شخصوں کے خلاف وہ چالیس سپاہی زبردستان ٹیمبل اور اسلپے بہت آدمیوں بنگال فزلیز کے لیکر بڑھا۔

چونتیسواں باب

ملن اور منڈارون

ایک روز پہلے ہوشیاری کے ساتھ اوسنے قرب وجوار میں تہ لگا کر سروہنے کی طرف تہ جو خاص ہے زیب النسا بیگم سروہنے کے گدارے کے واسطے تھی جب وہ مع اپنے متبہ لڑکے مسٹر ڈیوڈ ڈلس سروہنے کے باوجود مختلٹ اسٹ انڈیا کمپنی قابض تھی۔

اسکے سپاہی ایک چھوٹے مین جس طرح سے کہ دیسی عورتیں سفر کو نکلنے میں آگے بڑھے۔ پر وہ اس قدر مضبوطی نہ تھا کہ اس کا ان دیسی عورتوں سے حالہ فرہین کہ جو بالکل کارنش انڈسٹری کے سپاہی تھے۔ اور اس سے بچا سر قدم دھرا دھرا ملن اور دوسرے ہمراہی ساتھ تھے۔

لخت ٹیمبل کس قدر اچھی طرح سے پوشیدہ اپنا بچہ اپنے پاس رکھے ہوئے گاڑیاں بنا۔ دن بلیوں نے اوسکو نہایت تکلیف دی ایسی کہ جیسے گھوڑے جنبہ میں نہیں دیتے تھے۔

جیسے ہی کہ گاڑی گیہون۔ گٹھن۔ روٹی۔ جوار کے کھیتوں سے جو جنوب۔ جنوب۔ سروہنے کے جو کس کو دہلی سے ہلکڑے ایک سوار اور گتے قریب سے نکلا ایک خیل میں گھوڑا بھگا کر گم ہو گیا۔

ملن نے اوس راستہ سے اپنے ہمراہیوں کو دوسری طرف لیجا کر کھانا۔ معلوم ہوا کہ یہ بدتمیز شخصوں کا گاہ کرنے گیا۔ رات ابھی بہت تھیں گندمی تھی

میں چمک رہے تھے۔ ۳۴ میل کے سفر کے بعد یہ لوگ داخل میرٹھ ہوئے جہاں اوتھوں نے ۳۴ سالہ کا سب کام دیکھا۔ ۱۱ و ۲۰ فوج پیدل نے نیگے غارت کر دیے اور کنٹونمنٹ جلا دیے۔ لیکن انکو ۶ نمبر ریفیل سے معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ ان عورتوں نے غضب کیا کہ جو سرگروہ اور سرغنائی کا کام کرنا کے کرتے اور اوسوقت قریب کے بنگلوں میں انتظار کرتے تھے۔

ملن نے صرف سادی رپورٹ اس امر کی کہ انیر فوج میرٹھ سے کی اور اوسنے یہ دلی خواہش نکلا کی کہ وہ دہلی کو بھیجا جاوے جہاں وہ امید کرتا تھا کہ فوج بہت جلد جاوے گی۔ لیکن اوسکو معلوم ہوا کہ جو معاملات ملک کے سرانجام کرتے ہیں ان کو کس قدر ذاتی لحاظ ہے اور امور کا خیال تھا۔ دہلی میں حکم کرنے کے واسطے زیادہ فوج کی بمقابلہ میرٹھ کے ضرورت تھی۔ افسروں میں مشورہ ہوتا تھا حکم دیا جانے والا۔ اور ایک پوری فوج طیار ہوئی تھی پس بہت دن تکلیف دہ سستی و تذبذب رہا جس سے قریب قریب ملن باگل بنگیا۔ تاہم انہیں کام کرتا تھا۔ کل ملک میں تشویش پھیلی ہوئی تھی گو وحشی فرقہ پٹاریوں نے برابر انکو مستعد و پرجوش رکھا۔

غارت ہوں پیٹا رو۔ مجھے امید تھی کہ تم اس سے
طاہر ہونے میں پھنسو گے۔
”کیوں؟“

”وہ کیونکہ تمہاری اعلیٰ اغراض کے واسطے دہلی میں
ضرورت ہے کہ یہاں کے عوام اور کانسٹیبلوں
کے کام کرنے کو۔“

”لیکن میں عمداً تو اپنی زندگی پر خطرہ نہیں ڈالوں گا
اعلاطون نے کیا کیا تھا۔“

”وہ میں نہیں جانتا کہ کیا کیا۔“

”وہ انسان اپنی زندگی میں مثل ایک سپاہی بن گیا
ہو جس سے وہ ہٹ نہیں سکتا چاہے جو کچھ ہو جب تک
کہ کمانڈر اس کو نہ بلوائے۔“

”ڈوائس نے تمہارے کہنا۔“ افواہ ہو کہ پانچویں تو اور میں
پنڈا رو ہیں۔ اور تمہاری ساتھ صرف اتنی ہی سپاہی
ہیں۔“

”وہ سہش۔ اگر پہلے سے مجھ کو معلوم ہو جاوے گا کہ خطر
ہو تو میں خاموشی کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ لیکن سبکی
اطلاع سپاہیوں کو کہیں نہ ہو۔“

”وہ میرے ملک میں ہوشیاری کا کوئی رواج نہیں ہے۔
”شاید تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔“

”وہ رولی تم بالکل بدل گئے ہو اور وہی مصائب کے
تم نے برداشت کی ہیں۔ کچھ قصور تمہارا نہیں ہے۔“

”غریب پرور میں جب اس کے سپاہیوں کی وردی
دیکھتا ہوں میرا کلیجہ جھڑکتا ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کے
کیونکہ یہ آفت برداشت کی ہو۔“

”میں نے اپنے بچے کے ہونٹ چبا کر آہ کھینچی اور اس کے کہیں
خیال گذرا کہ کس طرح سے اس کے دوسرے نازک رگما
نے برداشت کی ہوگی۔“

”اوسکی سیاہ موچھیں اور سفید چہرہ ابھی تک

کاٹھی شکر پر رو کی گئی کہ جو شخص گذرے وہ شہید
نہ جاسکے۔ اور ٹیمپل کی پارٹی سے۔ وہ قدم پر ملنے
پہنچے تین چھپا لیا تھا۔

”میرا پر کوئی اس وقت نہ تھا۔ نزدیک ایک پاس کا
کان بارہ فٹ اونچا تھا۔ جس میں ایک سُرخ چھٹکا
س امر کے ظاہر کرنے کو لگی تھی کہ میرا ایک شخص
سکار شیر کے نذر ہو رہا۔ یہ سیکندر خوفناک خیال تھا۔“

”لہذا وہ بندوں کے جوہنی سے ہٹنی پر جا رہے تھے
مانپ بھی شکر پر نظر پڑتے تھے۔ میرا کہیں نہ پڑا
جانب سے چھپر چھار کے واسطے ٹھہری رہی جنہیں
یہ بہت سے دیسی سپاہی شامل ہو گئے تھے۔ اس کے
مد سپاہیوں نے آپس میں گفتگو کی کہ سیکندر بڑا دلیر

ہے۔ جنوں نے ہندو اور عیسائی آبادی دیکھ کے ساتھ
بن بالیان کان سے گھسٹ لیں۔ اور حور تون کے
بور کے واسطے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے۔ ایک گھنٹہ شب
ری۔ پھیر لیں کتوں اور سیاروں کی آواز کے سنو۔

”کوئی آواز نہیں آئی۔ بعض آوازیں عجیب غریب
تھیں۔ ملنے کا خیال تھا کہ یہ بد معاش جا نوروں
آواز ہیں اس عرض سے بول رہے ہیں کہ اپنے ساتھ کتوں
ہ کریں۔“

”اسیان اب ندی کے کنارے جا کر بیٹھے۔ ٹیمپل کو سیکندر
صبری بھی معلوم ہوئی۔“

”ن نے پوچھا۔ ڈوائس کیا کچھ تم بیمار ہو کہ اس قدر
موش بیٹھے ہو؟“

”نہیں چلنے کے قبل میں کچھ ایسا گوشت کھا لیا تھا
اس کے ہضم کرنے کے واسطے ایک بہت بڑا اور سخت
وہ چاہیے۔“

”لیکن شاید پنڈا روں کی گولیاں اور دھواں
ہو چکی۔“

”لیکن شاید پنڈا روں کی گولیاں اور دھواں
ہو چکی۔“

”لیکن شاید پنڈا روں کی گولیاں اور دھواں
ہو چکی۔“

میری نگاہ کے سامنے ہے

د کیون اور کیونگر۔ ڈو ایل ۹

دو وہ ایسا جو آخر د تھا۔ اسقدر اسقدر

دو سے خوب لینا بھی اسکے ساتھ تھی

دو مان اسکے ساتھ ہے

دو ٹھیک ہی آگے کہو

دو بیت انچھا

دو میں خدا سے دلی دعا مانگتا ہوں کہ یہ جو تم صیفہ

ماضی استعمال کر رہے ہو وہ آخر میں غلط نکلے

دو یہی میں بھی دل سے چاہتا ہوں

لمن (آہستہ سے) سپاس گز کے فاصلہ پر تیار

رہو۔ ہر ایک شخص نے اپنی ندوق اوٹھالی اور

دائیں ہاتھ کی پچی اونگلی اسکے گھوڑے پر رکھی دہلی

کی لڑائی کو یاد کیا۔

یکبار کسب قدر معلوم ہوا کہ جو شاخوں سے

نکلا۔ اور بہت سے دشمنی غضبناک آدمی طرے تھوڑے

لوگ مرزئی بنے ہوئے تھے۔ بہت سے پیروں سے ننگے

تھے۔ صرف سر پر گڑھی اور میلا کر بند تھا۔ تلواریں

ننگین پانڈی رات میں چمکائے جڑی جڑی گھاسوں

سے نکل رہے۔ درخت سے اوپر سے کہ عورتوں کو لوٹا

لین اور گرفتار کر لیں۔ کیونکہ اونکو یقین تھا کہ گاموں

میں حدیث ہیں۔ اور خیال کرتے تھے کہ گاڑیاں اونکا

راستہ بھول گیا ہے۔ ورنہ اسقدر کیون دیر لگاتا۔

لیکن اونکو بہت خوف معلوم ہوا جب ایک وجہ مرہٹہ

مارا گیا۔ ایک کوچہ کے بعد تین آدمی ٹیپل کے پیچھے

آگے گئے قبل کے یہ لوگ ایک گولی میلا

یا ایک گھونسا اسکیں یا سنبھل سکین سپاس گز کے چل

پر سے کئی گولیاں سر ہون اور ملنے چلا کر کہا۔ ہوا

آگے بڑھو۔ سنگین نکالو۔ یاد کرو دہلی کے واقعہ کو یاد کرو

بچان اور عورتوں کو یاد کرو

ایک زور سے نعرہ بلند ہوا اور بلا سخت مقابلہ

کے پنڈاروں نے سستا یا انتی کے قریب راہیں

بھاگ گئے جو سب ظالم دب ساش اور اپنی جانوں

سے بے خبر تھے۔

ایک بھی انگریزی سپاہی زخمی نہیں ہوا۔ پنڈاروں

کے پرانے سب ہتیار اور بہت سے کمپنی کے

جو پنڈار سے اپنے پاس رکھتے تھے۔ بیل گاڑی

میں لاوے گئے۔ شالی کیرن اور کوٹون میں

ہوں گی بہت سی اشرافیان بازو بند۔ باسیان۔

بہری ہوئی نکلیں۔

لمن سپاہیو یہ ہمارا پہلا کام تھا۔ ہمارا پہلا پہلا

ڈال۔ اور ہمارا ایک بھی آدمی نہیں مارا گیا

یہ لوگ لاشوں کو چھوڑ کر چلے گئے کہ جنگی خبر جیتنے پہ آگے

غزیز لیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ گوا کیا کھنڈ کے ایک

سپاہی کھنڈ کا لہرن اور بیا لیس سپاہیوں سے ہوا

کو اونھوں نے اپنی خواہشوں کو ماتھرس کے قریب

مار کر بھگا دیا۔

۳۵

پنتسوان یا سب

باپ اور بیٹی

پولی کو جب باغ محل میں با بولی سنگھ نے ڈال دیا

تھوڑے عرصہ تک اس وچم میں ہی کہ وہاں اس غر

سے لائی گئی ہے کہ اپنے باپ کی مدد کرے اور اس سے

بالکل بے خبر تھی کہ شرمین اس کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔

غریب لڑکی آگاہ دیتی کہ ان خاموش ہندوستانوں

لاٹنے سے کی مطلب ہے۔

بد قسمت پاڈی کا چہرہ اور سیاہ کوٹ بالکل خوب

آلودہ تھا اپنے روال سے پر خیا اور اپنے سایہ سے گہرا

چسکتی ہوئے مینارین اور سونے اور تانبے
کے گیند دیوارین سنگ مرمر کی زمین پر سنگ موسی
اور بڑے بڑے دروازے سبز رنگ گولے سے لیس
پردے پڑے ہوئے تھے۔ چار تو مین چاروں بڑے
چھاٹکوں پر تھیں۔ لیکن سب سے بڑی توپ پڑانے
چھاٹک پر تھی۔ جہاں دوپہر کے ناشی تھے کہ جنہر اہر
چتور اور اونکے بھائی کی قصورین لگی تھیں۔

اوس کھڑکی اور محل کے درمیان کہ جہاں پولی کا دل
دھڑک رہا ہی مع ایشیائی آراستگی کے ایک باغ تھا
کہ جو شاہ جہاں نے بنوایا تھا۔

اپنے سایہ کو سنبھال کر پولی نے پوچھا: ”او پاپا بچہ
کو اب کھونا چاہیے۔ اون لوگوں کو تھارے جہاں
قید کرتے کیا فائدہ ہے؟“

”دو پولی کیا تمکو حلوم ہے کہ تم کہنا ہو؟“

”و باغ محل میں یہ ایک عجیب مقام ہے کہ جہاں نور میں
لوگ بالکل نہیں آتے جاتے۔ ایسا ہی کپتان ڈوگلس
بیان کرتے تھے اول وہ اس سے اچھی طرح سے بجای ہو کہ
واقت تھے۔“

”میری غریب لڑکی۔“

”و وہ پھر بیوہ آدمی یہاں آتا ہو؟“

”کون پولی؟“

”وہی صوبہ دار اپنی سنگھ جسکی وضع پر ہم لوگ
ہنسا کرتے تھے۔“

”دو پیاری پولی وہ کسی عمدہ مطلب کے لیے نہیں آتا ہو؟“

”دو مین اوس ملعون درویش کی ان سے شکایت کرونگی
جسے آپ کو مارا۔ اور اوس عاصم علی کی بھی کہ جو
قابل تھانہ پر بھیجے اور قید کرنے کے لیے۔“

”بلے سنگھ نے یہ آخری الفاظ سن لیے۔
وہ بالکل سفید گردے پہنے ہوئے تھا ایک ہیرا اور لکیہ

اوس نے غم پر کھا۔ وہ عمدہ تک بولی نہ سکا۔ اس نے
اچھی طرح سمجھ نہ سکی کہ کتنے پادری پر حملہ کر کے اوسکو
بڑھی کیا۔

اوسکا صراخی چھاتی پر رکھ کے کہا: ”میرے پاپا۔
میرے پیارے پاپا۔ میں پیرون پر گر کے اون سے غرضی
کروں گی۔“

”اونکے سامنے دوزانہ نہ ہو بلکہ خدا کے سامنے اوج
عاجزی نہ کر کیونکہ وہ جاہل ست پرست ہیں۔ بلکہ
خدا پر ترستے کہ جسکے رویہ وہ لوگ روزِ حیا و نیکی۔“

”اُسے پاپا تمھارا کیا مطلب ہے۔ میں سمجھتی نہیں کیا
ہوئے والا ہے؟“

”دو رکھنے والی برکتیں ہیں کیونکہ اوپر رحم ہوگا۔
لینا ایکٹ کہاں ہیں۔“

”دو گھر میں پاپا۔“

”وہ اور مین۔“

”و اپنے سپاہیوں کے پاس یا شاید گھر میں۔“

”اتھر ملکر۔“ افسوس افسوس۔“

”دو گھر۔ جہاں مگو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ میں تمھاری
مدد کروں گی کہ کھڑے ہو۔ کس قدر تم کمزور ہو کوشش
کیجیے اسے میرے پاپا۔ یہ تمکو کسے مارا کسکو جرات ہوئی

”و ایک ہندوستانی درویش نے کہ جسکے ہاتھوں میں
مجھکو میرے ناشکرے خدنگار عاصم علی نے چھوڑا۔“

”آہ جیک ہر دور ہمارے ساتھ ہو۔ وہ بہت جلدی
سمجھ لین گے۔“

”چھاٹک کہ جس سے یہ باغ محل میں بند کی گئی تھی بند ہو گیا
تھا۔ ایک جانب۔ مہ فٹ اونچی دیوار تھی کہ جو محل
کے گرد گھری ہوئی تھی مینارین حفاظت کے واسطے

تھیں۔ اور باغ ایک میل لمبا اور باؤ میل سے زیادہ چوڑا
منہ قلعہ سنگ کے تھا۔ جنوب حالت محال تھا۔ جہاں

چڑیا گیری میں لگائے۔ بھالہ بستیوں کے جس میں
جو اہلارت جڑے ہوئے تھے۔ پادشاہ کے چار آدمی شہر
پوشاک پہنے اور اسکے ساتھ تھے۔ اور سکی انکھیں خوشی
اور مسرت میں چمک رہی تھیں۔ اور سکا میلا چہرہ
بالکل خون سا سرخ تھا۔ لیکن ظاہر داری میں وہ بالکل
شریف اور نیک بنا ہوا تھا جو دفع ہر ایک مسلمان سے
اور سکی خوشی ہو جاتا تھا۔ اور اسی صاحب نے جسے
کہا ہے اسے صاحب میر تقی میر کی کو آواز کرو اگر چاہو
جان لو میں بدھا ہو گیا ہوں اور اس میں مطلق سیر ہو۔
کہ میں کچھ مروں یا دس برس بعد لیکن اسکو آواز کرو
اور میں خوشی سے اپنی گردن تلوار کے واسطے کھول دوں گا
پولی نے وحشت میں کہا یہ پاپا پاپا یوں آپ کیونکر گفتگو
کرتے ہیں ؟

و بابولی سنگھ نے ہندوستانی میں جواب دیا یہ تمھاری
لڑکی یہاں رہو گی۔ کیونکہ تمھاری نقصان رسان چنا
نہ لیجا دی گئی۔ پڑانا جمل ساز اور خراب مذہب کا
پھیلائے والا۔ چاہے وقت آوے کہ جب تمھاری ایک
کی جگہ ہزار جان ہوں اور تلوار انصاف اور سے قتل
کرے۔

شہر میں زور و شور اور کبھی کبھی توپ کی آوازیں برحق
جاتی تھیں۔ کیونکہ بہت سے بد قسمت یورپیوں خاک
اور خون میں اتوہ اپنے کپڑے پھاڑے یا بوسے کے
عالم میں بویاغ کے اندر اس غفلت میں کو خاندان
مغلیہ شریک بغاوت نہیں ہو چکے کو پناہ کے واسطے
تھے۔ مسلح آدمی انکو مارنے کے واسطے چاروں طرف
سے آتے۔ باغیوں نے پکڑا بالکل ننگا کیا اور کھجور یا
کسی دوسرے درخت کے تنہ میں بانڈہ دیا کہ جہاں
بہادر شاہ کے حکم کا انتظار کیا جاتا تھا۔
بولی ان خوفناک حالات کو بد برداشت کر کے اپنا زور

پادری کے سینہ میں چھپا لیا اس طرح سے ایک کو دوسرے
نے سنبھال کر حلقہ بستی و حویب میں ٹھہر گیا اور بستی
اور اسکے ہر ایمان یہ تماشہ دیکھتے رہے۔ ان میں
پادری نے اپنے خدہ نگار سے پوچھا کہ یہ کیا ہے جو غصہ
گستاخ کی زبان دے گا۔ اس کی تو اور گھبیٹا ہوا آیا جو شہر
بابولی سنگھ کے حکم کے انتظار میں کھینچا کہ حکام کے
کو نقصان۔ اس نے اپنے لڑکے کو دیکھ کر کہہ دیا
براہمہ رو یا تو اور نیکی کا سوا کچھ نہ ہے کہ یہ کچھ
برائے اور جھکولن ان سے پادری لائے تھے جہاں
گلیوں میں نہایت مصیبت کے ساتھ تھوڑی سی
کتا میں جیتا یا کھا بھج کر روزی پیدا کرتا۔ پادری
صاحب نے کہا یہ اسے آدمی اگر تم انسان ہو
تو سب کو کہہ دیا تمھارا پیغمبر محمد اجازت دیتا ہے کہ
بے مدد عورتوں اور اونکے لڑکوں کو مارو اور لڑے
مقام پر پا کر ہے۔

دوران یہی ہمارے پاک امام اور درویش لکھ
نہیں کہ اون لوگوں کو مارو کہ جو مسلمان نہیں ہر
رکھی پیغمبر نہیں کہتا کہ ان افعال کی اس دنیا
اور آئے والے دنوں میں پوری سزا ہو گی۔
و یہ بین نہیں جانتا کہ قرآن میں کیا لکھا ہے
میں نے جیسا یوں کے ساتھ ہی اسکو بچ
پڑھا ہے۔

درویش تنکو جو قرآن کو جانتے ہو اور پڑھے ہو
اپنی بائبل کو آگ میں جھینک اور قرآن کی پناہ
کرنا چاہیے۔ قسم خدا کی دیکھو یہ قرآنی قہقہہ
کے طرح سے قرآن اور پیغمبر کی نسبت گفتگو کہ
کیا انہیں بالکل تسکین نہیں ہو اور بس تک اور روڈ
ہوئے میں جو باغی سالانہ تم نے میری کپانی کچھ
کوئی بد نہ سنیں۔

محفوظ اور امن میں ہو اگر تم ضدی نہ ثابت ہو۔
رو کیونکر اور کس سے؟

«مرزا ابوبکر سے»

اپنے بھائی کو اسکی بیٹی پر لگا کر باپ کو کھینچ کر
جاؤ شہر کو جلاؤ وٹان بھڑکے واسطے سب کام ہو (دو
ہزار سوین سے کہا) تم سلی گڈم کے میناروں میں ان
صاحب کو لے جاؤ اور وٹان دوسرے حکم کا انتظار کرو
(دوسرے ہمراہی سے) اور تم لوگ اس لڑکی کو دوسرے
محل میں لے جاؤ کہ جہاں مرزا ابوبکر کے رو بہ حکم منب کو
پیش ہوگی کیونکہ ہم لوگ سب اپنے سروں کو بچانا
چاہتے ہیں۔

اب باپ اور بیٹی علیحدہ علیحدہ ہوئے پاڑی صاحب جاتے
تھے کہ اپنے سینے ان دو شخصوں کے پنجوں سے پھرنے
لیکن نہ پھرنے لگے۔ وہ اوپر عاجزی سے دعا مانگنے کو
ناخن نہ اٹھا سکے کیسبقر پستیا جسم سہرا آیا اور کہا۔
اے باپ جو آسمان پر میری غریب لڑکی کو بچا۔
میری پاک اور بے وحید بیٹیوں کو ان پر رحم دلا لے
والوں بھیر یوں اور بتا رہے ستون سے بچا۔ اون لوگوں
کو بچا جو اپنے تین نہیں بچا سکتے۔

پولی غریب لڑکی نے جسکی عمر ابھی سو لہری سال کی تھی
آسان کیڑن ماتھے اپنے بچے واسطے دعا مانگنے کو ماتھے اٹھا
بے قصور پاک بے گناہ یہ انکر لڑکی اپنے واسطے بالکل
خوف نہ کھاتی تھی۔ لیکن اسکا دل ڈھک رہا تھا
اسکی آنکھوں سے کیفیت انتظار معلوم ہوتے ہی اسکی
لب علیحدہ علیحدہ تھے لیکن آواز منہ سے نہیں نکلتی تھی
ایک دوسرے سے علیحدہ کیا گیا اور ہر ایک کے ایوانی
اور آفس کی نگاہ ایک دوسرے کی طرف کی۔

اگر پاڑی دستن اپنی لڑکیوں میں کسی سے زیادہ محبت
کرتے تھے تو یہ سبیلے بالوں والی پولی اسکی سب سے چھوٹی

کہ کوئی نہیں۔ (تواریٹیک کر)

یہ کہ ہم اسکی بھڑکے سے آنکھوں مستحق تھے۔
در اپنی قسمت کے موافق نہ کرو۔ ایسا ہی اوسوقت تھا
لکھا تھا کہ جب ستارے بنائے تھے اور ہم لوگ کس طرح
اسکو مٹا سکتے ہیں۔

«یہ سب جوش جنون پاگل بنائے»

«یہ کچھ جنون اور پاگل بنائے ہیں۔ تم خدا کی اوسیط
سے عزت کرتے جس طرح سے کہ ہندو شیشو کی کرتے ہیں۔
در اوسوقت قتل کرتے ہیں جب وقت موافق ہوتا ہو۔
منب سب ہلاک فرنگی ہمارے رحم پر ہو۔ اس باعث اب
تھار اوقت آگیا ہے»

پولی بالکل اس گفتگو کو نہیں سمجھی کیونکہ یہ سب اردو
میں ہو رہی تھی۔ اسنے ایک آہ لہندی۔ اور علی سنگھ
نے درمیان میں ٹپ کر کہا بس ہو گیا دستن صاحب
پ کی لڑکی شاہ کی اب قید میں ہو اور وہ انکے دوبرو
پیش ہوگی۔

پولی صاحب نے نہایت اطمینان سے کہا ہے صوبہ دار
شکر یہ شکریہ۔ پولی ہم سب بچ گئے کیونکہ شاہ دہلی ملک
نور دین کی ایک وفادار رعایا سے ہو۔ اور مکر بچائے گا۔
لیکن لینا اور کیٹ پاپا۔

«افسوس لینا اور کیٹ (ناخن لکڑ) دلا شہر میں
ین خدا انکی مدد کرے»

رن کے محل جانے سے زمین پر گرنے والا ہی تھا کہ پولی
بگے لگایا اور سنبھال لیا۔

رنگار حاکم علی کیڑن دیکھ کر پولی نے کہا «میرا پاپا
معلوم ہوتا ہو کہ مر رہا ہو۔ اگر تم نے کبھی اس سے محبت
ہو ہو کر۔ اور جنوں بھڑکے اوپر ہمیشہ ہر بانی کی
دیکھنے لگے توئی چھوٹی انگریزی میں جواب دیا۔
س پولی بہت عیار ہیں۔ لیکن وہ جلد مر رہے۔

رکھی تھی۔ کیا یہ دو تازہ مجبئی دل پھر ملین گے کہ جو ہمدرد
آفت اور رنج میں خوف کھاتے ہیں۔؟
ہم دیکھیں گے۔
وہ محل کو گئی اور اس کا باپ اوس دیوار سے

چھٹی سوان باب

مرزا ابوبکر
ہلکے بہت کچھ افسوس اور بے مثل رنج کا حال نہ رہی جو
خزوش۔ مشرقی مقام کہ جو ایسے وقت ہونے میں
بیان کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ جنھوں نے راجپوتوں
سکھوں۔ گورکھوں اور مرہٹوں کو مطیع کیا تھا گو
مرائے تھے۔ جب ہر ایک قصہ موت ہر ایک انگریز
دل کو صدمہ پہنچاتا تھا۔ جب ہماری نازک لیڈیوں
کو اچھی طرح سے معلوم ہو گیا تھا۔ کہ گسٹر سے بندو
بھڑنا اور چھوڑنا چاہیے۔ جب با امن سولین اپنے
ہنگامے کی نیچے نیچے لیکر سوتے اور اپنی بغل ہی میں بارو
پھرتے۔ اور جب غریب خوبصورت لڑکیاں سوتیلی ماٹیاں
والی ناچھی ہی میں گولون پرشل کھلونے کے ماتھر رکھ
دیتیں کہ جب بائیں روتی اور نگہبانی کرتی۔ اور ہونے
باپ سر ہمیں اور نرم کے احکام کا خوف ناک سے خوفناک
راتوں کو عالم باغ میں انتظار کرتی تھیں۔
دوسری صبح کو وہ آیا جو پولی کی نگہبان تھی اوس دھما
کہ جو یہ رورو کرانگ رہی تھی حامل ہوئی دھڑا تو میر سے
بابا کیٹ اور لینا اور کئی دوستوں کی حفاظت کر کہ جو
اوس سے محبت کرتی یا اوس کی حفاظت کرتی۔ اسی
بالکل تانا و نیلا کیڑے پتے تھی کہ جسکو حکم ہوا تھا کہ پولی
کو ملی سنگ کے والد کرے۔ اس باعث جب وہ ان کی تو
دیکھا کہ چہو بائیں نہ ہو گیا اور رنج اور افسوس
سے بھرا ہوا آنکھ کے گرد حلقہ میں گیا تھا۔
کہا یہ پولی تھی جو غلام ہوا تھا کہ پتے ہی گدے سے

گندے کے کہ جو دریا کے سامنے جو شاہ رنج اور راج گھاٹ
دروازے کے رنج میں ایک کو ٹھہری میں لایا گیا۔ لیکن
دریا جہنم کے سامنے کہ جہان پڑانے زمانہ میں ماتھی اور
دوسرے جنگلی جانور پڑا کرتے تھے۔

ادسکا افسوس اور رنج خیال کیا جا سکتا ہو کہ جہان وہ
ستیا خور کرنے کو چھوڑ دیا گیا اوسکی انکیان اوسکو معلوم
تھا شہر میں ہیں۔ اور تیسری شاہ نعل کے محل میں ہمیشہ
کے واسطے قید۔

اچھا ہوتا اگر تینوں قبر میں ہو تین۔ اونکی مان کا خیال
آتا۔ بعد اوسکے۔ عالی۔ کبھی کبھی اوسکا دل پھر اتر آتا
اور وہ اپنے تئیں کہہ سکتا کہ جب اپنی مری ہوئی کی
یاد آجاتی۔

اوس دن بھر اور کچھ حصہ دوسرے دن تک گولون اور
گولون کی بار بار آوازانی اور اسکو جانے کے اور جانے کی
اد آرنے تو گویا محل کی بنیاد تک ہلا دی تھی۔

گولون کی صاحب نے اپنے پیر ایک چار یا پیر پھیلائے
لیکن کیٹ اور لینا کی تصویر میں سامنے برابر آئین۔
لینا جرد کے ساتھ تھی اور کیٹ ایک میل کے فاصل پر
چاندنی چوک میں اور پولی زمانہ میں بطور ایک قیدی کے
تھی لی۔ اور ہوشیاری سے اوسکی نگہبانی ایک آکرتی
تھی کہ کہیں کھڑکی سے کو نہ پڑے۔

اوسکے عاشق مرزا ابوبکر کو اوس سے ملاقات کی
فرصت تھی۔ برٹھ کے باغخان اور دوسرے شہر میں
آ رہے تھے اور وہ انہیں مشغول تھا۔

پس جب دوسری صبح دہلی میں پولی دونوں باب

کیا تھاری گت ہوگی۔

صبح کا آفتاب اپنی معمولی شمت سے چاندنی چوک میں چمک رہا تھا کہ جسکی پوری شرک لاپوری دروازہ نہ نظر پڑتی تھی اور میدان سے معلوم ہو سکتا تھا کہ کیا

شرک پر ہو رہا ہے۔ پولی نے اپنی افسوسیں بھری آنکھیں اوس مکان کی طرف کھین کہ جو کو توالی کے مقابل میں ہے اور جمین دوہرے دروازے اور ہر جہتیں پڑی

ہوئی ہیں۔ اور قریب مسجد کے ایک مکان تھا جہاں چھت پر بیٹھ کر سماع میں خاموشی کے ساتھ نادمہ کا

سچاس ہزار آدمیوں کو مدہلی کی شرک پر نقل کرایا تھا یہ وہ مکان تھا جمین روہی ملک پارسى سوداگر عرس شہید

کے ساتھ رہا تھا۔ لیکن غریب پولی کو پیشکل معلوم ہو سکتا تھا کہ اس وقت کٹ ملن کے پڑنے کو چھین

غلبہ غمگوئی کے باعث نہیں لکھ سکتا کہ اس سے پہلے ایک خوفناک شور اب نیچے شرکوں میں بلند ہوا اور سکے

اب گاریوں کی آواز معلوم ہوئی کہ ہزاروں لوگ ننگے ہو جاتے ہیں۔ چاروں جانب ایک ایسے جھگ سے گھرے ہوئے

کہ جو کر بند لگا سے پکڑا دیے ہوئے تھے جو بالکل تنگی میں جمین اور اونگے ماتھر ڈور یون میں بندھے ہوئے

تھے اور یہ بازار میں لائی جاتی تھیں۔ بدعا شقی اور ہندو ہر ایک درجہ کے خوف لگائے تھے۔ یہ خوفناک واقعہ جب آنکھوں کے روپر سے گذرا پولی مر جھاس گئی

بابولی سنگھ نے کہا یہ دونگی لیڈیوں میں ایک غاصبا

نچ مسل کی جھینجی ہے۔

افسوس ان مالدار سلیوں میں سے ایک! کیا بڑا لکیر

تباہ ہے؟۔ دوسرا کون؟ لیکن وہ خود ہی سمجھ نہیں سکتی تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک وحشی آواز

شک سے بلند ہوئی تھی جسے ہی کہ شب ہوئی ان دونوں کی

پیدا ہوئی ہے؟۔

اب اسکو ہر ایک قسم کا خوف وحشت سے پیدا ہوا تھا جبکہ انگلستان میں پرکونے حلوں سے کبھی وجود

نہیں تھا۔ بابولی سنگھ اور ایک سپاہی کو دیکھ کر وہ خوف سے بچھڑی

اور اس کے پیروں پر گر پڑی۔ لیکن یہ خاکی صوبہ وار تھا دن کی شرکوں میں مار پیٹ اور تمام شب عیا شہی کے

بعد اس قابل نہ تھا کہ اوس سے اس طرح سے سلوک کیا جاوے ایک خوفناک سرخی اوسکی سیاہ آنکھوں

سے گزری اور اس کے لب زرد اور خوفناک ہو گئے۔ جیسے ہی کہ وہ ہاتھ پیروں تک لے گئی اوسنے اسکا

کندھا پکڑ لیا اور اعلیٰ کا کپڑا بھاڑ ڈالا جن سے پولی بالکل کمرنگ ہو گئی تھی۔ اور اس کے منہ بال کندھے

تک پڑے ہوئے تھے۔ بابولی سنگھ نے نہایت ظلم عشق اور وحشت سے اوس پر نظر کی۔

بابولی سنگھ دل میں سوچا کہ قسم روح محمد کی سفید چکر کی تو گن لوگ کو اس طرح سے دیکھنا کہ اس کے منہ بال

کندھے تک لگتے ہوں بہت بھونڈے خیالات پیدا کرتا ہے میں نہ اسکو اپنے واسطے کیوں نہ رکھوں؟۔

لیکن لوگ اس ماجرے سے بخوبی واقف ہیں۔ اور اس باعث اور لوگوں کے ساتھ پیش کیا ہوگی!۔

پولی سوچی تھی کیا اسقدر اسکو صدمہ پھوڑ دیا جاوے

جے مدد کر دیا ہو کہ وہ بابولی سنگھ کے رحم پر ہو جیسے

مع دوسرے دوستوں کے اوس وقت حذارت سے

جبکہ سامنے ہو گئی تھا ہستی تھی۔

اور سنگھ قدرتی خصہ پھر پڑا ہوا کہتے ہیں دیوار

عمل کے نیچے شور معلوم ہوا۔ اور اسکو اودھر دیکھنا پڑا

اور پولی کو اسے گھسٹ کر کہا۔ دیکھو مس بابا اگر تم

ہمارے احکام کی تعمیل نہ کرو گی یا مڑا ابو بکر کو خوش

معلوم ہوتی۔

ایک چھوٹے سے بچہ کی اوس مجمع سے جواب دیتا تھا
آواز آئی ہے اوہ بن پوٹی۔ پارہی پیاری پوٹی آہا
بچہ کو گھر بچل گھر کو بن لینا کے پاس میں بہت
بھوک اور خون زدہ ہوں ہے یہ آواز غریب چھوٹی
ولی کی تھی جسکی عمر صرف چھ سال تھی جسکی آنکھیں اب
نبلی رخسار سے مثل سیب کے اور بال بالکل سنہلے تھے۔
لیکن جیسے ہی کہ پوٹی نے آواز دی اسکا کہیں پتہ
نہ معلوم ہوا۔

اب پوٹی ایک لمبے کی پوٹی کرسی کے روبرو
لائی گئی کہ جہاں پلٹتی ہار سے ابو بکر بیٹھا ہوا تھا۔
خوشی کے ساتھ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ بلی سنگھ نے
قالین کے کونے سے بارہ مرتبہ سلام کیے جس میں ہر بار
اوسکا سر زمین سے لگ جاتا تھا۔

شاہزادہ بے رعب سست اور عیاش آدمی تھا۔ اور
اوسکے زرو بدن سے معلوم ہوتا تھا کہ اوسین چربی
زیادہ ہو جس سے پوٹی کی قد چھجکی۔ جیسے ہی کہ ایک
بہت بڑی شاگ کے واسطے ہا حرا کا حقہ کیقد زچل چل
رکھا تھا۔ پوٹی بہت پریشان خیال تھی۔ اوسکی پاپا
ایک عجب مرکب شال اور زبورات سے تھی۔

اس سخت کے کونے پر شہنشاہ عرفون میں شاہ حاکم
حکم سے لکھا گیا تھا۔

اگر فرووس برروس زمین ست

ہمین ست ہمین ست وہمین ست

آج مرزا ابو بکر تھنا دیوا خانہ میں تھا۔ بڑھا غلام
بارشاہ ابھی تک محل (زمانہ) سے نہ نکلا تھا۔ مرزا
مغل کما مڈرا نوالج باغی کی کمائی کی کا پورا کام کرنا او
محنت کے ساتھ اس فرض کو ادا کرنا تھا۔

مرزا ابو بکر نے سدا کے بعد کما یہ بہشت کے لائق ہو۔

اسا فوسناک اجروس کے بعد پوٹی نے بالکل ضد نہیں
کی اور داخل دیوا خانہ ہوئی۔

بڑی اونچی کھڑکیوں سے اوس سنگ مرمر کے کمرے میں
آفتاب اور رنگین لینڈون میں چمک رہا تھا سو بکلی
کار زمین اور بہت سے جواہرات چمک رہے تھے۔ گدیہ جی
روشنی اور بیدست و پا معلوم کر گیون پر بھی گرمی تھی
کہ جس میں بہت سے بدنا خون خراپے سے کر دیے گئے تھے
بال پریشان تھے اور کپڑے پھاڑ ڈالے گئے تھے۔

یہ ویسی سپاہیوں کی نگہبانی میں بڑی ملاقات کے
کمرے میں بٹھرائی گئی تھی۔ اس مجمع میں دو چمک و دکھا
خوبصورت ویسی لیڈیان نظر آئیں جو تازہ ولادت سے
آئی تھیں۔ اور جنھوں نے گلہ کے لوگوں کی آنکھوں کو
فریفتہ کر دیا تھا۔ اوکلی پوشاک میں جنہر عرصہ تک
لوگوں کو اپنا وقت صرف کیا۔ اب کمان وہ سبھی بھڑکی
جھل جھلا ہٹ اور چمک دکھ مہذب لیڈیوں کی تھی
محبت و سادگی۔ غرور و محبت۔ طرصار ہی اور خاموشی
عقلندہ جی۔ محبت سے بھرے ہوئے دل یہ سب اس
مصیبت میں بالکل مٹے ہوئے تھے۔

بابو بلی سنگھ جو قد آور اور لمبا آدمی بالکل کالی
وروی پہنے ہوئے تھا۔ اور نمس الدین رسالدار
ان غریب لڑکیوں کے مجمع پر اس طرح سے دیکھ رہا تھا
جس طرح سے کہ ایک بھیڑیا سمے ہوئے دنبہ کو دیکھتا ہے
لیکن اب یہ ایوان سے محال دسے گئے اور آگے اب
اونکی قسمتون کا خاتمہ تھا۔

آخری آدمی جو شاہزادے کی فطرون سے سببا فقیر
گو نگار سے تھا کہ جسکے نہیں پانی بھرا ہوا تھا۔ اور
عاصم علی اور فرخ پانڈے تھے آخر الذکر جیک ہر دور
کی روزانی بدوقی سے ہوئے تھا جو اس کے دہلے او
جربہ جسم کے واسطے کسی دوسرے وقت مناسب

میں دسٹن خوف مت کھاؤ تمکو تکلیف نہ دیجاو گی۔
 نہیں ایک بال کو بھی تکلیف نہو گی۔ تم عین ہوشی
 بخوبی جانتی ہو۔

”میرے حاکم تم میرے بڑے باپ سے واقف ہو
 تھے میری بہنوں اور مجھ پر ایک بار بڑی مہربانی کی تھی
 ایک تیرہ سیکو کشمیری شال اور طوق تھن مین دیا تھا جو
 لارڈ تملکو یاد ہو گا۔“

”وہ ان اچھی طرح سے بخوبی ہے
 دو تیس ہلو عزت۔“

”مرزا ابو کر نے کس قدر سبھل کر جس سے اونکے چہرے کی
 رنگت بدل گئی کما۔ اب عزت اور بھی تمھاری کیا چاہتا
 ہوں۔“

”(با تم جڑ کر)۔ اسے میرے حاکم میرے اوپر رحم کر۔“
 ”اس سکن فرنگن کی ایسی بھلی آواز ہو کہ سانپ
 بھی لنگل کا مست ہو جائے۔“

”میں آپ سے شکایت کرونگی کہ میرے پیارے باپ کے
 ساتھ کل بہت بد سلوکی آپ کے آدمیوں نے کی۔ آپ
 میرے حاکم انگریز سے بخوبی واقف ہیں۔ اگر وہ اچھی
 زندہ ہو تو اسکو بچائیے اور مجھکو دیکھنے دیجئے۔ ہمیشہ
 تمھارے واسطے ہلوگ دعائیں مانگیں گے۔“

”کافروں کی دعا گالی کی برابری۔ لیکن دیکھئے کوئے۔“
 ”وہ ان میرے لارڈ مجھے وہ ان لے چلیے۔“

”اب بالکل غیر ممکن ہے۔“
 ”کیا وہ مر گئے۔ کیا وہ مر گئے۔“

”وہ زندہ ہیں اپنے باپ شاہ کی قسم کھاتا ہوں
 وہ زندہ ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ کسی دوسرے مرد کی
 آنکھ آج سے مس دسٹن تھن دیکھے گی۔“

”وسکی جان بچاؤ اور آزاد کرو۔“
 ”وہ اسکی جان بچائی جائے گی بشرطیکہ ممکن ہو گا۔“

”کیا ان سب جرموں کا اسے میرے لارڈ کو کوئی
 خوف نہیں ہے۔ تمکو یاد رکھنا چاہیے ایک خوفناک سزا
 تمھاری اور تمھارے لوگوں کی ہوتے والی ہے۔“

”(ٹھنسر) دیکھو یہ چھٹی لڑکی بالکامکو زیر ہی کیے جاتی ہے
 لیکن تمکو خود نہیں معلوم۔ کیا تم کہتی ہو۔ سلطان اور
 شاہ و حاکم۔ ہر آئندہ سے اجازت نہ دینگے کہ تمھارے
 آدمیوں سے کوئی ہندوستان کو آوے اور اگر برگزیدہ
 نبولین نے مدد کی تو۔ تو لوگوں سے بحر قزقم سے مین
 جسکو تم ریڈیسی کہتے ہو خاتمہ کرو یا جاوینگا۔“

”اسے نہیں شاہزادہ وقت پر رحم کر۔ تم ہمارا مقابلہ کیا
 بات میں نہیں کر سکتے ہو۔“
 ”میں پولی تم بڑی بہادر و دلیر معلوم ہوتی ہو لیکن
 باوجود یہ اچھا نہیں کوئی دو سالہ بچہ چاہیے۔“
 ”وہ جہاں پناہ اگر سکو اجازت دین۔“
 ”اگر دین تو کیا ہو۔“

”وہ آئندہ؟ نہیں وہ پیغمبر کی مان نہیں۔ خاتمہ تین
 وہ اونکی لڑکی اور چارپاک عورتیں مین تھی۔ ایک
 کافرو کا نام ایسا رکھنا مناسب نہیں۔ اچھا نور محل
 رکھو۔ ایک دہلی کی ملکہ اس نام کی ہو گئی ہے۔ لیکن
 وہ کافرو تھی۔ اور نہ کسی سفید منہ عمام کی لڑکی۔“
 ”وہ جہاں پناہ ہی اچھا ہے۔“
 ”وہ اچھا نور محل بھی۔ آیا سے کہدو۔“
 ”یہ مثل نہارتی گلاب کے خوبصورت ہے۔“
 ”وہ اچھا سکوزانہ کے اوس حصہ میں رکھو جو چھپا
 کی طرف ہے۔“
 ”وہ جہاں پناہ اس انتظام سے راحت نہ ملیگی۔“
 ”کیوں ہے۔“
 ”کیونکہ وہاں شاہ برج سے پانی دیوار کے قریب
 ہو کر گزرتا ہے۔“

یہ بہت صندن نکلی گی۔ اور علاوہ اسکے ایک کچھنچو
یہ جو کہ اسکی شکل سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت جلد بیمار
ہو۔ اور ہم لوگ ان فرنگیوں کے علاج

واقف نہیں ہیں۔

”ایک حکیم علاج کر سکتا ہے۔“

”لیکن اس کے بدن میں جب یہ مچھ سے ملاقات کر چکا
ہو اور سوقت مجھے عزیزن کی حسد و عین کا خوف ہو
لیڈی عزیزن جس کا ذکر کیا گیا ہے خاص محل تھی جو
بہت سے عقلموں اور خزانہ کی بانی تھی کہ جن حالات
مطالعہ کرتے والی جنوری میں کورٹ مارشل کے وقت
ہم لوگ آگاہ ہونگے۔“

”اور میں اس بڑے فرنگی ملا کو اسکی آنکھوں کے
روبرو ایک گولی سے اڑا دوں گا۔“
”وہ کیوں؟“

”مس پولی اطاعت کا سبق لیلی۔“
”اسن تم بہت کم فائدہ اٹھاؤ گے۔ بڑے بھیت
شاہ لاہور کے سائے پر ٹیک لگا کر۔“
”تو پھر جہاں پناہ کس طرح آپ اوس فرنگن لڑکی پر
دخل پادنیگے؟“

”وہ میں مشکل سے جانتا ہوں۔“

”تو پھر میں ایک تدبیر بتاؤں۔“

”وہ ان فوراً بتاؤ۔“

”وہ پادری و سٹن کو اس سیکہ قید کیے اور اسکی
زندگی ہر وقت خطرہ میں رکھے جسکی جان بچانے کو
وہ بخوشی متابعت کر لگی۔“

”شاہزادہ نے اس خیال کو پسند کیا اور مسکرایا۔“

”ایسا ہی ہو پھر سنگ اسود کعبہ کی قسم یہ بڑا خیال
نہیں ہے!۔ اور اب میں گھر سے پر سوار ہوتا ہوں
مجھ کو مس الدین خان اور اس کے وفادار رسالہ کے

رو اس سے بحث نہیں وہ سب سے علاحدہ ہے۔ اور
تکوا اپنی جان کی قیمت پر دیکھنا چاہیے کہ کوئی اس کے
قریب نہ آوے۔“

(پولی کی طرف مخاطب ہو کر) ”س و سٹن و مان تھری
پوری خبر گیری ہوگی۔ اور جب تمہارے خیالات کجا
ہونگے میں تمہارے پاس خود آؤں گا اور سوقت تک
تم سے کچھ کہنا ریکارہی۔“

”میرا غریب پایا۔“

”اطمینان رکھو وہ ابھی تک محفوظ ہے۔“

”لیکن مائی لارڈ کمان؟“

”وہ اسی چار دیواری کے اندر۔“

”محفوظ۔ شکریہ۔ شکریہ! اور تم۔“

”وہ قسم روح اور چادر حضرت محمدی کی یہ تو مجھے
پریشان کیے دیتی ہے۔ ایک آیا اور وہ جیشیوں کے
غلام جیکے جسم پر سفید پوشاک دربر بلا وہ
پرکڑی تھی اسکو بے چلے مگر نہیں معلوم تھا کہ کمان ہے۔
قبل سپر کے اسکو زور شو سے بخارج چڑھ آیا۔“

”مرزا ابوبکر پاک چادر کی قسم اکثر نہ کھاتا تھا کہ جو ابک
مشہور یاد رکھنے والا جتھہ تندرہار

میں رکھا ہوا ہے۔ جہاں شاہ شجاع نے ایک تندرہاری
گاڑوں کے ساتھ پرستش کی تھی اب یہ ہمارا بیان اپنے دل
میں کچھری پکاتے تھے۔ ایک نے کہا۔ ”کیا ایک کجحت

چھوٹی فرنگن لڑکی۔ ہمارے لوگوں کو پریشان کر رہی ہے
دیکھو خراب کرتی ہے۔ ایک شاہزادہ مرلی جسکے ہی
واسطے آفتب نکلتا ہے۔ اسکا محبہ بادشاہ کا جواگر
نیم شب کو صبح گدے تو بالکل تار سے گم ہو جاوین
اور آفتاب محل دے۔“

جیسے ہی بابولی سنگھ نے شاہزادہ کی مدد کی کہ وہ
اپنی آرام کرسی سے اٹھے۔ اسنے کہا ”معلوم ہوتا ہے

اگر یہ قصہ میں بھرا ہوا تھا تو لینا کے خیالات افسوس سے بھرے ہوئے اور ملامت تھے۔

وہ ہر روز کیسے قدر اب مشکل اور حالات غصہناک پر خیال ہی کا ڈور مارا ہر خون خرابہ مار پیٹ ہم نے دیکھا اور نفیس کرتے ہیں کہ یہ اوس حصہ دنیا سے ہے کہ جو خدا نے برحق کے واسطے بنایا ہے۔

لینا خدا نے ملک بنایا لیکن پانڈیوں نے قصبہ ہے یہ جواب ہر روز کی جانب سے تھا کہ جسے افسوس سے زبان کھولی کیونکہ اوسکو معلوم نہ تھا کون شخص مر اور کون نہیں؟ یہ آگے وقت پر بتاؤں گا۔

اوسکو معلوم نہ تھا کہ بھاگنے کے وقت ایک پادریل کے فاصلہ پر جہاں سے وہ خوف اور گھبراہٹ میں بھاگے ہیں۔ اوسکی کمپنی کے سپاہی اور ملن کے لوگ اور عورتیں میرٹھ کی جانب بھاگ رہی تھیں۔ ہمسار ڈراکل مثل دوسروں کے ایک بچہ کو گروں پر لادے تھا پانڈیوں کو معلوم کسکا تھا۔

ہر روز اور لینا خاموش آگے بڑھے کبھی کبھی آپس میں گفتگو کرتے جبکہ نے اپنے دل میں کہا کہ کبھی کبھی جتنی جتنی کہ اوسکو اطمینان دوں یا اسکی لبوں پر لبوسہ لوں۔

لینا کو صرف اپنے کھوئے ہوئے خاندان کا خیال تھا کہ جو کبھی اب بھرنے والا نہ تھا اوسنے صدق دل سے افسوس ادا کر دیا۔

اگر اوسکی اصلی خواہش تھی کہ بحیرہ وہ اور اوسکا خاندان کسی مکان تک پہنچ جائے۔ رات کی شب بھر اور اوسکے تاج بھار وغیرہ کا خوف تھا۔ وحشی جانوروں کا خوف تھا جو جنگل میں بھڑکے ہوئے تھے آگ وہ روشن کر نہیں سکتا تھا۔ سحر۔ ریچھ بھڑیے۔ شیر اور اسے ڈر کر ایک جماعت کے عجوبہ وحشی ہندوستانی

سودروں سے شالہ مار باغ کے میدان میں پر پڑے پر لٹا ہوا اوساٹے ہو کر چلنا چاہیے۔

شاہزادہ نے خبر نہ لی شاہی رسالہ کے جنرل کے فرائض ادا کرے۔ لیکن بابو بی سنگھ کے غلام مشورہ کی پابندی کی گئی۔ اور کچھ عرصہ تک بدقسمت پادری و سٹن کی زندگی برقرار رہی کس غرض سے کہ پناہ اوسکو بالکل نہیں معلوم تھی۔

سیتھیوان باب

تین مندروں کے باغ میں اس طرح سے جب پادری و سٹن اور اوسکی دولگیاں اور نیز میٹیم لڑکی ولی بالکل علیحدہ علیحدہ قیدی شہر وادی میں ہیں۔ جبکہ ہر دور تو پناہ کے گھڑ پکی لگا رہے ہیں کہ جب اوسنے لینا کو سوار کیا تھا میرٹھ کی سڑک کی تلاش میں بڑھا۔ جو راستہ پریشانی اور جلدی میں بھول گیا۔ اور اس باعث اوسکو کوئی کشتی نہیں بنا کہ تر واداب کے اوجہ جانب جائے۔ باغیوں کی محض شرارت ہے یا اس غرض سے کہ بھاگنے والے پناہ نہ پاویں دونوں پلوں کو توڑ ڈالا تھا۔

جیسے ہی کہ ہر دور نے اس خوبصورت شہر کی جانب دیکھا اوسٹھانی صاحبین سے دو مقاموں سے آگ نکل رہی تھی کہا کہ افسوس ہزار پانسو ہی ہی میرے ساتھ ہوئے پانچواں اگر اوسکے پاس اپنی بہادر جہت کے صرف نصف آدمی ہوتے یا اوسمیں سے کہ جنھوں نے سلنگٹنس کپل اور ہولاک کے زیر کمان بدلائے کیوڑا چڑھائی کی تو وہ ضرور اوس شب کو بہت گراں قیمت ان پانڈیوں اور خاندان مغلیہ کے واسطے کر دیتا لیکن اب وہ بھاگنے والوں سے تھا۔ اور اس باعث موجود حال میں یہ خواہش خنول تھی۔

دو جیک تم مضبوط ہوئی ہو۔ میں ایک کمزور ٹوٹے ہوئے
دل جوش سے بھجی ہوئی اور غالی تکلیف دہ ہوں۔
دو لینا اب تمہاری زبان سے وہ نہیں نکلتا جو دل میں
ہی۔ لیکن میں خدا کی قسم نہیں جانتا کہ ہم کہاں ہیں۔
دو ہم لوگوں نے میری ٹھکی ٹھکی چھوڑ دی ہے۔ بہت عرصہ
ہوا میں اس ٹھکی ٹھکی پر پاپا کے۔ پیارے پاپا کے ساتھ
گئی تھی اداس باعث بخونی جانتی ہوں۔
”اور ہم لوگ نردواب سے نکل گئے ہیں۔ وہ جو آواز
ہم لوگ سن رہے تھے اوسے جھک جھکا دیا۔“

اور اب ہلکے کوئی جگہ تلاش کرنا چاہیے کہ جہاں شب کو
رہیں۔ اور میں صبح تک نگہبانی کرونگا۔
چاند بکھرا سا یہ بول کا جو آبا تھا وہ ہٹ گیا تھا وہ
چمک رہا تھا اور جوار اور روئی کے کھیتوں سے گزر کر
انجھون نے ایک بانگ دیکھا کہ جہین بالکل خاموشی اور
سناٹا دیکھ کر گھسے۔

اس بانگ کے درمیان میں ایک ٹکڑا زمین کا بالکل جھا
تھا جس پر باندھ چمک رہا تھا درخت بہت خوبصورت
عمدہ اعلیٰ اور اقبہ لے تھے انہیں جگنو اور دھڑک
رہے تھے۔ وسط میں ایک بہت بڑا تالاب تھا کہ جو
بالکل سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا کہ جہین سفید۔

خوبصورت کنول کے پھول یہ رہے تھے اس کے تین
جانب تین چھوٹے چھوٹے ٹوالہ تھے۔ تینوں بکبان
دیواروں کی سنگ مرمر کی تھیں اور زینہ کہ جسے جینی کا
تھا۔ ہر ایک میں ہر ایک رنگ کی شمع روشن تھی کہ بجلی
روشنی ایک کھیلے ہوئے پت سے دریا میں گرتی تھی۔

جہاں چاند کی روشنی کے باعث یہ جہاں ہی معلوم ہوئی
تھی۔ یہ تین مندر پر جہاں جہاں جہاں تھے۔ اوس
مقام پر سولہ پوجاریوں کے اور کوئی شخص نہیں
آسکتا۔ اور جہاں نہرو نے اوسے مایوسی اور افسوس

گھڑی گھڑی کے بعد آہٹ پاتے ہی جیک اپنے ہاتھ میں
تپوچہ اٹھا لیتا جسکی صرف یہ خوشی تھی کہ قسمت نے
نیشا کو اوسے سپرد کیا۔ اداس بارہ ماہ
میں اوسکا ستارہ بلاشبہ بلند ہی رہتا۔

ایک ہاتھ گھوڑے پر اور دوسرا اوسکے بازو پر رکھ کر
اوسے کہا۔ ”پیارے لینا کو شمش کو کہ تمہارا بیٹا
نہو۔ امید کرو کہ تم سب ہاتھ تھک گئے ہیں اور
یہ تم دونوں سے جلد لوگے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ آگے
کیا ہو۔“

اپنے تین خیال کرتا ہوں کہ سیکندرا کھڑے ہوں اور
نہیں جانتا کہ کس طرح سے اطمینان دوں۔ لیکن یہ
مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے اقربا ایسے نیک اور
اچھے ہیں کہ خداوند کی حفاظت کر لیں گے۔

”سچ ہے سچ ہے لیکن میں کس طرح سے امید کر سکتی ہوں
خصوصاً جب میں خوف کرتی ہوں کہ وہی امید تمہارے
دل سے نکل گئی ہے لیکن میں کوشش کروں گی کہ افسوس
رو کوں شاید تم ان سے پریشان ہوتے ہو اور مجھے
خود نہیں معلوم کہ کتنا تک ابھی مصیبت برداشت کرنی
پڑے گی۔“

ایسی تکلیف کے وقت میں ”تم“ کا لفظ جیک کو
بہت پورا معلوم ہوا لینا کی آواز ایسی بھلی اور
پاری تھی کہ اندھا آدمی بھی اوس پر عاشق ہو جاتا
اور جہاں اب دونوں تنہا تھے اس باعث اس جنگل
میں اوس پرانے زمانہ کی بار بار یاد آتی تھی۔

جیک تجربہ نے سکھایا دیا ہے لینا برداشت رہے
عمدہ شہر ہے۔

”کیونکہ اس سے دوسرے روکے جاتے ہیں۔“
”صحیح ہے اور اس باعث ایسی ملاقات جو حاصل
کرنے کے قابل ہے۔“

بحث کے قابل نہیں۔

دونوں ہاتھوں پر بوسہ لیکر واپس چھڑا کر ہار لیا اور ہوا سے کہنے لگا۔

یہ اپنی پستول لیکر ایک انہنگے درخت کی جڑ پر بیٹھ گیا۔

کچھ عرصہ بعد سوائے لینے کے خزانے کی آواز کی اور

کچھ نہ معلوم ہوا۔ وہ سوئی۔ اور ہر ور کو اس سے

بجھتی اطمینان ہو گیا۔ لیکن اس کا انداز حتمی نہیں تھا

میں نیند نہ آئی۔ اس کو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسٹ

اور مل کی شاوی کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا ایک

برس سے کچھ ور کے درخت نے لینا کو شعبہ سے بچایا لیکن

ہر ور اپنی اس خواہش کو نہ بھاسکا کہ ایک بار اس کی

طرت نگاہ رہے۔ یہ اور اس طرح سے خزانے میں

سورہی تھی کہ بالکل خیر نہیں رہی۔ ہر ور نے اپنے

دل میں کہا: شکر خدا کا اگر شعبہ نے اس پر زیادہ اثر

نہ کیا ہو تو آئندہ سفر کے واسطے وہ کافی طاقت حاصل

کر لے گی۔ بال کی لٹین اس کے چہرہ پر سے ہونے لگا

تھکے بعد خوبصورت زرد چہرہ نظر آیا کہ جس پر سے

کپڑا کھسک گیا تھا کیونکہ اسے ایک خواب دیکھتے دیکھتے

کروٹ بدلی تھی۔ جیسے ہی کہ یہ سمجھا پڑا کھنڈہ اس کے

سمیاد ہاتھوں پر آکر بیٹھ گیا کہ چٹکی جگمگاتے ہوئے

پری سی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن اب ایسا چہرہ کو اس کے

چہرہ پر سے ڈال کر وہ تنہا ستری کے طور پر علیحدہ

بیٹھ گیا۔

اوسنے ایک عجیب و غریب نشان اس نے چھو

نرم چہرہ کو دیکھا کہ جس سے شان اور غنا ذاتی

شرافت ظاہر ہوتی تھی۔

چرٹ اور یہ شراب پانی کا خیال کرتا کہ جہاں کو

آرام دینے والی تھی۔ لیکن ان کا یہ وجود کھسان

جیک نے یہ خیال کیا کہ کس قدر یہ عجیب و غریب

جس طرح سے کہ کسٹ نے جامع مسجد شاہ جہان میں

صرف کی اپنی صاحب یہ حرف کیا جانتا تھا اوسنے

ایسا مقام پسند کیا کہ جہاں گھاس زیادہ تھی اور

اپنا گھڑا کھول دیا اور وہاں سے نالاب کو پانی پلا

لے گیا۔ اوسنے گھڑے پر نظر شفقت کی کہ اس کی

مدد سے وہ لینا کو پہنچائے رہا۔ گولینا کو فوجی کا کھٹی

کے باعث کس قدر تکلیف تھی مگر اس گھڑے کی بدولت

غریب بچ سکی۔

جیسے ہی کہ جیک نے گھڑا پانی میں ڈالا کہ کس قدر

گھڑا کو چھپے ہٹا کیونکہ بہت سے گھڑا ہون کو یکبارگی حرکت

ہوتی کہ جو ادھر ادھر جا رہے تھے۔ جیک نے اپنے دل

میں کہا: قابلِ نفرت شیطین اگر میں اس میں غوطہ

لگاتا تو یہ میرے گوشت کو کھا ہی گئے تھے۔

بہت سے اس میں ۲۰ قسٹ کے لیے تھے۔

اپنے بڑے چھتے سے کہ جو وہ ٹوپ سے لیے آیا تھا اوسنے

ایک کوچ ایسے مقام پر بنایا جہاں گھاس نرم اور

خشک تھی اور لینا کو شکر اور سپر کڑا مال دیا کہ شہنم

سے بچی رہے۔

در اگر ممکن ہو پیاری لینا ایک نیند سونو۔ اور میں نیند

بہشتیاری سے تمھاری نگہبانی کرونگا۔ اس باعث

خوف نہ کھاؤ۔

”پیارے جیک تم اپنا ہاتھ مجھے دو۔“

اسنے دودھ لٹکا کر اپنا ہاتھ دیا۔

جیسے ہی کہ لینا نے اس کو دبا کہ اپنے لبوں کے قریب

لگایا کہ ہر ور نے آنسو بہا کہ جس سے معلوم کر کے

کہا۔

در نہیں نہیں! تم کو اب یہ پکارا جاسکے۔

در اس دنیا میں جیک اب تم ہی میرے دوست ہو

اور میں بخوبی جانتی ہوں کہ تمھاری اس عنایت اور

عجیب۔ فاروقی کی ہے کس قدر میں نے خواہش کی تھی کہ ایک۔ بسنے پر کہ مجھایا ہوا چھو لایک اور تانہ ہوا دستانہ لینا کا اور دنوں کے بعد کا جب سے کہ او سے نہ گن کے باعث مجھے چھوڑا پانک اور اب میں بیان آتہ تھا اس کے پاس ہوں اس شخص نے قتل میں پاری لیتا اپنی زبان میری حفاظت میں چرکی پر اور اگر میری پہنچاں باقی ہو تو ضرور بچھڑاؤ۔ لیکن مجھ کو عادیہ میں کیا لیدگا۔ خاص شکریہ شکریہ سب کہ اگر کسی دوسری صورت کے قتل سب کو کہ کیا جاتا وہ او کرتی یہ اوس شخص کے واسطے دشوار ہو کہ جو ابھی تک پیشتر کی طرح سے اوس سے محبت کرتا ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ہماری مدد کو وہی تین آدمی کارنس فرج کے ہوتے۔ جبکہ اس معاملہ کی سچائی دریافت کرتا جاتا تھا۔ عشق کا پیدا اور آخری منزل عاشق و معشوق کی حفاظت ہوگی۔

وہ سب نسا۔ لیکن کس قدر یہ بخشن چھلے دیکھی تھی کہ اور آدمی سے جتنا تھا کہ ایک شخص کی آہٹ پا کر اٹھا اچھے ایک ہندوستانی کی تھی جو قریب بکھڑا ہوا تھا اور جو پانڈی میں اوس کو اور سونے دان لکھا تھا۔ لیکن اس کوئی دیکھ رہا ہے۔

اڑتیسواں باب

ایک ہندو کا شکار

بہت سہم کر ہر رات ہی بدین دیکر کھڑا ہوا لیکن یہ آدمی چونکا اور اس نے سلام کیا۔ ہر دن نے خیال کیا گو یہ بالکل غیر مسلح و زبان شاید شور مچا دے اور دوسرے لوگ دور کو آجائیں اور اس طرح سے خوفناک ثابت ہو۔ ہر ایک ایک لمحہ بچہ کے واسطے اس سوچ ہو کہ بھٹکا کر آیا

دوست گئے۔ لیکن یہ کہیے معلوم ہو کہ تم اگر نہیں کے تو سلام۔ لیکن یہ نہیں سے ہوں۔ چونکہ تم کو قصداں ہو چکا ہے اور نہ او لگا ایسا ارادہ ہے۔

وہ بہت اچھا ہے تم جیسے سے دیکھتے ہو ہم بھی مس ہیں لیکن تم ہو کوٹ با۔

میرا نام غلام علی ہے ایک سندھ کا تھکا اور تھکا ہوا آدمی کسٹور ٹوٹ کا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اور میرا جھگڑے کے ذریعہ میں ہرین کلہر کے خوفناک امریت سے جان بچاتے چھوٹے ہیں۔

درمان ایسا ہی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ بارہ روز ہمارا حال نہ تو ہے لوگوں سے کہہ گئے اور

ہمارا شاہ کے آدمیوں سے جھگڑے ہوئے ہیں کی ہو۔ خدا نہ کہہ سکے۔ میں نے تم کو گن سے مراد ہے۔

جامل اور جملہ کہ تجارت کی ہے۔ اوس وقت ہو کہ ہمارا

کی کی جنگ میں سید حیا کو شکست دی تھی کام کرنا
 نہ پہنچا جس برس ہوئے جب میں بچہ تھا۔ اور میری
 اباؤں پاؤں میں صاحب کے بیان آیا جو کہ جس کے
 میں نے مثل اپنی لڑکی کی بڑا کر لیا۔ اور جس کے
 اپنے ٹک کا سچا ہوں گا۔ اور اس قوم کے
 ۔ اوی سے محبت کرو لگاؤ

کیا تھا یا سفید کے باب ہو جسکو میں نے پاؤں میں
 مکان پر لکھی بار دیکھا

یہ نے یہ سب حال لینا سے کہا جو گفتگو شکست
 نہ تھی تھی۔ اور چونکہ کہ چاہے خدا بخش ہے

میں شکر کرتے جیسے ہی پہنچا جھک کر سلام کیا
 یہ اپنے جھیک کے کام چپ کھٹوٹ جاتا ہوا

یہ صاحب کے بیان اپنی لڑکی سے لئے جاتا تھا۔
 سے پاؤں میں صاحب کی بڑی لڑکی میں لینا یہ

سے اسو سنک ماجرا ہو۔ پاؤں میں صاحب اور دوستی
 بیان اور کہاں ہے

انہوں میں خدا بخش میں خود تمہیں جانتی کہ وہ کہاں
 یہ تمام موت میں سوتے ہیں

۔ یہ از غم۔ برہما کی نظر اور یہ ہے میں اس
 میں میں نہیں ہو جا کر رہا تھا۔ یہ میرا دوست ہو

میں نے اس کے آگے میرا گندادہ جو۔ میرا گھر نزدیک
 میں میں یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ شہم اون کی جان

یہ میں نے اس کے آگے میرا گندادہ جو۔ میرا گھر نزدیک
 میں میں یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ شہم اون کی جان

یہ میں نے اس کے آگے میرا گندادہ جو۔ میرا گھر نزدیک
 میں میں یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ شہم اون کی جان

یہ میں نے اس کے آگے میرا گندادہ جو۔ میرا گھر نزدیک
 میں میں یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ شہم اون کی جان

جسے میں ملا میں چاہتا ہوں

ہندو کا شہکار نے پھر سلام کیا اور شمال کی جانب ہاتھ
 سے بتلایا۔ جہاں اپنے گھروں اور چور کے گھیتوں کے

وہ لپکا۔ اس باغ سے مکان نصف میل صوبہ یوگاد
 میں تھا جو چھ میل دہلی سے خوش منی سے باہر ملے ہوئے

بڑے خدا بخش اور اس کے گھر کے لوگوں نے نہایت
 وفاداری سے ان کو۔ ان کی مہانداری کی تین روز

تک یہ لوگ بخیریت اور پوشیدہ رہے۔ لیکن اس عرصہ
 میں کچھ طاقت بھی لگائی۔ جو بہت سی مناسب تھی کیونکہ

ابھی اس کو بہت سے مصائب برداشت کرنے ہیں۔
 اس قدرتی امید سے کہ سفید جو اس کے لڑکی آیا ہے اس کے

والپس آو گی۔ اور اس کے بچے سے جو کون کا حال بتا دی
 لینا عرصہ تک خدا بخش کے بیان قانع رہی اور ہر روز

بعض اوقات حوصلہ بڑھانے کے واسطے اپنے منہ پر
 یہ کہا کرتا۔ شاہنشاہ اپنی بہت کو برتاؤ کا حکم رکھتا ہے

تم جیسی کہ ہمیشہ سے ہوا اب بھی فرشتہ قسمت لڑکی ہو۔
 مجھ کو ایک ہر روز کو مکان کے اندر نہا پرتا اس باعث

یہ ناقابل برداشت تھا کیونکہ خدا بخش کا مکان دور تھا
 دیکھا کہ طرح۔ چھوٹا تھا بالکل صاف ہوا کی جگہ تھی۔ گوبر

میں میں نے اس کے آگے میرا گندادہ جو۔ میرا گھر نزدیک
 میں میں یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ شہم اون کی جان

یہ میں نے اس کے آگے میرا گندادہ جو۔ میرا گھر نزدیک
 میں میں یہاں ٹھہر نہیں سکتی۔ شہم اون کی جان

کھانا پر دستی اور جو کچھ پس ماندہ بچتا خود کھاتی اور گوشت بہت کم واقفیت تھی کہ ہر دور اور لینا میں کیا تعلقات ہیں مگر ایک مرتبہ اشارہ کیا کہ لہنا کو اس وقت کھانا چاہیے کب ہر دور کھانا چکے۔ خدا بخش زیادہ حیم جانوروں اور مویشیوں پر یہ نسبت اپنی گھر کی صورتوں کے معلوم ہوتا تھا۔ بطور ایک برہمن کے اس کو تانج میں پورا اعتبار تھا۔ وہ واقعت نہ تھا کہ دوسرے جنم میں وہ کیا ہو۔ گھڑا۔ گاسے۔ میوہ۔ اور یہ معلوم تھا کہ عورت بڑوگا۔

ان لوگوں کو کسی قدر فاصلہ پر رہنا ہوتا تھا کہ کہیں ان کے تہیہ کرنے سے خدا بخش کی برادری میں رہ نہ لگے کھانا ان کو انیسویں کے چون بڑوایا جاتا تھا۔ دال پٹنی۔ سوئی روٹیاں۔ نئی چھیری روٹی۔ کھن۔ دبی پانی مٹی کے گڑے سے دیا جاتا تھا جس کے بعد خدا بخش اپنے ایک یوہ کو گود میں لکھاتا۔ اور سدا کے کھانا کھا کہ کہیں روٹی اور ایک تہیہ آٹھی پیاز کی ہوتی نکیت میں کامیاب جلتا۔ اس طرح سے دن گذرتا اور کچھ بھی خبر دہلی کی نہ ملتی۔ بلکہ کچھ بھی رہتا۔ غیرہ کے کھانے کو جی چاہتا۔ لیکن اس کی بہانہ تھی کہ وہ زبان سے نکال سکے۔

گرجنور ہندو کے خدا بخش کو دینی عزت عورت سے تھی کہ وہ جس قوم کی کسی عورت کو اپنے خاندان سے مہرانی یا تودہ کی امید نہیں ہوتی جو اس کا امیر بنیں بے سکتی یا اس کو اس وقت تک کھانے کی اجازت دیتا جب تک کہ خود کھا لیتا۔

خدا بخش نے ا۔ پور وین لوگوں بہت دیکھا تھا اس وقت لہنا کی پوری مہر می کرنے لگا۔ اکثر کہا کرتا۔ بچہ دوست کیونکہ رنگی مثل ایک نظرہ کے گول پری۔ یہاں۔ سیکڑوں کا ساتھ ہوتا ہی۔ لیکن چند روزہ محبت دشمن۔ دوست باب غریب سے جنگ یا امن میں زیادہ کمزور بلکہ برابر رکھا اور اگر یہ تم سے ہو سکے تو مثل و شوق کے ہو جاؤ ہر جہ سے خیال کیا۔ کہ اس کا تو کچھ مطلب نہیں ہی۔

درباب کیا ہوا خدا صاحب کے در صوبہ دار پر شاہ دستگیر کے کمان میں باغیان کی ایک بڑی فوج دہلی سے براہ کشمیری دروازہ آ رہی تھی کہ وہ سب ملک کو لوٹے۔ اور چونکہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص ان سے مل گیا ہی شاید اسے خبر کوئی کی خبر دی ہو اور وہ یہاں اگر گھر کی تلاش میں ہیں۔

لہنا نے کہا وہ اوجھنا بخش میں خوف کرتی ہوں کہ تمہارے لوگ بہت زیادہ غلط کھٹ ہیں۔ وہ اور وہ کیوں اس کے غلام ہوں؟

وہ کیا؟۔ روٹی زمین بر مثل گھاس نہیں بوئی پانی تو پرھانے ایسا ہی حکم کیا ہے کہ تمام زمین پر ہو کہ مہاراجہ اس کو اسی طرح سے غارت کریں کہ بسط سے تمہارے لوگ دہلی میں غارت ہوئے ہیں کیونکہ میں سنتا ہوں کہ وہاں کوئی نہیں بچا۔

وہ بڑھا غلط کرتا ہی (لہنا کے چہہ پر اندی دیکھا کہ جس طرح سے ہم جہاں میں شاید اور بھی جگہ ہوں۔) خدا بخش کی طرف اتنے غلامی غرض سے بڑھا کہ جس بڑھا برہمن شاہ کی۔ اور مثل چارے شاید اور مھوہ بھی محفوظ مثل خدا بخش کے پاس سے ہوں۔

وہ رعایا بہت پریشان ہی۔ کہیں لکھنؤ میں شاہ اور مرزا محل نے مسجدوں اور بازاروں میں لٹائیاں بڑھائیں۔ لاسون اور درویشوں کے کو دیا جو کہ آپ لوگوں کے ساتھ تھے۔

جہاں تم کہہ پاسکتے ہو۔

رو پرانے گھنڈر اور تیریں

جو بان محفوظ چکا پچھلے کہ جو خوف کے زور سے ہزار
میں ٹھکڑا چکا تھا اور نہ ہوا جو وہ لڑکا

رو میں جیاتیوں کا نہ تسلط رہا تھا

رو بادل اڑتے تھے ایک گھڑا پانی توڑا چلو

میں ادا کرتا تھا جھانک دہ بھانگری۔ اور تم

موت کا شیب ہوئی پچھلے میں لکھا ہو۔ خدا تجھے

ان کا رنگ دے۔ وہی کے کون سے۔ انہوں نے سہل ان

کا پڑا۔ خلکو کو کیا تو میرے بھائی ہو ورنہ میں بیش

کے واسطے مار ڈالوں گا۔

ادھر تو باتیں کرتا جاتا اودھر اسنے بڑی چالاکیاں

کہ سب ان طیار کرادیا کا علی درست کی۔ ادنیٰ پوٹا

نے لیتا تو ایک چادر دی اور یہ فوراً سوار ہوئی۔

ایک تھیلے میں کھانا لے کر گھاٹا ہر دور نے ایک مرتبہ

اور۔ پہلی کیفیت دیکھا اپنی وردی کی سب

چیزیں۔ اسنے ادا کر کے خدا بخش کے

خدا کے کہیں کہ کہیں آفتاب کی بدوشنی انکے چمکنے سے

وہ بچان لیا جاوے۔ لیتا چھوڑے کی لگام

لی۔ تھوڑی دیر تک ہندو کا شکر کا گیا اور صبح

کہ شب ختم ہوئی۔ ایک مرتبہ پھر ان لوگوں سے

علحدہ ہوا خدا بخش نے اطمینان دلایا کہ سڑک جو گل

کو گلی پر بالکل سنان ہو اور بہت کم کوئی اور سپر

جاتا ہو۔ ان لوگوں نے جھک کر زمین کو سلام کر کے

رخصت کیا۔ علی مردان خان سڑک کے جنوب جانب

ٹھیک یہ لوگ بیٹھے۔ لینا ڈھرنے ہوئے حل اور

بہر تشریف کے ساتھ کہ نہیں معلوم ایک گھنٹہ

کے بعد یاد میں ہی منٹ کے بعد کیا ہو سکتا

ادنیٰ کہ شش سے خوش معلوم ہوا اور نہ کھانے لیتا۔

ہست سے آدمی مرے۔ اور ادنیٰ فرنگی عورتیں

میں ان کے سر داران اور دھار اور زمینداران وہلی

سے شادی کرنے کے واسطے بھیجنے والی ہر کہ اور کے لڑکے

دارت اراضی ہوں۔ اور عیسائی بنائے جاوین۔

ہر لینا کیا تم یقین کرتی ہو کہ یہ بے وقوف ان واپس

باقوں پر یقین کرتے ہیں۔

لیکن یہ اور ایسی داستانیں ہے تو ہندوستانی

شوق سے سنتے اور کہتے پھرتے تھے۔

وہ گمان صاحب اب یاد میرے کے پہونچنے کا خیال

عجالت۔

دور تو پھر کہاں۔

دور تو صرف ایک راستہ جو شمال کو جاوے۔ میں ٹھکڑا

ہذا کی زیر نگینی سپر کر سکتا ہوں۔

شمال میں کہاں ہے۔

دور سو نہایت عجز اور کیتیل کے درمیان بڑے جھگڑا

میں ہے۔

لاہور کی ریل اسی راستے سے بننے والی تھی لیکن

اب کچھ عرصہ کے واسطے ایسی سب چیزوں کا خاتمہ ہے

دور پندرہ کوس وہلی سے ہو۔

دور اوت اوہ انگریزی میل سے زیادہ ہوا اور ان

ہم سب تک پوشیدہ رہیں۔ لیکن کس طرح سے رنگیں

دو اہلی کے درخت کے نیچے چوتھہ تم لوگ اپنی جان کی

بڑی فکر کرتے ہو نہ ہوتا۔

رو کیوں۔

دور کیونکہ اہلی کے سایہ سے کوڑا پیدا ہوا ہے اور نہ اہلی

کے درخت کے نیچے بیرون دیا مانگے ہوتا۔ کیونکہ وہ

چیز اس وقت سے برابر لڑکے اور سوت تک پیدا ہوئی

جب تک یہ محال ہے حکم نہیں دیا۔ اس سے اب نہ لڑ

ہوا کریں۔ اس کی لین پڑانے سدا اور تیریں ہیں

فردہ اس کو بخانہ کے بڑے کو لکھا کہ یہ نہایت آہستہ کی
ساتھ چلا کر آؤ گویا اب بھی تو چین قریب لاو سے ہوسکتا ہے
لیکن تمہیں چھوٹ جہاز لے کر
میں میں غصہ : ساتھیوں کو چال کے ساتھ دے سکتا ہوں
اگر کوئی لڑائی ہو تو وہ توڑ سکتا ہوں
چونکہ میں قریب جیکب ہر شے تم اس طرح سے
اپنے تینوں لے سکتے
میں غصہ : وہ کہا کہ اگر اسے کہ چھوڑ دو تو میں میرا
میں اس طرح سے چھپا ہوا ہے کہ اسے نہ دیکھ سکتے ہو
ہو میرا قدم چھیل کا ہو
نہ لیکن ایسی شے کہ پر
وہ بڑا شک ب بڑوں سے سلطان شہزادہ
وہ قبل نیم شب کے یہ جنگ میں پہنچے کہ جنگا حان خود شہزادہ
بتا رہا تھا۔ اور یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ کہہ کر
میں وہ سنان کے قریب ہر گز اس قابل نہیں ہیں کہ کوئی
شب نہ دے۔ اگر انسانی دشمن نہیں تو اور قسم کے
موجود۔ اور خصوص اگر آگ نہ جلائی جاوے تو اسے
بچنا مشکل ہے۔
وہ دنیا میں اس سے زیادہ خرابی نہیں ہو سکتی۔ مگر
شاید اس سے بڑھ کر ابھی خرابی ہو۔
وہ اودھ جیک کیا خرابی ہو۔
وہ اگر یہ بجائے مٹی کے گتے ہوتا کہ جس میں
رات دن آسمان پر برابر ہی ابر ہوتا رہے۔ اور وقت کی
ہوتا ہے
وہ سچ ہی جیک میں بڑی ناشکری ہوں۔
اچھا تو ہلکا کا شکر ہے اور اگر چاہیے کہ یہ میرے مٹی کا
اونٹا لیسواں باب
سون پت کے جنگ میں

ہرگز نہ بہت زیادہ غصہ نہ کرنا کہ میں نے یہ
میں میں غصہ : ساتھیوں کو چال کے ساتھ دے سکتا ہوں
اگر کوئی لڑائی ہو تو وہ توڑ سکتا ہوں
چونکہ میں قریب جیکب ہر شے تم اس طرح سے
اپنے تینوں لے سکتے
میں غصہ : وہ کہا کہ اگر اسے کہ چھوڑ دو تو میں میرا
میں اس طرح سے چھپا ہوا ہے کہ اسے نہ دیکھ سکتے ہو
ہو میرا قدم چھیل کا ہو
نہ لیکن ایسی شے کہ پر
وہ بڑا شک ب بڑوں سے سلطان شہزادہ
وہ قبل نیم شب کے یہ جنگ میں پہنچے کہ جنگا حان خود شہزادہ
بتا رہا تھا۔ اور یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ کہہ کر
میں وہ سنان کے قریب ہر گز اس قابل نہیں ہیں کہ کوئی
شب نہ دے۔ اگر انسانی دشمن نہیں تو اور قسم کے
موجود۔ اور خصوص اگر آگ نہ جلائی جاوے تو اسے
بچنا مشکل ہے۔
وہ دنیا میں اس سے زیادہ خرابی نہیں ہو سکتی۔ مگر
شاید اس سے بڑھ کر ابھی خرابی ہو۔
وہ اودھ جیک کیا خرابی ہو۔
وہ اگر یہ بجائے مٹی کے گتے ہوتا کہ جس میں
رات دن آسمان پر برابر ہی ابر ہوتا رہے۔ اور وقت کی
ہوتا ہے
وہ سچ ہی جیک میں بڑی ناشکری ہوں۔
اچھا تو ہلکا کا شکر ہے اور اگر چاہیے کہ یہ میرے مٹی کا
اونٹا لیسواں باب
سون پت کے جنگ میں

کار تو اس غرض سے داغ کا اگر کوئی جو تو غل آوے
 لیکن معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہو۔ گھوڑا تو
 ایک درخت میں بانڈھ دیا گیا۔ جہاں اگر کوئی شہر
 نکل آتا تو اسی کے نذر ہو جاتا۔ اور ایک مقام لینا
 کے بیچنے کے واسطے پسند کیا اور وہاں اس کو سولا
 دیا۔ اور اپنی جائداد یعنی تھیلہ خوراک کا پیرانا تو بخانہ
 چھ اور گھڑا جبکہ اوستہ پانی سے بھر دیا تھا رکھوا دئے
 ایک نظر دیا کہ غرت اور دوسری گرد کے جنگل کی جانب
 اٹھ کر یہی غرت کی۔ ہر دو کو اب آگے نہیں معلوم
 تھا کہ آگاہ لینا سوئی یا نہیں۔ کیونکہ یہاں سے
 کہ وہ جگہ نہ اونٹنے خاموش تمام شب لینا پر پہرہ
 کرتا رہا۔ لیکن اس پر خود کوئی پہرہ رکھنے والا تھا۔
 جب قدرت نے پایا کہ وہ بھی آرام سے گوسپا ہی تھا
 لیکن اس میں عیش و عشرت کے نمونے سے کہ جواب تک
 اس کا حصہ تین اسکی بالکل عادت پڑ گئی تھی۔
 نہ تو اب برون میں ٹھنڈا کیا ہوا پانی تھا نہ ٹی ڈالا
 کہ ہوا ٹھنڈی کوئی نہ کوئی ٹپکھاتا نہ سنگ۔ نہ
 سر کی کے پردے نہ چرٹ تھا اور نہ آتش جو۔ لیکن اس
 ولین کہا میں کیوں ان چیزوں کے واسطے اس
 گردن کے قدر غریب نازک بدن لینا کو اونٹنے
 تکلیف ہو گئی ہے

ہندوستان میں بنجلا اور عجائبات کے بہت سے درخت
 بھی ہیں۔ سون پت کے جنگل میں بہت سے انہ
 کھجور اور ناریل کے درخت تھے۔ سب طرح کے
 پھول اور میوہ جات ان درختوں کا سایہ اداں کر چکے
 مکانات پر معلوم ہوتا تھا جہاں لینا اور ہر درخت
 اور جلاہ وطن لوگوں کے بیچھے پڑے تھے۔ اس وقت پر
 جنگلی بیلین ایک درخت سے دوسرے درخت تک چڑھی
 ہوئی تھیں۔ اور ایسی گولیاں اور مٹی کے گولے

تازے کے معلوم ہوتا تھا
 ہر درخت کے ولین عجیب و غریب خیالات بھرے ہرے کھٹے
 وہ سادہ دل اعلیٰ فیض کا تھا اور اب اس کے دل میں اس
 قسم کی محبت جو ایک باپ کو لڑکی سے اور بھائی کو اپنی بیوی
 ہنس کے معاملہ کو اپنی زیر حفاظت سے اور ایک عاشق کو
 اپنے معشوق سے ہوتی تھی لینا پر ہی تھی۔ اس کو اب لینا
 خاص بہت زیادہ محبت پیدا ہوئی شاید کبھی ایسی تھی
 لیکن اسے کوشش کی گواہی اس قدر دشواری ضرور
 معلوم ہوئی اس کے عشق کا حال نہ ظاہر ہونے سے
 لینا اس کے قریب تھی۔ لیکن اس کی قسمت عجیب کہ وہ چڑھ
 ایک ہوسہ کا بھی استحقاق نہ رکھتا تھا صرف اپنے تئیں
 میں لیکر لکھو قسلی دے کہ اب بھی وہ اسکی مشقت نہ
 تاہم اس کو یہ خیال تھا کہ اب وہ ہی ناز نہیں۔ جس سے
 اس طرح سے معذور ہو کسی زمانہ میں اسکی ہونے والی
 بیوی تھی اس کے بعد اس کے دل میں غصہ ان لوگوں پر
 آیا جو اسکی پیاری لینا کے واسطے کوشش کرتے تھے
 اس سوس زمانہ خلاف باتوں سے بھرا ہوا تھا۔ بعض موتیہ
 یہ پریشانی غیبی تھی اسکی دل میں آتی کہ کیا لینا کی میں
 رہے گا اس کے واسطے اس وقت محافط کرتا ہوں گا نہ تو
 وہ وہی تھا اور نہ خواب دیکھتا تھا۔ لیکن اس شب کو تو
 کار تو اس کی یاد آگئی۔ مے ہوئے عزیزوں کا چہرہ اور
 اپنے گھر یا دیا اور دل میں کہا کہ کیوں وہ پرانا مقام
 بار بار میرے خیال میں آتا ہے

انہیں خیالات اور شبہ میں وہ رات بھی گزری دوسری
 صبح ہوئی اور ہر درخت اپنے مقام پر بیٹھا رہا کہ جب لینا اس
 مقام سے جہاں وہ سو رہی تھی اٹھ کر لڑی اور اسے
 اس تنگی سے اپنا اتار ہر درخت کے کندھے پر رکھ دیا دیکھا کہ وہ
 شہر کے راستہ بالکل تہ تیغ ہو گیا ہے کیونکہ وہاں پہلے سے

سیاہ موٹے چون پر موتوں کی طرح شبنم جی ہوئی تھی
تہم اور کے نرم ہاتھوں نے اس کے دل میں ایک جوش
پیدا کیا۔

وہ لیتا سلام میں امید کرتا ہوں کہ شب کو تم اچھی طرح
سوئی ہو گی۔

وہ مان پرور میں کیسے قدر سوئی۔ یہ بھاری نگہبانی
اور جفا محنت کا شکر یہ۔ لیکن میرا دوست کچھو کس قدر
اوس تیر گری جو۔ یہ کام تو تم کو مار ڈالے گا؟

اپنے پیچھے سے شبنم کو ہٹا کر اوسنے خوشی سے جواب دیا۔
میرے واسطے کچھ خون نہ کھاؤ میں ایسے صدر سے نہیں
مرونگا۔ لیتا لیکن میں جانتا ہوں اسکا اگر ہاگرم نہیں
تنگھوں اور شرکوں میں ایک مہینہ بھر بھی رہو تو تیر بھولا
کر دی کہ انگلستان کے پروں کے کچھ بنے اور کس کی کیا
قیمت ہو؟

وہ خدا کا شکر کہ ہم دونوں کو وہ ملوان دیکھنا نصیب ہوا
اچھا میں اب بیٹھ چکی تھم سوؤ کیونکہ اب مجھے پورا بھر سنا
ہو کہ اگر کوئی شخص سنا آتا تو اس پر گولی سر کر سکتی
وہ اچھا تم خدا بخش کے بیگ سے کھانا کھا لو جب تک کہ میں
اس ٹھوڑے کی خبر لون کہ جبریت کچھ بھاری محنت
کا مدار ہو دیکھو وہ کیسے کان بٹا ہلا کر اوس گرا رہا ہو؟

اس طرح سے دن مثل شب کے بلا کسی واقعہ کے گزرا اور
لیتا کی بہت خدا اور شدت سے غنودگی کے ظاہر ہونے
سے وہ پھر کو تھوڑے عرصہ کے واسطے ہوا اور سون
گرتے ہوئے مکان سے کہہ رہا پھر دیکھا اور سوچا کہ
جب تک وہ کوئی کڑے چکر دوسرا مقام تلاش نہ کرے
اد سکو کوئی عمدہ مقام ہے تین چھپانے کا اس سے نہیں
مل سکتا۔

یہ مکانات بالکل گرے ہوئے تھے اور اب وہ کئی حدت
سے یہ دریافت کرنا مشکل تھا کہ اصل میں یہ کیا تھے مکان

شاہ رخ یا قبرستان تھے۔ اس کے نیچے ایک ندی بہ رہی تھی
اور نیچے پتھر انہیں دروازوں کے قریب تھے ایک کے نیچے
تو گھوڑا بنا باندھا دوسرے میں لینا کو بگڑی اور

چکر دروازہ پر خود بیٹھا رہا۔ کیونکہ اس کو بھی بندھ
سوچا کہ اگر کوئی باغی اور سپر حلا اور سیا تو وہ اپنا گونا

اور لوہار سے کچھ محنت کر سکیگا۔ کئی مرتبہ وہ لیتا
تینا چھوڑ کر اوس راستہ۔ ہو کر بیکر گا کہ دیکھے کو

دشمن یا دوست ملتا ہو یا نہیں۔ لیکن کوئی نہیں
گھی پیری جاپان اور نکلیں رہا جان اور سوچی پھوڑ
خدا بخش نے وہی تھی تھوڑی سی رہا کے پانی کے سا
خوارک تھی۔ لیکن اس خوارک کا تیسرے روز خاتمہ ہوگا
اور کوئی امید سوائے جنگل میں بھوکے رہنے کے نظر نہ
آئی۔ ہر روز کو بھی اب پرمردگی ہوئی تھی دیکھا
کے رخسار سے کیسے زرد ہوتے جاتے ہیں اور آنکھوں

نیچے کچھ سیاہ گوشت معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ
خود بصورت ہاں اب چھٹکتے جیسے ہیں کیونکہ بولی
کھینچ کر رہے اور خوشبو لگنے کو نہ تھی۔ تیسری ش
ارادہ کر کے کہ کچھ اب کرنا چاہیے۔ شبنم نے لیتا
کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔

یہ دونوں ایک دوسرے کی بغل میں بیٹھے ہوئے
جنگل کی طرف دیکھ رہے تھے کہ لیتا نے پوچھا۔

تم کیا کہتے ہو؟
وہ بان لیتا تم ہنسنا کہ میں خلافت عارفانہ
شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اسے میری مدد کی کہ تمکا
اور زیادہ مدد کیو واسطے ہمارا کار تھا؟

وہ پیار سے جیک جیک کہہ رہا تھا کہ اسی پر
ہوں۔

جیک کے کہنے سے وقت لگت ہوئی تھی۔ اور لیتا
جواب دینے سے وقت گزرنے کا بھی کالی کیونکہ اس کو

پیدا کرتی ہو

تو تالی کے باعث جیت اوس سے بالکل جاتی رہی تھی اپنے تئیں گلابان دیتی کہ خود ہر دور کے ساتھ نہ گئی کہ ایک حساب میں شریک ہوتی۔ اس انتظار مصیبت کی پریشانی سے بہتر تھا۔ کہ ساتھ جا کر تکلیف برداشت کرتی۔ بطور سہتری کے جب ہر دروازے کی محافظت کرتا تو اس کے باپا کی اور پولی اور ولی کا نام لینا کی زبان سے نکلتا۔ لیکن کبھی اپنا نام نکلتے نہ سنا جبکہ خیال کرنا کہ مجھ کو معاف کرنا چاہیے کیونکہ اوسکی ایسی دردناک حالت میں میں کون ہوتا ہوں کہ میرا نام اوس کے لب پر آوے۔

یہ گھنٹہ اوسکی غیر حاضری کا خاموشی سے گزر گیا۔ کونکے لیا کے اب خیالات بالکل پریشان ہوتے جاتے تھے۔ اوس روز منیہار کے بعد وہ آئی ہی اکیلی ہوئی۔ دوسرا گھنٹہ بھی خاموشی سے گزر گیا۔ تیسرا اور چوتھا مشکل سے گزرا۔ اور اوس کے بعد وقت بڑھنا ہوا نظر آیا۔ لینا نے اپنی گھڑی میں جو اوس کے باپ نے اوسکی ان کو بنا لگو پر دی تھی اور جس کو اب بہت زمانہ گزرا دکھا۔ دوپہر ہو گئی اور وہ ابھی تک نہیں آئے۔

اوسی جانب بھڑک دیکھنے لگی۔ جہر سے وہ گیا تھا لیکن وہ ان کوئی نظر نہ آتا تھا۔ ذرا سی ہوا بھی پتوں اور بنیوں کو حرکت نہیں دیتی تھی۔ وہ کان لگا کے تھی کہ ٹھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز معلوم ہو۔ لیکن سولے اپنے دل کی دھڑکن کے اور سونچے بھی سنائی نہیں دیتا تھا جیسے ہی کہ انتخاب کی گری زیادہ ہوئی بہت سو بھول اور ہتھالیٹ چپے گریں جس سے ہوا میں خوشبو معلوم ہوئی۔ لینا اس ہی طرف سے ہر دور کی منتظر تھی جس طرح سے ایک چڑیا جیسے سے دھڑکتے ہوئے میں انتظار کرتی ہو۔ وہ ملی میں اپنے باپ کے گھر میں اوسکی خدمت کو بچاؤ دیتی ملازمہ ان سے۔ کچھ دیر تک۔ کہ خود لیانا آتا رہتا تھا اور

جسمین باورچی اور بستی بھی شامل تھے۔ جو ملنے پرانے کرتے۔ یہ تین جلاتے تھے۔ اور ایک آواز کے واسطے ایک دوسری بیٹوں کے واسطے تھی۔

اوسکو پیاس بہت معلوم ہوتی تھی۔ ہر دروازے میں پانی بھرا تھا لیکن پانی نکالتے وقت لینا نے اوسکو گرا دیا تھا۔ اوس نے ہنچ سکتے تھے مگر تب بھی اوسکی جرأت نہ تھی کہ پانی اوٹھ کر خود لاوے۔ پیاس اور گرمی میں وہ دھان پلانک کے سو رہی تھی۔ وہ جیسے استغفار خدا سے تھی اور جسکی آواز سے اونی خواہش کبھی کی نہیں تھی یوں عالم مجبور ہی میں بیٹھی ہوئی تھی۔

کوئی شریف آیا اور ان پر دیکھ بھالے اوسکی خطرات کے واسطے تھی کوئی بات نہ سنیں کہ نہ جان تا بعد خدا سے تھی کہ کم کر سہا رکھتے کہ جن پر وہ تھے۔ اور دریا جس کی ٹھنڈی سوا کے چھوٹے سنے۔

یکبارگی لینا کی آنکھ کو ایک انسانی صورت نظر آئی ایک ہندوستانی جو سرخ ٹیکری دیے ہوئے تھا۔ اور اوس کی دھوتی پہنے ہوئے تھا۔ ان مکانات سے وہ کسب قدر فاصلہ پر جنگل میں بڑی بڑی گھا سواتین بنا یا تھا جو بعض جگہ استغراوچی تھی کہ سوا سے اوسکی گلابی کے اور کچھ نظریں نہیں آتا تھا۔ ایک چھری۔ اوسکی گریں کھینچے ہوئی۔ اور کھینچے پر ایک ٹھوڑی سے کھینچے ہوئے تھا۔

تھوڑے عرصہ تک اس کا دل تھا لیکن بعد پھر دھڑکن پیدا ہوئی۔ وہ نیچے جھکی اور ماتھ میں چلتی رہا۔ لیکن اس زور سے اوسکی غصہ بڑھ رہی تھی اور استغرا دھڑکن بھی اوس کی شکل سے اوسکو اڑھا سکی۔ اور خچیر چھوڑنے کے اندر پھر چھلی کہ جو ہر دروازے کے واسطے ٹھیک کر گیا تھا کہ شاید لینا کو ان سے نظر آوین لیکن اوس کو گھنٹہ کی جو ایک خدمت کی برابر تھا گزر گیا اور چاروں جانب خاموشی رہی

اور اوسے پھر اپنی زبان سے کہا: اچھی کہ چلے جاؤ، خدا رو سہے
کہا: میں عموماً انگریزی دستور رکھتا ہوں کہ کھانا کھانے کے
بعد سوار ہوں۔ لیکن آج صبح کو میں اوس شوکی ٹانگ
میں آیا ہوں جسکا ذکر کیا ہوں۔

صاحب آپ کے بیان پہلے آئے سے میں نے بہت فطانت
اٹھایا۔ باغی سیابھی میرے سر کو بجا کر سٹوٹ و اسٹ
تھے اور اب ہی کرتے اگر پر شاہ سنم کر سٹ پیٹ ڈی
پلٹن کے نہ روکتے کہ جنگی ڈانٹ میری ذات کی طرح سے
اعلیٰ ہو۔

اچھے خدا بخش جھکوبہ حال سنگر بہت افسوس ہوا۔
لیکن میں یہاں خراک کے واسطے آیا ہوں، بڑے بڑی
صاحب کی لڑکی اوس جنگل میں بھوکھی ہو۔
درنگو گاجلی جو نہ۔

دھان اون کرے ہو سے مکانات میں۔
مہجھ کو خیال تھا کہ تم اسمن ناکا سیاب نہ ہو گے۔
جنگل میں پرانے مکانات بہت ہیں۔ میری لڑکی سفید
دھلی سے بچیت کر رہی ہو۔
رو اور وہ خبر کیا لائی ہو۔

یہ تم خود پوچھ سکتے ہو۔ دیکھو وہ آتی ہو۔
یہ خدا بخش سے کہ ہی رہا تھا کہ اوسکی لڑکی اوسطرح
مگر حسین عمدہ کہہ سکتے آتی۔ ہر دور اوسکو بخوبی جانتا تھا
اور اوسکی ملاقات پرانی تھی۔ جیسے ہی کہ ہر روز اوسکے
باہر بوسہ لیا وہ رونے لگی۔

خدا بخش کو یہ ناپسند آیا کہ اوسکے گھر کی عورت یہاں ملاتی
ہو۔ اوسنے بنہ صبری سے کہا: صاحب خدیوی کو یاد رکھو
کہ چھاپائی اور اون لوگوں کی جو میرے عزیز ہیں یہاں
پار رہی ہو۔ کیونکہ میں نے صوبہ دار پر اپنا چھاپہ
کیا ہے کہ چھاپائی کے مکانات میں نہ آئے۔ اور نہ
رنگارو۔ جھلنا اور عمدہ ہوئے لڑکی۔ اور نہ

اور جب اوسنے تھوڑے عرصہ کے بعد جھانک کر دیکھا
تو معلوم ہوا کہ وہ ہندوستانی چلایا ہو۔

اوسکی چال عجیب و غریب تھی۔ اور اس باعث لین کے لین
بہت خوف اور کھراپٹ پیدا ہوئی۔

لیکن لین کو اوسنے دیکھا گو یہ اوسکو نہ دیکھ سکی
جو اوسکی آنکھ لگی اور یہ ماتھن اور بچوں کے بھل رنگ کے
اپنی چھری و انتون میں رہے گذرا کہ اس مقام کو
اٹار دے جہاں اوسنے گورا لوگ کی عورتوں کا چہرہ
دیکھا۔

کتا لیوان باب

آیا
جنگل سے نکل کر ہرور مشرق کی جانب دوڑا تا ہوا
لے گیا۔ اور جہاں تک یاد رہا اوسنے وہی کا
راستہ ٹھیک پکڑا۔ جس سے شب کو خدا بخش کے گھر سے
وہ آیا تھا۔ نہر علیہ دران خان کو اپنے جنوب جانب
رکھا کہ جس نہر کے استعمال میں ہماری گورنٹ نے اور
جب کل رعایا دہلی محمد بہادر شاہ کی سرگروہی بٹھائی
اور پھول چڑھانے اس پر جمع ہوئی تھی مرثیہ
وہاں سے ہرور طور دوڑا تا ہوا۔ اون چھوٹی گورنٹ
کت پوچھا کہ جہاں سے شکر اور روٹی کے کھیتین میں
گذرا۔ اور تھوڑے ہی سے عرصہ کے بعد اوس بڑے
غریب کا گھر دیکھ لئی دیا حسین وہ اور اوسکا لڑک
اور حسین ساتھی ہیں وہ بھوسہ نہا گزرتا تھا۔
انتخاب اب نکل آیا تھا جیسے ہی اگھر سے کو چھکارا تھا
کاسے خدا بخش کو دیکھا کہ جو وہی وہ رنگو چھپا بندھے
ہوئے تھا اور سفید وار چھپکی اور چھپائی۔ وہ
میں کو یاد آیا کہ اپنے دور میں اسکا چھپنا تھا اور
چھپنا وہ نہ تھا۔

ہو گیا ہوں نیکو کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
میں چاہتا تھا صاحب کے لئے کچھ ایسا بھی بیان کرنا کہ
میرا ہے اسکا کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
یہ کہ کیا کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

بہن بہن اور اس کے لئے کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
بیان کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
معلوم کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

وہ مسلمان اور میری طرف سے نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
مشہور تھا صاحب پر مشہور تھا بھائی بہن بھائی
جسکا وہ راجہ ہی اس باجھت اور انگریزی فوج
سے لڑے گا

ان انواہوں کے کچھ یوں ہی امید ہو سکتی ہو۔
اوتھوں نے عجیب غریب روشنی کا بندوبست اور وہ بھائی
کہ تیلے وزیجہ سے لکھتے ہیں کہ اس پر راز
حالانکہ فیصلہ پا بخوشی مل جاتا ہو کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
تھوڑا مطلب تار سے ہو

رومان صاحب
بھائی بہن

سفید سے اسکو معلوم ہوا کہ کچھ سلی اور دوسرے
لوگ کمی و نون کی پاس کے بعد مسجد سے نکالے گئے اور
پر ساونگی کی موجودگی میں مارے گئے اور اسی سے
اونکی و نون ان کیوں کی گت بازار میں ہوئی گئی۔

یہ خیال کر کے کہ کہیں یہ لوگ ان کے سے میں کیسے تھوڑے
کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
بھائی بہن کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

بھائی بہن کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
بھائی بہن کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
بھائی بہن کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
بھائی بہن کہ نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

خدا بخش شخص نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی
نہ نہ کیا واسطہ تھا بھائی بہن بھائی

چالینسوان باب

جادوگر

ہرورنے دل میں کہا دو غریب لہن کے واسطے میں ان
چپا تھیں اور کبھی سے زیادہ عمدہ و نفیس ہو گا اگر
مکمل ہوتا مہیا کرتا۔ کیونکہ ہمارے واسطے یہ فلاں کچھ
بدل ہو کہ ہماری اعلیٰ خوش کو پہنچے ہو
یہ خدا کا نصیب ہوتا۔

یہ خدا کا نصیب ہوتا۔

ایک ایک باہر گولیوں کی آواز اسکو معلوم ہوئی اور
بعد اس کے تعاقب کرتی ہوئی آواز کے جس کے گھر آیا۔
ایک لمحہ میں دیکھا کہ بیس ہندوستانیوں نے اسکو
گھیر لیا ہے۔ سہولت آدھے ڈھنگ سے بلا کرتے وغیرہ کہتے
اگلے آنکھوں میں ہنس کے بھائے اور چوہہ مٹا رہے تھے۔
چند کے پاس رنجک گھائی ہوئی ویسی ہندو قین تھیں
ایک نے بھال مارا تھا کہ جو ہر رو کا کام کر دیتا۔ مگر اس کے
جیکٹ سے پھیلتا ہوا غالی نکل گیا جس سے صرف چھوڑا
خون اڑا۔ نکل آیا۔ ہرورنے ایک دوسرے کے بعد
کئی غیر اپنے پیچھے کے سر کے جس سے تین تو مارے اور
تو مارے تین اور کرتے۔ مقابلہ کر کے اپنے اپنے گھر کو
لوٹا گیا اور اسقدر جلدی لگیا کہ اس کے سچا کرتے والے
تعاقب نہ کر سکیں۔ ویسی ہی کرتے جاتے اور نہرو
بلند کرتے تھے ہرور اس خیال سے کہ یہ لوگ پورا تعاقب
اوس مقام تک نہ کریں وہ چند گھنٹوں کی طرف مڑا۔
اور وہاں سے جب دیکھ لیا کہ اب کوئی شخص تعاقب
نہیں کرتا سو نہ پتہ نہ کچھ کی طرف گیا۔ پسینے میں
بالکل شرابور۔ اس کا دل خندا اور جوش میں ڈھول رہا
تھا۔ جب یہ پھر اپنا پیچھے ہٹنے لگا اور سوچا اسکو
معلوم ہوا کہ کئی ایک نہرو کے ہیں۔ گھوڑا ایک سے زیادہ
چکر بڑھی ہوا کہ جو بلا شک خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ
اگر نہرو کے اسے گھوڑا نہ مل سکتا تو کیونکر لیا آگے
جاتی۔ اوس جن کو دیکھ کر جو گھاس اور تھوڑے ہندو
ہو شاید وحشی جا تو رہے جاویں۔ ہرورنے اس کے شکل میں

ایک ایک باہر گولیوں کی آواز اسکو معلوم ہوئی اور
بعد اس کے تعاقب کرتی ہوئی آواز کے جس کے گھر آیا۔
ایک لمحہ میں دیکھا کہ بیس ہندوستانیوں نے اسکو
گھیر لیا ہے۔ سہولت آدھے ڈھنگ سے بلا کرتے وغیرہ کہتے
اگلے آنکھوں میں ہنس کے بھائے اور چوہہ مٹا رہے تھے۔
چند کے پاس رنجک گھائی ہوئی ویسی ہندو قین تھیں
ایک نے بھال مارا تھا کہ جو ہر رو کا کام کر دیتا۔ مگر اس کے
جیکٹ سے پھیلتا ہوا غالی نکل گیا جس سے صرف چھوڑا
خون اڑا۔ نکل آیا۔ ہرورنے ایک دوسرے کے بعد
کئی غیر اپنے پیچھے کے سر کے جس سے تین تو مارے اور
تو مارے تین اور کرتے۔ مقابلہ کر کے اپنے اپنے گھر کو
لوٹا گیا اور اسقدر جلدی لگیا کہ اس کے سچا کرتے والے
تعاقب نہ کر سکیں۔ ویسی ہی کرتے جاتے اور نہرو
بلند کرتے تھے ہرور اس خیال سے کہ یہ لوگ پورا تعاقب
اوس مقام تک نہ کریں وہ چند گھنٹوں کی طرف مڑا۔
اور وہاں سے جب دیکھ لیا کہ اب کوئی شخص تعاقب
نہیں کرتا سو نہ پتہ نہ کچھ کی طرف گیا۔ پسینے میں
بالکل شرابور۔ اس کا دل خندا اور جوش میں ڈھول رہا
تھا۔ جب یہ پھر اپنا پیچھے ہٹنے لگا اور سوچا اسکو
معلوم ہوا کہ کئی ایک نہرو کے ہیں۔ گھوڑا ایک سے زیادہ
چکر بڑھی ہوا کہ جو بلا شک خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ
اگر نہرو کے اسے گھوڑا نہ مل سکتا تو کیونکر لیا آگے
جاتی۔ اوس جن کو دیکھ کر جو گھاس اور تھوڑے ہندو
ہو شاید وحشی جا تو رہے جاویں۔ ہرورنے اس کے شکل میں

سنا پڑا کہ وہ شہر کے قریب ایک گھنٹہ میں خود
 صبر کرے گا۔ یہ سنا کر وہ بے پروا ہو گیا۔
 اور یہ بتا دیا کہ ہسپتال سے سنا پڑا کہ وہ سب لیکچر
 دے گا۔ وہ سنا پڑا کہ وہ سب لیکچر دے گا۔
 کچھ لکھنا تو تھا ہی ہے نکال کر کہ جینا طلب ہو رہی تھی
 میں نے یہ لکھ کر دیا۔ اس کا وہ گھر سے اس قدر جلد سے
 اپنی آنکھیں لے کر درمیان میں اس سانپ کا سر
 پڑا لیا کہ وہ نہ سکا۔

لینا نے پریشانی سے چہرہ دکھایا اور اس کو کیا خیال کہ کس
 آفت سے ابھی وہ بچی ہو۔ اس کو یہ دیکھا کہ وہ پیرا
 ہوا تھا کہ ایک مہر وستانی قریب کھڑا ہو رہا ہو کہ وہ

بند ہو۔ منہ سے کچھ نہیں کہتا ہے۔ اور جسے بلا ایک کلمہ
 کے زبان سے نکالے گا کہ کچھ نہ کہے۔ تعجب سے دیکھا کہ
 وہ مہر وستانی سے واپس سانپ کے نکال کر اپنے
 گھر سے میں رکھ رہا ہے۔ اس نے یہ پڑا واپس کے
 نکالنے پر یہ وہ گھر سے اپنی بہت خوشی ظاہر کی۔

لینا اس بات سے کہ کچھ نہ کہے کہ نہ سمجھی وہ گھر میں
 میں سو رہی تھی اور اس کو معلوم نہ تھا کہ کوئی جانور
 اس کے قریب سانس لے رہا تھا کہ وہ جانور حال سنا

تو بہت ہی پریشان ہوئی۔ یہ سنا پڑا کہ وہ بڑی گھبراہٹ
 ہو گیا اور وہ ان سے اپنے پرانی دوست کے پانی لاکر
 لینا کو بلایا اور کہا کہ وہ غریب فرنگ میں صاحبہ بہت کمزور

ہو چکی ہے۔ صرف پانی ہی اور بہت اچھا ہو۔ ہندی جی
 میں ملی ہو اور جتنا پاک و ریاضے گنگ میں پانی ہو اور
 اچھی ہو جاوے گی۔ میں صاحبہ سانپ گیا۔ اب کوئی نقصان
 نہ ہو گا اور کچھ نہ ہو گا۔

وہ اس پر یہ کہ یہ شخص ایک سانپ پکڑنے والا تھا اور جب
 اپنے اس کو گھاس میں دیکھا تھا کہ اپنے پیشے کے واسطے
 وہ اپنے کاروبار کے ساتھ اور نہایت ہی اوقات سہولت

کہ لینا کی جان بچا لیا۔ ہر روز اور نہ لینا اس سے واپس
 تھی کہ یہ چھوٹے درجہ کے سانپ ہیں کہ جو بائیسلی چاکری
 اپنی طرف لکھاتے ہیں۔ شکر یہ ہیں ہر روز جو کچھ لینا میں
 تھا قریب قریب سب دیریا۔ اور شرفیاء اور تھوڑے سے
 روپیہ اور اس خیال سے کہ یاد دہان کی نگاہ میں کی طرف لگی
 ہوئی ہو اس نے اپنا چاندی کا تھوڑا سا کمال کر دیا۔ لینا نے
 اپنا بارونہ بھی دیکھا کہ جس کے لیے وہ ہندو بہت سہولت
 کر کے چلا گیا۔ ہر روز دیکھا کہ یہ شخص اب اس کو کچھ
 دیکھ گیا کہ کچھ باعث اس کے دل میں شک پیدا ہوا۔
 لینا کے دونوں ہاتھ دبا کر کہا اس طرح سے ہم لوگ
 بچے۔

وہ ہر روز نکالنا اچھے سے مطلب ہے۔

درمیان میں کہتا ہوں ہم لوگ اگر تم مصیبت برداشت کرتے
 ہو میرے کل رنجوں کا بہت جلد قائل ہو گیا۔

وہ لیکن میرا ہوتا ہے مجھ شیطان لگی ہوتا۔

وہ تم جیک سمیر دوست بہت اچھے اور مہربان ہو میں نے

تھا اچھے کبھی استدلال کی طرح سے رز و نہیں دیکھا تھا

جب اس نے ملک جانور کو میرے قریب دیکھا تو کیا خیال
 کیا تھا۔

وہ خیال با میں خود نہیں جانا کہ کیا میں نے خیال کیا۔

وہ نکو کیا خیال اور سوچ پیدا ہوا تھا۔

وہ خیال لینا تم یہ سوال کہو مگر مجھ سے پوچھتی ہو۔

وہ شاید سانپ کی سانس نے مجھ کو بالکل بے گل بنا دیا۔

(اچھے سرد بھر کر) اچھا لینا مجھ کو ہی خیال پیدا ہو گیا کہ ایک

ایسے شخص کو پیدا ہونا چاہیے کہ جو اپنے معشوق کو آفت

اور مصیبت میں دیکھے۔

وہ مجھ کو خوف تھا ہر روز شاید کہیں تم کو کوئی مصیبت تو

نہیں نازل ہوئی۔ تم کو اسید کے خلاف آئے میں نہ راؤ

عرصہ لگا۔

وہ اور سیرایا تلو کو کھلا تھا۔

وہ اب مجھ کو اسے تمہارے دنیا میں کوئی خیر نہ ہو۔ سو اسے
تمہارے اور کوئی دوست ہو۔ تم کو دیر ہوئی۔

وہ سفید کے ساتھ باتوں میں جو پہلی سے آئی ہو۔

وہ مان سفید پر ہی پرانی لکھائے اس سے ملاقات کی۔

وہ ان فریب ایک گھنٹہ تک گفتگو رہی۔

وہ ارادہ کیا خبر لائی۔

وہ کوئی نہیں اور لوگوں کی کوئی نہیں کہ اپنے ہم جیت کتے

ہیں اور اسے حال سے وہ اور سفید زنا و آفت ہو۔ جس قدر ہم

ہیں۔ وہ صرف اس قدر مجھے کہ سکی کہ باغی تلو اور طا

ہیں ہر ایک لمحہ بھر رہے ہیں۔ اور ہر ایک جگہ تار کاٹ دیے

گئے ہیں۔ نانا صاحب مرشدان کے شاہ بنے ہیں۔ پس

بہت جلد بلوہ اور لڑکیاں ہوگی۔ اس باعث ابھی ہوا

تھوڑے روز اور پوشیدہ رہتا ہوگا۔ بہتہ ہوتا اگر

ہم تھوڑے روز بعد کچھ میل فاصلہ پر دریا سے گنگ کے

تزیین ہوتے۔

تھوڑے عرصہ تک لینا کے آنسو بہتے رہے کہ جتنے افس

سے کہا۔ میں خوف کھاتی ہوں کہ کہیں کوئی دوسری

آفت نہ آجائے اس واسطے انکھ نہیں بند کرتی۔

وہ تم شاید بھول گئیں کہ جب تک تم سوگی میں تمہاری

حفاظت کرونگا۔

وہ سچ ہی سچ ہی میں تمہارا شکر یہ ادا کرتی ہوں سپا

دوست۔

وہ لیکن لینا ہمارا بیان سے چلتے کے واسطے طیار

کرنا چاہیے۔

وہ شاید ہم اس سے تیری جگہ پاویں لیکن کیوں؟

وہ کیونکہ ایک دوسری نے گود دوست سہی ہمارا قیام گاہ

دیکھ لیا ہے اور اس باعث اس واسطے اس کے کوئی چار نہیں

کہ ہم لوگ جا کر دوسری جگہ چپ رہیں۔

سچ ہی سچ لوگ انہیں سے کسی شخص کا اب اشتہار

نہیں کر سکتے۔

وہ آخرت سے خوف سے محبت سے۔ یہ صرف ظہر سے

یقین ہو کہ یہ لوگ جگہ جگہ دیں گے۔ اور خصوصی

اوسکے بعد جب یہ شخص ہماری طرف جوڑی صدمہ تک

دیکھتا رہا۔

وہ تو پھر بھاگنا چاہتے تھے۔

وہ میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ عرب ہوئے لیں۔

کیوں۔

وہ اور سوقت قدرتا ہوا ایسی زندگی سے محبت کرنگی

خوابش ہوتی۔

وہ پھر بھاگو کر کہ حر اور کہاں؟

وہ جہان خدا مہربان ایجاد ہے۔ میں نہیں خیال

کہ کسٹا ہوں کہ کہاں۔ ہاں تھوڑے عرصہ یاد کیا۔

وہ کیا ہر دور۔

وہ آگے بڑھنے کے واسطے میں نہ ایک مذہب سوچی ہو

افسوس اب تک نہ خیال کیا۔

وہ وہ کیا تو جگہ بتاؤ کوئی تریس ہے؟

وہ بیان سے کرنا لی کچھ کم۔ ۵ میل۔ فوجی اسٹیشن

ہو اور وہاں بازگین بھی ہیں ہلوگوں کو راز آتی اور

چلنا چاہیے۔ دن کو اپنے تئیں پوشیدہ رکھیں اور

نہر علمبردار خان کو اپنے سامنے رکھیں۔

وہ وہاں شاید ہم پھر پاپا پولی یا کیٹ کی خبر سن

سکیں گے۔ کیونکہ بہت شخص وہاں سے کرنا لے کر

بھاگے ہیں۔

وہ ہر روز خالی رہنا ہے اور تمہاری مدد میں اپنے نہیں

سوچتی ہوں۔

وہ اچھا تو آج رات کو ہم کس کرنا لے کر

بیا لیسوان باب

ایک وقادار بڑھا صوبہ دار
ہرور کو ایک گری سی جنگل میں لی جاوے تھے گھوڑے کے
زمنون میں لکائی اور جب کس قدر رات چمکی لینا کو گھوڑے
پر سوار کر کے شرک کرنا کی تلاش میں بڑھا۔ راستہ اپنا
جنگل سے نکالا۔ اس امید کہ وہ نہر علیہ درخان کو
جہاں پہنچ جاوے گا کہ جو ساٹھ میل کرناں سہو۔
شکل سے ایک میل بڑھے تھے کہ جب ایک مجمع مسلح دینیوں کا
سفید اور نی بوتھا کہ چنے ہوئے چافنی میں نظر آکا کہ
جو عیار یون میں گولیاں اڑاتا اس طرح سے آگے بڑھا کہ
گو یا وہ کسی نقشہ کے موافق جا رہی ہو۔
ہرور کی زبان سے نکلا۔ لینا تم دیکھتی ہو آخر کار میرا
شبہ صحیح نکلا۔

و اگر اوسکے ارکان میں ہوتا تو وہ جاوے گا کہ ہماری
جان کھواتا۔
دوران بد معاش ایسا ہی کرتا۔ ہم لوگوں نے چند لمحہ ہی
پیشتر ہوشیاری کی۔
و جبک خدا کا شکر کہ جسے ہکو ایسا کرنے کی جانب
راغب کیا۔
ایک آو لینا کی زبان سے نکلی۔ کیونکہ ایک گولی اوسکے
سر کے قریب ہو کر گزری۔

و بدو قین بھی ہیں۔ پس یہ وہی بد معاش ہیں
جس نے ابھی ہم سے ساتھ ہوا۔

پرانے جنگل میں درختوں سے ہوتے ہوئے غرامان غرامان
اپنے ساخی کے گھوڑے کی باگ لے ہرور سون پت کی نظر
جلا رہا تھا کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لیے تھکاوٹ کے
باعث درخت کے تنے کے نیچے چھپ رہا۔ اور جیسے
چلنے لگتا۔ جلد نیم شب ہرور کو ذہ ذہ اسید ہوئی کہ

وہ اس جنگل کے اوس جانب تک بھرت پہنچ سکے گا۔
درخت اب دور دور پر چھوٹے اور بڑے لگے اور جنگل
درختوں کا خاتمہ۔ چاند کی روشنی میں سبز بگڑڈیاں
جھنڈ کی طرف کی نظر کرنے لگیں۔ ہر ایک جگہ بالکل تاریکی
تھی۔ ہرور گھوڑے کی باگ اب بھی لے رہے تھے اور
نہر علیہ درخان کے کنارے اس امید میں جا رہا تھا کہ کوئی
شرک کرناں کو لٹا دے۔ رات کو چلنا اور دن کو قیام
کرنا اوسکا سلسلہ تھا۔ دونوں اپنے غم اور افسوس سے
خیالات میں تھے۔

صبح کی کس قدر روشنی اور خشکی سے لینا گھبرا۔ گریوید
نے ہوشیاری سے ایک چنہ اوسکو دیدیا تھا۔ ایک
آگے بڑھ کر گریوید کی ملی کہ جیسے گریوید کے ڈوڑے تھوڑے
تھوڑے فاصلہ پر یہ اشارہ کرتے ہوئے گڑے تھے کہ
یہ شرک جھنڈ ہو کر دہلی کو گئی ہو۔ لیکن ان سب کا مونگا
بالکل خاتمہ تھا۔ انجیر اور اور میر شرک اپنے کی جگہ اب
گولی اور بدو ق سے کام کرتے تھے۔ گریوید کو اب معلوم
ہوا کہ وہ دونوں بہت جلد مشہور ہرور پہنچنے والے
ہیں جسکا اوسکو ایک نقشہ کے دیکھنے سے خیال تھا جو
اوسکی نظر سے مینار میں گزرا تھا قریب گئے کے اوسچانچے
کھیت کے کھیت تھے اور اوس میں راستہ چھپ گیا تھا
اور ان مصیبت زدہ وکی تکلیف اور زیادہ کرنے کے
واسطے چاند بھی اب اپنی جگہ پر جا رہا تھا۔ صبح ہوتی جاتی
تھی۔ کیونکہ دشمنوں کی چڑیا گریوید کی خبری پکار رہی
تھی۔

ہرور نے کوئی خوف ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ شمال مغرب کی جانب
ایک چھوٹی سی بگڑڈی دیکھ کر بڑھا۔ ابر کے باعث
کس قدر اندھیا رہا تھا لیکن درختوں کے اوس جانب
روشنی معلوم ہوئی کہ جس سے ظاہر ہوا کہ بہت جلد لڑائی
انتظار کے دوسرے دن کا آفتاب برآمد ہوگا اور اب

بے گھر کے کتوں کے جو گنے سے ہر در کو کس قدر خوف پیدا ہوا کہ کہیں وہ کسی قصبہ یا گاؤں کے قریب تو نہیں ہوں۔ اور سکا خیال یہ شکل سے ختم ہوا تھا کہ اس نے دیکھا۔ آگے کی ٹرک ایک پھاٹک کے اندر گئی جو کسی دروازے کی جانب ایک بڑی بھاری سنگی دیوار پر، درمیان بندوں کے واسطے ٹھہرے سوراخ میں دراصل یہ ایک زمیندار کے سوخی کا پھاٹک تھا اس قسم کے کاشتکاروں کا کہ جو بہت کم خدا بخش کیلئے سے غلہ و غنہ اور پکائی مین رہتے ہیں۔ بلکہ ایک مقام پر ٹکر رہتے ہیں اور اپنی مولیشی اور مکان کی کمی محافطت کے واسطے دیوار طیار کر لیتے ہیں۔ اس میں ایک آٹھ چھوٹا سا قلعہ کسی منیڈل کا ہوتا ہے۔ ان در ایک موضعوں میں ایک سردار ہوتا ہے جو ماتحت کاشتکاران کا سرگروہ خیال کیا جاتا ہے۔ ہر پنج بجی ہوئی ہے۔ انصاف کیا ہے۔ اس کی سادہ حالت ایک درخت کے نیچے ہوتی ہے جو عموماً پھاٹک کے نیچے بڑھاتا ہے۔

ہر کو اب بہت بڑی پریشانی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ کس طرف جاوے۔ اور رہنا اس کے واسطے اس قدر خوفناک تھا جس قدر آگے کا بڑھنا۔ کیونکہ وہ ہلوگ تھا اور قریب کوئی چھپنے کی جگہ نہ تھی۔ گانوں کے لوگ جنگ تھے۔ دیوار کے اندر آوازیں سنائی دیتی تھیں اور خوف تھا کہ بہت جلد اس کی قسمت کا کہیں فیصلہ نہ ہو جائے۔ خیال گذار کہ منت کے ساتھ سردار گانوں سے مدد کا شکا ہو۔ لیکن کتوں نے مدد چاہی حالانکہ کوئی بڑے محمد شاہ ذہنی اور اس کے بیٹے کے چچے سے نہیں پہلا وہ جلد گھوڑے کی باگ موڑ کر تھوڑے عرصہ کے واسطے چھا جاتا تھا کہ قریب اس کے غلہ معلوم ہوا اور دیکھا کہ مقدمہ لگائے ہوئے ایک مجمع آیا جو غالباً سب اب وہی معلوم ہوا جسے شرک پر اس سے مقابلہ کیا تھا۔

اور جو اس کا جنگل میں تعاقب کیے ہوئے تھے اور اس سے یہ لوگ معلوم بھی ہوئے۔

کیسا شاید گانوں میں ہر لوگ پناہ بھی پاوین مگر وہ بالکل ہی بلا دور اور غارت آبادیوں کے تھے۔ اس سے چھپنے کا گدہ پھاٹک پر مارا اور دربان سے دروازہ کھول جو فوراً کھل گیا۔ اور اس کو ایک چھوٹا باغ اور اس کی چھوٹی سی ٹھکانہ اندر دکھائی دینے لگا۔ ان کے سب اپنے کام شروع کیا جاسکتے تھے۔ پورے آلاب اور شیوالہ کو جارہا تھا۔ مستعد اور چھٹی بہت مرزور اپنے عیدوں کو گذارنے سے جو رہے تھے۔ حور تین کنوؤں پر گھر سے لیے پانی بھر رہی تھیں۔ آلاب کو منانے۔ اور قبل برصا کے مندر میں دوا اپنے سیاہ باؤں میں تیل ڈال رہی تھیں۔ آگے چھوٹا سرمہ لگا رہی تھیں کہ جو مندر ایک الدار پر مین گناہ کے باعث بنایا تھا کہ اس سے ایک مرتبہ ایک بے سے محبت کی تھی۔

اب شرکوں میں یہ آواز بلند ہوئی۔ ایک صاحب لوگ نے اور ایک مجمع ہر کے گرد جمع ہو گیا کہ جو قدر آوری اور خوشی اعتقاد کو دیکھ سب نیچے جھکے اور وقت بھٹے گئے۔

جب ہر در نے اپنے چھپر کو ہانکا کہ بے استقلال لوہے کہتے۔ پھل گانوں کے چور و حری کے پاس پہنچے۔ دل میں مایوسی بھری تھی۔ یہاں آتوئے ہوئی تھی۔ جب اس کو کتوں نے مقدمہ سے بھا دیا۔ اپنی نسبت تو اس کا خیال تھا کہ اگر مرزا تو قناعت ہی تین جا میں تو وہ ضرور لگا لگا جب خود غارت ہوا تو لپٹا رہی اس غریب کا ہوگا۔ دل نے یاد دی تھی کہ اس کی جانب نہ کرے۔

یہ نوک شخصوں لینا کو بہت دق کرتے اور منہ چھلاتے
 تھے اور وہیں گالیاں دیتے۔ جو خوش قسمت تھے وہ
 نہیں جھکتے تھے۔ اس کے بعد میرے چہرے پر غصہ اور
 خالی تاروں کے پھٹنے لگوں نے چھینک شروع کئے۔ مگر
 جب پروردگار نے اپنا پستان اور نشانیاں پر ہار دے
 سب سے اگے بھاگے ہوئے۔ جسے توں لور لوگ خیال کرتے
 تھے کہ عبادت سے بھرپور ہوئے۔ اور ہنگامی اور بارش
 کے پروردگار سے چل سکتی تھے۔ پروردگار اس خیال سے
 نوک توں سے عین کی کہ کہیں اس سے پوری لور کی شرح
 نہو۔

فرد جب معاملات بالکل اور کو پہنچ گئے تھے کہ ایک سب
 جیہ برہمن سفید موٹھوں والا اور وہ بہت سے مغیر
 دہلی دیے آئے بڑھیا اور نوکوں کو شکر کا کمانہ آواز
 سے ہندوستانی میں کہاتے تھے لوگ سب خاموش رہو
 یا ہماری مذہبی کتابوں میں یہ نہیں لکھا ہوا ہو کہ اگر
 برہمن سے بھی بڑھ کر۔ اور برہمن کی ہندوستان کے
 فرقوں سے جس طرح سے کہ خداوند اپنی بیوی سے بڑا
 ہے۔ اور اچینی جو تمھاری گھر میں ہے وہ سب اسوت
 بندہ تھے چوڑے۔

پروردگار جناب میں آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں
 یہاں غریب عورت کی جانب سے جسکو میں بچا رہا ہوں
 شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس خدا کا نام لیکر کہ جس نے
 بددستائی اور یورپین دونوں کو پیدا کیا ہر شکر یہ ادا
 کیا ہوں۔

میں نے جو صاف اگر غریب تو تھا پوچھا۔ صاحب
 پ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟
 ردہلی سے۔

انھوں نے وہاں بھی مثل دوسرے جگہ کے بہت خراب
 ام ہو کر۔ انھوں نے تباہی شاہ جہاں آباد پر بھی

ازل ہوئی ہے۔ اور آپ لوگ جانتے کہاں ہیں؟
 در کمال کوئے

دو صاحب شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ کمال کی فوج
 باغی ہو گئی۔ اسے انھوں کو جب وہ کھانے کی میز پر
 بیٹھے ہوئے تھے بارگالا۔ اور اب یہ لوگ بھی ہار دے
 سے شرکت کے واسطے بڑھ رہے ہیں۔

کیا تم کہتے ہو اب بھی بڑھ رہے ہیں؟
 ہاں ادا ایک گھنٹہ میں ہم اس کے پونچھنے کی خبر سنے
 ہیں۔

اور کہیں آخر کار ہماری قسمتوں کا اب خاتمہ نظر آتا ہو؟
 آنسو ڈھپانے ہوئے لینا نے جواب دیا۔ جو ایک
 نہ ہو۔ شاید یہ آوی ہماری مدد کرے سبک معلوم
 ہوتا ہے۔

ور لینا تم بڑی خوش قسمت لڑکی معلوم ہو تی ہو اور
 تھے بڑی بہت سے یہ بردباری کی اس قدر زان سے
 پروردگار کے کھانا کہ اس کے مایوس چہرہ کو دیکھ کر برہمن
 کو رحم آیا اور اسے اونکو اور ایک فوجی سلام کر کے
 کہاتے خوف نہ کرو صاحب کیونکہ میں تمھاری مدد کرنا
 چاہتا ہوں اور کر بھی سکتا ہوں۔

تم انریل کیسی کے سروس میں رہ چکے ہو؟
 رہا ہوں صاحب ہم سال بڑھ چکا ہوں گے کا فیتہ اور منہ
 دکھلا کر میں بھوانی محل صوبہ دار پروردگار دین فوج
 پیل دو کی لپٹوں کا ہوں۔ جسوقت میں ہجرت یورپ
 حکم کیا اور جب سب یورو میں سپاہی مارے گئے تھے
 مجھ کو ایک زمانہ کا کبھی ہم بھی نہ تھا۔ میں نے صاحب
 کیسی کی بڑی لڑکیوں میں اچھی طرح شکر کی ہے۔ انھوں
 غریبی۔ فیروز شاہ سو بہانہ اور دوسری جگہ اسکا
 شک کھایا ہے۔ شکور ہوں۔ لیکن قسم بھائی میں چاہتا
 تھا کہ دین کے چھوڑے کے نیچے بیٹا بن دیکھ کر

مارا ہوتا لیکن یہ دولت میری قسمت میں تھی۔
دور دولت۔ کن گورٹ مارشل ہوا۔

دور نہیں صاحب میں نے بہت سے گورٹ مارشلوں کو
خود جلا کر کھیا ہے مگر کبھی کسی کے سامنے نہیں آیا۔
رو لیکر تھے دولت کا لفظ نہ اٹھا۔

ہو جانے جو شرمندہ میری حیثیت نے میرے ہیکل
پر لگی ہے۔ میں نے غصہ کیا وہ میں جو خود کے فاصل پر ایک
جنگ میں ہوں اور جنھوں نے اور میں لوگوں کی فوجی چیز
مارے بجائے کی خبر سنی نبوات کر دی۔ میں نے اس
کوشش اور محنت سے بہت سے افسر دن کی جان بچائی

کہ جو اپنی تلواریں اور جانیں بچا کر بھاگے۔ بعد اس کے
مہ میگروڈن کا پٹن کے ساتھ اولوں لوگوں نے تیرن
بجائے لوٹے۔ کٹھنٹے جلائے۔ اور گوکینی لیسر نے
تین مرتبہ حملہ کیا گردلی کو مجھے لیکر چلے اور دھمکی دیتے
تھے کہ اگر چلنے سے انکار کرونگا وہ مجھ کو بے رحم کر

اور آدھنگے۔ خود سے عرصہ تک تو میں فوج بیکان
کو تارنا۔ لیکن یہ ارادہ کئے ہوئے تھا کہ تمک خلال
رہونگا۔ اس باعث رات کو بھاگ آیا اور ۵۵ سال
کی ملازمت کے بعد جس میں چھ مرتبہ لڑائوں میں نہمی
ہو اور میں شل فیکر کے ایک اپنے عزیز کی ردیوں پر پڑا
ہوا ہوں۔ میں جو ایک مرتبہ جرحشت اور شان ۵
والیسی فوج پیل کا صوبہ دار بھی تھا۔

یہ بڑھار دیا اور ان افسوس سے کھڑکائی۔ اور کسی
ملازمت۔ عزت۔ اور حشمت سب ایک ساتھ اور جس سے
رخصت ہو گئیں۔

وہ اگر میں نکات کے ہو نیچے تک زندہ رہا۔ میں اپنی
عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ تمھارے حقوق پر پہلے کانڈ
ہوگا۔ صوبہ دار مہمت نہ مارو۔
لینا کو اس گفتگو کے اند پر ہی اور عاجزی سے کہنا

تو اچھے صاحب تم میری حفاظت کر سکتے تھے
ہر ور سے مجمع کی طرف نگاہ کر کے کہنا۔ لینا انھوں نے
تو دو ایسے کہیں کہ وہ چاہا تو بھی ہیں اور کچھ نہ
ہیں۔

نہ میرا بھائی فتویٰ تھا۔ اس کے فوج اور اس کے
سوفیہ کا زمیندار ہے وہ خود کو فوجی حفاظت کر لیا۔ وہ
فوجی تحفظ پر بیرونی اگر تو اس سے واسطہ نہیں تو
میرے خاص سے ضرور محافظت کر لیا۔ مگر کچھ
برہمن اور لوگوں کے ٹک۔ اور ایک دوسرے چھٹک
میں جو اس ٹک کے کوٹے پر تھا لپکا کر گیا۔

اس طرف صاحب تکر وقت نہ کھنا چاہتے تھے ہوا
پھر چھٹک بند کر دیا کہ جیسے وہ رنجی تو میں رکھی ہوا
تھیں۔ ان کے بند ہونے پر ہر دور اور اس کے ساتھ
اپنے تین محفوظ خیال کیا۔

ہر ور نے لینا پر ایک اطمینان کی نگاہ کی کہ جس سے
ظاہر ہوتا تھا وہ از حد مشکور برہمن کے ہیں۔

لینا نے سوس سے اپنا سر جھٹ اٹھا شکر گزار
میں ہلا دیا۔ وہ عذاباً ابھی تھی کہ باہر سے غل و شور
کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ آ رہے ہیں
ہر ور نے اپنے گرد افسوس سے دیکھا۔ لیکن بڑھاپے
میں نے مسکرا کر دو تھوڑے سبب دیکھا اور کہا۔
بھائی فوجی سلام کیا۔ برہمن نے نہایت صاحب
حشمت نہ کھاؤ۔ فوجی لال تھا۔ میری عزت کر چکا
اور سے بھائی نے ۵۵ سال تک کھا چکا۔

فوجی لال کے نہ جسے کی جگہ ایک بیگوا میں نے
کہ جو جنگ اسی کے بعد کسی کا نیر کے واسطے بن گیا تھا
یہ ایک گھائی سے گھرا ہوا اتحاد دیوار میں کسی نے
رہیں پاشا ہزاروں کے پڑے زمانہ جنگ کے وقت
بنوائی تھی کہ جب ہندوؤں نے ٹھانوں سے لایا

اور سکھوں اور آخری ہنگرزدن نے ایک ہاتھ میں
تو اسے اور دوسرے میں ڈھالی لیکر بچے بعد دیگرے اس
سرزمین پر حکومت کی تھی۔

تینا لیسوان باب

زمیندار کا گھر

بڑا صوبہ دار میجر بخوبی واقف تھا کہ ہر ایک لوگ تازہ
قد و قامت اور ہر ایک افسر ہندیوں کو برصغیر سے
لیکر قلعہ تک کو منگوا کر لیتا ہے۔ بادشاہ دہلی سے لیکر ایک
ادنیٰ درجہ کے شخص تک کو وہ غلام کرتا ہے۔ مگر اس کے
ساتھ لنگر زنی خاص اوصاف کا وہ مصروف تھا۔

۴۴ سالہ ملازمت اور قیام کنوینٹنٹ شہر اور
بار کون نے اس کو سکھلا دیا تھا کہ کیونکر ایک انگریز
عیسائی عورت کی عزت کرنا چاہیے۔ وہ بخوبی واقف
تھا کہ ملکہ بھی جو اس وقت تخت پر مین ایک لیڈی ہیں
بس اسے لینا کے ساتھ مہربانی اور عزت کے ساتھ
برتاؤ کرنا شروع کیا اور ہمیشہ کوشش کرتا کہ یہ خوش
رہے۔ اسے مسکرا کر اور ملٹری سلام کر کے کہتا ہے
مین نے بہت سے عجیب و غریب تبادلے دیئے ہیں
ایک پُرانا ہندی ہون کہ جس کو بڑی شہنائی ہند کے حالات
عصر کے یاد ہیں اس زمانہ میں جب لارڈ پیمبر
کے عہد میں ہجرت پور کے محاصرہ میں کام کیا اور قوت
میں لوگ ڈاک گاڑی یا لکی گاڑی یا کشتیوں سے سفر
نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مقام سے دوسرے مقام کو
کوچ کرتے مہینوں میں سیکڑوں میل ایک جگہ سے
دوسری جگہ خیمہ اٹھاتے، بناتے تھے۔ پانچ میل
کے بعد پڑاؤ پڑتا۔ اور جیسے ہی کہ تمھارے نیلے لٹلے تار
اور ریل جاری کرتے ہیں کہ اس کے ماتحتوں نے بہت
چیزوں کو تیار کیا لیکن دیکھو یہ میرے بھائی قنوجی لک

دو سلام، قنوجی لال سلام تمھارے بھائی بچے اور
وہاں در صوبہ دار میجر کا ادین منوج پیدل نے تمھاری
جان بے ہماری محافطت کا وعدہ کیا ہے۔
رو اور یہ ضرور ہوگی۔

جیسے ہی کہ دنیا کو کاٹھی پر سے سہارا دیکر میرے
اوتارا۔ قنوجی لال کی لڑکی اور بیوی اس کو اپنے
گھر لے گئیں کہ اتنے میں چھانک پر بھر تل و شور کی
آواز آئی کہ جب صوبہ دار نے غصہ میں کہا۔ اس کو
رو کرنا چاہیے۔ زمیندار نے جواب دیا۔ بھائی تم
خود ان لوگوں سے کہو کیونکہ بھوانی تمھارے کبیر
بڑھ کر تمھارا اثر ہے۔ قسم بر بھائی میری یہ دونوں
توہین اسے گفتگو کر نیکی۔ قنوجی اسے
اور میوں کو نکالو میں سنگین سے ابھی گانوں غائی
کر دوں گا۔

ہر در صوبہ دار کے ساتھ بھانک کی طرف مڑا اور
ایک سوراخ سے دیکھا کہ وہی مجمع لوگوں کا ہے کہ
جس کے ہاتھوں سے ابھی وہ بچا ہے۔ یہ وہی مسلح
ہندوستانی تھے کہ جنھوں نے خدا بخش کے گھر سے
چلتے وقت اس پر حملہ کیا تھا۔ علاوہ اسکے بہت سے
کاشتکار اس کے شریک ہو گئے تھے۔ اور انھوں نے
مستعدی اور گرجو شے سے کام کرنا شروع کیا جو وہ
بھی تھا۔ اور ایک شخص ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنے
بہت گرجو شے معلوم ہوتا تھا۔ وردی لٹھی
ڈھیلے تھی۔

ہر در نے تعجب سے کہا۔ عجیب اتفاق ہے یہ دیکھو میرا
بد معاش خدمتگار فرخ پادے میری پرانی وردی

جسمین ایک نازکی بدن میجر ہو۔

لیکن صاحب اگر میں اپنے سپاہیوں کو لائن گا
جو تیسری ہی میں تو میں خود کان کرونگا۔

وہ ان محبوبہ و امیر میجر ہی لیکن میں تمہارے ساتھ
ہوں گا۔

درمیں پھر کت ہوں نہیں۔ کیونکہ اگر ایک گولی نہ
تمہارا کام تمام کیا تو اس غریب بیوی کا کیا ہوگا۔

بچہ ہو۔ سچ ہو۔
بھوانی سنگھ نے چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ بھاؤ لپکے
ان توپوں کو بھرو۔

آہستہ آہستہ رسیوں میں بازو حکمیر توپوں کو لائے
کیونکہ سب دھما اور جنگ اسٹی کے زمانہ کی تھیں۔ لیکن

خوش قسمتی سے کوئی موقع ان توپوں سے کام نہیں
نہیں ملا کیونکہ توپوں کے اوٹھانے ہی کا اشارہ نہ

تھا۔ اور چند منٹ میں بالکل تنگ حالی ہو گئی۔ صورت
خوب ہنساکہ یہ لوگ ہر کر بھاگ گئے۔

”ہرور آخر کار یہ بھاگ گئے۔“

بھوانی لال ”مجھے صاحب اب بھی خوف ہے۔ اول
اگر کڑال کے باغی میدان شاید چلے آئے تو ہم اون کا

نہ کر سکیں گے۔ اور وہ نہر سے یہ خبر کہیں مڑا اچھوکر
نہ معلوم ہو کہ جو رسار کے کھانہ نہیں ہے۔ اور میں ایک

بہت بڑی فوج بھیج کر میدان سے تمام توپوں کو ہاتھ
کیونکہ اس مڑا کا انکڑیوں کے نہر سے یہ خبر نہ ہو

ان باتوں سے ہرور کا دل بچکے یہ شکر علیہم ہوا کہ
بھوانی لال کے اتفاق کی یہ گونج تھی کہ تھوڑے دن

پر سے آواز افکار کی سنائی دیتی ہے۔
”وہ کھو کر نال کے باغی آئے ہیں۔“

یہ لوگ قریب نہیں آئے بلکہ اپنی پت کی شرک سے ہوا
کہ لوگ نہ ہرور درمیں سے چھوڑ سکا تھا کہ انکی تواریخ

پہننے ہوئے جو یہ ایک کنٹھی گلے میں چنے ہوئے تھا
اور چہرہ سے ظالمانہ بین ظاہر ہوتا تھا۔ اوسکی اولینا

کی موت اوسوقت ہونے والی تھی اگر اوسکا دوست
محبوبہ و درمیان میں نہ پڑتا تو یہ لوگ بھی مشل

دوسرے ٹیگٹ کے سپاہیوں کے مارے جاتے۔
فریاد نہ تھے جب کہ کی ٹیٹل نے اور نہ دوسرے چلا رہا تھا

دوسرے توپوں کو مار ڈالو۔ گولہ لگوں کو مار ڈالو۔ ہر ایک
سرسرے واسطے شانہ تلوار بھجھو رو سیہ دیگا۔ باغی ہر گز نہیں

بارکھو کی لڑائی نہ داری کے باعث ہر گز نہیں بچا اور
اپنے ساتھیوں پر حاصل ہو گیا تھا۔ ہرور نے اپنی

پستول سوراخ دیوار کے اندر رکھی اور بہت جلد اپنے
پڑا نہ ختم کار کا خاتمہ کیا ہوتا اگر بھوانی لال اوسکا

ہاتھ نہ پکڑ لیتا اور کتا صاحب باروت مت خراب
کرو میں اسے گفتگو کرونگا۔ اگر مان گئے تو بہتر ورنہ

دونوں ہاں ان توپوں سے خاتمہ کرونگا۔ کیونکہ ان کے
ہر کو قبل اوسکے ہتھار کرنا چاہیے کہ کڑال کی فوج یہاں

داخل ہوئے۔

یہ بھی دھماکا دیوار پر سے کھڑے ہو کر بھوانی سنگھ نے
وہی کہ فرخ پائے نے جو اپنی شہادت سے بے خبر تھا

”مار ڈالو تو فیکوں کو۔ ابھی مارو۔ ایک دن دو دو
دھماکے کے برابر ہو۔ سب سفید کافرون کو مار ڈالو“

ہرور نے بے صبری سے کہا۔ ”تھوڑے دن یہاں کے
سپاہیوں سے مدد لینے کو کہا تھا۔“

وہ ان صاحب لیکن۔
”کیا تم اوٹھا اعتبار نہیں کر سکتے۔“

”نہیں کہ اپنی بات کے سچے ہیں اور سب میدان
اویں گے۔“

”تو پھر میں ان لوگوں پر حملہ کرنے کو شریک ہوں گا
کہ جو مدد اجنبی لوگوں کا نہ لے کر شش کر رہے ہیں وہ جی

اونکی ریاستیں ضبط ہو گئیں۔ پرانی زمینداران نے
زمینداروں کے ماتھے میں کمی تھیں لیکن قنوجی لال کا
انتظام سیاہی رہا اور علیحدہ مثل پرانے زمانہ کے ہندو
کے ایک مسلح مقام میں رہتا تھا۔

اوسکے مکان میں تھوڑا سا سیلاب انگیزی بھی موجود
تھا کہ اچھین گھڑیان انگریزی قصاب جس سے لینا کوڑا
اور اجت کا خیال آیا پہلے شب کو جب یہ رہی پورا گھر
اور برآمدہ لمبوں سے روشن کیا لیا اور اونکے واسطے
کھانا حکم طیار کیا گیا۔ کیونکہ خیال تھا کہ فرنگی جنگلی
میوہ جات اور ابنہ کام بہت پسند کرتے ہیں۔

جب کھانا ہو چکا ایک نوجوان ہندو نے ستار اور
دوسرے نے ٹیلہ بنانا شروع کیا۔ تھوڑی ہی کم سن
لڑکیوں نے سیاہ بال کھوئے اور بے ٹھونگہ رہ گئے
گنا شروع کیا۔ لینا اسیر کچھ تو تھکاوٹ اور کچھ افسوس
اور کچھ ہنچ۔ اور ان مصائب کے خیال سے کہ جو اوسے
برداشت کیے ہیں اور کچھ اوسے خیال کر کے جو آنے والی
ہیں بے چارے ہی نظر کرتے ہوئے تھی۔ گویا معلوم ہوتا تھا
کہ وہ جاننے کی حالت میں خواب دیکھ رہی ہو۔ ہر دور
اور بہت خوش تھا کہ بھوانی لال نے اوسکو چرٹ
دیا۔ اور جو پلا چرٹ اوس مینار کے بعد تھا۔

چوالیسواں باب

نور محل

اوس سے کہ جو ہر دور نے حبیبہ دارمجر بھوانی سنگھ سے
شنا معلوم کیا کہ کھنڈیل مکانات کہ جس میں وہ جنگل
سوان پت میں رہ آیا ہو وہ نہ تو کسی مسجد کا نقادہ۔
یا محل کے کھنڈیل میں اور نہ پہلے لوگوں کا مسکن تھا
جو مشہور تھا کہ پرانے زمانہ میں بہت سی عمارات بناتے
تھے یا جان بن جان کی جسے تمام دنیا پر اور توجہ حکومت

لگتی اور دوسرے مہنکار کھیتوں کے قریب ایک رہے
ہیں کہ جنگی دروہیوں میں ابھی تک لکا کا چہرہ لگا ہوا
تھا پوری قواعد کے ساتھ اپنے دیسی افسروں کی
کمان میں یہ جا رہے تھے۔ اور ساتھ میں بہت سے
ہمسرا بیان کپ تھے۔ عورتیں چھکڑوں میں اور سیاہ
لوٹ کھسوٹ ماتھوں پر رکھے ہوئے دہلی جا رہے تھے۔
بھوانی لال نے دانت کٹے کٹا کر کہا کہ "دیکھو وہ گنجنت
وہاں جاتے ہیں اور بھوانی اونکو عمارت کرے اس کے
تو صاحب تم بچے۔"

جیسے ہی کہ قنوجی لال کے ڈرائنگ روم میں یہ بڑے
اوسنے ماتھ لگا کر کہا "مبارک صاحب مبارک میں
اس دوری کامیابی پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں گے
لیکن یہ کیونکر کیا تم ماتھ ملائے سے اپنی ذات
نہیں کھو گئے۔"

دروہیوں میں تھوڑی سی دیر کو
تو سننے میری یہ خاص عزت کی
در نہیں صاحب میں ابھی جا کر پاک ہو جاؤنگا۔
وہ کیونکر؟

در صرف کلہ ہو۔ نہاؤنگا اور دعا مانگوں گلا۔
یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ بھوانی لال بھائی
اور میں جیسے آفتاب نکلتا ہے وہ دنالاب میں نہا ہوتے
اپنی ذات کی چالاک سے تذکرہ کرنے اور نہتے ہر دور
زمیندار پر شبہ ہوا کہ شخص قابل اعتبار نہیں ہے خصوصاً
پرانے زمینداران بنگال سے تھا کہ جو کچھ اسامی پر
قابل تھا اور شاہان مندر کو برابر خراج دیتا تھا
اور یہ بھی انتظام انگریزی گورنمنٹ کی بدولت کوئی ترقی
انتظام میں نہیں کی۔ گورنمنٹ کی جانب سے ایک حکمت
لکھوائی گئی کہ زمینہ کسی قسم کا جھکاؤ نہ ہو۔ لیکن چونکہ
بہت سے لوگ اپنے وعدہ کو پورا نہ کر سکے اس باعث

وعدہ شکوہ اسقدر افسی ہو گیا۔ اور سارا واسطو
اگر کوئی کہتا تو غصہ ہوتا کہ اپنی اڑن کو یہاں سے جبراً
نذر کرے۔

اسنے اپنی کم سن لڑکی کو اس کے عاشق سے جدا کیا۔
اور اپنے غصہ کی اخراجات کے واسطے یہ سب
کرنے کو کہ وہ پڑائی شان و شوکت و دولت کو حاصل
کر سکے اور وہ کیا جو فارسی شاہزادہ سب سے زیادہ

رویہ دیکھا اوسیکے ہاتھ لڑکی فروخت کر دیا جیسے تھا

کہ وہ اس راؤدین مستعد ہوا کہ ایک کاروان

حسین لڑکیوں کی خریداری کو ایک اصفہان کے

امیر بیوی بنائے کہ وہی آیا۔ اس طرح سے لڑکی

علیہاں اپنے مکان میں جو بیٹے چاندنی چوہا

واقع تھا بروہ فروش سوداگروں کو لایا کہ اوسکی

لڑکی نور محل کو دیکھیں اور دام لگا لیں۔ یہ سوداگر

کہ جو اپنے پیشہ اور تجربہ کے باعث بہت بڑے شخص

اور خوبصورتی کے انداز سے وابستے تھے اسکو دیکھ

بہت متعجب ہوئے اور ایک بہت بڑی رقم عیناً

دینے کو کہی۔ اس سے اور بھی لالچ اس کی بخت کو

بڑھی۔ پس سوداگروں نے کہ جسے پاس شیر افکن

بہت مالدار رئیس فارس کا حکم تھا کہ زیادہ سے زیادہ

قیمت لگاویں اب وہ چن کر گئی۔ اور پھر زیادہ

خدیجہ بہ زند اور تمسک پر مہر اور دستخط ایک قریب

کے کوتوال کے بوجہ ہو گئے اب اس کے گلین ازان

لوگوں نے ایک گنچہ اون خوبصورت چھون کا

دال دیا کہ جو اصفہان کے پھاڑوں میں واقع خراسان

پاسے جاسکتے ہیں۔ اور حسین یہ طاقت بتلائی

ہو کہ جو شخص پیٹے اسکو تہذیبی اور کامیابی

موصول ہو۔

علیہاں کو روپیہ گنا دیا گیا۔ اور یہ دہائی چوٹی لڑکی

جب آدم یہاں آئے ایک باجر کہ جس سے انگریز بھی
ناواقف ہیں۔ بلکہ یہ لڑکی پریشان و شوکت شہسوار

تھا جس سے ایک عورت کے عجیب قصہ کو حلقہ پڑی

نور بہان کہ جسکو اکثر گیتوانین نور محل بھی کہتے ہیں

ہر گھوڑا ابو بکر ساری کم سن لڑکی کا اپنے خور واکبر

میں رکھنے والا تھا۔ وہی نور محل کہ جسکو ذریعہ لالچ

میں لکھے ہوئے ہیں۔

یہ ایک عجیب قصہ تھا کہ جس سے پرانہ محبت کی کی لالچ

اور جس کی مستقل سزا خورشیدی اور رنج ملی ہوئی ہے۔

شہسوار کے قبل جب شہنشاہ سلیمان نے تخت دہلی پر بیٹھ

خطابہ جاگیر کے ساتھ جلوس کیا شہر کو ایک امیر خاں

نابری کا کاروان خجروں اور اونٹوں کا حلقہ لایا امیر

کسی زمانہ میں میدان کندے پر کہ جو سب سے ستر

اراضی فارس میں ہوتا بعض تھا لیکن اپنی فضل خجری

سے اپنی گل دولت صرف کر دی تھی۔ اوسکی حبیب میں

صرف چند سکرہ گئے تھے جو وقت کہ یہ دار السلطنت

مغلیہ میں اپنی چھوٹی لڑکی کے ساتھ وارد ہوا ایک مالدار

سوداگر کاروان نے کہ جو شمال کلکتوں۔ منحل وغیرہ کی

تجارت کرتا تھا۔ اسکے حالت پر رحم کھا کر اسکو

لڑکی کی خوبصورتی سے متعجب ہو کر بڑے شہنشاہ اکبر

کے محل میں اسکی واسطے جگہ کی یہاں کی لڑکی نے

اپنے حسن بخیر اپنے گلے کی خوبصورتی سے اسکو اس قدر

کے باعث کہ جس سے یہ بر محل شرمگاہی بہت سے موثر پیدا

کئے اور اسکا نام نور محل رکھا گیا۔ بالکل شیر شاہزادہ سلیم

دلدادہ ہو گیا کہ چونکہ بالکل لڑکا تھا زیادہ تر محل میں

راکھتا تھا۔ لیکن اس حال عشق کے ہر پورے پرورش

اکب نے حکم دیا کہ یہ باہر رہے۔ نور محل کے باپ نے شہنشاہ

کی ملامت میں بہت بلند تہذیب حاصل کیا۔ ایک چارہ

قرضہ ستر بارہ سو سے جانب جنگا کی صوبہ داری کا

اسکے واسطے کوئی بات نہ تھی۔

شاہ پسید کے قبر کی قسم کھانا کوئی معمولی بات نہ تھی اسکی ابھی تک فارسی بہت عزت کرتے تھے۔ لیکن شیر افغن کو اس سے اطمینان نہیں ہوا۔ اور اسکا دل ابھی تک شبہ سے بھرا ہوا تھا۔ اور جب اسنے دیکھا کہ مرہٹے سپاہی اس چوتھے کو جس پر ملاقات ہوتی تھی لیتے ہیں۔ اسنے علیخان کے خیمہ مارا۔ اسکا کرنا تھا کہ مرہٹوں نے شیر افغن کے پرچے پرے کر دیے۔ اور اسکے جسم کے سب زیورات لے لئے اور اسکی لاش جنگل کے وحشی جانوروں کو دیدی۔ اسکے بعد ایک بہت بڑا امیر دہلی، بنگال کا گورنر ہوا۔ شیر افغن کی موت محض غلطی اور حماقت سے ہوئی۔ ورنہ سلیم کا منشا اسکی جان لینے کا نہ تھا کہ جسے فوراً سپاہیوں کو بھیجا کہ فحش تلاش کرائی۔ شیر افغن کی لاش دوسرے روز تو مل گئی لیکن علیخان کا کوئی ٹکڑا تک نہ دیکھا۔ روز نظر نہیں آیا۔

اب نور محل خاص سلطان کی ملکہ دہلی ہوئی اور کوئی عورت کبھی دبدبہ اور مین کسی مشرقی دربار میں اسکے موافق نہیں بڑھی۔ اب اسکو شاعری کا ذوق اور بھی بڑھانور اسنے عطر گلاب اور دوسرے عطر بنائے باغ دہلی میں وہ خوش و خرم ٹا کر تھی سنگ مرمر کے ابھی تک چٹے ہیں کہ جہاں وہ سمنلی اور فخری چڑیوں کو دانہ کھلایا کرتی تھی لیکر ادسکو جب جاگ کیشمیر کو بھاگا تو کشمیر کی داوی بہت پسند آئی تھی۔ اسنے عمدہ مذاق اور تحکف سے ہانگیر کے دربار کی بہت رونق بڑھ گئی تھی۔ اسنے زمانہ کپڑے ایجاد کئے کہ اسنے جو پیشتر استعمال کئے جاتے تھے بہت مناسب تھے اور پہلا کام اسکیا کہ تھاکہ سوئش کے جنگلوں میں اسنے اپنے پہنے ہوئے شیر افغن کی قبر پر

اور وقت کہ جب سلیم نے الہ آباد کے قریب جنگ کی وہ بہت بچی کہ ماتھی جسپر وہ بھیجی ہوئی مرہٹوں کا نشانہ تھا اور جو رنجی ہو کر لاکھ ہو گیا اور دریا میں گھسکا کہ جہاں وہ دھارے کے ساتھ بہتا ہوا چلا گیا اور یہ ٹوٹتے ڈوبتے بچی۔ جب افسوس اور خوف میں چنچ رہی تھی۔ اسنے دیکھا ہودے پر داغ خون کے پڑے ہوئے ہیں کہ جو خون ایک سپاہی کے بچے کا تھا کہ جوابی گود میں ابھی تک بیٹھا ہوا تھا کہ جب ایک تیرنے والا کام تمام کر دیا۔ مگر ایک بڑے کچھڑکی صورت شخص نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ماتھی کو سنبھالا اور نور جان نے حکم دیا کہ یہ شخص دوسرے روز انعام لینے کے واسطے سامنے حاضر آوے۔ اس بڑے کچھڑکی بہت نشانات تکلیف اور مصیبت کی برداشت۔ اسنے کہے تھے۔ لیکن ان آفات کے ساتھ بھی اسکا چہرہ کچھ بھی بھونڈا نہ تھا۔

اسنے آتے کے ساتھ ہی زور شور سے کہا یہ ایسی چٹکی سنوّل اللہ جیسا کہ کتابچہ دو فرشتہ انسان کی ساتھ ہمیشہ رہتے ہیں۔ ایک داہنے جانب چھپا ہوا اور دوسرا بائیں جانب۔ ایک دیکھنے والا اور دوسرا اسکی حرکات کا لکھنے والا۔ لیکن میرے ساتھ اسکا کیا کیا؟۔ موت آوے امد ستار اچھے۔ لیکن میرا کیا وہ شخص کہ جو میرے اچھے کام لکھتا ہو۔ بڑائی بھی جہاں سکتا ہو وہ ضرور لکھیگا۔ میں نے کوئی کام عمدہ نہیں کیا اور نہ کسی بڑے کام پر افسوس۔ ایسا تو کل میری لڑکی میرے سینہ میں لالچ اور حرص کے داغ دیکھ میں علیخان تیرا کجحت بڈھا نصیبت برداشت کیا تو باپ ہوں۔

وہ میرا باپ غیر ممکن ہے اسکو کوئی سال گزرنے کے وقت کے جنگل میں مارا گیا۔

”قسم پاک کعبہ مکہ منظر کی مین وہی ہوں دیکھ میرے
سینہ میں شیر افغان خان کے خنجر کا دل پڑا ہے“
لیکن تم کہو مگر بچو!

پتیلیوں کا باب

آخر کار پتہ لگا

لینا کا دل اگر آرام نہیں لیا جاتا تھا مگر جسم کو ضرورت
تھی۔ ہندوستانی قانون کی خوبصورتی جو باجی گریس
ہوے درخت اور پرشمن نظراتی تھیں اوسکے واسطے
کافی نہ تھی۔ یہ مقام سب سے علاحدہ تھا۔ بڑے بڑے
انبہ کے درخت انیوں سے لگے ہوئے اور تم ہندو
درختوں میں المیاں لگی ہوئی تھیں۔ یہ درخت
سیکڑوں سال قبور یہ عہد کے پورائے ایک ہندو مذہب
دشمنوں کے گرد لگے تھے جسکی دیوار میں چمک رہی تھیں
کہ ہمارا ایک چائی پر ایک بڑھا فقیر حقہ پی رہا تھا
تالاب پر درختوں کا سایہ تھا جس میں سفید کرن کے
بھول اور بیت سی سنگی اڑے وغیرہ کی بلیں پڑی
ہوئی تھیں۔

ان قدرتی خوبصورتیوں کی نہ لینا کو اور نہ پروردگار کو پروا
تھی۔ اور یہ بخوشی کل ہندوستان بخندتے اگر انکو کوئی
دولایت ہو چکا ہوتا۔ کئی سفید گدو گے اور یہ خاموشی
کے ساتھ زمیندار قبوئی لال کے یہاں ہوتے۔ ہر دور
مکان کی دیواروں کے باہر جانے کی جرات نہ کر سکتا
تھا۔ بعض اوقات خیال کرتا کہ گویا وہ خوبی قیدی ہو
مثل خدا بخش کے گھر کے اسکو یہاں لینا کی بہت کم خبر
ملتی تھی کہ جو زمانہ میں رہا کرتی تھی اس قدر واقعہ تھا
کہ زمیندار کے اٹھانہ کوئی بات اسکو خوش نہ تھی
اور ٹھانہ کھین کے کیونکہ ہندو بڑے خوش خزان آدمی
ہیں۔ اور جب تک کہ وہ کوئی سن نہ ہو سیکھے ہیں
اور انکا مذہب ایک ذلیعہ اور ذلی خونی - کا بتا کر
یہ ملک کہ بھل سر زمین میں سب سے خوبصورت ہے

”ایک فقیر نے میری جان بچائی کہ جسے میرے زخم کو
بھگل کے درختوں کے پتوں سے پورا کیا۔ مگر اچھا ہوا
اگر میں تب ہی مر جاتا۔ آج میری نوجہنم اور نور بصیر
مجھے اپنے سامنے پر و ن پر کرنے دے کہ میں کچھ
گن ہوں کی معافی مانگوں۔“
بڑے نے اپنی ڈاڑھی جھاڑی کہ حسین خاک بھری
ہوئی تھی۔

اسکے بعد نازک نور محل روئی اور وحشی فرقہ جھیل
اور جھیل کے پھیلے اور مصائب اور کلیتہ کے
حلال دریافت کئے۔

کل مصائب اور تکلیف کے واسطے بطور انعام کے
اسکو وزیر اعظم اپنے دربار کا مقرر کیا۔ لیکن یہ
عہدہ اسکا چند روزہ ہی رہا۔ کیونکہ سلیم کو
محبت خان نے قید کر لیا تھا۔ اور اپنے سی سیدی
میں مرنے کے وقت اسکی بھی قبر شیر افغان خان کی
قبر کے برابر اوسی جنگل میں بنائی گئی۔ سلیم کے
مرنے پر نور محل بالکل دنیا کے کاموں سے تارک
ہو گئی۔ صرف غم ظاہر کرنے کو سفید پوشاں بھرتی
جب یہ مری اور لاہور میں سلیم کے برابر دفن کی گئی
اور وقت معلوم ہوا کہ اسکا خراسانی تختہ بالکل
اپنا اصلی رنگ چھوڑ کر موتیوں کی رنگت پر آگیا تھا
اس واقعہ کے بعد کہ جو شہتہ میں ہوا مقبرہ جو
جنگل میں تھا بالکل تباہی میں آگیا۔

یہ قصہ تھا کہ جو صوبہ دار میر نے لینا اور ہر دور
کھنڈل کی سبب بیان کیا کہ حسین یہ لوگ جا کر تھے
اور ہر سال ان سانپ کے کاٹنے سے اس قدر

اوسکے چشمہ درخت میوہ جات پھول سب کو دیو تون سے تعلق ہے۔ اس بات کے دریافت کرنے پر کہ اوسکے ہاتھ میان بیوی یا بھائی بہن تھیں۔ قنوجی لال کو بہت تعجب پیدا ہوا اور اس باعث لینا کو ہر در سے بہت دور رہنا پڑا۔ لیکن بڑھا صوبہ دار میجر انگلر نرون کے طرائق رانیس سے اپنے بھائی سے زیادہ واقف تھا وہ سمجھ گیا۔

صوبہ دار ہر در کی رجسٹری سے بخوبی واقف تھا اور برگدین اوسکے ساتھ پنجاب لاہور و مارٹونج کے عہد میں لندن اور گجرات کے اوڈرنے میں کام کیا تھا وہ ہر در کے پاس بہت بیٹھا کرتا تھا کہ جس سے قنوجی باتیں کرنے میں کبھی نہ تھکتا۔ یہ بڑھا بہا در اس امید میں تھا کہ وہ اس پرہیز کے ذریعہ سے ضرور اپنے حقوق کو حاصل کر لگا۔ اوسکا چال چلن صاف ہو گا اور اسکا عہدہ پھر ملے گا لیکن یہ امید اور بھی زائل ہوتی جاتی تھی کہ جب وہ سنتا کہ فوج برابر باغی ہوتی جاتی ہے اور جیسا کہ پیشین گوئی ہوئی تھی جنگ پلاسی کے سوا سال کے بعد انگلر نیری راج خاک میں ملا جاتا ہے۔ اوسکو عبادت کی ٹکڑ خلع فیرو پور۔ علاقہ اگرہ۔ لکھنؤ۔ وائباکہ۔ وکاپور کے جسکنا نام افسوس کے ساتھ لیا جاتا ہے معلوم نہیں تفصیل ہر ایک کی قریب قریب ایک ہی تھی۔ پل اور دلی توڑ دیئے گئے نذر غارت کر دیئے گئے۔ سیکڑن اور اویئے گئے۔ کشمیر، لہ، ٹرے دریاؤں میں ڈوبا دی گئیں۔ سفید فوجی اور سول افسر مار ڈالے گئے لیکن مثل ہر شہر اور دہلی کے کہیں تباہی اور بربادی نہیں ہوئی سوا کانپور کے جہاں نانا صاحب اور اوسکے ساتھی غلام غلام نے وحشی سے وحشی ظلم اور جبر و تعدی کی۔ اور بعد اس ظلم و تعدی کے ہندو دیوتوں کی تعریف کہ تھے ہکواستدر طاقت تاجر انگلر نرون پر وحشی یہ حالت عہد

اور خوبصورت مینے مئی مینے منہ کی تھی۔ لوٹے کھسٹ مار پیٹ اور غارت گری کے مجاہد غرہ بلن کرتے پھرتے۔ کپینج کپال کا خاتمہ۔ اور علمداری مغلیہ کی ترقی، درویش فلاح الدین جامع مسجد کے نوذر شاہی ہاتھی پر سوار ہو کر آواز بلند و عطر کرتا ہے کہ فرشتوں نے ان کا فردن کو غارت کیا اور حضرت محمد شاہ دہلی کی مدد کی۔

گو ہر در نے بہت کچھ لینے سے جو کچھ خود سنتا چھپایا لیکن ان خبروں سے ہر در کے دل میں غصہ آیا اور مایوسی پیلہوئی کہ جسکا بیان کرنا مشکل ہے۔ غصہ قواسیات پر کہ وہ اس طرح سے اپنی پلٹن سے جدا ہوا۔ اور مایوسی اس بات پر کہ وہ لینا کو آخر نہ بچا سکے گا۔ ان باغیوں کے ولوں سے چربی کے کارٹوس کا قصہ اوتر گیا تھا اب صرف مذہب اور قوم کا جھگڑا رہ گیا تھا۔ یہ بہت جلد کی عقدہ بدفرنگی سے ظاہر ہوا کہ قنوجی لال کو اب بڑے شاہ دہلی کی طاقت روز بروز معلوم ہوتی جاتی تھی اور یہ نہ اوسنے غلطی کی کہ دو فرنگیوں کو اپنے گھر میں بلگے دی اس باعث کچھ عرصہ کے بعد وہ ہر در سے سرد مہری کے ساتھ برتاؤ کرنے لگا۔ اور ایک روز ہر در نے لینا کے کان میں کہا دو قسم خدا کی اب معلوم ہونے لگا کہ ہم لوگ مہمان بطور بار کے ہیں اور اب ہر کو دوسری جگہ مہمان چاہیے اوسی شب کو زیندار کے گھر کے لوگ گتے کے بہت جھوٹے اور رسا لکڑ کے نقادہ نیچے سے جاگ اڑ گئے کہ جواب بچاٹک پڑج رہا تھا۔ ہر در ابھی تک چاہا پڑی سوا نہیں تھا۔ اس باعث اوسنے فوراً اپنی لیستوں اور تلوار ماتحتین اس خیال سے اٹھائی کہ کوئی آفت ضرور آئی ہے۔ اور اوسکو صوبہ دار میجر بھی اس طرح مسلح ملا۔ کہ جوابنے بھائی کے ساتھ نہایت شرمین

یہ ہی کہو۔ بیان مت ٹھہرو جیلے جاؤ ورنہ تپہر گولی سر
کیجا دیگی۔

خیر و تدار اسکا قدم در ہوگا۔

در بار کو میرا بھائی اسکا جواب دہ نہیں ہو بلکہ میں
تمہا میں بھوانی لال صوبہ دار میرجہ اور میں سنگال
فوج پیدل و دلی لین کا ہوں۔ میرا نام دہلی کے
باشندگان سے جا کر گدوے۔

مہ جھکو تو اطلاع دینے کا حکم ہوا ہی اور لوگ پیچھے اس
حکم کو پورا کرنے آؤ تھے۔

تھپڑنے کہا۔ "افسوس تھاری حالت پر ہی ابھی
تم لوگ اس ناخرانی کے جرم میں اور ادنیٰ جاؤ گے۔"
در دہلی میں کتنے مسلح آدمی ہیں۔

در پچاس ہزار سے زیادہ فوج پیدل اور رسالہ
ہر ور نے اس تو دار کو خیال کیا کہ یہ ایشیائی سالتھو
ٹاپک نے اپنا گھڑا پھیر کر کہا۔ "تو پھر کیا تم جو الہ
کرنے سے انکار کرتے ہو۔"

در بالکل۔

در یہ عدول عکبی بالکل بیکار ہو چکی تو کافی خرچ
آویگی اور مکان کو غارت کر دیگی۔

اس خیر نے دھکی دیتے ہوئے ماتھ ہلایا۔ اور اپنے
گھوڑوں کو دہلی کی سڑک کو پھیرا۔

زمیندار نے کس قدر سختی سے کہا۔ "بھائی بھوانی لال
تسے تجھکو بالکل تباہ کر دیا۔ ہمارے مکان کا کل موت
کت سو اسے خاک کے کوئی تہ نہ رہے گا۔ اور افسوس
ظاہر کرنے کو اپنا منہ کڑے میں چھپا کر وہ نہ مانہ

میں چلا گیا۔ صوبہ دار میرجہ کے پیچھے گیا۔ اور ہر در
اب اکیلا اون خیالات میں محو کہ جتنا آواز نہ لبس حال ہی
میں متقابل ہوں کے آسانی سے ہو سکتا ہو رہ گیا
اوسکو خود بالکل خوف نہیں تھا بلکہ لبس کا خیال

وڈر نہ تھا۔ چاند چمک رہا تھا اور اوس سے بڑا
شوشل در روشن کے معلوم ہوتی تھی اور پھاٹک کی
ڈیواروں پر سے دیکھنے سے معلوم ہوا انھوں نے
سوار اور نصف تھے خیر گنگا راسے کو ایک فحانی
ٹھوڑے غبار دیکھا۔

صوبہ دار میرجہ نے ایک دستہ پو پھیا۔ تم کون ہو گے
در ایک ٹاپک۔ رسالہ کا۔

وہ اور کیا تم چاہتے ہو نہ پھر ہی۔
در نہیں صاحب۔

وہ پھر کیا۔ لوگ بلا کسی وجہ کے۔ ہرگز اس طرح
نقدارہ نہیں بجاتے۔

در میں بیان مسو سواران حسب اسکا شمس الدین
خان رسالہ دار سواران کے دو گورالو گون کے لیے کہ
ایا ہوں۔

را اپنی سبوتل کر سے نکال کر تم نہ تھلائے اور
رسالہ دار کے کہنے سے ان لوگوں کو حوالہ کریں گے
تھپڑنے چلا کر کہا۔ "تو شاہ دہلی محمد بہادر شاہ کے
حکم سے دینے ہونگے۔"

در ہم کسی کے کہنے سے نہ دین گے جب تک ایک ایک
پتھر اس گھر کا موجود ہی۔ ہم نہ تھلائے۔ بھائی تم گفتگو
کر و پڑے ہو اور بیان حکم دو۔

زمیندار کا چہرہ ہر دو ہو گیا۔ اور جس طرح شبنم
کے قطرہ گرے اور طرح سے اس کے چہرہ کا پسینا
نکل سوتوں کے چمکنے لگا اور وہ خوف سے ہتھ
ڈٹا۔

صوبہ دار نے پھر کہا۔ "تم دیکھتے ہو۔
کہ ہم نے انکو جگہ دی۔ انھوں نے ہمارا ٹک
اور دہلی کھایا جو پس اس کے جسم ہارے سائے
پاک ہیں۔ جاؤ شمس الدین ان جسے تھکو بھیجا ہو اوس سے

وہ شخص بہت بودا معلوم ہوتا جو متنے کی بکرا لکھی کیا
 ذرا اس صلاح پر کہ اگر کوئی فرج کل آوے تو نکلوا اسکے
 حوالہ کر دینے

”صوبہ دار بہادر آئیں“

بھوانی لال (ہنسکر) بد قبل اسکے وہ نایک جا کر آئے
 بھلے مانس سابق ٹھگ اور جھلسا ز کرنل کو رپورٹ
 کرے مین ایسا بندوبست کرونگا کہ ہم لوگ بہت
 فاصلہ پر ہو جا دیں گے۔ تجھ کو بھی بھاگنی پڑے گا۔
 اور اس طرح سے سب الزام اپنی گردن پر آجی جانب
 سے رکھ لوں گا کیونکہ بمقابلہ قنوجی لال کے تھانہ صفت
 برداشت کرنے کے خود محصور ہوتا پسند کروں گا۔
 دو مین کافی طور پر شکریہ مینیں ادا کر سکتا۔ لیکن تم
 واقع ہو کہ مجھ کو اس لکڑی کا بھانا نہایت ضروری
 ہے۔ اور مصیبت بھی برداشت کرنی ہوگی اوس
 ٹھکر مین ہوں۔“

”میری موجودگی سے یقین ہے کہ بہت کم ہو جاوے گی۔“
 درتھاری ہندو عورتیں نیک فرمیلی صوبہ دار صاحب
 مثل ہماری انگریزی لکڑیوں کے ہوتی ہیں۔ صرف
 فرق ایک کو دوسری سے یہ ہے کہ ایک جمذب زمانہ اور
 ملک کی بنی ہوئی ہے۔ اور اس باعث یہ تکلیف اور سہر
 اوسکے واسطے نہایت ہی خوفناک ہیں۔“

”و مین اپنے تئیں تمھارے اور مہم صاحب کے حوالہ کرنا
 ہوں۔ کیونکہ اگر بیان رہا تو شاید میرے گولی ماری
 جاوے گی۔ یا میری ہی پلٹن کے آوی جو دہلی پہنچ گئے
 ہیں تو پ پر رکھ کر ڈاؤڈا دیئے کہ اوسکے مذہب اور آزار
 سے باہمی ہوا۔ (گھڑی دیکھ) اب پانچ گھنٹہ صبح ہو
 مین باقی ہیں۔ تاہم اس قدر عرصہ مین بہت کچھ ہو سکتا ہے
 مین ایک پڑاوتا سپاہی ہوں اور کن یہ سپاہی گرنے سے
 خوب ڈرتا ہوں نہ اگر لکڑی ہو مین گہنی تو چنے کے واسطے

اوسکے یہ کمان معلوم تھا اس مرتبہ یہ خبر ہوئی کہ
 کی جانب سے دشمنوں کو ملی ہے کہ جنھوں نے اب توبہ
 کیا۔

چھیالیوں باب

پھر بھاگے

ہندوستان مین ایک غیر متعصب سے غیر متعصب
 اور نیک دل یورپین کی پریشانی کا پورا اسباب کیجا
 رہتا ہے۔ پڑاوتے اور عجیب ماوات اور خیالات کہ جو ہزار
 سال سے بلا تغیر چلے آتے ہیں۔ لڑکپن اور وادیات
 عادت زندگی اور مذہب برادری اور توہمات سے
 ہندو اور مسلمان سب کے با دیکرستہ اوسکے مخالفت
 ہوتے ہیں۔ اور وہ بہت میل جول نہیں کر سکتا۔
 پورا بھی تک چاندنی مین وراثت کے اندر مضمون رہا
 اور غور کرنا تھا اوسکو یہ تجویز کرتے خوف معلوم ہوتا
 تھا کہ وہ اور لینا تنہا اب پھر صعوبت سفر برداشت
 کریں۔ کیونکہ اب خوف پیدا ہو کہ مین بودا زمیندار
 اوسکوشاہ دہلی کی نذر کیے واسطے روک نہ لے۔ اس
 خیال کو صوبہ دار میر نے روکا کہ جبکا چہرہ اور وقت
 کسی قدر سیاہ تھا۔

”میرے بھائی کو بہت تشویش ہو اور مجھ بہت لڑائی
 ہے کہ اوسکی تباہی کا مین باقی ہوا۔“

”میں سمجھ گیا مجھ کو مین رخصتے کے باعث ہی نہ۔“
 ”میں صاحب لیکن مین کیا کر سکتا ہوں۔ نہیں یہ
 ممکن نہ تھا خاموش کھڑا رہتا۔ اور آپ لوگوں کو
 اوسکے حوالہ کرتا کہ وہ بد معاش آپ کی جان لینے۔“
 ”مجھ کو اسکا نہایت افسوس ہے۔“

”میں نے آج شب کے واسطے اپنے بھائی کو کہہ
 راضی کر لیا ہے۔“

خدا ہی اکیلا جانتا ہو ۛ

لینا نے افسوس کے ساتھ سانس بھری اور اپنے ماتھے کو

اسے تہہ بہرہ کے ماتھوں میں بہت عرصہ تک رکھو او

اور گلاب انہیں مثل بھائی وہیں کے افسس ہو گیا تھا

انہیں کہ جو خوف اور جدوجہد سے پیدا ہوا تھا مگر دنیا کے

نرم ماتھوں نے اور ہی کچھ اثر پیدا کیا تھا۔ لینا نے

اپنی حالت سمجھ کر ماتھے پر ہنسی ہوئی اوس کے ماتھے سے نکلا

کیا۔۔۔ ہو کہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہیے اور کپتان پرور

اپنا سفر شروع کرنا چاہیے ۛ

وہ آئین کپتان پرور را ۛ

وہ تجو یہ تو خیال نہیں ہو کہ تھارا عمدہ تم سے لیلی

گیا ہو ۛ

وہ تعین لینا۔ مگر تھاری زبان سے کپتان کا خطاب

نہیں پسند کرتا ۛ

وہ کیوں ۛ

وہ صرف اس باعث۔ صرف اس باعث کہ۔۔۔

ہنس کر وہ کیوں ۛ

وہ تھارے ماتھے کا پتے معلوم ہوتے تھے جس سے

ظاہر ہوتا تھا تم اس باعث شرمسار ہو کہ مجھ کو

کی نسبت کوئی مہربانی کا خیال دل میں گذرا ۛ

وہ ادبیک سلطان کرو گو میری حالت دردناک ہو۔

لیکن پہلی باتیں اب بھول جاؤ ۛ

وہ لیکن دیکھو وہ بھوانی لال ایتے ہیں۔

بھوانی لال اپنی بائیں بھل میں کچھ کپڑے لپکا آئے۔

وہ صاحب ہوا اپنا جھیس بدلنا چاہتے اس سے ہم

جلد جاک سکیں گے ۛ

وہ لیکن میرا چہرہ دھوکا دیا ۛ

وہ نہیں اوس کے بعد نہیں کہ جب میں ہوشیاری سے

رنگ دور تھا۔ یہ کہہ کر بھوانی لال نے ایک پہل کاڑھ نکالا

طیارہ کرو۔ اور ٹھوچی لال یا اسکے دوسرے عزیزوں کو

اسکی اطلاع نہ کرو۔ میں ٹھیک بارہ بجے تین گھنٹے

پا پر بھاگ پر طیارہ رکھو گا ۛ

وہ کیا تم دراصل میرے سب انتظام کر سکتے ہو ۛ

وہ اور زیادہ کا بھی اگر ضرورت ہو گی تو کیا بیان لیتے

لوگ، میں جنہیں بھتا ہوا اپنے دوسرے بھائی کے مجھ کو

نیا وہ اہستہ بڑھو ۛ

کتنے کے جھوٹے اور بگل کے بچاؤ سے جو کشت کا پیدا

ہوا تھا اوس سے لینا حسب معمول نہ سوئی تھی اور

ڈرائنگ روم میں نہایت پریشانی کے ساتھ جہاں

سب جہان سوائے ایک کے گل ہو گئی تھی۔ پرور کا

انتظار کر رہی تھی۔

وہ یہ جو شور و غل ہوا تھا یہ وہی تھا لیکن اس آواز

زمیندار میں ایک عجیب تبادلا ۛ

وہ تبادلا ۛ

وہ تھنے دیکھا ہو گا کہ کچھ عرصہ سے وہ ہم لوگوں سے

اوسط سے مخاطب نہیں ہونا جو جس طرح سے ہونا

چاہئے ۛ

وہ بلا شک میں نے دیکھا تھا کہ وہ سرد مہری سے

پیش آتا ہو ۛ

وہ پس صوبہ دار تجویز کرتا ہو کہ ہم لوگ آج شب کو یہاں

سے فوراً جھڑ جلد ہو سکیں اوس قدر بلا کسی سالن

کے چلن ورہ خوف ہو کہ میں ہم لوگ محمد شاہ کے حوالہ

نہ کیے جاویں ۛ

پرور نے کس قدر سنبھل کر گفت گو کی لیکن اوس کے طرز

کلام سے فکر اور تشویش ظاہر ہو جاتی تھی۔ جواب دیتے وقت

لینا قہر سے آئی اور کہا۔۔۔ تھارے چہرہ سے ظاہر ہوتا

ہو کہ تم کو اسکے متعلق ابھی اور کچھ کہنا ہو۔ لیکن افسوس

نہیں معلوم یہ معاملات کہاں ختم ہونگے۔ ۛ

اور ہر دور کی گردن اور منہ پر لگایا کہ جس سے وہ بالکل
تائید ہو گیا جس چہرے کو دیکھ کر متعجب ہوئی
ہر دور کی بالکل چہرے چہرے ہو گئی تھی اسکو
چہرہ پہنایا گیا اور ایک بڑی ٹوپی ایرانی سر پر بھی گئی۔
صوبہ دار میرے جو اپنا بھیس بدل چکا تھا اطمینان سے
کپڑے پہنا کر کہا وہ چہرہ آپ صاحب جہان نہیں ظہور
بالکل نغان کا بھیس بڑا کرنا سکتے ہیں۔ یہ چہرہ میں
افغانستان سے اسوقت لایا تھا جب میں برکھیلر
ہلک کے ساتھ وہاں گیا تھا۔
وہ لیکن لیڈی ڈاکٹر کو بھیس بدلوا گئے۔

وہ میں نے اونٹے واسطے بھی بندوبست کروا دیے۔
وہ ہلوگ کس طرح تھا ان مہربانوں پر شکوہ اگرین
دو کپتان صاحب اسکا بھی وقت آویگا۔ امیر آدمی
جب لڑتا ہوا تو اپنے چہرے کی اور غریب اپنی کپڑے کی
فکر کرتا ہوا۔ میرے پاس صرف اب ایک وردی ہی اور وہ
بھی سڑی ہوئی لیکن تمہارے ذریعہ سے بت کچھ امید
افغانی بھیس میں کوئی ان سے نہ بول سکے گا اسوقت
تک جب تک کہ ہم ڈاکٹر یا کسی دوسرے فرقہ کے
باتھ روم پرین۔
اب لینا کو اسنے ایک بہت ڈھیللا ڈھالا چہرہ جسپر
ریشمی اور عمدہ کام بہت بنا ہوا تھا پہنایا۔ ان اپنے
ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں ہر دور اور بھوانی لال نے
ہتیار رکھے۔

بھوانی لال لیڈی کے ساتھ ہونے سے کوئی شخص
ہمیشہ نہ کرے گا کیونکہ یہ سب لوگ جانتے ہیں افغان
نوحہ اور رشک سے بھرے ہوتے ہیں اپنی عورتوں
میں دوسرے مسلمانوں کے بندھن رکھتے بلکہ جانتے
سفر کرنے کی دیتے ہیں۔ یہ سفر کھڑوں کی
بیٹھ پر جاسے گاڑیوں وغیرہ کے کرتی ہیں۔ لیکن

افغانوں کا دوسرا سبب خبری اس باعث بہت سے مسلمان
فارسیوں سے نفرت کرتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت علی کے
معتقد ہیں انکی پانچویں ذہن سے حمایت ہوتی جو
اس باعث ہر شہری کو ناگہانی سر سے نہ سہٹا۔
وہ صوبہ دار یقین اسنے میں خوب ہوشیار ہو گیا
فانوس فی موش کر کے بھوانی لال ان لوگوں کو بہت ڈھیللا
کھڑکی سے ہلو کر آدھے میں آیا۔ وہاں سے دیوار کے
اوپر گرہ نیچے آیا۔ کسی نے گھر میں نہ دیکھا کہ شاید سب
سورہ تھے سوائے زمیندار کے جو دیکھ رہا تھا کہ کچھ
تکلیف وہ مہمان کیا کر رہے ہیں اب وہ دوسرے دن کے
مہجروں پر نہایت تکلیف اور فحشوں سے غور کر رہا تھا
چاند بھی روشن تھا اور ایک شخص تینوں گھوڑے
لیے چھاگ پر بکھرا تھا۔
صوبہ دار نے مونچھوں کو ہلا کر کہا میں صرف ایک
گھوڑا اپنے بھائی سے عاریتاً لیتا ہوں۔ ایک تو
ہاؤس میں ملٹن کا میرا چاچا اور یہ آگیا تو بچا نہ والا ہے
اب جیسے ہی بھاگے۔ اسے کہہ کہ کتوں سے بھوکا نہ ہو
کہ کہ جھگو بھوانی لال سے آؤ اور دیکھو نا موش
کیا۔ ایک لمحہ چہرہ کے بعد یہ دیکھو وہاں سے اب میرے
گاتوں کے مکانات سب اندھا دھارہ کے سوائے
ایک جھوپڑے کے جو بندروں کا ہسپتال تھا۔
یہ جاری تھے بنوایا تھا جسکی خوراک وغیرہ جاشری
دیتے تھے۔ لیکن کوئی چراغ روشن نہ تھا۔
ہر دور نے پوچھا کہ طرف چلین صوبہ دار نے لینا کو
ہر دور اسوقت بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔
کیونکہ اس کے داشت موتیوں کے سے تھے اور اب
سیاہ مونچھوں کے علاوہ لمبی داڑھی تھی کہ جسپر اگر
دیکھتا تو کوئی دوست محو فیہ لباس کا بھی نہ کرتا۔
وہ میں اسکا کہتا ہوں کہ ہم لوگ جہاں آباد کے قریب

نہ سُنائی دیتی تھی۔ گھوڑے ورنہ خون میں بانڈھ رہے
گئے اور اونکو دانہ دیا گیا جو ہوشیاری سے کھاتا
صوبہ دار اپنے ساتھ لایا تھا۔ صبح کی ٹھنڈی بخیر
ہو اپنے لپٹا کو کس قدر لٹا شش کیا۔ اس کے نرم چہرہ
چمک اٹھے اور مسکرا کر ہر ور سے کہا: ”میں اس قدر
تھکا گئی ہوں اگر ہو سکے تو سونے کو جی چاہتا ہوں“
در لینا اگر نینا کے تو سو لو کیونکہ آج شب بھر سکو
بہت دور تک سفر کرنا ہی۔“

وہ اگر میں بھی تو ضرور چر کہ سالہا سال تک اسکو
خواب میں یاد رکھوں گی۔“
یہ سو گئی اور اس باعث وہ اس خوف و تشویش
سے بچ گئی کہ جو اس کے دونوں ساتھیوں میں تین
سواروں کے آجانے سے پیدا ہوا ایک اس میں اودھ
کا کوئی رئیس تھا اور دوسرا اسکا خدمتگار جو
جنگل سے آرام لیکر اب باہر جاتے تھے۔ ان لوگوں
نے اپنے گھوڑے تیز کرے اور سوال کرتی ہوئی نگاہ
سے دیکھا۔ یہ تینوں بڑی سفید پکیریاں بنے ہوئے
اتھ و دھڑلای بڑی ڈھالیں اپنی پیٹھ پر لٹکائے
تھے ایک انکا بہت قیمتی کپڑے پہنے ہوئے تھا اور
چند میں بہت اچھا کام تھا۔ ہر دو کو بہت خوف
معلوم ہوا کہ کہیں لینا چم نہ پڑے اور منہ سے
برقع اٹھائے اور یہ لوگ دیکھیں کہ یہ گور لوگ۔“

میں
وہ تم لوگ صاحب کون ہو؟
وہ اٹھان ”صوبہ دار کا جواب تھا۔“

وہ اٹھان یہاں!۔“
رومان صاحب اس میں تعجب کی کون جگہ پر؟
وہ تم او سطح سے گفتگو نہیں کرتے سطح سے
وہ لوگ کرتے تھے کہ جسے کابل میں سری لاما ہوتی تھی

جو یہاں سے بچاؤس پر قیام کر گئے۔ جہاں پہلے
قیام کو شاید کوئی جنگ نہ لیا ہو۔ اور وہاں سے کسی
اسٹیشن کو پہنچے ہوئے کسی یورپین اسٹیشن کو پہنچے
جاویں۔ اس وقت مجھے کوئی تدبیر سوائے اسکے نظر
نہیں پڑتی۔“

وہ اور مستول بھی ہو (گھوڑے کی مالک کہ پھر کر) تو
وہ جہاں آتا کو؟

وہ جہاں آتا کو بلا شک جائے۔ یہ آواز ایک دوسرے
شخص کی تھی کہ جو ہر وار کے قریب لپٹا ہوا تھا۔ اور
جسکا بدن گھم سے اندھیر سے میں نظر نہ آتا تھا۔
مثل گڑیے کے سیاہ تھا۔ اور جبکہ بال بہت سے لڑکے
رہے تھے۔ اسنے اپنے ماتھے ہلایا اور کہا: ”فرنگی
افغان کے بھیس میں ہیں۔“ اخاہ افوہ سنیوں
کے بھیس۔“ یہ گور اسے فقیر تھا کہ جو کچھ تہ لگا
گو گیا تھا۔ اور نایک اور سپاہی دہلی کو لوٹ گیا تھا
جہاں اب یہ بھی اپنے گھوڑے خوب تیز کرنا ہوا
چلا گئی۔“

بیتا لیون باب

ٹوٹا ہوا بیل۔

بہت بلدیہ لوگ علی مرد اٹھان اور کرناں کی
سڑک کے اوجھان محل گئے۔ بھوانی لال نے چونکہ
بھوجی حالات ملک سے واقف تھا۔ اس باعث
اسنے تجویز کی کہ ہم لوگ بھجا گیت کے قریب والے
لکڑی کے پل پر سے ہو کر جہنا کے اوس پار چلے جاویں
سڑک کے یہ نہر کے اوجھان محل۔ اور چونکہ آفتاب کی
صفت زیادہ تھی اس باعث جنگل میں آرام کو کچھ
جہاں مرغیاں کثرت سے تھیں۔

سوائے خدروں اور پیچھے کی آواز کے کوئی آواز

پہنچے کیا۔

وہ ایک چربی کے کارتوس نے تو اس وقت کام دیا۔
لیکن اب اور کوئی مصیبت آنے والی تھی کہ حبیب
صوبہ دار میجر نے ایک آہ کھینچی۔ شرک ختم ہو گئی تھی۔
اور اب آگے ایک تنگ چہنہ تھا جو ریا سے جن میں جا کر
ملا تھا اور اس رابطے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ کیونکہ رانا
پل جو علیمہ انخان نے بنوایا تھا بالکل ٹوٹ گیا تھا۔
زور شور سے رہ رہا تھا۔ اور زیادہ دشمن نہایت خفیہ
اور تدبیری دیوانہ جوش کے ساتھ پیچھے تعاقب کر رہے
تھے۔

اٹالیوں باب

کرنل پر ساد سنگھ اپنے گھر میں

اب یہ قریب قاتلہ مٹی کے تھا جب جو ہاٹھ میں
پھر وہی واپس لیجاوٹے جواب بالکل سپاہیوں کے
محاصرہ میں ہو گئی تھی اور جکی تھا اور فز پر زبرد ہر
تھی اور پادری مناج کے عالیشان محل اور منار
کی سیر کرانگے۔ سورا بھی تک سنگ مرمر کی چھت پر چڑھتے
تھے۔ بڑی چڑیاں ابھی تک کارنسون پر چڑھی تھیں۔
پھول اور میوہ جات کے درخت اوسی طرح سے خوشبو
دے رہے تھے جس طرح سے کہ ہم لوگ پھلی خندہ دیکھ کر
تھے۔ چڑیاں اور شہ کی کھیاں اوسی طرح سے اور قی
تھیں۔ لیکن اب محل کا کوئی نیا مالک تھا۔

اندر کے عالی شان ڈرائنگ روم میں انگریزی سالان
ابھی تک موجود تھا۔ عمدہ انگریزی کرسیوں اور موزوں
کی جگہ پر اب نئے مالک مکان صاحب حیاتی پرکیر لگا
جلوس فرماتے تھے جو کوچوں اور بچوں کی گروہوں سے
نحال لے گئے تھے۔ پر ساد سنگھ ساہتی ٹھک و خولہ
ادب کرنل ۵۴ دین ملٹن فرج بجایے اپنی مددی

یہ کہ لنگھارے کے پتہ دینے کے موافق ایک سرخیش
بت سے سپاہیوں کے پتہ لگانے کو بھیجا گیا تھا۔
لینا نے دھیمی آواز میں کہا۔ کیا معلوم تھا کہ ہمارے
اس مجلس سے بھی صرف استدر ہی مطلب بنے گا۔
کہ یہ خوش قسمتی تھی کہ بس و سٹن اچھی گھوڑے پر
سوار ہو بیوا لی تھی۔ تادم اس تو بچانہ کے گھوڑے
نے تھک دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ تک ایک میل کا جیل
انہیں اور تعاقب کرنے والوں میں رہا۔ لیکن رستہ
کے سوار آخر کار غالب آئے۔ اور پھر وہ لوگ

جنھوں نے خرب کرل ریلی اور تہہ دین ملٹن کے
دوسرے افسروں کی جان لی تھی اب وہ لوگ غضبناکی سے
اپنے گھوڑے تیز کرے ہوئے۔ کبھی گڑھے میں گھوڑے
ڈالتے۔ کبھی سپاہیوں سے ٹکراتے۔ بعض اوقات
کھیتوں کو پال کرتے۔ خیال نہیں کہ کمان جانے ہیں
جس قدر آگے بڑھتے اور بقدر انکو اب شرک خراب
اور زیادہ اونچی نیچی زمین لیتی۔ جب تک پھر نہایت
غضبناکی سے انکی طرف دیکھتا۔ ایک سوار سے
آگے لگ گیا۔ شاید اچھا سوار تھا۔ جب کہ دردناکی
سے دیکھا یہ شخص اوسکی دھڑکی پہنچے ہوئے ہی
استے دل میں خیال کیا کہ اگر دنیا کا گھوڑا اگر تو صوبہ دار
اپنی جان اوسکے ساتھ دیگا۔

لیتا گھوڑا خوب بڑھاسے ہو۔ سیری پیاری کٹھی
جی رہا اور لگھم ڈھیلی کر دو۔ یہ یہ معاش کیا ایک
کے واسطے کئی مین۔ مجھ کو افسوس رہ جاوے گا اگر میر
ایک کہ مار کر بھی نہ مرا۔

یہ لنگھوٹ پستول اپنی نکال لی اور گھوڑا استدر تمام کر
کہ وہ سوار آگے خوراک گولی سر کی۔

نہایت پیچھا مار کر اس سپاہی نے اپنے ہتھیار چھینے اور
گھوڑے سے گرا جسکے ہر دسے اپنا گھوڑا اپنے ساتھ لے

معمولی مشرقی کپڑے پہنے سفید بکڑی سر پہاڑے ہوئے
تھے نزدیک حضرت پاڈری صاحب کا بڑا حقہ رکھا
ہوا تھا۔ یہ بہادر افسر اپنی جبب میں گھڑی لگائے
اور انگوٹھیں پہنے ہوئے تھا کہ جو میرے ہودے
سے چبئی گئی تھیں اور جن بربک کے ساتھ ایک حقہ تھا
کپڑے حضرت کے بالکل کسے ہوئے تھے۔ قریب ایک
بڑا سا شراب کے ٹھنڈے کرنے کا برتن رکھا ہوا تھا
اوگالان پان کھا کھا کر حضرت تھوکتے تھے۔

اب حوالدار پر بہت حیرت انگیز تبادلہ ہوا تھا
اب ب مشرقی تکلفات اور سکوا حاصل
ستھے کہ جوا سے جبر نہ بلوہ سے حاصل کی تھیں
اب جو تھوہنے والے نظر آتے تھے۔ کیونکہ اہل شہر ایک
دوسرے پر حمل کرتے اور ہر ایک ہفتہ میں ایک آج
کو تو ال توپ پر گھنگر اور دیا جاتا تھا۔

اس شام کو جس کا ہر ذکر کر رہے ہیں کرنل صاحب نے
چونکہ اپنے دو ہندو خدمتگاران کو برخاست کر دیا تھا
اس باعث پان کیٹ مسن سے بنو اسے تھے سفید
رنگ کی خادمہ حضرت کی ملازمت میں تھی۔ یہ وہی
کے تکیہ پر جھک رہی تھی۔ خادمہ مشرقی پوشاک پہنے
پہنے تھی بلکہ اپنی ہی۔ کیونکہ اس کو اپنے اور اپنی بہنوں
کے کپڑے مل گئے تھے۔ چار ہفتہ ہو گئے تھے جبکہ
اس نے اپنے تین رائے خیال کر لیا تھا اور تھوڑے زمانہ
سے وہ پر شاؤ سنگم کے ماتھون میں ایک عجیب طرح
پڑی تھی۔ اور ابھی تک فضل خدا سے نہ تو اس کے
کوئی برابر تاؤ ہوا اور نہ ماری گئی۔

جب یہ پیر گھر میں لائی گئی تو پر شاؤ سنگم نادانہ
تھا کہ یہ پاڈری مسن کی اون کھوئی ہوئی لوگوں کے
ہو کہ چکی تلاش میں مرزا منگل نے زمین و آسمان کے
قلا بے ملا دیے میں جس کے واسطے ایک توشا شنی کا

انعام دیے کو وعدہ کر۔ جب وہ ایک شب اس کے مکان
میں رہ چکی تھی اور سکومرزا منگل کے حوالہ کرتا کہ اپنی
سلامتی کو خطرہ میں ڈالا تھا اس باعث اس نے کیت کو
اپنے واسطے رکھا۔ لیکن ابھی تک کما نڈرا خراج مرزا منگل کا
خوف لگا ہوا تھا۔ اس کے خوف اور اس خیال کے
باعث کہ کس طرح سے اس کو چھپائے اس سے اچھی طرح
سے سلوک کرتے۔ اور اپنے دوسرے ملاقاتیوں فقیر
گنگا راے۔ رسالدار شمس الدین خان اور خاصکر عالم
پاڈری و مسن صاحب کے خدمتگار سے علیحدہ رکھتے جو
ایک بار بھی دیکھنے سے بچا جان لیتا۔ چاندنی چوک کا
اگر لائق پارسی سوداگر اور اس کے دوسرے ہم مذہب
ہرے برتاؤ سے بچے تو اس کی وجہ یہی تھی کہ پر شاؤ سنگم
اس کے ظاہر کرنے میں کہ کون اس کی قید میں جو خود خوف
تھا۔ اب اس کا خوف روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ کہ
کسین پارسی سوداگر بار سالدار سے کوئی چاکر نہ کہہ دے
کیونکہ وہ یازندہ کیت کی قیمت سو مہ لگا کر لیتی ہے۔
استقرار اس کو خوف تھا کہ ایک روز پارسی سوداگر کے پاس
جا کر اور بہت دھکی دیکر یقین دلایا کہ دو مہم صاحبہ
دہلی میں نہیں ہو لگا کر نال کو میں نے بھگدیا ہو گی
جب پر شاؤ سنگم چلا گیا۔ اس پارسی نے اپنے دل میں
کہا یہ اگر یہ مندو کنگا منگھا ہو کر بھی سر کھائے
تو مجھ کو اس کی بات کا یقین نہ آوے۔ مجھ کو نہ کسی کنگا
اعتبار ہو گا خواہ وہ پیغمبر کی چادر پہن کر قسم دے کیوں
نہ کھائے۔ مجھ کو صرف فرنگیوں کا اعتبار ہو۔ غریب
فرنگی کہ جنھوں نے اس طرح سے عملداری کی اور سیکو
تجارت کرنے دی۔ لیکن دوسرے روز جب سفید کپڑے
کی لٹکی اور اس کی دوکان پر اسباب خریدنے آئی تو بارگاہ
اوس سے کہاتے من کی ہوی اپنے باپ کے گھر میں پر شاؤ سنگم
کے ماتھون میں قید ہو گئے

میری خادہ ہو کہ جسکو میں مکر سے لڑنے کے دیتا ہوں
سکتا ہوں۔ یاد دہانی کے بد سائنوں کو حوالہ کر سکتا ہوں
کہ وہ شر پر ہر دن اور ماحول میں کیلیں مجھ پر
کیسے اس قسم کی گفتگو سے اب ایس ہو گئی تھی اس غیث
اور سکون نہیں اور نہ تعجب معلوم ہوا۔

میرے ساتھ شادی کیا تم واقف نہیں کہ میری
شادی ہو گئی ہے؟

ایک بد سائن فرنگی سے جو شاید مر گیا ہو۔ لیکن مر گیا یا زندہ
اور میں ہر جہی کیا میں تم سے شادی تیار ہو کر سکتا ہوں
پھر آؤ! میں ان سے نہیں آتا ہوں انکو۔ وہ کہیں ہنسے
نفرت کرتا ہوں۔ وہ کہیں تو میں گلے میں رومال لپیٹتا
ہوں۔ کیا تم خوف کرتی ہو۔ اگر میں چلے مر گیا تو تم کو
بستی ہونا پڑے گا۔ اگر یہی خوف تو تم سنی ہونے سے بچ
سکتی ہو کہ دوسری قوم کی ہو۔ تاہم میں نے دیکھا ہے کہ
رائیان چار مختلف قوم کی رنجیت سنگھ کے ساتھ تھے
"میں صاحب تمہاری ایک بات کے واسطے مشکو ہوں"
"وہ شکر بہت خوش ہوا۔ وہ کیا شو ہوگی؟"

وہ تنے غریب پارسی کو ہنسا اس باعث تعین دی کہ اپنے
مجھکو بھائیے۔

وہ گویا قراقرش پرست ہوتا ہوا اسکی بہت عزت
دہلی میں ہے۔

وہ کینو کہ وہ تو ایک پارسی شہ ہے۔
وہ ان اسکی بھی وجہ ہے۔

وہ ان بطور سوداگر آمد جیلے مانس کے۔
وہ محسن جی کی نسبت مشہور ہے کہ وہ مالدار لوگوں کے

تاخیر اسکی قیمت پر اور غربا کے تاخیر کم قیمت پر اپنا سب
فروخت کر کے مالدار ہو گیا ہے۔ اس باعث وہ کامیاب
اور ہر دل عزیز ہے۔

یہ میری سوچوں سے پان کی بر آتی ہے۔ تاہم تم
پر خداوند کے او سوت زیادہ خوف کھایا کرتی

کچھ کچھ یہ پھر پہلے ہی میں کہتا۔ میں کہتا اس
بڑی کوئی بات کو دیتا۔ کیا سب عقد عورتیں

جو کشمیری اور وہاں کی عورتیں اور ان کے سامنے نہیں
لائی تھیں اور مثل مسلمان مرد و بیاہنے کے لگنے

چھوڑے تھے اور ان کے پاس کیا فعل کا زمانہ لاہور اور
تبریز کے شہر کی خوبصورت سے خوبصورت عورتوں

میں تعین کیا ہوا ہے میرے پاس تو صرف یہ ہی ایک
وطن ہے۔ مگر کہ میں اسکو چھوڑنے پر مجبور ہوں

تو کہ حوالہ کرنے کے سبب کوئی ایک قریب بھی ہو
پھر وہ بہت بڑی ہو گیا تھا۔ کپڑے سیاہ تھے

اسی طرح میں اس پر چمچ طرح سے عادت کے
موانع چھوڑتی تھی۔ اسنے پان دینے وقت پر سنا

تے کہنا۔ میں کہوں کہ آپ کو خوش کر رہی ہوں؟
وہ ان کر سکتی ہے۔

وہ تنے سہانی تو حاصل کر لی ہے یہاں تم زندہ ہو
اور کیا تم اب چاہتی ہو؟

وہ سچ جی میں اپنے دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔
یہ اب ایک ذریعہ ہے کہ جس سے تم مجھکو خوش کر سکتی

وہ کہو صاحب وہ بھی کہو۔ یہ کہہ کر خوف سے کہ نہیں
معلوم کہ کہو آنکھیں بند کر لیں۔

وہ وہ یہ جو کہ تم اپنی زبان بند کرو جس سے سوا
انفس کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ میں تمہارے ان

انفسوں سے پریشان ہو گیا ہوں۔
خوشی دیر تک اسکی طرف اسنے دیکھا اور اسنے

خوبصورتی اور حسن سے سیکندرقیست ہو کر اسکا ہاتھ
پکڑ لیا۔ تم اسقدر خندان اور ظالم کیوں ہو۔ کہو

میرا شکریہ ادا کیا جاتے ہو تم مجھ سے محبت کرو گئی
اور نہ شادی تو کیا میں اسکو بوسے کر سکتا ہوں۔

یہ میری سوچوں سے پان کی بر آتی ہے۔ تاہم تم
پر خداوند کے او سوت زیادہ خوف کھایا کرتی

عجب یہ بھنگ کی ترنگ بین مست ہوتا۔ کیونکہ نہ تو اس وقت
 اس کو مرزا مثل کا خیال بہتانا کسی دوسرے کا۔ رات
 بہت خوفناک بتھا بلکہ ان کے معلوم ہوتی تھی۔
 جب یہ رات کو سوتی کمرہ بند کر لیتی۔ اور جب وہاں لیتی
 یہ ارادہ کر لیتی کہ اگر پر سناؤ سنگہ ذوق کرنے کو آیا تو پیچھے
 چلن پر کہ جو۔ ہفت ہی کو دو کرجان دیگی۔ خدا سے
 دعا مانگا کرتی کہ اس کے گناہ معاف کرے۔
 یہ حالت روکن لمن کی چاہتی ہوئی وہ وطن کی ہوئی
 تھی۔

جب پر سناؤ سنگہ میں نوکری پر جاتا چھاگ بھنگی
 بند کر جاتا۔ ایک گاؤں مہیشہ اس کے مکان پر رہتا۔ کیونکہ
 یہاں ایک رنجیت سنگھ کا سا جھنڈا لگا رہتا۔
 بہت سی راتیں اولن لائق ملاقاتیوں کے ساتھ گزرتی
 جاتی تھیں جبکہ اس پر ذکر کیا گیا ہے۔ جب یہ سو رہتا تو اکثر
 طبلہ دستار۔ اور ناخن والیوں کے گانے کی آواز
 سنتی کہ جو پر سناؤ سنگھ کے سامنے ڈرائیگ روم میں
 ناچتی تھیں۔

خو را میری موت ہو۔ اب شاید وہ چلدا چو اور نہیں
 رہ گئی ہوں اور قسمت میں جو ہونا لکھا ہے اس کا
 ابھی ظاہر نہیں ہے جو سوسے خضدناک کے دوسرے ہونگا
 دل میں خیال کرتی اس وقت کیا ہوگا اگر وہ نہیں
 کی جاوے جس طرح سے کہ بہت بڑے شہر کی گئیں ہیں۔
 وہ تک بھی کہ جو اسکے ساتھ گرجاؤ سکونجی و وطن
 دیکھنے لگی تھیں بے حرمت ہوئیں اور بھونکے چہرہ
 بگاڑے کے ذریعہ کی گئیں اور حرمت لی گئی وہ شہر
 سے ان واقعات کے بعد مذہب رہ گئی پاس سے وہ نہیں
 شہر میں کام کر کے بعد چھپا چھپائے آفسو بھنگا
 ہوں اور اس کی روح تاریک اور ناامیدی معلوم ہے۔
 وہ اکیلی تھی بے مدد اور خوفناک طور پر شہر بھی اور
 اس پر بھی اپنے آپ کے مکان میں گونگ ہی میں ہی
 کشتہ لپی لینا اور ہر ورھے۔

وہ جہیز جو اس کی ہر ایک نظر میں سامنے آتی تھیں
 کشتہ کے آفسو کو اور بھی بڑھاتی تھیں۔ کہیں اس کے
 باپ کا چہرہ کتب کبھی لینا کے بھانے کا سامان کہیں
 رہیں کا پولی کے نام رکھ۔ کہیں بچہ والی کے کھوٹ
 اور کہیں حضرت جاک کا خروپ اندلی کا نقشہ پڑا ہوا
 دکھلائی دیا تھا۔ کیٹ ملن کی بچائی دیا کہ مٹی کی
 قرین کرتی۔ لپٹ کھوٹے ہوئے اعز خاصوں کو بھونکا
 گھبرو دھلا اور اس کے پیار سے اور نازک خیالات پر
 گراتی تھیں۔ یہ اس کی گونا خوش قسمت تھی کہ مرزا مثل
 خوف اس کے واسطے ڈھال تھا۔ گو کبھی کبھی پر سناؤ سنگھ
 ارٹنے کا خیال پیدا ہوتا تھا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ
 اگر یہ اطلاع مرزا کو ہوئی کہ کیٹ اسکے پاس ہے تو اس کی
 جان ایک آن بھر بھی بچھڑ جائیگی۔
 کیٹ جب اکیلی ہوتی تو وہ اسباب رنج اور طاعن
 و غلاب ہوتے کہ جو یوں مھو آغور قین کیا کرتی یہ دنا

اپنا منہ اپنے پانگ میں چھپائے ہوئے اس کو کبھی بھی
 یہ خواب معلوم ہوتا کہ دوسرے کمرے سے لینا اور پولی
 بگاڑ ہی ہیں۔

اوپنیا سوان باب

فقیر ایک نئی بات تلاش کرتا ہے
 گو قدر تا ہنس کچھ اور ہمیشہ خوش رہنے والی تھی ہم
 کیٹ کبھی کبھی وہ ملن کی محبت اور عشق کے خرسے کے بعد
 خیال کرتی اور غور کرتی کہ اگر ملن دینا سے چلدا اور وہ
 اکیلی رہ گئی تو وہ کس طرح برداشت کرے گی۔ اس وقت
 یہ دل ہی دل میں خدا سے منائی کہ جس لمحہ وہ اس کے
 اوسرے پیشتر چھوٹا اٹھالے اس کی وفات کے بعد۔

شاید یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ اوسکے عزیز اور اسکا غما
 ایک ہی گھنٹہ کا خاوند بھی مر گیا یا زندہ تو رہا تو یہ
 کو خیال کرتی کہ اب دونوں کو ملائی گی مخصوص
 پر ساد سنگھ کے ماتھوں سے آزاد ہی دل سے گی۔
 اس طرح سے خوف کے دن اور راتیں گزرتیں اور وہ
 اپنے باپ کے گھر میں قید رہتی۔ اپنی شادی کی انگلی
 بالوں میں باندھ لی تھی کہ کہیں وہ قیمتی یادگار اوسکے
 ماتھوں سے چھین نہ لیا جاوے۔ گرد اوسکے پرانی اوسکی
 چیزیں موجود تھیں۔ تصویر و کتب خانہ اوسی ٹرم
 سے تھا۔ لیکن اب اوسکا باب کمان جو صبح اوسکا
 کی نماز کے بعد ایک بوسہ لیتا تھا۔ لینا کمان چلا
 ان کے سنجیدہ رہتی وہ ہنس کھنچ پوچھی اور چھوٹی ولی
 کمان؟ اب ان گردن میں شور مچانے والے سوا
 قتل مچانے والے فقیر طوافین اور نہ بدستنی ہر ایک
 قسم کے اکثر رنگ کے نقشہ میں آتے تھے۔ اسکا دل
 خوف یلن دھڑکتا۔ گو پر ساد سنگھ ہمیشہ عملی گی
 میں رکھتا۔ اور اس طرح سے اوسکی نگرانی یوتی کہ کہیں
 وہ بھاگ نہیں سکتی تھی۔ اگر باغ کے دیواروں کے
 دو جانب بھی گئی تو وہاں سے کہن کو جاوے گی۔ شاید
 اون ماتھوں میں پڑے کہ جو پر ساد سنگھ سے بھی
 زیادہ غضبناک ہوں۔ اوسکو شاید نہیں معلوم
 جا کہ فرخ پانڈے اور اوسکے باپ کا خدمت گار
 عاصم علی اب اوسکے الگ سابق حوالدار کے روپر
 بیٹھتے والوں میں۔ پر ساد سنگھ کو امید تھی وہ وہ
 پلیٹن کے ساتھ عفریہ نانا صاحب کی مدد کو کا پتور
 بھیجا جاوے گا۔ جہاں بعد قتل عام کے ایک سوار
 جنرل دلیہ کی لڑکی کو اوس طرح سے اٹھا لیا گیا جس طرح
 سے کہ پر ساد سنگھ نے کیٹ کو پایا۔ اور وہ غریب لڑکی
 اب تک معلوم نہیں کمان ہی ہمارے سے گول صاحب نے

خیال کیا وہ ایک تہ بھی دہلی کے باہر نہیں اسکو لیکر اگر ہوا
 کہ بس عزا اسفل کے خون کے باہر گیا اویس۔
 اتنا کمزورانت لنگھنے لگا۔ ایک شام کو عرصہ تک کیٹ
 کو تھکا پڑا وہ پر ساد سنگھ کو پان دی رہی تھی اور اوسکی
 ساتھ بولی کی بچھیا بھی چھل رہی تھی۔ اور یہ عموماً عشقہ ہاتھ
 کرنے کرتے سوتے وقت اپنے جہرہ پر رکھ لیا کرتی تھی۔
 پر ساد سنگھ کمر سے پن سوراٹتا تھا۔ کیٹ نے جب دیکھا
 کہ حضرت کو دنیا و ماہی کی تہ نہیں سمجھتے تھے اوسکی
 کہ اندر کے کمر سے پن ہا کر سوراٹے اتنے میں ریشمی پڑ
 دروازہ کاٹھا اور اکیساری و عجیب جھوٹ و سمیان
 سے تھکا ہوا ایک تو بالکل قریب قریب ہی تھا۔
 تھوڑی سی سیٹوٹی پیٹے ہوئے تھا اور بال اوسکے
 کندھ تک تھے۔ اوسکے کندھ تک کھڑا اور گیدڑ کا
 ایک ٹیکال لگا ہوا تھا کیونکہ لنگھتا رہے قصر تھا۔ وہ
 سرخ بھجوری وری بنگال کیولری کی جیتے ہوئے
 تھا۔ اور شکل و صورت اور جسم میں بہت قدر تھا
 اور چہرہ پر اس کے بہت جشت کے آثار تھے کہ جسکے باوجود
 اس کے مونچھیں بڑی بڑی تھیں گناہ کا پتہ نہ تھا
 اور اس حسن و دیباہ کرنے کو ایک ٹوپی بھی بنگال سے
 کی سر پر تھی۔ یہ رسالہ اوسکے الدین حان تھا کہ جو
 اپنے بھائی افسر سے مشورہ کرنے کے واسطے آیا تھا
 کیٹ کو دیکھتے ہی اوسخون نے کچھ باو دیگرے نعرہ
 مارا۔ اور اسکو کڑیا۔
 جس آواز نے پر ساد سنگھ کو جگا دیا اور یہ اتن
 دوڑا ہوا آیا فقیر زور سے چلا یا وہ اور بھا یا او
 دشتوا او اگنی یہ ایک فرنگن ولی میں
 رہ گئی۔
 وہ اور یہ عورت اور پر ساد سنگھ چالاک۔
 وہ تم یہاں کے قدر عرصہ سے پوشیدہ رہتی ہو۔

ہو گئے تھیں۔ ایک بوتل رزم کی یا پاڈھی صاحب کی کوئی بوتل شراب کی و ایک طشتری پان کی لاؤ کہ ہم سب ملکر اس معاملہ پر گفتگو کریں گے۔
 اور وقت سے کیٹ کے مصائب اور زیادہ ہوئے۔ یہ فقیر آدمی وہ چور سوار جب کبھی کوئین ہمیشہ غصہ کرین کہ یہ سامنے لائی جاوے اور باجہ تو بجا سنے۔
 اور کاسے۔ پر ساؤ سنگھ کو خوف تھا انکار کر نہیں سکتا تھا۔ اسکی مسیبت اور خوف کے بیان کرنے کے واسطے ایک بہت طاقتور رقم کی ضرورت تھی۔

پچاسواں باب

جلدی !

اب اس کے ظاہر ہونے کا خوف۔ پر ساؤ سنگھ کو معلوم ہونے لگا۔ بعض اوقات سخت افسوس کرتا کہ اسی وقت کہیں اسکا نہ خاتمہ کر دیا خیال کرتا کہ اب بھی ایسا ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ لوگ اسکو پہچان نہیں سکتے۔

جب ایسے لوگوں کے سامنے کیٹ بلائی جاتی وہ اپنے دل میں کہتی تھیں۔ اے خدا۔ اے رحم۔ کوئی امید نہیں۔ کوئی مددگار نہیں۔ کوئی بچاؤ نہیں گے۔

گنگا اسے سنے اب پر ساؤ سنگھ کے یہاں دو تین بایا ایک آدمی سے آنا شروع کر دیا جسکی وجہ یہ تھی کہ اسکا علیحدہ کچھ منصوبہ تھا۔ کیٹ کی خوبصورتی نے

وہ فریفتہ ہو گیا تھا اور یہ امید تھی کہ وہ کامیاب ہوگا۔ شاید وہ پر ساؤ سنگھ کے ماتھوں سے نکل کر اپنے قبضہ میں لاسکے۔ رشتہ دینے کا ارادہ کیا اور شاید اسکی دل کی محبت تیز کرے حضرت نے

اردو میں غریب خان شری کے جو گٹ کے کان میں مثل سنسکرت وغیرہ کے الفاظ کے جاتی تھی۔

من تکو ایک عمدہ زمین خیال کرتا تھا۔ اور جانتا تھا کہ ہرگز جمنون اور بازار کے لوگوں کو دھوکا دینا پڑے۔ اور انا یہ وہی چھو کر ہی ہے کہ جو اون لمبوں پر پہنچے کے ماتھوں سے کشمیری دروازے پر ملی تھی میں نے اسکا حال بازار میں نہ نہ ہوا اور پر ساؤ سنگھ کے پر شاؤ افسوس غصہ اور حیرت میں گھرا تھا۔ اسنے کیٹ کو ان کے ماتھوں سے چھڑا کر کہا کہ جا کر سے میری لیٹ۔ کیٹ فوراً چلی گئی اور دروازے اندر کے بند کر لئے۔ اور خیال کیا کہ موت آرہی ہے۔ نزدیک پاری پاری ریلوے

فرخ پاؤٹے اور عام علی اور جو لوگ کہ پاڈھی جہا سے واقف تھے اون سے یہ بہت پوشیدہ رکھی گئی تھی اور اب جب وہ ہر ایک گھنٹہ مزار محل کے حکم کا منتظر تھا کہ کانپور کو جاوے۔ اور جب اسنے ایک ڈھکی ہوئی گاڑی کرایہ کر لی تھی کہ دہلی کے باہر اسی وقت چلا جاوے۔ خصوصاً اسوقت ادس آفت سے مقابلہ ہو تو کس قدر مایوسی پیدا کرنے والا امر تھا۔ فقیر۔ ایس وہ آٹھون خوبان پوری ہو گئیں کہ جسکا وید میں فکر ہے۔ قسم بھائی اسے دست تم نے صرف پان تنبا کو ہی پر اکٹھا نہیں کی۔ رسالدار نے جواب دیا کہ کیا یہ وہی لڑکی ہے کہ چھٹی دروازہ پر ملی تھی۔

مدان گے۔
 در خواہ ہے کہ وہ تو پاڈھی و سٹن کی لڑکی ہے۔
 در خواہ غلط ہے یہ میرے شخص سے بیان بھاگ آئی ہے اور یہاں کوئی شخص اس کے حال سے واقف نہیں ہے۔
 کیا تم پر بھروسہ کروں میرے دوست۔

تھیرے مضامین سے کہا ہے تھو خوف کا جو کا ہے۔
 در خواہ۔ اب ہم فرنگیوں کو راستے مارنے پریشان

یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ یہ کم سن چھوڑی اس دنیا سے
 راحت دیتی رہی۔ ابھی اس کے چہرہ سے وہ دل کا حال
 دریافت کرتی کہ یہ لوگ کیا ارادہ کرتے ہیں دور
 غنیمت کہ ہوتی۔ خاموشی سے یہ سنتی اور کبھی
 انجیل کے فقرہ اور سکویہ آکٹ بہت سے بار بار
 لکھنے کے باعث یہ یاد سنگھنے قرار دے دیتی
 تھا کہ وہ تیرے کمرے میں چلی جا رہا تھا۔ اسی وقت
 کہ تجھے جاننے کی آواز آتی ہے۔ انگلی سے تیرے دل
 بوٹ نکلتی ہے۔ تبھا شاہ وہاں بھی بیٹھا تھا
 بہت فربان خرچ ہو گیا تھا۔ بہت سی اشرفیاں
 پر ساؤ سنگھ کی جدید پیرچھوئیں لگی تھیں اور
 اس شہب کو یہ ایک تاج سب خوشی کا بیڑا بن گیا
 قبل بطلانے والا تھا۔ بہت سے رنگین کاغذوں
 کی لائینوں سے محل روشن کیا گیا۔ اور آتش بازی
 کا بھی سامان موجود کیا گیا تھا۔ منجھائی۔ اپنے۔ اپنا
 کی کثرت تھی۔ شراب باڈی صاحب اون لوگوں
 کے واسطے جو بیوی بچائی گئی تھی کہ جو ہندو مسلمان
 اپنی دھرم کے زیادہ پابند تھے۔ معمول کے موافق
 خوشیاں سو کر پڑاؤ سنگھ نے سب سے کہا کہ کیت
 بیان نہ آویگی۔ اگر اب وہ دونوں ساتھی مست
 ہوئے اور انھوں نے حق کو شروع کیا اور
 بود و تون اسپر بصدخے کہ کیت لائی جاوے
 یا وہ لوگ بلا اجازت اس کے پاس پہنچا دیں گے۔
 رسالدار نے کہا۔ اگر وہ مجھ سے اس طرح سے
 برتاؤ کرتی جسطرح سے پر ساؤ سنگھ تیرے ساتھ
 کرتے ہیں تو میں تو یہ کہہ کر اور اذیتاں
 خیر نے کہا۔ ہم بہت جلد اس کے جذبات پر حاوی
 آؤ گے اور تب
 گان تب کیا گے

در اور بیدار ہوئے پھر رات کو لیکر بلدی گئے
 پر ساؤ سنگھ نے کب قدر غصہ سے کہا۔ اور ساؤ
 پتھ سب سے منسوب نہیں کرنے والا ہوتا ہے
 اتنے گونگے اسے کہ کبھی غصہ نہ ہوتا ہے بالوں کو
 جھٹکا کر کے کیا تھکی بھول گئے۔ یاد ہو کہ جو
 ہوا کی کوششیں ہم کرتے ہیں۔ غصہ نہ ہوتا ہے
 صورت پر آخر کی صورت پر۔ اور اس کی صورت پر
 یہ کہ ایک پروردگار کے ساتھ تھا۔ اور اس پر
 غصہ نہ ہوتا ہے۔ اور اس پر۔ کیا تو میں ہوتا
 ہوتا ہوں۔ مردوں کے ساتھ کیا لگاتی ہیں۔
 قبل رشتہ توں کے۔ اون لوگوں کے ساتھ جیسے کوئی
 رشتہ دار نہیں ہو نہ بیاہ ہو اور نہ کوئی تعلق ہی
 ناجاتی ہیں۔ اپنے چہرے اور چھاتیان بلا شرم
 سب کو دکھاتی ہیں یہ سب ہوشیار بھی نہیں
 ہیں۔ اور کیا ہم لوگوں سے کوئی انکی فخرت کر لیا
 اور پھر پر ساؤ سنگھ تم کہ جنھوں نے شہری دروازے
 انھیں کے خون میں اپنے ماتھوں کو آکودہ کیا
 تھا۔ بات کے کاٹے کو پر ساؤ سنگھ نے کہا۔
 دو انگڑیاں کا تم مجھے معلوم ہوا ہے کہ سون پت
 کے بگل میں نظر آئے تھے۔
 دو مان ایک صاحب اور ایک مہم صاحبہ۔ اور
 اون کا گنگا گار کے مرزا مغل کے حکم سے قنوجی
 کے قلعہ میں پتہ لگایا تھا۔ شب تک لٹیر وہاں
 ل جاوین اور وہاں والوں کو ایک تماشہ ماتھ
 آویگا کہ آخری شخص اس قوم کا بھڑیوں کے
 منتہ ہوگا۔ سب قنوجی والوں کی موت
 یہ روز جمعہ تھا اور گنگا گارے قنوجی لال کے
 مکان سے واپس آکر نردواب پر ایک سندھین
 مشغول تھا کہ جان اسے گیش کی صورت میں

ناریل کا تیل لگا کر منہ اور سنے ساروں طرف کر دیا اور سکو محلوں پر
 کہ پھر قلعہ زمیندار کے حوالے کر کے چھ دو نایکوں کے ساتھ جانا ہے
 اور اسی سبب سے شراب اور نمہی جو شہر میں بہت ہو کر آئی
 چڑھائے ہوئے وہ دن تین چاندنی چوک میں گہوڑا ہوا نظر آیا۔
 پر شاہ و سنگ گنگا لگا لگا اسے اپنا باجا موقوف کرو۔ کہانی اور گیت گاد
 شمشادین خان نے اشارہ کر کے کہا کہ شراب بہانی تو اسی اور وہ
 کیا یہ یاد دہی صاحبہ والی کا بلی شراب ہے ۛ

ۛ کیا میری میرانی کا یہی معاوضہ ہے ۛ

دو نہیں نہیں ۛ

دو پر کیا ۛ

دو فقط سزا ۛ

دو مجھے کوٹھا جرم سرزد ہوا ہے ۛ

دو کاٹ پھانسی سچا لاکھی سچوٹ اور ذریعہ ۛ

دو تم مجھے غارت اور تباہ کر دو گی ۛ

دو نہیں اسلئے کہ مجھے امید ہے تم اوس لڑکی کو بہتر نکال

لاؤ گے تاکہ ہم لوگ اوس سے اپنا دل پہلا ملین کیا وہ بت

نہیں ہے کہ جب ہمارا جی چاہے اوسے غارت کر دیں ۛ

ۛ لگتا کہ اسے کیا تمہیں اپنے برہمن ہونے کا یقین ہے ۛ

ۛ دین برہمن ضرور ہوں۔ پاک سے پاک ۛ

پر شاہ و سنگ گنگا بولا چچا کو گیا اتہار سے بزرگوں سے بھجور برہمن

تجربہ ہم نہیں بتا دیا ہے کہ سب آدمیوں کو بھیتا ہے ۛ

غیر جسے چاہیں نہ مانا و اسے کی بوجا کریں اوسے ہر طریقے سے اپنی

پرستش منظور ہے۔ دنیا صرف ایک باغ ہے زمین طرح طرح کے

پھول لگے ہیں اور چھالی کی شکل سب پھولوں کو انسان کہتے

کر سکتا ہے ۛ

ۛ دو رام نام اسم بات کا خیال تو نکلو اور موت کرنا چاہئے تھا

جب تھے کشمیری دروازہ بہر بہت سی جانیں لی تھیں ۛ

ۛ میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اسکی ہی جان لینا چاہئے ۛ

رسالہ دار جو شہر میں ست تھا کہنے لگا ۛ لیکن کیا رگی

ۛ بان پاوری دوستیں والی ۛ

ۛ پر شاہ و سنگ گنگا کیوں۔ اسکی پوچھنے سے کیا غرض ۛ

ۛ اسلئے یہ بہت عمدہ شراب ہے۔ ابھی اسمیں سے ہو کر ایک

چوبیس لگی ہے ۛ

ۛ ابھی ایک چوبیس بہت پر نظر آتی ہے ۛ

ۛ اگر اوسیں مشک کی ایسی خوشبو تو نہیں آتی تھی ۛ

ۛ فقیر سچ چہہ ہو گی ۛ

ۛ پر شاہ و سنگ گنگا ہو گی ۛ

ۛ فقیر۔ اوسہ ابھی میرے دلین ایک خیال گزرتا ہے ۛ

ۛ کیا خیال ۛ

ۛ اسمیں شک نہیں کہ دشمنوں مرتبہ اتار کر یہاں دنیا میں آئے

ۛ اور اب دسویں مرتبہ گہوڑا لگا اوتار ہو گا ۛ

ۛ وہاں کیا یہ بھی سچ ہے کہ دنیا کی سب چیزیں وہ کہا لیں گے ۛ

ۛ کچھ سڑی ہوئے ہو ۛ

ۛ دو نہیں بلکہ اور عقل مند ہوتا جاتا ہوں۔ اسلئے کہ جانتا ہوں جس

لڑکی کو تنہی یہاں چھپا یا ہے وہ اوس بوڑھے کا دوسریں

صاحب کی چوٹی لڑکی ہے یہ وہی ہے جسکے لئے مرزا مغل نے

سوا اشرفیوں کا خاتم کا وعدہ کیا ہے ۛ

ۛ دو غلط ۛ

ۛ دو واہ بالکل سچ ۛ

ۛ وہ آخر تم کس بنا پر کہہ سکتے ہو کہ یہ وہی لڑکی ہے ۛ

ۛ دین نے اوسکا جسم چڑھوایا ہے ستاروں کی گردش سے بچے

و دیوان بیکاری - ورنہ کل میں دیوان خانہ میں جاؤنگا
 پر شاہ سنگ نے غضب آلود ہو کر کہا کہ میں جاکے کہہ دوں گا کہ
 بابو صاحب بہہ مری ہو گیا ہے۔ اسکی بات کا یقین نہ اسنے
 ۱۱ بابو ایک چھاسلمان اور اچھا آدمی ہے جھکو بچاے گا
 ۱۲ بابو ملی سنگ کا نام لو۔ وہ مسلمان اور پرانا تنگ ہے مگر اچھے
 کہیں اس امر کا خیال نہیں رہا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ وہ میں گارڈ
 میں چھکا قلعی کا کام کرتا ہے مجھ کے دونوں بھائی گدھے پر سوار
 ہو کر تارے۔ اور مور کی ایسی دم لگانا تھا۔ وہ جو کرچا شاہزادہ
 کی خوشی کے لیے کرے گا۔ مگر ہمارے لئے نہیں اور جو کہیں
 میں ایک بیکار بھی کہہ دوں تو نہ ہارا خاتمہ ہی ہو جاوے گا
 اس گفتگو کے وقت اس کے چہرے پر یہ خاصہ ظاہر ہوتا تھا اسکی
 آواز اور دھمکی سے پر شاہ سنگ ڈر گیا۔ پر شاہ سنگ کو معلوم تھا
 کہ فقیر جھکو کیسا کچھ نقصان پہونچا سکتا ہے۔ اس زمانہ میں
 گنگا راہ سے کی آواز قانون بھی۔ آخر پر شاہ سنگ نے غصہ سے
 کہا کہ چاہیں تمہاری الامت قبول کرتا ہوں گا
 رسالہ دار گھڑا اور گھڑا اور چھاپو میرے ساتھ چلو
 دو نہیں ہیں آگے ہو چکا تم اس فرنگی لڑکی کو یہاں لے آؤ
 اس کے ساتھ اور میرے ساتھ جیسا چاہو سلوک کر دو لیکن
 خاموش ہونے
 در ایسے خاموش رہنے جتنا کا پانی
 اب یہ لوگ تنگی میں چلاک اور شراب و ہنگ میں بہت
 تھے اور اس قدر شراب اور تنگی میں جھکو کہ وہ عادی تھے
 ایسی حالت میں کہیں کے بچے کی کیا امید ہو سکتی تھی۔
 جیسے ہی زمانہ پر چڑھے پر شاہ سنگ بولا غل نہ بچاؤ
 دو کیوں
 دو کہیں وہ جاگ نہ اٹھے
 دو رام وہ جاگ ہی پڑے تو کیا پڑا ہے
 دو کہ لڑکی کی راہ سے کہیں نہ بچے کہ وہ پڑے بچے اکثر خوف
 ہے کہ کہیں ویسا ہی نہ کر گزرسے گا

و جب سب معاملے ہو چکے تو ہمیں اس پاک رومال کو نہ ہونا
 چاہئے۔ وہ رومال جسے کالی جی کا فرونگے گلے میں لپیٹا
 رسالہ دار بولا لودو کیو یہاں تو موجود ہے
 دو نون نے دروازے پر کان لگاٹے تو معلوم ہوا کہ اندر
 سکوت ہے۔
 دو پلنگ پر ہے۔ اما ایا اس شخص کی لڑکی جو ہمیشہ وعظ کیا
 کرتا تھا جہاں تک ہو سکے ویدون کی حقارت کروں گا
 پر شاہ سنگ نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر اس میں
 انگریزی دست کی پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔ خیر ایک نے دوسرے
 کندھے پر ہاتھ رکھ کر بدقت دروازہ کھولا۔ دیکھا تو معاملہ
 ہوا کہ وہ چھوٹا پلنگ بالکل خالی پڑا ہے اور سہ ہریکے
 پر دے بھی معمولی طرح سے پڑے ہیں۔ میرے قریب
 ایک شیشہ رکھا ہے اور ٹپ جل رہا ہے۔ کوئی پھر بچے
 چھو ترہ پر بھی نہ تھی جس سے خیال ہوا کہ اوس کے ذریعہ
 سے اوڑھ کر وہ بھاگ گئی۔ اسباب تو البتہ تباہی کر رہا
 بالکل خالی تھا۔
 ارے وہ جلدی۔ بہہ بہہ نہیں کہ کہاں گئی۔ اور نہ اسکا
 پتہ لگا سکتے ہیں۔ اگرچہ چیتوں اور لمبوں اور تمام چیز کو
 تلاش کر ڈالا مگر کہیں پتہ نہیں لگا۔ اب پر شاہ سنگ کا غصہ
 اور بھی بڑھ کر اٹھ رہا۔ اس سے خیال گذرا کہ شاید اس کے
 ہمارے ہون سے کوئی مسلمان اسکو بیگا لے گیا ہے۔ بہہ
 حوالہ دیا۔ باہر کے اور سپاہیوں نے کہا بھاگ جانا مگر
 نہیں سہیلے کوئی فرنگی عورت پناہ تک ہو کر نہیں گذری۔
 اکا و نوان باب
 زمانہ میں

بولی کی بہنیں اگرچہ اس سے زیادہ صہیتیں برداشت
 کر رہی تھیں اور رنج و صہیت کے خیالات اور فستو
 کے کھسان تھے مگر بولی ابھی تک زمانہ میں تھی
 بڑی اونچی اور عالیشان عمارت میں وہ رہتی تھی

محل دہلی کے سپاہیوں کے دریا واقع ہے اور کھنڈوں سے
رہنے والوں کو سب سے پہلے نظر آتی ہے۔ اس کے قریب
شمال و مشرق جانب وہ مینار ہے جس پر اوسکے پورے
باپ اس وقت تک قید رہے۔ وہ بانگل آباد تھا۔ اس لئے
کہ اپنی بھینٹ میں ہی باورچی صاحب کو تھانہ رہتا کہ
خدا اوس کے ساتھ ہے۔ چوٹی پر کھڑکیوں سے جو درخت
اوپر پر نہ تھیں بھولی جہنا کا پل اور مہر راب کے گھاٹ
جہاں طرح طرح کی جہنڈیاں اور بیڑی تھیں دیکھ کر
تھی۔ اوسکو بریلی اور میرٹھ کی وہ سڑکیں بھی نظر آتی
تھیں جنکو کسی زمانہ میں وہ صبح اور شام میرٹھ کی کوئی
تھی۔ بار بار سڑکوں پر سفید گرد اور مٹی مسلوں ہوئی جس
سے دریافت ہوتا کہ فوج آکر ہی ہے تاج محل یعنی اس
کثرت سے شریک ہونے جانتے تھے کہ ہلیارون کی
چٹک دیک سے اس کم سن لڑکی کی ساری امیدیں پامال
ہو گئی تھیں بھولی کے ساتھ یہ خاص رعایت تھی کہ
اوسے رہنے کو ایسا مکان ملا جس کی کونہ کونہ سے نہ نظر
آتا تھا اس لئے کہ محل میں جو اور لڑکیاں تھیں اؤ کو باغ کی اور
دیواروں پر ہی نظر کر تکی اجازت نہ تھی۔ اس کے کمرے کی
کمرکیاں بالکل خجانب بھی پہلی ہی تھیں لیکن وہ بڑا بڑا
نظر کرتی۔ محل تو نیک کے خیالات پیدا کرتا تھا اور اہر کی
چیزیں مملکت نازی کے خیالات یاد دلاتی تھیں۔ اس کا
کرہ بہت ہوا اور عالی شان تھا دیوانہ اور کانسین
چشم کی تھیں جس کا رنگ تو سفید برف کا ایسا اور پرہیز کے
پلاسٹر کے مثل تھا اوس میں طرح طرح کے پہول پیتاں اور
بیلین بنی ہوئی تھیں۔ ہمیشہ چوٹی کی گلدانوں میں تازہ
پہول اور چاند کے گلاب پاش اس کے قریب رہتے تھے
لیکن یہ وہ اپنے ہلنگ برچھین بڑی رہا کرتی تھی ہلنگ
پر طے کا خوب کام تھا اور چیدرا بادی ساری عقلندی
صرف کر دیتی تھی۔ ہلنگ پر ہنر رنگ کی سلوی کشمیری

جو ہنر تھا تھی اور وہ ہنر گنگا جمنی کام تھا۔
ہوں کو عرصہ سے بخار آتا تھا جس کے سبب جسم اور دماغ دونوں
اور نہیں وہ ذہل گئی تھی۔ اپنی ابتدائی زندگی کا صرف
کس پر اٹھتی تھی۔ اور یہاں تک باعث اوس کے جن جہاں
یہ ایسا فرق لگتا تھا کہ بعض اوقات مرزا ابوبکر باورس
ہو کر کہنے لگتا تھا چاہے یہ زندہ رہے۔ چاہے
مراٹے میں جہاں خیال نہیں۔ باورس اس کے بھولی کی
تھدا اور ہٹ سے پریشان تھا اور نہ ہی کسی جس کے
مثل ضد کا ٹونہ اوس سے کسی مند وستان کے سب سے
بڑی شاہزادہ میں بھی کسی نہیں دیکھا تھا۔ حکیم لوگ جو
اپنے وہم میں کاغذ پر قرآن کی چند آیتیں لکھتے اور لوٹے
میں دھو کر اوس سے ملائے تاکہ مرید اپنی جو بات ہے وہ
بھی نہیں آئے پاسے شے انقض بھولی کی جان صرف
خدا پر چھوڑ دی گئی تھی کہ طبیعت آپ اپنا علاج کر سیک
ہیں دونوں مرض زور پر تھا وہ اکثر دل میں سوچا کرتی کہ
میں ابھی کچھ ہوں اور اپنے باپ کے ناف پر پہنی اوس کے
سبق پڑھ رہی ہوں اس کے بعد زندگی ہوگ کر اپنے
نارک سینہ پر ہاتھ مار کے کہتی وہ خدا و اس دنیا سے تو
مجھے جلد اٹھائے گا
اوس سے یاد تھا کہ انگلستان میں صبح کو غار میں رہتا جو
سے خیال کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اوس کے باپ باورس صاحب
یہ خیال تھا مگر تو سوائے اون گہری دعاؤں کے جو
باورس صاحب مانگا کرتے نہ صبح کی غار میں اور نہ شام
کی۔ وہ وقت جب باورس سنگد اور سیاہ ہوں تھے اوس کے
باورس صاحب سے جدا کیا تھا ہر لحاظ سے اس کے نظر کے
ساتھ رہتا تھا بعض اوقات وہ اوس کو صبر نہ کر سکتا
کرتی تھی۔ میرے اپنے بابا اگر میرے عالم۔ باورس صاحب
رحم دل۔ ملت۔ رنگ نیست۔ اور کچھ عیسائی۔ باورس
ایسا غیر متعصب اور پاک دل ایسے سخت باتیں نہ

اپنی ذہانت اور داناتی سے بہت جلد سیکر لیا کہ اس کے
 مگر وہ لوگ ہندوستانی زبان میں کیا باتیں کیا کرتے ہیں اور
 ہر چار طرف سے بار بار مذہبی باتیں سنکر وہ بہت زیادہ
 پریشان ہو گئی تھی۔ اس کی تقریر دیکھ کر ہر سو نہایت
 خدا کے مذہب کے ایماندار پر دھڑکتا مسلمان ہی ہیں
 اور خصوصاً یہ سب امور اور ان مظالم کے بعد جو انہوں نے
 اپنے دشمنوں کی بیخبری میں قرآن کی آیتیں پڑھ کر
 کی تھیں۔ مگر جو کچھ یہ ایک مذہبی لڑائی تھی اس باعث
 ہر فرقہ اور ہر گروہ کے جنگی ہی غصہ میں بہرے ہوئے
 تھے اور اگر ہر فرقہ کے نسبت دلوں میں عداوت بہت
 ہوئی تھی جنگجو یہ لوگ بدترت پرست اور سکار خیال
 کو سن رہے تھے۔ اگرچہ دلی کے زمانہ شاہین اور سکی بہت کچھ ظہور
 و قیامت کی گئی۔ اس کی عزت ہوتی تھی۔ لیکن جیسے ہی
 پولی میں طاقت آنا شروع ہوئی اس کو اپنا گہرا دانا
 لگا۔ اور اب کیت کیت سے اس کے دلیں خوف پیدا ہونے
 لگا کہ کہیں مجھے عمر بہر میں نہ مٹا دے کیونکہ اس کو
 ہر گھنٹہ غلطی رہتی تھی کہ اس کے ملک کے سب لوگ مارے
 گئے اور اگر اس کو کہیں آزادی ملے کہیں رہا نہ ہو تو
 نہیں معلوم اس کی صحت میں کیا کیا باتیں لکھی ہیں
 بڑا پلے میں کیا ہو یا اس سے سہی کیوں گئی۔ آخر
 صحت ہی کھوئی ہوئی جاتی ہے۔ کسی کسی وقت اس میں
 ہمت ہی پیدا ہوتی جاتی اور اپنے دلیں کہنے لگتی مجھ کو
 ہر صحت میں استقلال سے کام لینا چاہئے۔ اس قسم کی
 دعائیں مانگتے وقت اور ہر شایان میں اس کو اکثر وہاں
 اور قصداً آتے جن میں اکثر عشق و نور اور ان عورتوں کو
 چنگے حالات قصوں میں لکھے ہیں بڑی بڑی ہمتیں اور
 تکلیفیں برداشت کرنا پڑی تھیں ان کی حالت یاد کرتی
 اور خوف سے آنکھیں بند کر لیتی اور کہیں اپنی حقارت
 کو سننے لگتی کہ جو جو ہمت ان میں تھی وہیں ہے۔

ایا بار بار اس کے سامنے شاہزادے کی تعریف کرتی ہو گئی
 خوشخامی اور چہرے کی خوبصورتی بیان کرنا اس قدر
 مبالغہ کرتی کہ شاہزادہ کو کہتیا اور کرشن جی سے ہی
 جو پڑائے قصص میں سب سے زیادہ خوبصورت
 ہیرو مانی گئے ہیں بڑا بدیتی۔ کہیں زلیخا کا عشق کہیں
 لیلی مجنون اور فریاد و شیریں کا حال بیان کرتی۔
 پولی کے اختیار میں جتنی باتیں تھیں ان میں سے کوئی
 اس سے خوش نہیں کر سکتی تھی۔ بار بار اس سے خیال نہایت
 کہ گویا خواب میں وہ وہاں قید ہے جہاں کوئی شخص
 کوئی نسبت نہیں لے کر اس سے اور اس کی زبان بند ہے
 نہ جاگ سکتی ہے اور نہ یہاں کر سکتی ہے۔

شاہزادہ ابوبکر کے صرف دو آدمی اس کے پاس آتے
 تھے ایک تو امام جامع مسجد جو ایک معزز اور مقدس
 مسلمان تھا جسے نہی کی تباہی جنگ وغیرہ اپنی
 آنکھ سے دیکھی تھی۔ اور دوسرا ایسے کے ماریجاسے پر
 افسوس ہی کرتا تھا پولی کے حال پر وہ کہیں کہیں روتا
 ہی تھا لیکن کوئی امید نہیں دلا سکتا تھا۔ دوسرا
 شخص ناپچنے والا فقیر حافظ فلاح الدین تھا۔ پولی جیسے ہی
 صحت پانے لگی اس کا حسن ہی جوش کے ساتھ بڑھنے
 لگا اس لئے کہ صحت میں ضرور تھا کہ اس کا رنگ و روغن
 زیادہ بھر آتا۔ اس سبب سے مرزا ابوبکر بھی بہت
 آئے لگا اور اکثر اس کے اس کے پاس کوچ پر بیٹھا تھا
 اس لئے کہ باوجود لاغری اور دبائے پن کے اب بھی اس کے
 سفید دانت گورا سینہ گلاب کا سا چہرہ سینکڑوں کو
 بر باد کر دینے والا تھا اس کے سستہ سے بالوں سے
 چہرہ سے تھے۔

دلیں خیال گذرنا کہ وہ اس مور کے ایسے ہیں جنگا
 قرآن میں ذکر کیا ہے اور جو ایک ہی ہیرے کے
 تحت پر بیٹھا ہوا ہے جس روز اتفاقاً مرزا ابوبکر کا

فلح الدین اور پولی تینوں حج تھے مرزا ابوبکر نے درویش سے کہا۔۔۔ اگر میں ساحل کو دخل ندون تو یہہ بالکل ہو معلوم دیتی ہے جو اور خاکی عورتوں کی طرح خاک سی نہیں۔ نبی بلکہ جیسا قرآن شریف میں آیا ہے شک سے بخون اور ارمین کی قسم کا اور کوئی کچی نہیں ہے۔

تاہم حضور یہہ ایک کاخ کی لڑکی ہے۔ مگر خدا بڑا ہے اور اس میں بڑی قدرت ہے۔ وہ کافروں پر مہربانی کرتا ہے بلکہ ایک کش حصہ کا کینچ کر جسے دو خاصوں نے لاکے قریب رکھ دیا تھا پری یہہ تو پری با نو معلوم ہوتی ہے جو سب پر یونگی قیصر ہے

مرزا ابوبکر اپنی بیوی عزیزن کا خیال کر کے جسے باوجود اسکے کہ وہ کل ہندوستان کا مالک تھا ایک دفعہ ایک کٹری رسید کی تھی کہا میں حضرت پیغمبر علیہ السلام کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ عزیزن کے دل میں ابھی اسکی نگاہیں پیدا ہوئی ہے لہذا اوس شکستہ دل اور ناتوان لڑکی نے یہ خیال کر کے کہ کچھ اوسکی باتیں ہو رہی ہیں اس پر نگاہ ڈالی۔

مرزا ابوبکر بڑا ہا۔ یعنی جو نور محس نام رکھا تھا کتنے اوسکے مناسب ہے۔ اگر کہیں کنول کی ایسی۔ ہونہ تو دیکھو کیسے نا مگر ہائے۔ اہنین ہونہ تو نے ظلم کیا جاتا ہے۔

پولی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ انہیں سے کوئی مجھے محبت کرنا ایک بوڑھا ہنگوڑا شخص خیالات بالکل داہیات۔ میں ہونہ کیونکر باتیں کروں گا

دوسن جو زبان سے بول رہا ہے دنیا کے آدمیوں میں سب سے بڑا اور بہادر زمین رستم کا ایسا سمجھا جاتا ہے جس نے سفید و لوگو

شیراز میں بچھاڑا تھا لڑکوں کے آگے کتے کے مثل تھا

ہم آگے چلے تھلاوین گے کہ ہاں یوں کو ابوبکر کی بہادری بڑھاتا پولی ذرا ہٹ گئی اور کہہ قدر حقارت اور ملامت کا خیال ظاہر کیا

چکر ابوبکر نے غصہ سے اپنا کڑا اسکا کر اور جھک کر۔ زمین پر

گر اگر زور سے کہا لاسم میر حضرت سلیمان کی تم بڑی ہوشیار ہو گرا کیا کہوں بہت ہی خوب صورت ہو۔ تم نہیں دیکھتین کہ بجائے اسکے کہ کسی ذلیل ہندو سے ہالہ پڑتا جو تین غلام بنانا میں بہتاری تعریف کرتا ہوں بہتاری عزت کرتا ہوں اور تمہاری جان بچانی ہے

پولی لا مگر خداوندین ایک چوڑے سے واقف ہوں کہ آپ کی ایک بی بی موجود ہیں

مرزا ابوبکر (اسکر) میری تین بی بیان ہیں

پولی اور اب جو تری کچھ گلا

مرزا ابوبکر دل خوش کر نیو چوتی بی بی کو دنگا

پولی ہاں مجھے چوتی بی بی بنا دنگا

مرزا ابوبکر خدا کا شکر اور حضرت پیغمبر کا احسان ہے کہ ہمارا مذہب ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم چاہیں تو چار شاہیان کر سکتے ہیں

پولی لا جبکہ اسکی خبر نہ تھی۔ میرے حضور یہہ ہونہ سکتا۔ یہہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ جو تہہ بن بنہ بننے کی جگہ میں مرزا پسند کر گئی

مرزا ابوبکر ہائے فرنگی عورت کیا تو جانتی ہے کہ خدا نے تجھے دنیا میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ فقط اپنے تئیں خوش کرے

پولی لا نہیں حضور

مرزا ابوبکر لا نہیں۔ تو یہہ کسکو

پولی لا میں نہیں جانتی لہذا اسکو جاری ہو گئے۔

مرزا ابوبکر کیا اسکا جواب میں ہی ہو گا دون

پولی لا اگر آپ پسند ہو

مرزا ابوبکر بس تم اس دنیا میں مجھے خوش کرنے آئی ہو

با و نوان باب

پولی کے واسطے قہر

اسم میں لکھا ہے اور زور و جھٹکا ہوتا ہے بن لکھتا ہے پولی کو کہتا ہے

اس فرنگی لوندی کو خوش کروں۔ اب میں تین دن کے بعد اوس سے ملاقات کروں گا۔ اگر اوسنے یہ ضد کی تو اسے خدا غارت کرے گا۔

حافظ فلاح الدین مین خود گفتگو کرتا مگر کیا کہوں رہا تھے نا واقف ہوں اسکے سوا وہ مجھے کچھ خوف سا کہانی تھی مرزا ابو بکرؒ یہاں اوس ساہنپ کے بدولت ہے جسے حافظ فلاح الدین تم لئے گہوتے ہوا اور تیس سے پچیس کی پیر وکی جگہ تم ایک ناپاک ہندو معلوم ہوئے ہو مرزا ابو بکر اتنا کچھ چلے یا۔

درویش کو شاہزادہ کیسے کہیں زیادہ تدبیر یا دہشیں اسنے جادو کر بلو اسنے ہنہوں نے طرح طرح کی بولیوں اور عجیب غریب تماشے دکھائے۔ لیکن اس سے بولی بالکل خوش نہ ہوئی۔ ایک پستہ قد ہندو نے جو میرٹھ سے آیا تھا ایک کونڈا اپنی ناک پر رکھا اور اس پر ایک چھوٹا سا درخت لگایا اور اس درخت پر چالیس چڑیاں بٹھائیں۔ اول چڑیوں کو جب وہ حکم دیتا تو انھیں سے کچھ بولتیں اور کچھ خاموش رہتیں۔ چونکہ اس شخص سے انعام و اکرام کا بہت کچھ وعدہ ہو چکا تھا لہذا اوس نے بولی کے ہنسائے کے لئے ایک کاغذ کی ستلی بنائی اور اس کے بعد کچھ کی پنی لالا کے ترتیب دی اور یہ پتھنگی پر جا کے بیٹھ گئی۔

اس کے بعد حیدر آباد کے دو مضبوط پٹھانوں کی باری آئی جو تلواریں اور سنگینیں لگاتے اور منہ بہ منے آگ نکل کر دکھاتے تھے اور اوتھے ناک کاٹنے ہوا نہیں نکلتی تھی کچھ اور لوگ تھے جو اپنے ہاتھ کے پیر سے پائے کے مانند عین ایک بچ ڈال دیتے تو رات ایک درخت معہ پتیوں کے پیدا کر دیتے جو ہوا میں پہل کر ایک پورا نارمل ہو جاتا اور پہلے تا۔ نارمل بچ مین ڈنٹا اور اوسکا پانی گندہ ہے پر کرتا آخری عمارت کرنے

ناحق کو بہاری بہاری جوڑے اوس کے سامنے لائے جاتے تھے ہمارے اور طرق اور طرح طرح کے زمانے زیور بیکار دکھائے جاتے تھے۔ اسٹیل کے بولی کو کوئی چیز پہلی ہی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وہ صرف موت کے انتظار میں تھی یا اوس گہر میں جا کر واسطے جہان اب وہ کس طرح نہیں پہنچ سکتی یا دیکھ کر اس کے پاس جانا پتا ہوتی تھی جسکی باتیں اوسکو بہت کچھ خوش ترقی مین وہ ہر برا یا کیا کرنے میں غریب کی زیور اوسے مجھے اس قدر اگت تھی اس قدر محبت کرتا تھا کیا تان یہ مین کہہ سکتی کہ محبت کرنا سچا گورنہ ہے تو خدا اپنے بولی سے اب بھی ویسی ہی محبت کرتا ہے یا نہیں۔

اب وہ کہانی ہے اور نہ وہ بیچم لڑکی ولی۔ اوس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اوس کے کو جیسا نام گپ تھو فن ہوئے برہمن تھے ایک روز بولی سے رخصت ہوئے وقت مرزا ابو بکر نے حافظ فلاح الدین سے کہا کہ یہ خد ہے۔

حافظ فلاح الدین نے زمانہ خود راضی کر لیا۔

مرزا ابو بکر نے لیکن اسی سچ و دلائی سے صحت مین حاصل ہونے پاتی۔

حافظ فلاح الدین نے تو حضور اس کے خوش رہنے کی کوشش کریں۔

مرزا ابو بکرؒ یہ ہمارا کام نہیں ہے بلکہ جمو چاہتے ہیں کہ اوسے خوشی نہ نصیب ہو۔

حافظ فلاح الدین نے حضور اسکی زبان سے واقف مین اب

ہم کو بانو نیکے درجہ سے کوشش کرنا چاہئے۔ قصہ کہانی سے اسکا دل پہلانا چاہئے۔

مرزا ابو بکرؒ اوس کے ہنسائے کے واسطے۔

حافظ فلاح الدین نے سنا۔ شاہزادی بابل کا قصہ میر کالی

چڑیا اور پتھر رسو کہہ مینڈک کا حال بیان کیجئے۔

فیصل کے اٹھو کہ اگر شاہزادے صاحب کی صورت دیکھتے ہی

خاموشی ہو رہا تھو اوسنے دیکھا مرزا ابو بکر کا چہرہ سرخ

ہو رہا تھا اور انھوں نے غصہ ناک ہو کر کہا مین کون ہوں کہ

مرزا مغل نے کیا اوسے ناپاک کہنے سے حوالہ کرنے سے انکار کیا
سچا ہی نہ ہاں حضورؐ
یہہ کیلکہ وہ لوگ چلے گئے۔

بابو بلی سنگھ نے اس کے کہاتے سامہ ہوتا ہے یہہ خبر پہنچ
کیونکہ یہہ مہند و فقیر بناتا ہے کہ ۱۲۲۰ء میں رحمت کا ایک
فرنگی اور ایک میم جو پادری کی لڑکی ہے افغانوں کا
بہیس بدلی ہوئی صوبہ دار میجر کے ساتھ کل صبح سے
چلی گئی۔

مرزا مغل نے کہاں۔

بابو بلی سنگھ نے جہانگیر آباد۔

مرزا مغل نے تم کہتے ہوئے کہ افغانوں کا بہیس بدلی ہوئے
بابو بلی سنگھ نے ہاں حضورؐ اودہ کے ایک زمیندار نواب
نور الدین کو جو بہان فوج میں شامل ہو گیا آئے ہیں
راہ میں جہانگیر آباد میں آئے تھے سناوا
نور الدین کو کچھ شبہ ہوا تھا اور انکی مزاحمت کرتے مگر
اونکے ساتھی کے گھوڑیکو شیر کہا گیا تھا۔

مرزا مغل نے کیا یہہ اودہ کا زمیندار متبر شخص ہے۔

بابو بلی سنگھ نے وہ تو وار کے لوہے کی طرح سچا ہے اور
فرنگیوں کی ملکہ کی اس تجویز کا وہ سب سے زیادہ مخالف
ہے کہ جنگ کریمیا میں جو کا فر مار گئے ہیں اونکی ہونگا
سے روس اور سرداران اودہ کی شادی کرو دیا جائے
اس تجویز کا میں نے اور عظیم اللہ خان نے اون
دونوں جب بھلوگ ولایت میں تھے پتہ لگا یا تھا۔

مرزا مغل نے اچھا خاموش تو اون تین پناہ گیاروں نے
جہانگیر آباد کا راستہ لیا ہے خوب ہوا سب بہت جلد
پکڑے جاسکتے ہیں۔

بابو بلی سنگھ نے ایک حوالہ دار اور ۱۲ آدمی ۳ رسالہ کے
اس غرض سے روانہ ہو چکے ہیں اور فقیر گنگا راے سردار
ہے جسے ان کو گھوہل گئے دیکھا تھا۔

ہو رہا تھا۔ اس وقت وہ بیٹا فوج کے قیام اور غیر زنی کے
نسبت حکم دے رہا تھا۔ دونوں شاہزادوں کی نہایت قریب
قریب آہنی تھی سپرہ نردو۔ انگلیں گہری اور سست تھیں
ایک دوسرے کی صورت اس قدر ملتی تھی کہ کوئی انکی شکل سے
تیز کر سکتا تھا۔ اس وقت مرزا مغل کے چہرے سے بے انتہا
خوشی ظاہر ہوئے لگی جب مرزا ابو بکر نے کاغین اگر کہا
پادری کی بڑی بیٹی اوس زرد رنگ اور سیاہ انگلیوں
والے زمیندار قنوجی اصل کے مکان میں چہی ہوئی ہے۔
وہی لڑکی جس کے لئے اوسنے بیفادہ سوا شریفیو کے انعام کا
وعدہ کیا ہے۔

یہہ اس خبر پہنچنے ہی کے سبب سے تھا کہ مانتھی گنگاراے
دو سپاہی اوس رات کو زمیندار کے پہانگ پر آئے اور
مرزا مغل بے خبر رہے اونکا انتظار کر رہا تھا مرزا مغل نے
جب دیکھا کہ وہ لوگ خالی چلے آئے تین تو کچھ اور رنگ
لائیو تھا اسلئے کہ وہ اسکا عادی نہ تھا کہ اوسکا کوئی حکم
مل جائے۔

دو سپاہیوں نے زمین دو رسالہ کر کے مرزا مغل پر اپنی
جبوری ثابت کر دی اسلئے کہ اس بار میں وہ کچھ نہیں
کر سکتی تھی قلعہ میں تو میں لگی ہوئی تھیں اور بہت سے
سپاہی مسلح موجود تھے۔

مرزا مغل نے ہاں سچ ہے۔ دو سپاہیوں کی جگہ پچاس جگہ
سچا ہی حضورؐ بچے جو رسالہ دار صاحب نے حکم دیا
وہی کیا۔

مرزا مغل نے کیا خود قنوجی لال نے اوس لڑکی کے حوالے
کرنے سے انکار کیا۔

سچا ہی نہیں جہان پناہ۔

مرزا مغل نے پھر کہئے۔

سچا ہی اس کے کہانی نے جو پہلے نکل رسالہ نمبر ۴
صوبہ دار تھا۔

مرزا مغل شاہ ایک ہندو ناپاک کرتا

بابو بلی سنگھ لیکر سب سے تڑو نہک حلال

مرزا مغل شاہ ان کو کچھ نہ کہتا

بابو بلی سنگھ لیکر سب سے تڑو نہک حلال

مرزا مغل شاہ اگر بد صورت نہ ہو اور اس سے بڑا بڑا نہ ہو

تو فوراً میرے محل میں داخل ہوگی

بابو بلی سنگھ اور وہ حسب کی

مرزا مغل شاہ جو تہاری خوشی ہو

جو فوراً اس کا خاتمہ کر دین گے

بابو بلی سنگھ ایک ہندو صوبہ دار ہے

مرزا مغل شاہ اس کو کل جیج قبرستان میں لے کر

اور دینا

بابو بلی سنگھ بدست خوب مرزا مغل شاہ

تر پٹوان باب

نمک حلال

لینا ہر اور ہوائی سنگھ کو ہنسنے لگا

جہاں سچا ہی اور کافقہ کر رہے تھے

سکے اوس پار جہاں کی کوشش میں ہی

نہایت زور وں پر یہ رہا تھا اور

تھے اور ہر طرف جنگل گہرے ہوئے

گہرے درخت ہی نظر آتے تھے

نہا اسلئے کہ وہ خود تو یہ کہہ ہی

تھا کہ تو کہ اس کا گہر پانچین ڈال

اور اسے بڑی حسرت اور افسوس کی

شور سے ہوتا ہوا اور پہاڑیان

کہہ پر دیکھتے تھے ہوئے مکانات

سب زنگت یہ سب چیزیں نظر آتی

تین گہر و کی ٹاپو کی آواز میں

دیتا تھا اسلئے کہ تین ہی سوار

بڑے آئے تھے اور اب قریب پہنچ گئے تھے

ہر ور اپنے اپنے جانب ایک رسی کا

جانب پہنچا ہوا تھا

پہر دو سو گز

اور بڑا بڑا تھا

ہر ور کہا کہ لینا ہمارا گہر

میرا گہر تم کو دین ان کو گوشت

پہر دو سو گز

لینا گہر نہیں جیک

ہر ور خدا تہاری اس سمت میں

موقع ہے میں تھے عجزی کو

جلدی بل جیک پہنچ جاؤ

لینا چلو چلو جیک خدا کے

ہر ور (خاموشی سے) گویا

نہا اس بوڑھے گہر کو تیز کر

تیز تھیں یہی جان کی قسم

لینا گہر سے جیک میں گری

سکے آگے لینا تھی

پچھ جیک اسلئے کہ

تھی اور شکل سے

ہر ور لینا تھی

دریا سے آوین گے

لینا نے بل کی طرف

حیرت ظاہر کی

اور ہر

ابھی خالی کر دو گلا

گولی مارین اور تلوار

صوبہ دار

یہی لکھا تھا

ہوا تھا اور اس میں لوگوں کی لگی ہوئی زمین جھٹکے زلزلے سے
مسافر اور درگروں کے گائون والے آیا جایا کرتے تھے۔ ہر دور
نے لینا کو گھوڑا لے کر لوگوں میں بٹھلایا اور بجا جتے
کہا کہ اس رسی کو مضبوط کر کے رہنا۔ جہاں رسی
مضبوط ہو کر رہی تو کہا اب چلے جاؤ۔ اسی مہم کے چل لینا نے
دہلی میں ہر دو اسد پر رہی دیکھتے تھے اس کو اس جہول میں
زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ تازک پاتھوئے رسیاں ہونے
پانی کی صورت سے درگاہ میں بند کئے ہوئے اس پار

چلا گئی۔ لینا جیسے ہی اس پار پہنچی ہر دور نے جو ہر
گھر سے یہ حوالہ دیا تھا باقی تلوار کے دو وار وٹھے
رسی کاٹ کے پھینک دی۔ رسی پانی میں گری اور جھولیکا
پتھر ہی نہ معلوم ہوا۔

لینا نے ہر دور کو دیکھ کر عاجزی سے کہا۔ "ہر دور
پیارے ہر دور۔ مجھے یہاں چھوڑ دو میں چاہتی ہوں کہ کہا
ساتھی جان دوں گا"

ہر دور لینا۔ میرا دل میری جان تمہاری ساتھ ہے
(تلوار اسکی طرف جھکا کے کہنے لگی اور اس پر توجہ دیا)۔
صوبہ دار میرا ایک بار اور ان پانڈون سے مقابلہ کرو
یا بہاگ چلو گا

حوالہ دار فقیر اور دوسرے سپاہی گھوڑے بڑھاتے ہوئے
آ رہے تھے۔ اس قدر نزدیک آ گئے کہ ہاڑیوں اور کچھور
کے درختوں کے سایہ میں نظر آ رہے تھے۔ یہ لوگ بڑا شور
غل مچاتے تھے تھے۔ چلو بہائی۔ چلو بہائی۔ او کی زبان سے
بار بار یہی کلمہ نکلتا تھا۔ اب اگر حکم ہوتا تو ہر دور کو مقابلہ
کی کچھ ضرورت تھی۔ لینا نے دیکھا کہ ہر دور اپنا گھوڑا
اوس پکڑ لے کر کچاں لے جاتا ہے جہاں وہ تین سپاہی
مرد ہڑے ہوئے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ ہر دور نے دو غیر
کئے اور اپنا زخمی گھوڑا اوس جگہ پر جہاں زیادہ پانی
نہ تھا پانی ڈال دیا۔ صوبہ دار میر نے یہی ایسا ہی کیا

ہر دور ہماری منسوختی کا بہت فیصلہ ہونے دو۔ میں اسکی بالکل
بھروسہ نہیں کرتا ہوں۔ اگر ان سپاہ کو تو نے جھٹکے تو پھر
کیا ہوگا۔ لینا چل کر پھر سے ہوئے۔ چل کو۔ اوس پار جا کے
مہر جاؤ جہنگ ہم آ جائیں گا

جیک کے چہرے یاس آمیز بہادر کے آثار پائے جاتے تھے
وانت کھٹکنا رہا تھا۔ آخر اس نے اپنا گھوڑا بڑھایا۔ بیہوشی لال
نے ہی لگام ڈھیل کر دی اور کہا۔ لیکن ہلوگ بارو کے
مقابلہ میں تین ہیں گا

ہر دور نے بہت اچھا ہے جس قدر خوف۔ اوس قدر عزت۔ اپنی
ہلوگ دو تین کے لئے تین۔ باقی پیچھے ہیں۔ تین سوار دریا کو
گھمراے آئے اور اوس کے ساتھی پیچھے رہ گئے جہاں کہیں
پہنچا۔ جیسے ہی ہر دور اس کے مقابلہ کو آئے تو دو دو

بالکل سانس ہی تھے اور دشمن کے نام کے بڑے بڑے
تیکہ لگائے تھے غضبناک ہو کر جیتے۔ دونوں نے ایک ایک
گولی چلائی اور تلوار لیکر بڑے۔ گھوڑے کے ذرا ہٹا لینے سے
دونوں فیروان لوگوں نے سر کھینچے خالی گئے۔ ایک

گھوڑی کی گردن پر پڑی۔ اور دوسرا گھوڑا تباہ ہو گیا اور
ہر دور کو مجبوراً چھوڑ دینا پڑا۔ چونکہ راستہ تنگ تھا اور تیل
سوار ابھی پیچھے تھا ہر دور کا گھوڑا جا کر اوس سے ڈرا۔ فوراً

ہر دور نے ہوشیار رہی اوس سپاہی کی تلوار چھین لی اور
قبل اس کے کہ یہ شخص اپنا ہالاکالے صوبہ دار نے اوسکا
کام تمام کر دیا اور بالکل کچھ ہی نہیں گذرا تھا کہ اوسکی کاٹھی ہی

خالی ہوئی اور گھوڑا بہاگ۔ ہر دور چلا۔ بل کو بل کو۔ لینا نے
پھر دیکھا تو وہ آدمی سخت گھما سان لڑائی میں مشغول تین جن میں سے
کچھ مردے کی طرح تھے تین ہر دور کی تلوار اور کمر سے چھپا

خونچین تھہرے ہوئے تین اور چھ دایا تھا کہ شاید لینا نے
کبھی ایسا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ یہ رسی کا بل سا وہ تھا
چوڑائی میں کوئی تیس فٹ تھا رسی کا ایک کونا کچھ طرف
ایک کچھ کے درخت میں اور دوسرا ایک کچھ ہاڑی میں بندھا

غریب جیک۔ پیارے پیارے جیک ہر دریا سے وہ میرے
لئے مگر کیا! میرے واسطے مگر کیا!

لینا بے خبر بیکے عالم میں بیہوش پڑی ہوئی تھی اور اب
یہ سب سہمی و وحشہ ہو کر کسی ٹپ کی تلاش میں روانہ ہوئے
ایک گروہ مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب کی طرف متنازع

کون کی تلاش کر کے دوس پار تھیں۔ اور لینا کو پکڑ لیں
مگر شاید کوئی راستہ یا بل نہیں ملا سکیے کہ ایک گہشتہ
ہو نیکو آیا کہ لینا کو بند روئگی آواز کے سوا اور کچھ نہیں

سنائی دیتا تھا۔ بند راہرو اور ہر خیا تے پہرتے تھے
اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسکی عصیت کو بخوبی سمجھتے ہیں
مگر یہی بہر کے بعد اسنے خیال کرنا شروع کیا کہ نہیں

معلوم ان مصائب کا کٹا خاتمہ ہوگا بعد اس کے ایک
حیرت میں ڈال دینے والی آواز فج کے ساتھ سنی جو خوشی
سے ملی ہوئی تھی۔ وہ ہرور کی آواز تھی۔ اس کے جسم پر

ایک زخم بھی تھا اسنے صرف موت کا بہانہ کیا تھا تاکہ
سپاہی گولیوں کی بوجہ ر موقوف کریں۔ بلکہ یہی گولیوں کی
صوبہ دہر گیا تھا میں گریبان او کو تھیں گیلان سر آدم تک پہنچا

چونوان باب

ایک مرتبہ اور جنگ میں

لینا لٹا سے ہرور میرے پاس وہ الفاظ کہاں میں کہ ہمارے
خیریت پر سرت ظاہر کروں تمہارا شکریہ ادا کروں کہ
اپنی جان اتنے بڑے خطر میں ڈال کر میری جان بچائی

ہرور نے ہائے میں کسطح تمہارے اوس خیال کا شکریہ
ادا کروں جسکی وجہ سے شاید تمہیں یہ خواہش کی تھی کہ میں
تمہارے ساتھ جان و فکلی

لینا بے خبر تھے۔ ہاں شاید اوس قیامت خیز گمراہی میں خوف
سے میں نے کہا تھا کہ ایسے وقت جملہ گمراہی الفاظ کو
نہیں سمجھ سکتے

ہرور۔ ہس دگر بہر آئیں ہر منہ سے نکل ہی جاتا ہے۔

لیکن اسکا گھونڈا اوچھلا اور اسے مشکل رکھتے پاؤں
نکال لینے کا موقع ملا۔ یہ وہ سوخت کا ذکر ہے جب بنگ

بنگ بنگ کی آواز آرہی تھی کیونکہ سوار دریا کے کنارے
کھڑے گولیاں سر کر رہے تھے اور کئی گولیاں یا تو فانی ہو
پڑتیں۔ یا اوس پار چٹان میں لگتیں۔

لینا سننے دیکھا کہ ہرور کا گھونڈا تھوڑی ہی دیر کے بعد کچھ
پہلے زخموں کے سبب سنا اور کچھ ایک اور گولی پڑ جائیگی
جس سے گرنے پڑ دیکھا کہ صوبہ دار سچا چنے ہاتھ اٹھاتا ہے

اور چلاتا ہے کیونکہ اس کے ایک گولی لگ گئی تھی آخر اسنے
جان دی۔ صوبہ دار نے آخری مرتبہ کہا۔ ہوشیار ہو۔ ہوشیار
اس کے بعد ہرور کی آواز آئی اور ہرور نے پہر اور وسط جسے

موت کی آواز بنا کر اوس پانچین غوطہ لگا یا حسین خون
ملا ہوا تھا اور جسے ہی مہم آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہوا
اٹھنا لینا کو معلوم ہوا کہ پانی پر دو لاشیں تیر رہی ہیں۔

صوبہ دار کی لاش تو پتہ ہے اور ہرور کی چت۔ ہرور
سور کے پہل تیر رہا تھا اور اسکی دو بچہ ہیں اور وارثی
ہیں جو کئی ہفتہ سے بڑ گئی تھی نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرہ کا

رنگ بھی بالکل دھو گیا تھا لیکن اسے کامیابی کا وہ نعرہ
شناس جس سے معلوم ہوا کہ سپاہیوں نے ان دونوں کی
لاشوں کو دیکھ لیا۔

لینا نے نظر دوڑائی۔ اور اسکی آنکھوں کے سامنے سارا نقشہ
پہر گیا۔ یہ عالم دیکھتے ہی وہ بیہوش ہو کر ہاتھ اٹھاتا
ہو سے زمین پر گر پڑی۔ ہس اسکا آخری خیال تھا کہ

مذوری اور تمہاری تھا۔ ایسا خیال شاید اس کے ذہن میں
نہ آیا ہو گا اور میں نے کیوں کہیں اوس دوسرے شخص
کو اس سے محبت کی تھی۔ میں کس دل سے یاد کروں کہ

میں نے ایسا کیا تھا۔ کس کم نخت مذوری نے مجھ کو ایک لمحہ
بہر کے لئے ہی اس سے چھوٹا کیا جو ایسا پاک سچا اور شریف
تھا جو ایک ناخوشی کے عالم میں مجھے ہمیشہ تمہارا واسطے چھوڑ گیا

لینا لیس نہیں جانتی !

ہرور نے چاہا اب ہمیں موت کا ڈر نہ کرنا چاہیے۔ کیا یہ بہتر نہوگا کہ تم میرے لئے زندہ رہو۔ لیکن آؤ۔ یہ باتیں ہم کسی اور وقت کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اولیٰ لوگوں نے ابھی اچھا اچھا نہیں چھوڑا تھا اور نہ بچنے کے لئے تیار ہو رہنا چاہئے۔ یہ نہ ٹھیک ہے۔

ضرورت اور یک قدر دراندیشی کے لحاظ سے یہ خیال اس کے دل میں ہی پیشتر سے پیدا ہو گیا تھا۔ ہرور کے کہنے پر اس نے سر ہلا کر ہون کہا۔ اب لینا کے پاس سے پرکھو۔ روٹی تھی اس لئے کہ بہت بڑے خوف سے ابھی اس کا سامنا ہوا تھا۔ اس وقت لینا کو ہرور کا چہرہ بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ لینا نے اپنے دل میں کہا: ابکی مرتبہ یہ مجھے کہیں گے تو منظور کر دیتے سوا اور کچھ جواب نہ دے سکتی تھی۔ مگر اس امر کے متعلق جس کی زبان سے ایک لفظ ہی نہ نکلا۔ لینا کے وہ آخری الفاظ ابھی تک اس کے کان میں گونج رہے تھے ہرور نے کہا: اس چہرے نے نہ ان میں سے کہنے درختوں کا ایک باغ دیکھا وہ اس مکان سے دور نہیں جہاں کوئی شخص نہیں معلوم ہوتا۔ وہیں چل کر آج رات کو ٹھہرنا چاہئے اور اس کے بعد کچھ کہا نہ کرنا بہت ہونا چاہئے لینا لیکن ہرور یہ کہان پناہ دے لے گا۔

ہرور نے جہاں خدا پر ہرچھا دے۔ لیکن صوبہ دار کے درجائے اب جھکے نہیں معلوم کہ جھلوگ کہاں میں سوائے اس کے کہ آگے تاریکی ہے تاریکی ہی۔ انہوں نے ہمارے صوبہ دار سے بڑا خوبصورت کام تمام کیا مگر حملوگوں نے یہی چار بد معاشوں کا کام تمام کیا لینا لے ہرور اس کا ذکر مت کرو۔

ہرور نے بڑا خوش غرض تھا وہ توجہ لے لے لینا شاید وہ اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کو اون بودے اور بزدل آدمیوں کے راضی کر دینا خیال تھا۔

ہرور: میں حیرت کرنا ہوں کہ جب وہ یہہ سارا ماجرا سنے گا تو کیا کہے گا۔

لینا: اس سے اپنے بھائی کے مرنے کا برا صدمہ ہوگا۔ ہرور: وہ اپنا چہرہ دشمنوں تک سے خراب کر گیا اس کے بعد اپنے بندر زبیر سے دعا مانگے گا اور پھر ہنگ اور حقہ اور ڈانگے گا۔

لینا: ابھی کہ تو اب کوئی ہمدردی دے دے نہیں ہوگا۔ میرے دوست ہرور بیٹے کے مرنے تو جان ہی لیں گے۔ ہرور: مگر میں انکو ابھی اتنا نہیں سکتا۔ آفتاب کی گرمی سے جلد خشک ہو جائیں گے۔ ہرور کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اس کا جسم مضبوط تھا ورنہ دریا میں غوط لگانا مشکل ہوتا۔

ہرور: جیسے ہی پانی سے نکلیں تو سمجھا تھا کہ یہاں آفتاب اور بھیت سے دوچار ہونا پڑا لینا: کب ہرور۔ کب۔

ہرور: وہ بد معاش دریا کے دو سر طرف گھر رہتے تھے کہ میں دریا سے جنگل میں نکل آیا اور وہاں سے یہاں آیا مجھے ایک پہاڑ کے ٹکڑے سے نکلنا پڑا اس وقت خیال کرو لینا جھک کر کسی مصیبت سے سامنا کرنا پڑا خوف تھا کہ یہاں کوئی پہاڑ کا ٹکڑا گر پڑے۔ یہہ ہی بھیت تھی کہ کہیں مگر چھپ کر کہا نہ گئے اور بڑوں کے سوا کوئی اور چیز نہ نظر آوے۔ پیاری۔ خدا کی قسم میری ہنٹ گھڑی کے پنڈولم کی طرح چل رہی تھی ایسی تیز تیز کہ عمر بہرین بھی نہیں چلی تھی۔ ان سب کو نیک خیال کر کے مینے خوراک اپنے تئیں دہانے نکالا اور آستہ آستہ بیان چلا آیا۔ بخوف و ہراس اور بغیر اس کے کہ زیادہ باتیں کروں یہہ لوگ اس واقعہ میں پہونچے جس کا ہرور نے نشان بتلایا تھا۔ یہہ بہت عمدہ مقام تھا۔ روٹی کے درخت لگے ہوئے تھے زمین پہلے تو برنجی پھول پھر برف کے ایسے سفید

نکلے ہیں۔ قریب ایک چوٹی سی ندی تھی جو اس طرح چمکتی
 تھی بالو سو پہر ہی تھی اس طرح چندین آثار چمکتے تھے۔ اور جب
 اوسپر آفتاب کی شعائیں پڑتیں تو ایسا معلوم دیتا جیسے
 اوسپر سونو نیکام ہے۔ اوسکے کنارے پر سنگ مرمر کا
 ایک سفید شوالہ تھا جو کسی پوشے پر پڑیں جنرل کا بنوایا
 ہوا تھا جو شاہی کرمان زمین ہندوستان آیا تھا وہ
 اپنے ملک کو اس قدر بھول گیا تھا کہ اب اسنے دشمنوں کا
 مذہب بھی قبول کر لیا تھا اور ہندوؤں کی طرح دعائیں
 مانگتا تھا۔ ہر دو کو یہ مقام بہت پسند آیا جہاں وہ دونو
 چھپ کے ٹیہہ کرتے تھے۔ آفتاب اب ڈوبنے کو تھا اور
 شام نزدیک تھی۔ یہیں لایا تھا۔ کسی طرح سے یہ
 اس اور سے نا امید تھا کہ وہاں گنگا کنارے پہنچ کے
 اٹھوٹی کچھ دھمکی اور رشوت اور جیل سے کشتی کر رہی
 کر رہیں تھے اور وہاں سے کسی ایسے مقام میں پہنچ جائیگا
 جہاں کسی یورپین کے محفوظ قیام گاہ میں داخل ہوں
 لیکن اسوقت تو یہ خیال تھا کہ کیا کیا بندوبست
 ہو۔ کیونکہ بڑک شدت سے لگی ہوئی تھی یہ خیال کر کے
 کہ شوالہ تیرہ ایک ہے اسنے ارادہ کیا کہ وہاں جا کے کچھ
 پکا دے لیکن خوف بھی لگا ہوا تھا کہ لینا کو کیا رہا کرے گا
 چھوڑ کر گیا تھا تو کیا کیفیت ہوئی تھی اور اب کیا ہوگی
 مگر چھوڑا دینے پر تیرہ لینا کے پاس چھوڑا اور اپنے ہاتھ میں
 تلووار لیکے روانہ ہوا۔ اور کہا نیکی جستجو میں نکلا۔ شوالہ کے
 قریب یہ دو منزلہ مکان تھا۔ سفید استیکاری کی ہوئی
 تھی اور گردہ نگہ تھا جہاں گرمی سے بچنے کیلئے خس کے
 پردے پڑے ہوتے تھے۔ اب یہ بہت قریب آگیا تھا
 یہم یہاں تک ہو کر اندر گیا جہاں بہت سی بھول بھلیاں
 اور طرح طرح کے عجیب و غریب ہندوستانی
 بھول نظر آتے تھے لیکن اب انکی کوئی جستجو اور تلاش
 نہیں کرتا تھا کہ کیا ان اہلی ہوئی تھیں اور سب بڑی

اور خراب چمکین پڑی تھیں۔ اگرچہ مکان ٹٹا ہوا معلوم
 ہوتا تھا اور اسکے پردے پھٹ گئے تھے مگر ہر کا
 دل نہ ہٹتا تھا۔ کمروغین گدہ و جنگلی چیزیں برقی تھیں
 ٹوٹی ٹوٹی کھڑکیاں ابھی تک سٹیکسٹون پر لگی ہوئی تھیں
 اور انگریزی کتب خانہ کی کتابیں اور زمانے کے ہتھکڑے
 کپڑے ادھر ادھر اور ٹٹے پھرتے تھے۔ ایک کمرہ میں
 پڑی ہوئی تھیں سنگینین اور تلواریں دکھائی دین۔
 معلوم ہوتا تھا کہ گویا سب ایک ہی کمرہ میں جا کے مرے ہیں
 ہر دو وہاں سے پراسوس اور تیرہ پڑی غیرت ہوئی
 کہ اسنے آگے بڑھ کے نہیں دیکھا جہاں بہت سی مہین
 رسیوغین مانگ دیکھی تھیں اور چاروں طرف کتے جمع
 تھے۔ اور گدہ وغیرہ اور رہے تھے جو انکے بدیشہ گوشت
 فوج فوج کے کھا رہے تھے۔ اسی مکان کے قریب پانی
 پت کے باغی دہلی گئے تھے جنہیں زیادہ تر مسلمان سوار
 تھے۔ اور یہم اوس مذہب کے لوگ تھے جنہوں نے
 سب سے زیادہ انگریزوں کو پریشان کیا اور عوامانی
 عورتوں کے ساتھ اہمیت سخت رہ سٹوکیاں کی تھیں
 ہر دو کے دل میں ایک چوٹ لگی جب اوسنے دیکھا کہ
 وہ مکان جو کسی زمانہ میں کسی شریف انگریز کے رہنے کا
 تھا اب اس حالت کو پہنچا ہے۔ پہلے تو اسکے دل میں
 آئی کہ وہاں سے چلا جائے لیکن یہ خیال کر کے کہ کس
 ضرورت سے وہ یہاں آیا ہے یعنی لینا اسوقت فائدہ
 سے ہے کچھ اپنی انٹیشن سے بلکہ یہم کا ہیکو یونہیں
 اتفاقاً خان سامان کے کمرہ میں چلا گیا۔ یہاں ہی
 پیٹھر ہی سے اس کا کچھ صاف کر گئے تھے اور تھوڑے
 سنے کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی مگر فرش قسمتی سے
 ہر دو کو کچھ کافی اور تھوڑی سی کچھ کی شکر ایک
 ٹوٹکین پڑی ملنی تھی تھوڑے بسکٹ اور چائیاں تھیں
 باغیوں نے شاید ناپاک خیال کر کے نہیں ہاتھ لگایا

دن نے رات کو جگہ دی۔ اور موتی کا ایسا صاف چاند
 نکل آیا۔ لیکن کوئی ایسی شے نہ تھی جس کا خوف ہو
 تھوڑی دیر کے بعد یہ آواز موقوف ہو گئی اسکے بعد
 ہر در کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ باغی رسالہ کے سوان
 سہارن پور سے وہلی کو جا رہے تھے جن کا ہتھیار
 اس غرض سے بچ رہا تھا کہ ادھر ادھر کے باغی آگے
 شریک ہو جائیں مگر انکو اپنی تمک اس بالکھا خوف لگا
 ہوا تھا کہ کہیں گنگارای کی چمراہی تو ہمارے تعاقب
 میں نہیں ہیں مگر دیریا کے کنارے ہی کنارے یہہ ترین
 میل تک چلے آئے جہاں کہ پیرسون پت کے جنگل میں
 داخل ہوئے جہاں گنگا مرٹ کھوئی تیس میل رہ گئی ہوگی

پچھنوان باب ایک پچھنے کا مقام

تھوڑی شراب ہو گئی تھی اوس سے لینا کی طاقت
 عموماً کرائی اور اب یہہ کسی اونچے گہنے درخت کی تلاڑ
 میں نکل گیا تاکہ اوس کے نیچے ٹھہر سکے کیونکہ اب اوس زیادہ
 پرٹنے لگی تھی۔ سو ناچا تھی تو انسانی آوازین جنگل
 سنوئے دیتیں اسلئے کہ اس وقت کسی انسان سے
 بدبہتر ہو جانا ہر حال میں خطرناک تھا۔

ان دونوں کا ساتھ ہو جانا عجیب غریب بات تھی۔
 یہہ دو عاشق کہ جن میں کسی قسم کی بدی کا خیال نہ تھا
 اگرچہ دونوں ساتھ تھے مگر ابھی ملاپ نہیں ہوا
 تھا اور یہہ صرف جیک کی ہمت اور اس کا مردانہ
 سلوک تھا گویا معلوم ہوتا تھا کہ تباہ شدہ کشتی کے
 بچے ہوسے دوسرا فرین اور اب بائین اوسکی لہر و ہیر
 ادھر ادھر بہہ رہے ہیں۔ جیک میں تکلف یا نکل
 چو نکیا تھا وہ بالکل ایک عملی آدمی تھا سچے جیسے ہی
 لہجے میں کہاں سے نکلا ایک آہ کہنے لگی اوس قسم کی
 آہ جیسے کہ عموماً اکثر قحط کش حقہ یا چرند غلے سے کہنچا

حد ہڑی نہیں سیک لوتل شراب کی بھی ملی اور ایک
 شے کا رہنا سبب چیزوں کو اوسے روال میں باندھا اور
 کسی قدر اطمینان سے گویا مرد کو مال چرا کے آگے بڑھا
 لینا کے پاس پہنچ کر دوسرے کہا اب یہہ لوٹ کا مال ہے
 بڑی خوش رہت ہوئی کہ ہر در اس قدر جلد پہنچ گیا کہ وہ نہ
 اس کے چند ساعت بعد دوسرے دیکھا کہ حوالہ کے لوگ
 تلاش کر رہے ہیں ان کو کہہ دیا کہ واپس جلد
 ہن کا شہنشاہ بھی دن بہر کے تھکے بعد گندھون دیر
 کدالین رہنے میں مہکتے گھر و نکو چلے جا رہے ہیں ہر در
 کے دل میں خیال گذرا کہ اگر لینا کسی محفوظ مقام میں ہوتی
 تو ضرور ہتھاکو دوسرے اپنی آست تھا ہر گز نہ کچھ موقع ملتا
 اسی خیال میں خاموش اور غافل ہو گیا یہاں تک کہ
 لینا سے بازو پکڑ کے کہا انا اس قدر تھک گیا کہ کیوں ہوں
 ہر در کہ کھینچ کر تھک گیا ہے۔ اس طرح وحشت میں چند
 روز گزرتے گئے تھے اوس سے ہم دونوں کا فروغ کے طرز معاشرے
 قدر گزرتے گئے تھے لینا جواب دینا ہی کو تھی کہ ایک
 آواز آئی جس کو سن کر ہر در نے کچھ بدبلا کے کہا وہ دوسری
 آواز آئی تو اوس کا ہاتھ تلوار پر ہتھک پہنچے تو ایک رسالہ
 کے تقاریبی آواز تھی اور دوسری کتے کے ہونکنے کی
 دیکھا یہہ لوگ ہمارے پیچھے ہیں اور ہمیں کتوں سے بچنا
 چاہتے ہیں مگر یہہ خیال ہر در کا تھا اور اسی کے ساتھ دوسرے
 دلیں کہا اگر واقعی ایسا ہی ہے تو ہمیں اب اپنی حفاظت
 میں ایک گہری بھی نہ کہونا چاہئے۔ لینا سے کہا لینا
 اوٹھو میرے غریب ساتھی میرے پیارے۔ اوٹھو آؤ
 ہمارے پیارے ہو جائیں گے جیسے ہی کہ کتے کی آواز اور
 نزدیک معلوم ہوئی اوسے لینا کا ہاتھ اپنے بغل میں
 دبایا اور اوسے دیریا کے لپکے دھانسنے لگا چاہے
 نزدیک ہو مگر کوئی انسان نہیں معلوم ہوا۔ اس اندیشہ
 میں ادھر ادھر ٹھٹھاتا شروع کیا۔ آفتاب غروب ہو گیا تھا

کرتے ہیں۔ اسوقت فرخ پانڈی کی شک یا دانی
اور اپنے دلین کہنے لگا میں تجب سے یا کرتا ہوں
کہ کیا کہی جھکو ہی موقع ملے گا کہ اس پر معاش کو قرار
واقعی ہوا دون۔ یہ ہم بھی کہاں بعض بعض مقام پر اس قدر
ادب بھی تھی کہ اس میں ایک بات تھی۔ چہ کہتا تھا مگر یہ کہ
بیکر کسی نہ بیکر کسی ایسے مقام کی تلاش میں نہ تھا جو اس
پر تھک نہ قابل ہو۔

ہر درت بچے اچھا نمان ہے کہ یہاں جنگلی سور نہ مابین گے
میں عرصہ تک اور کاشکار کرتا رہا ہوں لیکن یہاں ایک
سور ملا۔

لینا اس قسم کا خیال ہی نہ ہو مگر وہ آواز
کیسی آ رہی ہے۔

ہر درت یہ تو کسی آدمی کی آواز معلوم ہوتی ہے۔

لینا اگر آدمی ہی کی آواز ہے تو بہت ہی خاصا ہے۔

ہر درت بیشک یہ تین رسالہ کے آدمی نمایں گے۔

تھوڑی دیر میں دیکھا تو چاندنی میں شبنم کے قطرے گہاں

مونی کی طرح چمک رہے ہیں۔ بندر اور رنگور ایک شلخ

سے دوسری شلخ پر کود رہے ہیں جنگلی مول اور بیت

سی اور چڑیاں انجنی آدمیوں کو آتے دیکھ کر گہرا گہرا کہے

پہر گین۔ اور اب جو یہ آگے بڑھے تو جنگل صاف نظر

آئے لگا۔ بالکل سناٹا تھا لینا نے دونوں ہاتھوں سے

ہر دو بازو پکڑ کے کہا اؤ کیہ وہاں ایک جنگلی باجھی

نہیں نہیں دو ہیں۔

وہاں گہاں میں کہہ رہے ہو کہ جو دو وقت اونچی تھی

اونہوں نے دوسرا ہاتھ دیکھ ایک دوسری طرف

منہ کئے بالکل پاس کہڑے تھے۔ اوسکے دانت نکلتے

ہوئے تھے اور کان چھوٹے تھے۔

ہر درت نے بڑی ترقی سے دو چہنیں بارہا جو نہیں معلوم

کیسے کافون تک پہنچیں ہوں لیکن بظاہر استباہ اس

شرب بندر و رنگور ناز و فخر ہوتی۔ لیکن ہم ہاتھی
اپنی جگہ سے نہیں ہٹا آگے چلے دیکھا تو معلوم ہوا
کہ وہ پتھر کا مھنڈو تو ہاتھی سہمے اور دونوں ایک
میں جڑے ہوئے ہیں۔ اور آگے بڑھے تو نہ دیکھا
ایک دھندلا سا مھنڈو تھا۔ پتھر کا پہاڑ تھا۔
بڑا اور سینہ دار تک تھا اس سے دیکھ کر ہر درت نے اگرچہ
وہ مھنڈو نہ تھا بلکہ ہر درت کیسے چن تھلا کہتا دیکھو کیسا
شاندار اور اونچا پہاڑ ہے۔

لینا شاندار۔ جیک۔ جیک لیکن اس کے ساتھ ایک

کسی قدر سنجیدگی بھی پائی جاتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس شاندار اور بلند عمارت میں

سنجیدگی ضرور تھی۔ ہزاروں بندگان خدا کی ماری

عقل مند سیون صرف اٹھ گئی تھی۔ ساری انشمن کا

خاتمہ ہو گیا تھا۔ اسکی عمارت کل دنیا میں اب اس

تباہی کے زمانہ میں بہت بڑی ہوئی ہے۔ ایک نف

کہتا ہے۔ اس کے بنانے والوں کی تاریخ اور قصہ بالکل

خاموشی میں ہیں۔ لوگ اوکو بھول گئے اور انہیں

کے ساتھ انکی اعلیٰ صنعت بھی دفن ہو گئی ہے۔ اب

اور ان کے یادگار بن جنگل کو رونق دیتی ہیں جنکو شاید

قارت میں نہ اتر کر کے اب ایسی خوشی کیواں ملے

بندگان خدا سے علیحدہ کر کے کیونکہ اوکا بنانا والا

عجیب و غریب رنگوں کے جو پہنچا تھکے سب کے برگز

نہیں بھول سکتا۔

اسوقت ایک ہلکا سا بادل کا کڑا چاند پر گیا تھا

جس کے باعث ہم عمارت کی قدر تارک معلوم

ہوئی۔ جنگل کی جھک دیکھ کسی قدر عجیب

گئی تھی اور تھوڑی دیر کے لیے عمارت نظر میں نہ رہی

ہو گیا تھا شبنم زیادہ گر رہی تھی۔ لینا دم آگے

بڑھے چلی گئی۔ چاند یہ انہی معمولی شان کی

کے ساتھ کل آیا اور بان مصنوعی ہاتھوں کے پیٹ پر
 شیش کے قطرے چکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اس وقت
 یزنا بالکل گری پڑتی تھی۔ ہر روز اس سے بڑے شوالہ
 میں کر دیا۔ اسے ایک گولی شوالہ کے اندر سر کی تاکہ کوئی
 یا نور ہو تو کھل جائے اس ہندوق کی آواز سے بہت سے
 پٹرلان بہرہ رکے اور گین۔ اس کے اور سے ایک
 عجیب آواز پیدا ہوئی۔ یہ سب چڑیاں کانٹو غنیمت
 ہوئی تھیں۔ بہت سے آواز نکلے ہوئے تھے اور ان پر
 اس شام ہی ہوئی تھی اندر جانکر ہر روز لینا کی ایک تہہ پر
 بندھا دیا۔ اور خود اگ جلا نیکی کر کر رہے تھے کہ دیکھے
 اس کے چند روزہ قیام کیلئے یہ مقام کیسا ہے۔ یہ
 ایک اور گولی سر کی اس کے ساتھ ہی اس قدر اگ روشن
 لی کہ کچا لگ بہت بڑا شعلہ بلند ہوا اور اس غارت
 شدہ غارت کا ہر ایک حصہ دکھلائی دینے لگا۔
 بہر مند راون بہت سے شاندار اور اعلیٰ مندر
 سے تہا جنگو محو غوری نے اپنے بارہویں چکر
 غلو غنیمت غارت کیا تھا۔ بہت بلند بنا ہوا تھا۔
 اور اس اگ کی روشنی میں وہ سونیکا سا نظر آتا تھا۔
 تاہم یہ خوف پیدا کر اپنے کیلئے کافی تھا۔
 ہر روز کے سے مستعد آدمی کو بھی وہاں خوف معلوم ہوا
 لیکن ایک چوٹی سی کوٹھری علیحدہ دیکھ کر جسکی چہت
 بہت پائیدار تھی ہوئی تھی اور جسکی بلندی آٹھ
 فٹ کے قریب تھی وہاں سوکے ببول کے ایک کوچ پر
 لینا کو بٹھایا کیونکہ یہ باہر کے مندر سے بہت علیحدہ
 تھا جہاں بہت سا اندھن رکھا تھا۔ اور تہہ کے
 ایک کمرے پر اچھی طرح سے خود اس کے قریب بیٹھا۔ یہ
 ابا بان ہاتھ اپنے گالوں کے نیچے رکھے۔ اور اپنا
 یا تہ لینا کے ہاتھ میں دئے ہوئے۔ مگر ایک
 دوسرے طرف رخ کئے بیٹھے تھے۔ ہر روز کبھی شوالہ

کی طرف نظر کرنا اور کبھی اس کے ساتھ ہی اون یلون
 پر زمین سے کچھ تو لگی اور کچھ بڑی تھیں۔ دستا اور
 ہمارا یو کی نشانیاں اور نہر معلوم ہوتی تھیں۔ اس کے
 بعد انکی نگاہ میدان کی طرف گئی جہاں چاندنی عجیب
 جوں و گہلا رہی تھی اس میں کچھ دیکھا اور جو صاب
 برداشت کر چکے تھے انکو باور کر کے لینا نے اگر چاک
 ہاتھ ہر در کے ہاتھ میں تھا گرد و سرے ہاتھ سے
 اپنا پھر دھک لیا اور اوپر اپنا برقع ڈال لیا۔

چھپنواں باب

ملاپ

ہر روز ایک ہاتھ اس کے بازو پر رکھا اور فوراً ہٹا کے
 کہا لینا تم اس قدر روتی کیوں ہو
 لینا تھیک۔ میں خود زمین جانتی
 ہر روز نہین جاتی۔ لینا اتنی جھپٹیں پڑیں بہت
 اور بڑے استقلال سے برداشت کر چکے بعد اس وقت
 لینا شاید مجھے دلی اور میرے ہٹ کا خیال آگیا ہو۔ یا اونکا
 لوگوں کو یاد کر رہی ہوں۔ جو اس عجیب ضائع گئے
 ہر روز لینا شہر دیتے نہایت استقلال سے سب سختی برداشت
 کی ہے شہر بڑی محنت ظاہر کی ہے
 لینا تھیک۔ میں کو کوشش کرونگی۔ کیا ہم یہ نہیں
 اور آفتونے زمین نجات پانچک ہیں۔
 ہر روز اسی سے کہ جنگو ملٹری ملازمت میں بھی کبھی خیال
 نہوا تھا۔ خوف اور آفتون ہی وہ جنگے سبب تھے کہ
 خواب میں بھی خیال تھا کہ تمہارے ساتھ برداشت
 کرنا ہونگے۔
 لینا تھیک (شہر کر اور نہایت آہستہ اور نرم آواز میں)
 اوچیک میں نے تھے کہی محبت کا نام لیا تھا۔ تھیں
 میری بات کا یقین ہے۔
 ہر روز لینا دسٹین۔ ہاں ایک تہہ ضرور کیا تھا

جنگ کو ہر دور سے قریب کے جنگ سے کچھ آدم اور کچھ توڑ لٹے۔ ہر
کیلو کی بہت سی گولہ باری ہوئی تھیں اور ان کے توڑ نہیں
اوسکو توڑی ہی غصہ کی ضرورت تھی باوجودیکہ گرمی انگریز
تھی مگر شوالین ٹینک کی تھی کیونکہ یہ ایک ایسا مقام تھا جسکے
قریب کوئی پلین جانا تھا اوسمیں سے ایک ایسا مقام تھا جسکے
نسبت میں ہر ایک جوڑے میں سے ایک چھوٹی گاڑی تھی جسکے
ہوٹے میں ایک تھیلے میں تھیں تو ان کے پاس کچھ توڑ لٹے
اور کچھ کھانے تھیں انگریزوں میں داخل کر کے کے عالم میں تھے اور
کوی حرا جو بھی تھا مگر بڑی کوی ایسی چیز تھی جس سے اوسکا
دل بہل سکے ہر اطمینان ہی تھوڑے ہی عرصہ میں رہا اسلئے کہ
قریب ہی جو میرے لئے بہت سی آوازیں سنائی دیں جنکے سبب
ان دونوں کو جو میرا دیر تک دیوار کی آواز میں پوشیدہ رہنا پڑا۔
جیسکے ہر دور اپنے عشق کا ہرگز ایسا طاقتور نہ سمجھا تھا۔ ایک درتہ تو
وہ ڈنڈا ہاتھ سے اٹھو کہ رستے تھوڑے اندر یوں ملا تھا اور
یہ ہرگز امید تھی کہ کسی زمانہ میں ایسا ملاپ ہوگا۔ مگر قسمت
نے یہ فرما دیا کہ لب لباب ہاتھ پر پاتا تھا اور ہر کس مقام پر
ایک ہندو مندر میں۔ دہلی سے بہت ہی دور۔ سون پت اور
چند کے جنگلوں میں۔

اور جسے صرف لینا ہی کو نہیں حاصل کیا بلکہ اوسکو زیادہ
عشق و محبت کے ساتھ پایا۔ اب ہر دور کو صرف یہ خیال
تھا کہ آیا وہ اسی سرزمین میں عیش و آرام سے زندگی بسر کرے گا
کہ کہیں اور۔ اس حصہ دنیا میں جہاں اوسکے اہل و عیال
وغارت ہوئے۔

ہر روز وہ ان ہر اس خیال میں گذرانا کہ بیوانی بعض کو طالب
اکو کرنا لگے کی تجویز کرنا تھا لیکن جب اوس مسافت کا
خیال کرتا جہاں لینا کوئی بالکل گھوڑے یا کسی اور قسم کی موٹر
کے جانا ہوگا تو گھبرا رہا اور یہی دیکھتا کہ اسکو یہ خیال تھا کہ آیا
تجویز دیا جائے کہ نہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ بغیر کسی
قسم کی دستواری اور وقت کے جاننے کی کوئی دوسری چیز حاصل

ہوئی۔ تہ تو ہر دور کی اس سے بڑا کچھ غرض ہو سکتی ہے
ہر دور کو یہاں اسوقت انہی بیاری جہاں اپنی جوانی کی شوق
جسے قول و قرار ہو چکا تھا اوسکی حفاظت کی ضرورت تھی
وہ ہر کل کے کوئی آواز نہ تھی سنائی دیتی تھی اس کے کسی
جانور کے غرائز کے تو اس کے گریہ معلوم تھا کہ وہ آواز کہانی
آواز تھی اس میں ایک بچہ ہر ایک ایسا بچہ ہر ایک
گرا اور اس میں بہت سے اور بھی خاصا ہو گئی۔

شاہ نوازین باب

ہر دور کا قصہ

یہ دونوں واقعے جو ایک سرزد ہوئے اوسکی دہر سے لینا
نہایت پریشان ہو گئی تھی اور کسی قدر عمارت کی شاندار
اور زندگی کے سبب ہی حیران تھی۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی
غرب مورتن اور قصور میں رہتی ہوئی تھیں۔ لینا کسی قدر
افسردہ ہو گئی۔ اور اوسکا دل پہلا نیکے لئے ہر دور کو یہ مناسبت
معلوم ہوا کہ کوی یا مذاق گفتگو شروع کیجائے تاکہ اسکا دل
بہلے۔ وہ کہنے لگا کہ یہ مندر وہ کچھ کچھ ایک تصویر یاد آئی
ہے جو ولایت میں میرے پاس تھی۔ اوسکو میرے دانا

اوس زمانہ میں لاسے تھے جب وہ کرناٹک میں جنرل سلوٹ
کی ماتحتی میں کام کرتے تھے اور جب اوسکو ایک دفعی فرانسس
سپاہی ملا تھا اور اگرچہ اوسکے بدن سے خون نکل گیا تھا
مگر آدمیوں نے اوسکی جان بچائی تھی۔ اور وہی سپاہی بعد کو
شاہ فرانسس ہوا۔ لینا تم خیال تو کرو کہ یہ وہی سپاہی تھا
جو یورپ کے سب سے اول درجہ کے ملک کا بادشاہ ہوا۔

لینا نے ہر دور یہ تاریخی واقعہ ہے مجھے تو کہانی معلوم ہوتی ہے
شاید تم میرے اول پہلا نیکے لئے بنانا کہ قصہ بیان کرنے ہوگا
ہر روز تین بالکل ٹھیک ٹھیک تاریخی واقعہ ہے۔ میں تم کو تین
دلاتا ہوں گا۔

لینا ٹھیک آخر وہ بھلا کیوں نہ ہوگا

ہر دور اسکا حال میں اب سے بیان کرونگا لینا کا ہرگز نہ

آپنے بغل میں دبا کر یہ تھکے ہوئے کسی کا ڈر ہے کہ فرانسینسی
 فوج نے مارکوئیس دی نوآسی کے زیرِ نجان سمارے لگا کر
 حملہ کیا۔ اون دنوں جنرل اسٹورٹ فوج کی نجان کرنے تھے
 کیونکہ جنرل سلاز کوٹ مرچکے تھے۔ اسٹورٹ جنوب کی طرف
 میں مقیم تھے جو کہ دونوں ملکوں میں صلح ہو گئی تھی مگر
 اس وقت تک نوآسی اور نہ جنگی جہاز تھے نہ تار تھا۔ اور نہ
 مارسلیس اور قاہرہ کو جانے والے جہاز تھے۔ اسوجہ سے۔

بہادر اسکلج لوگوں کو نہیں تو فوج بھی نہ ہوئی کہ صلح کیا ان کو
 تھی۔ اور انہوں نے اسے اس طرح اپنے بہادر گینگری والی لپٹا
 اور ملازمت کی فوج پیدل کے ساتھ مقاصد کیا اور قاہرہ کو
 گہر لیا کہ چند سو آدمی مانگئے۔ بہادر دی نوآسی جو رپ کو
 سب سے اعلیٰ فائدہ ان کا تاجز قیام بہادر می شکلوں سے بھرا
 سکے دوڑ کر نہیں لگا کر مایاب ہوا اور نہ یہ نقصان ادا ہوا۔
 میرے بعد اوجینکا نام پھر در رہا تھا۔ اس وقت کوئل و گنجی ہم کے
 زیرِ نجان کام کرتے تھے۔ کوئل و گنجی بڑی فوج پر نجان کر فوج
 اور انہوں نے میرے دانگی بہادر اور جو افراد سے کئی فوج
 نام اور عزت حاصل کی۔ اس وقت جب پلانٹس کی عروج پریشانی
 ہو گئی۔ اکثر کار پونس کے سپاہی ایک ہندو مند میں
 گہرے اور باسے لینڈ سپاہیوں نے فائدہ کر لیا یہاں تک
 بڑی سخت لڑائی ہوئی تھی اور پھر ہر جوا ایک توجی تھے
 صرف اکیلے اپنی جان بچا سکے۔ پیاری ایسا ہلوگ
 سیکے سب جو افراد ہونے لگے۔ وہ وہ تھے۔ میں نے بھی
 جسکا ہم ذکر کر اسے ہیں۔ اس سے کرئل درگتیم پانچواں میر
 پیاری جوان وخت تھا لایا نام کیا ہے۔ جواب دیا۔ جس
 سسی جو سن۔ اس کے سوا اور کوئی لفظ اور سکی زبان سے
 داخل نہ سکا۔ لیکن اس میں کرئل اور میر دو لوگوں کو اس قدر لچھی
 ہوئی کہ انہوں نے حکم دیا یہ شخص ہمارے قیام گاہ میں لایا
 جاوے۔ اور وہاں اسکی پوری نگرانی اور حفاظت ہو اور
 اس جوان مرحلے نے پیریاں کیا کہ میں فرانسینسی ایک باشندہ

فرانس۔ تعلیم یافتہ ہی ہوں۔ اور میرے والدین مجھے قانون
 دان بنا دیا ہے۔ میری انکی دلی آرزو تھی کہ میں فرانس
 کے پارلیمنٹ میں شریک ہوں لیکن میں نے چھوٹے پانچ
 اور پانچ ویں فاسٹ کی بہادری اور سپاہی گری اس قدر
 نصیب سے بہتہ اور انہیں لوگوں کے محفل میں پیدا ہی ہوا
 تھا کہ میں سپاہی گری کا خوف نہ کہ پیشہ کا است اور قانون
 دانی پر زیادہ پسند کیا سو لوہین برس۔ فوج میں رہی

ہوا اور ۱۷ برس کے زمانہ میں مرحلے کا عہدہ ملا۔ جب
 یہ رخصت ہوئے لگا تو اسے کہا کہ میں بھی راجستان
 نہرو لوگ جو کرل صاحب اور میرے صاحب۔ میرے چھوٹے
 ہیں اور میں یہ س میں جا کر اپنی زبان بکھڑکانا کہ اپنی دماغ
 میں وہ آپ لوگوں کا نام بھی شامل کرنا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے
 فرشتی کی بات ہے کہ تیار فوج میں اسے رخصت ہے
 لیکن یہ بھی شاید میرے انکار کا نہیں ہو کہ اسکا واسطہ
 میں آپ کے کسی ہموطن کے فریڈ سے ادا کروں۔ اسباب سال
 کے بعد جب میرے باپ نے اپنی تلوار علیحدہ کر لی اور وفات
 سے جدا ہوئے تب انہوں نے پیشہ ہا کہ مٹھ شام میں
 جب فرانسینسی فوج جنرل بارنڈٹ کے زیرِ نجان سرور
 اس وجہ سے چڑھا ہی تھی کہ جارج سوم سے یہاں ہوتا ہے
 جرجن کی آزادی اور عدلی کو قبول و منظور میں کیا تھا اور
 جب شاہ نے اپنی پوری معافی کی تو جنرل ونگھم کو جو
 اس وقت ایک سن سپاہی اور پانچاں تھے بہادر فوجوں
 اور سخت لڑائیوں کے تاک کو متوجہ اور شاہ ایک مشیر کوئل
 بنا دیا۔ فرانسینسی جنرل نے اس کو نہ ہی جنرل سے
 بنا دیا تاک کے ساتھ ملاقات کی اور پوری توجہ سے
 اسکی طرف نگاہ کی۔ اس سے نہایت مہربانی سے کہا۔
 اس مشیر جنرل میں جنرل کرتا ہوں کہ تھے عمر تک طاقت
 کی ہے۔

میں نے پچاس سال سے شاہ گریٹ برٹن کی حفاظت کی ہے

دو طرف سے آج بوندہ دستان میں ملے
وہاں میں نہ ہوا نہ ہاں تھا لیکن اب اس کے میں سال سے زیادہ
نہیں تھا۔ اس عرصہ میں ہی اگر کوئی شخص آتا تو ممکن تھا کہ لینا

لینا خوف سرور نہ ہو کہ چاہتیوں کو شاید چور لنگو ہوں
ہر روز گھر شراب کی بوتل ہی تو بیٹھتی ہے

لینا (اوس سیاہ ہاتھوں کے شرف اشارہ کر کے) شاید ان پر
چڑی بونین سو کوئی لیگنی ہو

ہر روز نہیں یہ نہیں مکن جو کوئی شخص ضرور آیا تھا
لینا کسی کی روح آکر لیگنی ہو

ہر روز نہیں لینا۔ ہوتے پریت شراب نہیں چور لنگو
لینا (بجا بہان کیونکر اور کس طرح کوئی آدمی آسکتا تھا)

ہر روز ابی انکی لب پر کہنا اشارہ کیا کہ چھپ رہو۔ اس کو
اوس طرف سے ایک آواز سی معلوم ہوئی۔ سیاہ آواز اس کو کہ

تھی کہ گو کسی کو یا سلائی تیرے گرد گرد جلائی اس کو کہ شیشی
یہی معلوم ہوئی جس کو دیکھ کر لینا کیسے بے گہر لائی۔ ہر روز اپنا

تہنچہ ہاتھ میں لیا اور کہتا چھوڑتین ہو۔ لوگ ضرور ہماری فکر
میں ہیں مجھ کو کی طرف نہ کہنا چاہو

ابھی تک ہم اپنی قریب کی صفائی نگریں سامنے کر دو گونہ فطرت
نہیں کر سکتے

لینا (زور کر کہا) خدا ہماری مدد کریں۔ ہم کچھ تک عدم ہر
عدمہ اوٹھائیں گے اور نصیبت پر نصیبت برداشت کریں گے

ایک بلا مل ہی جاتی ہو تو دوسری نازل ہوتی ہو
ہر روز اور کو نہ کر نہو۔ لینا ہم اوس سر زمین میں جہاں ہر

انسان ہمارے خلاف ہو اور ہر عورت ہماری دشمن ہوئی
ہو۔ اگر بائیں تو لڑ کر ہی ہماری ہی جانوں کو ساتھ کیل

کیلیں
اطمینان دلائی کہ غرض ہو ہر روز لینا کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہم

ہو اور ایک ہاتھ میں تلوار لی دوسری میں تہنچہ لیا اور اوس
بڑا جلد ہر روشنی نظر آتی تھی۔ شیشی کی صورت کو بچھو

جو کس قدر ٹوٹ گئی تھی اوس کو ایک راستہ نظر آیا جو ایک
شیراب اور چاہتا ہوا کیا ہو

شیراب اور چاہتا ہوا کیا ہو

یہ وہ اقدار دیکھ کر ہر روز لینا ایک خوف اور حیرت اور سخت آج
بہا ہوا وہ قریب سے نکل کے برآمدہ کے سوا کہیں گیا

جہاں ہوا وہ قریب سے نکل کے برآمدہ کے سوا کہیں گیا

یوں گفتگو کریں وہ تو ہونچا اب ایک قطرہ بھی نہیں رہا۔
 ہر در پہلوگ قتل عام کرنا نہ سوس اس جنگل میں پوشیدہ ہے۔
 اور جنگل فوج پیدل کو ایک دسی افسر فوج پہ پوشاک ہلکو
 دی تھی مگر کچھ ایسی مفید نہیں ثابت ہوئی۔
 ڈویل ٹھیکوٹ ۹۷۔

ہر در پہلوگ ہر گھڑی خطرہ میں رہے اور تین نہیں جانتا کہ
 مس دشمن اب تک کیونکر زندہ رہی۔
 ڈویل ٹھیکوٹ ۹۷۔ ہمارے کانپور۔ الہ آباد۔ اور اور
 مقامات کی حالات۔ سب سے وہاں ہزاروں کوئی دس ہزار کے
 قریب چھوٹے ماری گولے۔ خدا اوٹو گھنٹے۔
 ہر در۔ ڈویل تم کہاں سے آئی ہو۔ اور اور ہر در کہاں کیونکر
 آئے ہو۔

ڈویل۔ ٹھیکوٹ میرے چہرے سے آتا ہوں۔
 میرے چہرے سے یہ لفظ کیسے رحمت اور تعجب کے ساتھ لہنا کر رہا۔
 محل گئی۔ مگر ڈویل نے اطمینان دلایا اور کہا کہ تین ملن کے
 سوا کسی دوست یا غریب کی غیرت نہیں بنا سکتا اور اسے
 پندار یوں نکال حال اور میرے چہرے کے اور غریب جو معلوم نہیں
 سب جلد جلد بیان کریں اور انہیں باتوں کو ضمن میں بیان کیا
 کہ پندار یوں کو واقعہ سو چند ہفتہ کے بعد میں رولی ملن کے ساتھ
 جسکو تہار عوفاندان دھڑ دھڑکی غیرت نہ معلوم ہونے سے
 بہت گہرا ہٹ تھی دلی کی طرف روانہ ہوا۔ ہم دونوں نے
 زمینداروں کا بیس کر لیا تھا اور پندار یوں سے جو کچھ لوٹ
 مار میں ہاتھ لگا اس سے گویا ہماری آرزو برآئی۔ ہلکوگ
 ساتھ ساتھ رہتے لیکن اپنی دشمنوں کی طاقت ہی دریافت
 کرتے رہتے تھے کہ اونکی پاس کتنی فوج ہے۔ اسلئے کہ تعمیل حکم
 ہی ضروری تھا۔

پندار یوں کو کہ اونکی پاس کتنی فوج ہے۔ اسلئے کہ تعمیل حکم
 ہی ضروری تھا۔
 پندار یوں کو کہ اونکی پاس کتنی فوج ہے۔ اسلئے کہ تعمیل حکم
 ہی ضروری تھا۔
 پندار یوں کو کہ اونکی پاس کتنی فوج ہے۔ اسلئے کہ تعمیل حکم
 ہی ضروری تھا۔

کال لیا کر تو بین ۛ

ہر روز اور ہمارے فرینک ٹیل کا کیا حال ہو ۛ

ڈوایل ۛ جو سوت مین وہاں سے چلا تھا اس وقت تو خیریت سہ تھا
بڑا بہادر اور مستعد لڑکا ہو ۛ

اور یہی بہت سی لوگوں کو حالات دریافت کرنے کو جنین کو بعض

کی نسبت جواب دینے وقت ڈوایل کی آنکھوں میں آنسو بہا کر

اور کہا مار گئے۔ زخمی ہو گئی۔ زینت کی امید نہیں۔ وہ

بالکل موت کے قریب ہونگے۔ ابھی ہم اونکو دفن کر آؤ مین

اور آخر میں کہنے لگا۔ مس دشین۔ خدا ہمارے حال پر مہربان

ہو۔ ہم نہایت ہی تشویش اور خوف کے عالم میں رہتی ہیں ۛ

ہر روز ۛ پورا دن دوست ڈوایل۔ اب ہملوگ کیا کریں ۛ

اب ہملوگ ایک جنگ کرنا چاہئے ۛ

ڈوایل ۛ ایک کیشی آمدنی و خرچ کی ۛ

ہر روز ۛ یہاں پڑی پڑی ہملوگ ہو کون نہیں مر سکتی ہیں ۛ

ڈوایل ۛ اگر آگ چلے تو غم کے سوا کہاں نیکو کوئی چیز نہیں ہو ۛ

ہر روز ۛ یہاں ۛ اور کیونکر ۛ

ڈوایل ۛ شاید ہملوگ راجہ صاحب جہینہ کے محل پہنچ چکیں

جو ابھی تک ملکہ کے وفادار ہیں ۛ

ہر روز ۛ اوس دعا بازی کے بعد جسکو باعث ہم کو یورپی قنوجی لعل

کو مکان سے بہا گنا پڑا اب ہمیں ہندوستانیوں کا بالکل اعتبار

نہیں رہا ۛ

ڈوایل ۛ تو پہر ہم میرے جادوین ۛ

ہر روز ۛ یہاں ۛ یہ تو جیتنے کے بہ نسبت کہیں قریب ہو ۛ

ڈوایل ۛ اور خوف ہی انہما کی فوج کی کمک گونگی ہوگی۔ مگر

کہیں ایسا ہو کہ راستہ کی ناواقفی سے ہملوگ باغیوں کی ہاتھ

پڑ جائیں اور وہ لوگ ہمیں نیست و نابود ہی کر دیں ۛ

ہر روز ۛ چار دن طرف سے گھر کی ہر کی ہن کاش ہملوگ صرف

گنگا ہی تک پہنچ سکتے تو ممکن تھا کہ وہاں فوجی کرایہ کر کے

داخل میرے ہوتے ۛ

ڈوایل ۛ اور اگر کچھ فوج راستہ میں لجاوی تو خدا کا شکر

بجائے اسلئے کچھ امید ہو۔ وہ دن جب ہم اپنا انتقام لیں

کی کچھ زیادہ دور نہیں ہو ۛ

لینا ۛ کی قدر گہرا ہست کہ ساتھ ہر روز کی طرف دیکھا اسلئے کہ بلا

لینا ۛ میں سخت جنگ ہونی کی ضرورت تھی اور لڑائی خوف کی چیز

کیا اس نصیب اور تکلیف کے بعد وہ میری ہاتھ سے نکل جائیگا۔

یہاں پہر کر عشق اور اسکی محبت کی قدر خوشی اور اطمینان

کے زمانہ میں کیوں نہ کی ۛ

ڈوایل ۛ ہمارے فوج کی کشتی تھی۔ یہاں ۛ

کہ وہی پر قبضہ ہو گیا ہوگا۔ اور وہاں سے مس دشین بآرام

تمام کلکتہ پہنچ سکتی ہے۔ یہی ہملوگ ۛ

ہر روز ۛ ہملوگ کو قریب کر جہنٹ ملے تو اوس میں

شامل ہو لیں ۛ

ڈوایل ۛ کیا گنگا اس دریا سے نصف مسافت پر نہیں ہے۔ اور

وہاں ایک بستی مل سکتی ہو ۛ

ہر روز ۛ ہاں سچ ہو۔ کیون مس دشین۔ لیکن مخالفوں کا کیا ۛ

لینا ۛ اوہ! مجھ کو اب اسکا خیال نہیں رہا ۛ

ہر روز ۛ ہر جگہ پہرے والے ہر پوچھیں گے کون ۛ اور کہیں

پہچان لیا تو فوراً موت نصیب ہوگی ۛ

ڈوایل ۛ اچھا۔ گنگا جہن سہی۔ مگر کیونکر دریا تک پہنچیں گے

مس دشین اتنی مسافت پہلا کیونکر کر دیں گے ۛ

لینا ۛ آہستہ سے کہا ۛ ہاؤ مین اوسے رات کو مر گئی ہوتی تاکہ

تھلوگ آج ۛ آزاد میسی چلو جائیگا ۛ

ہر روز ۛ مخرجی اور سختی سے جواب دیا ہر ش ایسی باتیں کرے

لینا ۛ اچھا تو اب چلنے کی فکر کرنا چاہئے تاکہ میں راستہ ہی

میں مر جاؤں ۛ

ڈوایل ۛ تم نے کا ذکر نہ کرو۔ مس دشین کیا تم دلگی کرتی ہو ۛ

مس دشین ۛ میں تو دلین دلگی کی بہت کم جگہ ہے ۛ

اتنے میں آفتاب غروب ہوا۔ چونکہ آدھی رات تھی۔ لینا

چوتنے بچوئے برسو گئی۔ ہر ورے اپنے معاملہ کا سارا حال ڈواہل کر بیان کیا جسکو ضمن میں تہرہ پانڈی کا بھی ذکر آیا اور کرنل کا بھی حال بیان کیا۔

ڈواہل نے ہاتھ دبا کر کہا جسک میں حکومتوں تو سب کچھ بدلتا ہوں کیونکہ یہ اور اوسکی بہنیں ابھی ایک سب سے بڑے کر حسین ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی سامان ہوتا تو تمہارا جام صحت پیتا۔ اور کہو ہملو گو کو کس قدر برا ڈھی کا اشتیاق ہو۔

ہر ورے گلو ٹونڈین نے اس قدر پیاس کی برداشت کی کہ اور کوئی توتا تو بالکل مر ہی جاتا۔ گو کہ ہر فریب سینا نے نہ پیتا۔ کیونکہ یہ برداشت کی اور زندہ بچی رہی۔

ڈواہل نے غریب لڑکی۔ ایک انگلیز میم کو اوس مصیبت کی حالت میں دیکھ کر میرا دل پہنچا جاتا ہو۔ مکو بوسے ڈاکٹر کا حال معلوم ہے ہر ورے ہان ڈاکٹر۔

ڈواہل نے بس روز ہم اور ٹین میرٹھہ کو روانہ ہو کر گری اور پیاس اوسکا شامہ کر دیا۔

ہر ورے ٹین دل سے چاہتا ہوں کہ قبل اسکے کہ موسم گرما بخوبی شروع ہو مس وسٹن اپنی لوگوں میں پہنچ جاویں۔

ڈواہل نے اپنے ایمان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کچھ ہی سی منظر یہاں سے جبکہ یہ گری کے دن کیونکر کٹیں گے جبکہ ہوا گویا دھوکے سے نکلتی ہے۔ میری سبھ میں نہیں آتا جن لوگوں کو خاص اہو گھروں میں بخوبی مل رہا ہو وہ اس آگ اور وبا کی سرزمین پر کیوں آتی ہیں؟ یہ بڑی خراب ہوا ہے جو کسکو بھی فائدہ نہیں پہنچاتی۔

ان پانڈوؤں کو بدولت میں کس قدر فائدہ میں رہا۔ ہر ورے کیونکر ڈواہل۔

ڈواہل نے تنک کا حساب دیکھا اور اوسکی رقموں کو جلا دینے سے میرا بہت۔ قرضہ دار دھو گیا۔ اور اس سبب سے لگا ہوا اکھاٹا سے بچ رہا۔

ہر ورے کا نام سن کر ہنسا کیونکہ یہ مقام ہی جہاں کھلتے ہیں قرضہ دار قید ہو کر ہیں۔

ہر ورے "کیا اس سسنان جنگل میں آرام نہیں ملتی؟" ڈواہل نے یہ خوفناک مقام ہی۔ لیکن دیکھو تو یہ کوئی چیز اس توڑی والی ہے۔

ہر ورے کوئی چیز۔ ڈواہل نے ہان جنگل میں دیکھو آنا آئی۔ وہ لوگ نزدیک آگئے۔

ہر ورے اوشواو ٹھوچلو۔ اوس کو ٹھری میں ہو رہی۔ مس سٹین جگا۔ اور ہملوگ میں چپ رہی۔ ہاڑ دیکھو چاری کیسی غافل نیند میں سو رہی ہیں۔

ہر ورے دیکھ رہا تھا کہ چاند جو شیوا لہ کر اندرون مصنوعی آگ سے قریب نظر آتا تھا غائب ہو گیا۔ کیونکہ اوس پر ایک ایک ٹکر آگیا جسکے اندر مینار کی چمک بخوبی نظر پڑتی تھی اور گھوڑی جو تھو روں رہی تھی اونکی کمر بٹھارت ہی شنائی دی۔ اور بہت سے لوگوں کو باہم ہنسنا اور باتیں کرنا کی بھی آواز آئی۔ فوراً چالیس پچاس ہندوستانوں کا گروہ سامنے آکا نظر آیا۔

وہ لوگ گھوڑوں سے اتر کر۔ اور اتر کر گھوڑوں کو کسی جگہ باندھ دیا اور ایک ساتھ سب کے سب شوالہ میں داخل ہو کر ڈواہل نے ہر ورے کو کانڈن کہا۔ ڈکیت لوگ۔

لینا جیسے ہی کلبلا کو مورت کی کچھ کھڑی ہوئی اور کئی ہوی گہری سانس لی۔ ہر ورے بولا میری بیماری میں عاجزی کر کہ کہتا ہوں کہ میری بیماری اب بہت بھاری ہو۔

ڈواہل کہنے لگا۔ دیکھو ہملوگ کہاں گئے ہیں پیسے ہو رہی ہیں۔ ایک بچی کو بھی نکلنے کا موقع مل سکتا ہو مگر ہم نہیں نکل سکتے۔

اون لوگوں نے آخر ایک انداز چھوڑا جسکی روشنی میں شوالہ کو بردہ کاری کر دینے کو نہ جھکنے لگی۔ اون کا رگڑیوں کو بچہ بہر سب لوگ جانتے ہیں۔ ٹوپی دینے یا پکڑنا ان پٹے سکر بند باندھنا اور بہت لوگ گھٹنوں تک دھو تیاں پہنے نظر آئے۔ ان میں سے بہت سے مسلمان معلوم ہو رہے تھے اور بہت سے دشمنو مذہب کے پیروں جو ٹیکہ لگائے ہوئے تھے۔ ان میں بہت سے کوند کشندل اور کئی درجہ کے بہت سے لوگ تھے۔

سماں ہوان باب

ڈکیتوں کو مسکن میں

ایک ڈاکو سید زیادہ اچھو کڑی سپنے بتا اور اسکو گریون موتیوں کا ایک بار پڑا ہوا تھا اور متیار رون سولہ راہوا تھا اور بظاہر اول درجہ کا برہمن حلقہ ہوتا تھا اوسنے کچھ گنگو شروع کی۔ ہر روز ذوال سے پوچھا کہ ذوال میں شہبہ کس وقت آتا ہے؟

ذوال میں اس شیطان کو بھارا کچھ حال معلوم کر کسی اور زبان میں گنگو کرنا ہے۔

ہر روز یہ لوگ شاید کوئی مذہبی رسم ادا کر سکیں اور ان میں ذوال میں ہمارا مطلب مذہبی نقصان نہ ہو۔ گرو گنگو بہت زمانہ تہذیب اور ترقی میں اس قدر بڑا ہوا کہ لوگ ہدیہ تار برقی کارک سوکھاتے تھے۔ اوس سہ پہلے میں اور اوسکے ساتھ شادی کا پیغام بھی ہے۔ لینا تو سید گنگو اگر کہا کہ خدا کا واسطہ چپ رہو انہوں نے کہیں دیکھ لیا تو۔

ذوال میں دیکھ لیا تو پھر محسوس اور میری مان سہ و بارہ ملاقات ہوئی جسکو آخری مرتبہ مجھ اگر دین ایک چاکہ بھی تھی۔

”قسم خدا کی بد معاشوین جو ٹہنگ چور۔ قزاق ڈکیت کو نام سے مشہور ہیں۔ ڈاکوؤں کی تو ولیم ٹینگ نے بالکل بچ گئی کر دی ہو۔ قزاق کا لکھی پر سوار ہو تو وہ راستوں میں لوگوں کو لوٹتے اور ڈاکہ مار ڈالنے کی خاص مقام پر جج ہو کر قافلہ کا قافلہ تباہ کر دیتے ہیں چور صرف سینڈھ لگا پر اکثر قزاقوں میں گرا کا ایک سرگروہ ضرور ہوتا ہے جو چوری اور بد معاشی کی کسی جگہ سے سکو اکٹھا کر کے جوڑ کر تباہی کرے کہ رات کو وہ سب کہاں غلین کر۔ اگرچہ دیکھو یہ مختلف پیشہ کرتے اور ٹہنگوں کی طرح ہڈی باندھ اور اس جماعت ہوتی ہیں۔ ان ڈاکوؤں کو رہنے کو مقام عموماً پڑا ترقی میں مقرر ہو کر رہتے ہیں۔ ذوال میں اون لوگوں کی گنگو سی جو کچھ دریافت کر سکا اوس معلوم ہوا کہ یہ لوگ ہندو کسی مالدار رہا ہیں ہر حملہ کرنا ہوا ہیں جو ہنگل میں کہیں قریب ہی ہے۔ اسی کا سوا اور جو انکی رہائی کرتا تھا وہ گھنڈ کی صورت میں ہے جو ہر تباہ وہ ایک ہوا قسم کا بد معاش تھا

اور اکثر نقد دھوکا دینے کو لے لے گئے ہیں میں یہ ایک مانگا کرتا تھا۔

یہ افغان ڈال تلوار لے کر شاہ سردار نے اپنی حملہ کی فرض سوچنی فوج تقسیم کر دی اور ایک قسم کا سہن لو ڈر دیا۔ جو بظاہر اسباب ہر معلوم ہوتا تھا کہ سب لوگ تل میں۔ یہ سب خوشی کام ہندو تھا میں اوس وقت ہو رہی تھی جب فرنگیوں کی مغربی تہذیب تہذیب تہذیب بہت ہندوستان میں انگلی تھی۔ انکی تجویز ڈرنگے کے ہوجا کر تمام ختم ہوئی۔ ایک پانی سو مٹی گریٹا جیون تہو رسی کہاں ڈال دی گئی تھی پچ میں رکھا گیا اور ان پر ہنوں نے دعا مانگ کر وعدہ کیا کہ لوٹ کر مال کا کچھ حصہ دیوی کی نذر کریں گے۔ اب بچاوا دیکھ اور لوگ ہنگل میں گئے۔ گھوڑوں اور وازی پر یوں ہی چھوڑ دیئے۔ وادی گھوڑوں کی محافظت کو لے کر چھوڑ دیئے گئے شاید وہ دونوں ہنگل کر نشہ میں مست ہو کر انکے ساتھیوں کا جانا تھا کہ سو گئے۔ جس طرح تہذیب کر ایک فاشیہ کے بعد سہ پہر وہ پڑا تھا جو اوس طرح اب تاریکی کا پردہ پڑ گیا۔

ذوال میں آخرا بجا کر آزادی سوشلسٹ لینے کا موقع ملا۔ ہر روز اس میں سوا کر معلوم ہوا کہ یہ آواز کہاں سے آتی تھی۔ یہ لوگ

میں رہتے ہیں۔ ذوال میں ہلوگوں کو اس مقام کو ترک کر زمین پر نکلنا چاہو۔ جلاؤں کو گنگا شکر ادا کریں اور یہ مقام انہیں کو حوالہ کریں۔

ہر روز شکر کا ایک کا ۹۔ ذوال میں اس بات کا کہ اچھو گھوڑوں میں سوا ایک کو پسند کریں۔

بیک اس۔ یہ ہر اتنی گھوڑی کی چوری ہلو آدم اور بد دہی۔ ہر روز لیکن نگہبان۔

ذوال میں اوکھ سرونگا ہم خاتمہ کر کے ایک ایک گھوڑا پسند کریں اور چلتے ہوئے۔

ہر روز خدا کی قسم بہت عمدہ لایا ہے۔ ذوال میں کیا ۹۔

یہی گھوڑی تیرا ہے۔ لینا کو تباہ دیکر باہر نکلا اور چاندنی کی روشنی میں آئی۔

اس خند میں بالکل تاریکی تھی اور جنگل میں سنائے پستول چڑھائی
 ڈھائل ان دونوں نگہبانوں کی پاس پٹیاں تھیں تو رن خاموش ہو کر
 سو رہے تھے اور سواوی ایک سانس لینے کے ایسا معلوم ہوتا ہے
 کہ گویا بالکل بے رحمی تصویر بن گئے۔ اس بات کا موقع تھا کہ پیچھے
 خود چھپرے بچھا کر ڈھائل کی چھری سے معلوم ہوتا تھا کہ اگر زمین سے
 ایک ہی جانگنا تو جیسا اوسے بعد اگر بیان کیا وہ دونوں کو گولی
 مار دیتا اور اکل روح کو پتیل کی موہون کو ساتھ ہی شتم کر دیتا۔
 ایسی نبرد رات نہیں ہوتی۔
 اوسے نے ان دونوں کے پٹھانوں کی چھری اسی زمین سے نکالی
 پھول لٹا کر صبحی ہوا کو مٹا کر صبح کی کڑی اس عمدہ چھری کو ساتھ لے لیا
 ان کا دل نہ کھو گیا تھا ہونیکہ چشم خدا کی اگر زمین سے ایک ہی
 اور بھٹا تو زمین سے نہ نکلا کر دیتا کہ اکل کی نانی ہی نہ جانتی کہ
 کہاں گئے تھے۔

ہر روز ایک گھوڑا عربی کوئی ۱۲ انچ کا اودھنا پسند کیا اور کہا
 جن اسکو لوگا مس دسٹین چنگی بس ہم دونوں ایک پر سوار
 ہو گئے۔ گھر سے کسی ایرکا گھوڑا ہوگا اسلئے کہ ابھی اسے نہ بولا
 ڈھائل اسے سمجھ گیا شک ہو اگر گھوڑی کا کبھی کی زبان ہوتی تو
 بتلا کر کہ ہم کسکے ہیں۔
 ہر روز کو دل میں خیال آیا کہ اوسے کی قوی ریکل جوان کے لئے بہر
 چھری کی رکابین بہت چھوٹی ہیں مگر اتنی ہیلت نہ تھی کہ اودھنا بدل لے
 اوسے نے لینا کو اپنے اگے گھوڑی پر سوار کیا مگر زمین نہ بہت آرام دی
 لینا کو جیک کو کرین کا ہتھ ڈال کر اپنے خیلن سہاں پڑا جس نظام
 میں جیک کو بالکل حذر نہ تھا بلکہ ہم خیال کر سکتے ہیں کہ اوسے اسکو
 پسند کیا ہوگا۔ ڈھائل نے اور گھوڑا پسند کیا اسکے بعد ستر گھوڑی
 سبکی لگانے لگے ان کا کامیابان گھوڑوں پر سیر کر گئیں۔

ڈھائل چلو اس طرف چلنے کی صورت میں یقین ہو کہ صبح ہو تو ہوتی
 ہلوگ کنگا بک پہنچ جائیں گے۔
 ہر روز ہم ششی پر پہنچ جائیں بس پر اگر کوئی اندیشہ نہیں
 پہنچتا ہمارے۔
 ڈھائل نے کیا عجیب آواز بدین میں کوئی اسٹیمر طیارہ
 ڈھائل کی رہنمائی کی دولت جسکو اس حصہ ملک میں کئی مرتبہ اندیشہ
 اتفاق ہوا تھا یہ سب بہت جلد جنگل سے باہر نکلے اور دینی اور میرٹھ
 کو گرو کی سیر زار اور میداں اور ضلع طحہ۔ ہر روز اور لینا بالکل
 نہیں بولتے تھے۔ اکل کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلتی تھی مگر ڈھائل
 کچھ تو جاننے لگتا اور کچھ صبح کی سہاں ہوا تو ایسا مسرور کر دیا
 تھا کہ اکثر باتیں کرتا۔ ہنسنا اور سچے ہن کرنا جاتا تھا
 خند جس سے اسکو خیال آیا کہ وہ اکل سے کچھ اپنے گھوڑی پر بٹو کر
 تو کیا کہیں گے۔
 ڈھائل نے اور لینا کا دستور یہ کہ اکل کو کون کو مٹا بہا گئے۔ حواسانی
 ہوا۔ مار ڈھولنا اور شادی کر ڈھولکے بعد جام شراب لٹا کر گریبان
 گھوڑا چرایا۔ ہمارا اور شراب کا ایک قطرہ ہی نہ پیا۔
 آدھی رات کو چھ جلال آباد کی قریب دہری شکر پر نہر گنگ کی بالکل
 ٹوٹ گیا تھے جہاں سے ہزاروں پائیس میل کو فاصلہ ہے۔
 ڈھائل نے اکل کا سر پر رکھا اور کہا کہ یہاں عیشیہ بڑے طور پر رہتا
 عمدہ شادی کر ڈھولکے ساتھ ہر دین میں رہتی تھی شہاں ہی ضرور
 ہونا چاہئے۔
 ہر روز گھوڑا اگرچہ نہایت عمدہ اور عربی تھا مگر اسقدر بوجھ باریک
 عادی نہ تھا اب وہ غریب و فدا ہو چکا کہ کس قدر دماغ سے
 یقین تھا کہ چند میل کے اگر وہ ٹھاسکے گا اسی اٹھان میں اودھنا
 ایک باغ ملا۔ ان کی گولی سے بچنے کے لئے یہ لوگ شکر گڑی۔ کیا
 کیلے اور آم اور تھوڑا سا نہر کا پانی جو انکی معمولی غذا تھی لایا تھی کہ
 شام ہو گئی اور یہ لوگ پر سوار ہو کر۔ اب یہ خستہ اور کھلے ہو کر
 میداں میں تھوڑے صحن شکر ہی سرک تھی اور کئی گاؤں اور
 مکانات مسجدیں اور ٹیلیوں کو کہہ پوچھ۔ شکر پر اکل بہت
 مسافر ہو کر کچھ تو گھوڑوں پر کچھ اونٹن۔ ہاتھیوں۔ اور
 پالکھوں پر سوار تھوڑے دین میں سے ہر ایک گرمی کی باعث
 پکھلا جھلتا جاتا تھا۔ بہت سوا فائدہ ہو کر لوٹ کھسوٹ کا مال
 اور کہا اپنے اپنے کام سے باہر دلی کر لے جاتے تھے۔ اسلئے کہ

پہلے تو انکو کشتی کر لیچلنے میں سیکھتا رہا اور ہوا اور نہون گھوڑوں کو
اور اس عورت کو جسے کوئٹہ پر برقع پڑا ہوا تھا پہلے بہت شک
کے ساتھ دیکھا۔ اس لیے کہ یہ زمانہ لوٹ مار کا تھا۔ لیکن جہاں
سے ڈوائل نے اپنی بستیوں نکالی اور روپہ دیئے اور کھیش کر
امید دلائی انکا سب خوف جاتا رہا اور تھوڑی ہی عرصہ میں
یہ کشتی دریا میں بہتی نظر آئی۔

اس چھوٹی کشتی کو کمری کو اندر لینا ایک باران پھر آخر تک پہنچ
لیتی ہوئی تھی۔ ایک آواز نے جو سیکھتا رہا اس کی معلوم ہوئی
لینا کو جگا دیا کیونکہ اب کنارے کشتی پہنچی تھی اور پوچھ دیا کہ
آگئی تھی۔ ہر دور ڈوائل دونوں اب کشتی کو ہر چہرے اور
نہایت ہی خوش تھے۔

لینا نے دیکھا اور پوچھا کہ کلام کہاں ہیں؟

اصل میں یہ ہوا کہ جسے یہ کشتی پہنچا تھا وہ اسے چلی اور
گھاٹ سے سیکھتا رہا۔ یہ پہنچا ہوا اور ڈوائل نے عجیب
چالاکی سے دونوں ملاحوں کو پانی میں ڈھکیل دیا۔ اس طرح
وہ کشتی پر خود قابض ہو گئے اور اسکو اپنی طاقت اور پورے
سے کینے لگے۔ دریا کی گنگ میں اس طرح کا کشتی کبنا عرصہ
سے نہیں نظر آیا تھا۔

لینا نے دونوں ہاتھ باند کر کہا: یقین ہے کہ ان غریبوں کو ڈبو
نہ دیا ہوگا۔

ڈوائل نے نہیں نہیں۔ من سنیں۔ یہ لوگ ڈوبنے کو لے کر تھیں
ہو کر ہیں۔ دیکھو اب وہ کنارے پر شمال کی طرف پہنچ گئے۔
ہر روز ہنس کر کہتا اب ہم رفتہ رفتہ زیادہ سیکھتے جاتے ہیں
ڈوائل نے تنہا راضی کیا ہے۔

ہر روز گھوڑی کی چوری کی بعد انہوں نے دن دن ہار کی لوٹ تک
نوبت پہنچا دی ہے۔

ڈوائل نے کیا یہ چوری اور لوٹ ہی اسکو روپہ دیئے اور وہ دونوں
گھوڑی دیئے۔

ہر روز اگر گھوڑی ہی تو چوری کی تو آخر شاہ شہان اسوں کو

و جان بہت زیادہ پچاس ہزار کو قریب فروج تھی۔ اور پھر اسکو
ساتھ دہلی کی وسیع آبادی۔

ان لوگوں سے جابجا سوالات ہی کیے جاتے تھے۔ اسوجہ سے
کہ انکی پوشاک عجیب و غریب تھی اور یہ بات بھی نئی تھی کہ
مرد اور عورت ایک ہی گھوڑی پر سوار جاتے تھے۔ مگر وہ لوگ
یہ کہہ کر کہ یہ فرنگی غلام ہے تھل جاتے تھے۔ سسٹر ڈوائل کا ہیکر
انکی گوشت لگی ہوئی تھی پوشاک کا شکریہ ادا کرنا چاہتے کہ انہیں
سوار اور ایک مقام کے کسی کو شبہ ہی نہ ہو سکا۔ وہ جواب
ہی صاف ہندوستانی زبان میں دیتا تھا اور بالکل انگریزی
کا فرق لگوں کی زبان نہ بولتا تھا۔ اسکی بکری سیماہ مونچہ
اور داڑھی دیکھ کر کسیکو شبہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہ فرنگی لوگوں
میں سے ہے۔

غرض اس طرح ہر روک ٹوک یہ لوگ صبح ہو تو ایک گھاٹ پر
اور ترکہاں پر وہ مشرک جو حلال آباد سے آئی تھی ختم ہو گئی تھی
دریا کو دوسرے کنارے پر کوئی آٹھ میل کی فاصلہ تھا پورے گنبد نظر
آتی تھی۔ آغا پوراک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس مقام سے ۳۰ میل دور تھا
ہو چانگی شکر اور جاول شہر میں۔ اور ان دونوں بناوت کا
ایک خاص مقام تھا۔

یہاں پہنچ کر ہانگوں کو نکال دیا کہ لگا کہ اتور یا آگیا مگر کشتی
کہاں سے لاوین کہ آگے جائیں۔ متفرق قسم کی ڈونگیان پڑی
ہوئی تھیں جن میں پانچ چہ آدمی آسکتے تھے۔ بعض کشتیوں سے
لوگ اترتے اور بعض میں سوار ہوتے۔ ایک آدھ کشتی میں ایک ملاح
بیٹھا پل کے پار سے نظر آتا تھا۔

ایک کشتی نظر پڑی جس میں بہت کچھ کمان تھیں۔ وہ کشتی ہر روز کو نظر
آئی۔ یہ اونکو مطلب کہ معلوم ہوئی اور اس قسم کی تھی جسکو وہ
خود چلا سکتے۔ ان لوگوں نے اپنے گھوڑی ایک لکڑی کی کہیں میں پڑا
اور لینا کو جسے چوری پر برقع پڑا ہوا تھا بٹھا کر ڈوائل نے دو گھوڑے
ہوئے ملاحوں کے ہاتھ میں کئی روپہ رکھ دیئے اور کہا: ہیکر مونچہ
پہنچا دو۔ جس سے وہ بخوبی واقف تھا۔

ایک افسر نے جوبیل بولا تھا کہ تہتاری بانی ڈیوہل ہیں
ایک ہزار روپیہ کا اقامہ دے گا
کیا تم ٹیپس بنگال قریب رکھے ہو گے
بیشک

یہ تہتاری بانی تھی کہ ہم لوگوں کو گولی
سے شہید کرنا چاہتے تھے۔ تھو شایہ اخبار ہر کار دین کچھ لکھنے
کی فکر ہو گئی تھی
ایک افسر نے کس قدر تحکم کو ساتھ کہا تھا کہ لوگ کون ہو اور یہاں
کیوں آئے ہیں
ہر روز جو اسے دیکھتا تھا وہ افسر کو فوج کو لوگ ہیں جیسے
بعد بہت باتیں شروع ہوئیں۔
تھو شایہ کہتا تھا کہ ہم ہر روز تیسویں آئین
اور اسے ساتھ بنگال قریب رکھے ہو گے
یہ لوگ ہیں جو اسے دیکھتا تھا وہ افسر کو فوج کو لوگ ہیں جیسے
بعد بہت باتیں شروع ہوئیں۔

یہ لوگ ہیں جو اسے دیکھتا تھا وہ افسر کو فوج کو لوگ ہیں جیسے
بعد بہت باتیں شروع ہوئیں۔

یہ لوگ ہیں جو اسے دیکھتا تھا وہ افسر کو فوج کو لوگ ہیں جیسے
بعد بہت باتیں شروع ہوئیں۔

یہ لوگ ہیں جو اسے دیکھتا تھا وہ افسر کو فوج کو لوگ ہیں جیسے
بعد بہت باتیں شروع ہوئیں۔

یہ لوگ ہیں جو اسے دیکھتا تھا وہ افسر کو فوج کو لوگ ہیں جیسے
بعد بہت باتیں شروع ہوئیں۔

پارسی۔ کل کرنل لوگوں کی دعوت کر گیا اور وہاں سب موجود مسلمان عورتوں کی پوشاک عربی اور فارسی وضع کی پسند کی۔
 ہونے لگا۔ گہرے دریا کی جگہ اور کئی ان سب کو اسنے اپنے کپڑوں میں جھپٹا یا

من ۛ کس قسم کی لوگ ہونگے ؟ ۛ

پا سیم نہ وہ لوگ جنکو اوسنے ناکب اور حوالہ دیا تھا۔ نہ چنے والی عورتیں اور نہ ساش بونگی اور اس آشنائین ہمکو کچھ ایسا کرنا چاہئے کہ لید می کو بگائیں اور اور۔

ۛۛۛ

برہمن سپاہی کو خوف سے ذرا توقف کرکے یہاں لو آویں۔

ملن کے کل رنگ چنانچہ بہت کچھ سو جائے جب سو وہ جسے پھر نہ دیکھتا
بہت نقصان اوستہا یا چند گنہگار کی اور مصیبت یقین ہے کہ اوس
طواری مصیبت کو کچھ زیادہ دیکھو گے۔ منہ بہ کل میں انکے گھر بھرا ہو گا۔
معاذ اللہ کہ نہ بخلائے

لیکن اس جہانِ ناکِ عورت نے اپنی ایک علیحدہ تجویز سوچ کر رکھی تو بغاوت کو زمانہ میں سب سے زیادہ برا لگنے میں وہی لوگ یکساں تھے۔

جنہوں نے ہوشیاری سے دیسیوں کا پیس بدلا اور یہی ایک ایسی
ترکیب تھی جس کے بدولت وہ اس مکان سے ہٹا سکتے تھے۔

میں اس قدر متفرق قومیں ہیں کہ چہرہ کو ذرا سیاہ بنا لینے اور کچھ ہندوستانی بول لینے کی حالت میں یہ پیشکش نہ تھا کہ ایک بیچ

کہ باتوں سے گزر کر دوسری فوج میں لجاوی۔ صفیہ اس سے بچنی
 واقف تھی۔ اس سبب سے اس نے ملن سے کہا کہ ہوشاک کا معاملہ آئی

کے اختیار میں رہنے دے۔ وہ ناچنے والی عورتوں کو ساتھ گہرین
گہر، ہر ایک کو کیے راستہ اور کھڑکھن اور دروازوں سے واقف

تہی اسلئے کہ پانچ برس تک اوس مکان میں بطور غلامہ کے رہ چکی

تھاکہ لوگوں کو رہائشوں سے ادھکی رہائی ہو جاتی۔ زیادہ مشکل

کے پاس ہر ایک قسم کی پوشاک تھی۔ لیکن بیشک شکل و ثناء کے ساتھ

اگر یہ طرح طرح کی خوشامین اور ساریان وغیرہ تین لکھ صفینے

مسلمان عورتوں کی پوشاک عریض اور رخا رہی، وضع کی پسند کی۔
گہرے وار یا بچا امہ اور کر قی ان سب کو اسنے اپنے کمر و ن مین چھپایا

اور اوس کو گونجے میں لگتی جو کہل پڑے اور سسٹکہ کے مکان اور بنگلے کے
تہہ جو ۲۰۰۰ فٹ اونچ پہلے کے سپاہیوں وغیرہ کے ساتھ گھوم رہا تھا

حق نے اسے کہ ساتھ اپنی باہمت کیساتھ کہا کہ ہلوگ ذرا شہر کے باہر نکلے اور حاکم کو بھیج دوساں لگاؤ اب اگر اس برسال کو پھر تول ہے

سابقہ پڑا تو ہلوگ ملکر اونکا خاتمہ کر دینا گر
حقیقہ وہمات گر طرہ مصالح اسکا غور تہ اسکا ۹۹-ہلوگ

شہر کو دروازے سے تو کرکین نکلیں گے۔
 خداوند تعالیٰ ان کو کماؤں سے نوازے۔

کراؤ آج سے کہنا کیا آپ بہن! گئے کہ ایک دریا ہی تو پہاڑ

[illegible]

جہاں پہنچا تو کئی

آئینہ اچھی۔ کیونکہ اس کے سینہ میں پگھلائی وضع کا ایک منظر بھی تھا۔

کیا۔ اور ایک تلوار کرین لٹکائی اور غروب آفتاب کو بعد شہر سے

کے ساتھ ہو گیا۔

ابو اقبال نے شب کو جہلم دی بھی ملازم بھی ملک مغرب کی طرف
 کیسے قدر سرخی معلوم ہوتی تھی جو کیمہ مارون اور سیارون کی آواز

کوسوا سب طرح و خا موئی تپا سیکھا کہ بہت سی کشتیان
در این بین بڑی خوشی آئے۔ ایک کشتی اوستے پسند کر لی۔ یہ یورپین

لوگوں کی سیر کی ہر شکل پر ان کی تہذیبی جواب دہی بالکل لاوارث ہے۔
 مادی تہذیب کے لیے ان کی زبان اور اسے ایک اور کشتی میں ڈال دینا

لین اور پازری صاحب کو مکان کی پینٹنگ کیلئے فیس دینی تھی۔
جب پینٹنگ مکمل ہوئی تو اس نے اسے لے کر چھوڑ دیا۔

دونوں عاشق و معشوق ملا کر تھوڑا دوس چیت اور شرک کو دیکھ کر
سارا دل لگا دیا اور اسکی نظر کراسٹھے پڑ گیا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا
یہ مکمل ہی تھا واقعہ ہے کہ کیت سروسہ باتیں کیا کرتا تھا۔ شاید کہ بعد
جہاں ہوی کرار زونین پوری ہوئی کی تجویز اور صلاح نہ تھی
وہی مقام تھا جہاں وہ پولی اور پوئی کو غلیل سے جنگ کیلئے
پہنچنے کو کہا کرتے تھے۔

ابھی تک چاند نہیں نکلا تھا اور یہہ کامیابی کا ایک عمدہ سنگ
نمایاں کرتا تھا۔

اسکی نگاہ پادری صاحب کے اوس عالی شان محل پر لگی ہوئی تھی
نصیب کو ناگہان اسنے دیکھا ایک کبر کی کپلی اور ایک یاد و ہندو
عورتیں نکلیں۔ من شہر پناہ سے اونکا انتظار کر رہا تھا جہاں کہ
بہنہ بین خوف تھا کیونکہ ذرا سے شبہ یا آہٹ پر ان دونوں بڑی
ولی چلا بیٹھتے تھے۔ یہہ بھی معلوم تھا کہ پہانگ کو اندر سب پاس بنا
سل سیٹھ ہو کرین کیونکہ دن بہراس غرض سے یہہ شہر میں گہوا
جاتا کہ یہ گڑ پر پھر کیونکہ وسطی یادداشت طیار کر کر۔

اگر گھنٹہ کے بعد جو گھنٹہ آتا تھا وہ اور بھی شک پیدا کرتا تھا۔ پہانگ
ہی جب کبھی جاتا تو وہ خیال کرتا کہ کہیں اوسکو اور صاف کو دیر
سنگی ہو اور اگر کچھ بھی لائی تو کیت کی زبان سے کس قدر دردناک
مالا لہ۔ سننا نہیں گئے۔ اوسکی پیاری کیت جو ایک زمانہ میں کہ
بہہ جینے کو قابل تھی۔

سر اٹھانے اوسکو اس بات کو دیکھتی تھی کہ وہ موقع ملا کہ پر شاہ سنگ
اور عورت پادری صاحب کو محل میں کیونکر ہوتی ہو جو چند ہی
وز ہو کر اعلیٰ درجہ کو پہنچیں سو سائشی کا مقام اور سکین تھا
تاں تھان یا لکس رہائیں کاغذ کی لائینوں سے روشنی کی گئی تھی
بہر کپڑ کی اور دروازہ اس روشنی سے جگمگ کر رہا تھا
ورڈ کی تھوڑی عرصہ کے بعد لہجہ وایون کی سرطیلی آواز سنائی
دی تھی۔ باغ میں کوڑا اور نارنگی کے پھول بہک رہی تھیں اور
کی خوشبو آ رہی تھی کیبیک ایک اور آواز آئی جسکو سنکر
کچھ سمجھا۔

پہر کینہ پہانگ بھولا تھا۔ اوسنے سستی کو سختی اور کٹنا کر
لگائی ویشی ہیں دو عورتیں ترقہ پزیر آئیں۔ ہر ایک ایک کاغذ کی
لائین لہو توڑتی جسکو آتھی اونہوں نے بھجوا دیا۔
بہر ہی ہوی آواز سولہ کی گھنٹہ اوکیت ایکٹ! انا زک اور
خوشی کی بہت سی آواز تین جواب ملا اور ملین ٹا
اسطرح جیسے کیت کو پر شاہ سنگ رسالہ اور فقیر کر رہا تھوں
نجات ملی۔ یہہ انعام قیامت تھی جو ایسے پاتھوں میں ہوی کہ
گویا وہ خدا کی حمایت میں تھی۔
ملین کی بھی شادی ہوئی اور بعد پہلے کیت کو اسقدر زور سے اپنے
بغل میں نہیں دیا تھا جسقدر اسوقت جب معلوم ہوا کہ گویا
کو بعد ملاقات ہوئی ہو۔
آپا لی آنکھوں سے خوشی کو آنسو جاری تھو۔ اور وہ کیت کو قدم پر
پڑی ہوئی تھی۔ ملین زاری خوشی کو تیزی سے بٹھایا۔
اور ملین کی گلیاں سکی ہاتھ لگنے پر اسقدر مسرور ہوا کہ اونکے
ہاتھ لگنے کا قصہ بھی نہ سن سکا جو غصہ پیم ہو۔
سنتری جو پہانگ پر تھا اوسنے صانع کو جاکر وقت بخوبی دیکھا
بہالا۔ اور آخر اپنے تئیں اطمینان دلا کہ ہندوستانی زبان میں
اوس سے یہہ کہہ دیا کہ جاؤ اور چلے وقت کہاں آ رہی عورت
پر پہانگ نام لیکے داخل ہوا۔
اسطرح اجازت دیکر پہانگ اور لہجہ والیوں میں ملگئی اور ان
لوگوں کی نگاہ سے بچکر آئے مکان بہر کی سیر کی۔ پر شاہ سنگ
کی سب عزیز واقارب عورتیں ہی تھیں سب نظر آئیں۔ لیکن
کیت کا پتہ کہیں نہ لگا۔ اب اسکے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں
اسنے پہلا تو نہیں دیا۔ لیکن آخر کہاں ہے۔ آخر کار جب یہہ سب
لوگ باہر کو ہٹ کر نکل آئے تاکہ آتش بازی دیکھیں اسوقت وہ
سوتے کو کمر میں لگی جہاں سے نکلے وہ مرتبہ اوسنے اونہی
لوگوں کی ولی اور پولی کو بٹھایا تھا اور جو بصورت کیت کو پہر
پہنا دیتے۔ آہستہ آہستہ پہلو سے کمر میں لگی۔ دیکھا تو کہ کپڑ
میں پاؤں لٹکا دیے تھے۔ گویا اگر نے پر آمادہ ہے۔ اسوقت

گوئیں معلوم کون شخص اسکی ملاقات کو آیا ہو۔ آیا بہت ہٹ
و ایک باتیں اطمینان دلاؤ کی غرض سے کہیں کہ پڑا پہنا اور
سب کی نظروں سے چھپا ایک پوشیدہ راستہ سے
باغ میں نکل گئی اگرچہ اوسنے یہ سب حال۔ من سے بیان کیا
لیکن ہمارے حضرت کیٹھ کرٹنے سے اسقدر خوش ہوا کہ اونہوں
کو بہت کم سنا۔ یہ سب کہہ کر اسنے ایک کشتی دریا میں ڈال دی
جو اوس کے طیارہ کی تھی۔ پیر شاہ سنگ۔ شمس الدین خان اور نگار کو
تعجب ہوا جب تلاش کیا اور دیکھا کہ وہ چل دی۔ من وغیرہ لگا کر
پل کو قریب گئے اور وہاں سے پایادہ میرٹھ کو روانہ ہو کر جس
شہر پر شکل سے ہنوز تین ہی میل گزیرے کہ گھوڑوں کو ٹاپا لگی
اور دشمنی دی۔ من کو معلوم ہوا کہ کسی گارڈ کا پتروں کسی
اخر کی ماتھی میں تیس آدمیوں سے آیا تو۔ یہ تینوں سنا دم
سینے کی غرض سے نہ تھے ہی ہو کہ کہیں پر باغی سوار نہ نکلیں گے اگرچہ
ماریوں اور زون فرم کہ پوشیدہ کیا کہ اپنا حال جا کر اوسنے
بیان کر کے۔

۲ ہزار ۶ سو دو سو سرکاری باغی اور ایک سنہری تیرا کو لہ لٹا رہا
کشی ہے۔

چونشہوان باب

کوہ اٹھوڑا کے قریب

اوس سید ہر شخص بہت ڈوٹے اپنے ملک کو رسم کے موافق
اس امر کے بیان کرتے ہیں غلطی تھی کہ فوج بڑی بڑی گروہ
کی ماتحتی میں انبالہ کو آیا۔ اور میرٹھ گئی ہے۔ یہ
لوگ میرٹھ ہی میں رہتے تھے جہاں انہوں نے، اس امر
میں کوئی کوشش اور شہانہ نہ بھی تھی اپنے تمام کو غیر کے
حلقوں سے محفوظ رکھنے کے لیے خوب مضبوط بنا لیں۔
میرٹھ میں آنے کے بعد من اور کیٹھ کو صرف دو روز
آرام کرنا نصیب ہوا۔ لیکن یہ وہ دن پچھلے تمام بہتوں
کے خوش میں کافی تھے کیٹھ کے نظریے کے سامنے، وقت
وہ خوشیاں خواب رہتا تھا جسکے بہوں جلنے کی وہ کوشش
کرتی تھی۔ رات میں، سرک پر تنہا گھومنا۔ شاہ جہان کی

جسبہ ان مساجد میں ان فرشتوں کے پیر اور وہیں حوریں ایک لنگری
لیٹے تھے اور یہ سب سے بڑا کمرہ کہ مدت کو پچھری ہو کر شمس من کی
مفاسات میں بیٹھا اونہوں کو دوسرے نعرہ خوشی بلند کیا۔

من کو اپنا اور جیکے روبرو کا حال کیٹھ نے بیان کر دیا تھا کہ وہ وہاں
اوس رات کی آفتوں سے بچ گئے۔ لیکن ابی تک غریب پولی کی سیکو
فہرستیں۔

افسر نے شاہ جہان کو گانوں میں جو قریب ہی تھا ایک کہ ہم پہنچا
یکہ اور فوجوں کا کب قدر غرر کیا لیکن ہر ایک گولی کی شہ پر لیا تھا
وہ راضی ہوا کہ آیا اور کیٹھ کو سوار کر کے لجا کر اب نصف سوار
شہر دلی تک پہنچا یا جہاں اب من کو شہر دلی کو حالات اپنے اصر
سے بیان کرنا تھے۔

اسنے اپنے ذاتی مشاہدہ سے جو کچھ دریافت کیا تھا اور جو کچھ اوسکو
معلوم ہوا تھا سب اوسنے بیان کیا ہم چمنین باغی بنگال فیج
پیدل کر۔ آٹھ گزیر دو سال کے چمنین خاص کر مسلمان ہیں۔

سبجہ والی خوشیاں رات میں محنتی کے گہر میں رہنا۔
وہ وہ بن کر یہاں گئے کی کوشش کرنا۔ اب یہ باتیں جہان
کو نہیں کہ اوسنے اپنا سر من کی چپاتی پر رکھا اور دیکھا
تو اوسنے ہاتھ واپس نہ دیا۔

مگر اوسوں وہ پہر جہان ہونے سے پہلے ہی تھی۔
جو فوج انبالہ سے آ رہی تھی اور یہ گزیر گزیرے جسکی
کمان کرتے تھے۔ اسکی شہ کو میرٹھ سے چلی اور
باغیوں کی بہت بڑی جماعت ہر جگہ اور ہر جگہ دلی
۵ میل اوس جانب جمع تھی۔ من اوس فوج میں شامل
ہوا جس میں بہت سے فوجی اور سول دونوں قسم کے لوگ
شریک تھے وہ کیٹھ سے رخصت ہوا اور بیڑیوں کے
ساتھ اسکو بھی خیمہ میں روتے دھوتے چھوڑا کہ وہیں
اپنا خیمہ ان لوگوں پر اور کوئی آفت نہ آئی۔ من
چار توہین ایک اسکو اور دن اور سپاہیوں کو لیتا آ

بڑا جنین حکم تھا کہ جب تک ایک ہی گولی باقی رہے ہزار ہا اور تیز دن کو یہ رولی ملن جو کوا ہی تک کوئی زخم نہیں پہنچاتا سر کیے جا میں اسے شام کو پہلو پہل کشمیری دروازہ پر بیٹا رولی بہت سی زلیوں کو ساتھ میں رہ گیا۔ جسین زخمی اپنے سپاہیوں کے ساتھ ہزار ایمان دہو کہ باز باغیوں اور ہزار لوگ تھے۔

کیٹ جسے ملن کو جانی دیکھا تھا، بپہر واپس آؤ دیکھ کر اسے سنگ لہا کر سے مقابل ہوا۔

اسمین تک نہیں کہ سپاہی بڑی ہی مضبوط دشمن تھے یا کہ کو نہیں سو رہا تھا کہ یہاں اسیت اور وہی نیا لانت برزب کرنا پڑی جنکو ایک سپاہی کی بیوی برداشت کیا کرتی ہو گی۔ واپس فیروزہ خوش ہوئی۔

بہت دن گذر گئے ایک روز عین اسوقت کہ ملن آج سو دگنہ قبل ملن میں پڑ کر رہا تھا اسکو کان بن ملن تک کی آواز کی جنکو سب سپاہی چالاکی سے ڈراؤ اور پتھر پتھار اور ٹھالیے جسوقت پہنچا ہوا کہ نوادر فوج ایک گورکھی سپاہیوں کی پٹن ہو کہ دو کپتان تھے، اسکو بہت اطمینان پیدا ہوا مگر وہ اطمینان خوشی اور تعجب سے بدل ہو گیا تھا دیکھا اگر اگر شعل ہو اور ہر دروازہ داخل و فون دردی ہوئی چلے آتے ہیں اور ایک ڈولی میں کوئی لیڈی یعنی بیوی آکر۔

یہاں کی میل ہوا ایک فیس میں سوار آتی تھی، کو تیار کیا دیکھ کر زخمی مری میں اپنی تائین اوزار رہے تھے۔ بہت عرصہ تک یہ دونوں پہنچ کر سوئی ہینٹن ایک دوسری سوئی رولیا کین اون کو کو کر آجانیکی وجہ سے ملن کو فوج میں شریک ہونے میں سیکر دیر ہو گئی۔ آخر روز سلی برنگڈر لسن کا یہ حکم لیکر آئے کہ چوٹ دہلی کی لڑائی عرصہ تک رہی اس سبب سب عورتوں اور بچوں کو فنی تال ہیچ دیا جائے۔ ایک گورکھوں کا مقام دامن کوہ الموڈا میں جو یہ رہے ایک سو بیس میل کو زیادہ فاصلہ پر شمال کی جانب ہے۔

ملن ۱۱ اب چیک چڑھائی کیو اسٹے ۱۱

ایسی رشتا شت کہ ساتھ جو یہاں سپاہی کے چری چرٹا ہوتی ہے، جاکے ہوا دیا ۱۱ بان رولی اور جس روز ہم ملی بدقتہہ کہیں کو وہ ایک سنی سے ایسا دی ہو گا کہ سرفی سے تاریخ ہند میں لکھا جا لگا ۱۱

ڈو اعلیٰ ۱۱ لیکن ملن ہمارا بنگلہ کہاں ہے۔ ہلوگ بنگلہ چڑھ کر اور کوئی شریک کے طور پر ہو رہی۔ قسم ہے کہ فوج وقت پر گورکھوں کی کشتی ملنی اسٹیل کو دے بہت جھک گئی ہو اور اگر تیری دور ہو تو دشمن ہمارے ہی ہوں جائے

بڑا جنین حکم تھا کہ جب تک ایک ہی گولی باقی رہے ہزار ہا اور تیز دن کو یہ رولی ملن جو کوا ہی تک کوئی زخم نہیں پہنچاتا سر کیے جا میں اسے شام کو پہلو پہل کشمیری دروازہ پر بیٹا رولی بہت سی زلیوں کو ساتھ میں رہ گیا۔ جسین زخمی اپنے سپاہیوں کے ساتھ ہزار ایمان دہو کہ باز باغیوں اور ہزار لوگ تھے۔

کیٹ جسے ملن کو جانی دیکھا تھا، بپہر واپس آؤ دیکھ کر اسے سنگ لہا کر سے مقابل ہوا۔

اسمین تک نہیں کہ سپاہی بڑی ہی مضبوط دشمن تھے یا کہ کو نہیں سو رہا تھا کہ یہاں اسیت اور وہی نیا لانت برزب کرنا پڑی جنکو ایک سپاہی کی بیوی برداشت کیا کرتی ہو گی۔ واپس فیروزہ خوش ہوئی۔

بہت دن گذر گئے ایک روز عین اسوقت کہ ملن آج سو دگنہ قبل ملن میں پڑ کر رہا تھا اسکو کان بن ملن تک کی آواز کی جنکو سب سپاہی چالاکی سے ڈراؤ اور پتھر پتھار اور ٹھالیے جسوقت پہنچا ہوا کہ نوادر فوج ایک گورکھی سپاہیوں کی پٹن ہو کہ دو کپتان تھے، اسکو بہت اطمینان پیدا ہوا مگر وہ اطمینان خوشی اور تعجب سے بدل ہو گیا تھا دیکھا اگر اگر شعل ہو اور ہر دروازہ داخل و فون دردی ہوئی چلے آتے ہیں اور ایک ڈولی میں کوئی لیڈی یعنی بیوی آکر۔

یہاں کی میل ہوا ایک فیس میں سوار آتی تھی، کو تیار کیا دیکھ کر زخمی مری میں اپنی تائین اوزار رہے تھے۔ بہت عرصہ تک یہ دونوں پہنچ کر سوئی ہینٹن ایک دوسری سوئی رولیا کین اون کو کو کر آجانیکی وجہ سے ملن کو فوج میں شریک ہونے میں سیکر دیر ہو گئی۔ آخر روز سلی برنگڈر لسن کا یہ حکم لیکر آئے کہ چوٹ دہلی کی لڑائی عرصہ تک رہی اس سبب سب عورتوں اور بچوں کو فنی تال ہیچ دیا جائے۔ ایک گورکھوں کا مقام دامن کوہ الموڈا میں جو یہ رہے ایک سو بیس میل کو زیادہ فاصلہ پر شمال کی جانب ہے۔

ملن ۱۱ اب چیک چڑھائی کیو اسٹے ۱۱

ایسی رشتا شت کہ ساتھ جو یہاں سپاہی کے چری چرٹا ہوتی ہے، جاکے ہوا دیا ۱۱ بان رولی اور جس روز ہم ملی بدقتہہ کہیں کو وہ ایک سنی سے ایسا دی ہو گا کہ سرفی سے تاریخ ہند میں لکھا جا لگا ۱۱

ڈو اعلیٰ ۱۱ لیکن ملن ہمارا بنگلہ کہاں ہے۔ ہلوگ بنگلہ چڑھ کر اور کوئی شریک کے طور پر ہو رہی۔ قسم ہے کہ فوج وقت پر گورکھوں کی کشتی ملنی اسٹیل کو دے بہت جھک گئی ہو اور اگر تیری دور ہو تو دشمن ہمارے ہی ہوں جائے

کے زیر کمان لکھنؤ میں کام کر رہی تھی کہ جہاں وہ
کمانیڑے اوس شہر کی جو دہلی سے دوسو اتھی میل
کے قریب ہے محافطت کر رہا تھا۔

ہر دور کے کپ میں داخل ہوتے ہی بہت شور و غوغا
ہوا کیونکہ یہ اپنے سپاہیوں میں ہر دل غریزہ رہتا تھا
ہر ایک مس سنبھلے میں اوسکی شرکت تھی اور
کچھ اذالہ میں اسقدر کامیابی حاصل کی تھی کہ لوگ
اُس سے محبت کرتے تھے۔ بہت سے لوگ مبارکباد
دینے آئے جس میں کرنل رڈکن بھی تھا کہ جس کی
سنجیدگی و مسکراہٹ معمولی تھی اور جس سے
اتھ تھلائے وقت ہر دور کے یہ دل میں گذرا کہ اب
اُسکی دغا کو بھول جاؤں اور معاف کر دوں

فوج میں اوس وقت تک جب تک کہ سپاہیوں نے
بار دلا سرا سے میں غنیمت سے مقابلہ کر کے توپیں نہ چھینیں
کوئی توپ یہ تھی گولہ اندازوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ اور
اونہیں توپوں سے حملہ کرنے کے وقت کام لیا۔
ڈوڈا اُٹھوڑے سے فزلیہ لوگوں کے ساتھ غنیمت
کا کاہلی دروازے تک پیچھا کیے چلا گیا اور اس
بہادری کے صلہ میں بائیں مانگ میں اوسکے ایک
گولی لگی۔ ایک مورخ کا بیان ہے یہ بیان ایک
گاڑی ملی کہ جسکی نسبت خیال تھا کہ یہ گولی وبارود
سے بھری ہوئی ہے لیکن بخوبی دیکھنے پر معلوم
ہوا کہ اوس میں عیسائی لڑکوں اور بچوں کے اعضا
کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ گاڑی وہی
تھی جو کرنل رڈکن کو ایک مہینے قبل چھوڑ گیا تھی
تھی اور جبین ۹۰ دین پلٹنے کے افسردہ کی لاشیں
تھیں۔

سپوتوں اور عینوں تک دہلی کے محاصرہ کی تدبیر ہو
رہی۔ گرمی۔ دھوپ۔ میٹھو۔ بخار۔ زخم اور موتوں میں

و پادری صاحب کے نسبت خبر ملی ہے کہ دونوں بھرتی ہیں
پولی شاہی محل زمانہ میں سے اور پادری صاحب یا تو
محل یا قلعہ میں قید ہیں جنرل کمانیڑے کو اسید ہے کہ دونوں
کو وہ آزاد کر لیں گے۔

لیکن ابھی تک کوئی خبر دہلی کی نہیں لی اس
باعث ہم ان کے نسبت خیال کر لیں کہ وہ اب بھی
نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے جیسے کہ رخصت ہوئے
ہیں ایسے ایسے سوچے ہیں کہ خدا ایسوں سے
بچائے۔ چارستہ عزیز اور اہل قوم اس طرح سے پرہیزگار
ساتھ رہے گئے ہیں کہ پادری لینا چارستہ دونوں میں بار
بار یہ جوش بلند ہوتا ہے کہ مارو مارو مارو دیکھو مارو

پہلے سٹھوان باب

سزا دینے والی فوج

جون کے اول ہفتہ میں برسرِ آدینے والی فوج جنرل
سرہنری برنڈ کے سپاہی کے زیر کمان کہ جنھوں نے جنگ
کریما میں شرکت کی تھی دہلی میں آئے لیکن یہ
مشترک فوج خود اہل بہت کم تھی اور اس باعث
ایسے وسیع شہر پر چلک کرنے کے بالکل ناقابل کہ جو اسقدر
قواعد دان اور ہوشیار سپاہیوں سے محصور تھا
اور جو لوٹ کھسوٹ کے باعث مست نہیں ہوئے
باگ اور محمد شاہ سے لیکر ایک اونی ہندو تک کا خیال
تھا کہ وہ ایک قومی دشمن سے لڑ رہا ہے۔ برنڈ نے
اپنا خیال پر اسے پر پیکر نمونٹ کے قریب ڈالا کہ
جس کا حال شروعی باجون میں بیان ہو چکا ہے۔ ملن
اور ڈوڈا اہل اپنی رجمنٹ کے ساتھ تھے۔ ہر دور جو تک
۹۰ دین پلٹنے کے ساتھ تھا اس باعث اوسکا قیام
ہندو راس کے مکان کے قریب تھا۔ ان سب حالات
اور واقعات کے وقت جبکہ کی رجمنٹ برگڈیر لکھنؤ

ایک کی اپنی دعوت نہیں کر سکتے

شب عید

باغیان دہلی میں اودھ دو اب بند لکھنؤ سیالکوٹ
دہلی اور روہلکھ بند کے باغی بھی شامل تھے کہ چنانچہ
دہلی جہانسی نے انکو بھیجا تھا جسے اپنے سامنے جالیر
کو روٹ کو قتل کر دیا تھا۔ پانی پت جو کرناں اور
دوسری جگہوں سے قریب قریب ہزار پیدل اور
سوار کے مجمع ہوئے تھے۔ حالانکہ انگریزی سپاہیوں کی
مشکل سے ایک ٹلٹ تعداد ہوئی۔

ایک روز شاہ دہلی نے اپنے خاص پسند و مقبول نیت
محل سے جب دہلی میں ہریلی کی رجمنٹ داخل ہوئی
تہی کہا: اے احایہ انگریز کافر! جو تم کی سرکین اور غصے
کے آگدار گوزی بنا سکتے ہیں لیکن ہندوستان
ایک کار توں کے باعث مکمل کیا بیوقوف اور غور
بیچھے۔

بعد عشر محمد کے انتظار میں تھے اہل اسلام بہت ترش
ہوئے۔ یہ لوگ سالانہ خوشی اوس قرانی کی کہتے
تھے کہ بھادریہم نے اسمعیل کی کی تھی۔ اسمعیل
جیسا کہ مورخوں کا بیان جو آدم کا اکھلا
لڑکا تھا جس کو اسے خدا کے حکم سے قین بار بطور
انسانی قربانی کو ذبح کر دیا۔ یہ شب پہلی اگست کی
تھی۔ موسم برسات کی گرمی کے خاتمہ کا دن کہ
جس روز باغیوں نے چاھا کہ جنرل ولسن کی فوج کو
ہٹا کر صلاک عید کریں۔

ٹپپیل نے کہا: ضرور طیارہ (بگل کی آواز سنکر)
یہ لوگ اب چل رہے ہیں۔
دیکھا۔ دین رفیل لڑ رہی ہے۔
وہاں اور ساری تھوڑے لوگ بھی سب سامنے
ہیں۔ ہائے اگر اس وقت پوری بیڑی ہوتی تو کیا
مزی سے یہ رات گذرتی؟

بھادریہم ایک گلاس شراب اور دو گلاس
یونکہ اچھا کچھ شب کو پیش روئے اور سیار و نکو
بہت سا گوشت اور بڑیاں نذر کر لی ہیں۔
ریورسلے نے خبر دی کہ دہلی کی راہ ایک طرف سے
اہلی ہوئی ہے۔ پانچ خوشنیں رسالہ کی ظالم باغی
سراو باد۔ ہریلی۔ شاہجہان پور کے جہاز سے اوس پاک
شہر میں سبز چمڑا اوٹھاٹے جاتے ہوئے
دیکھا ہی دیکھئے۔

دہلی کی سرکین خصوصاً وہ جو کرناں کو گئی تھیں
بھٹنوں اور دونوں اور دوسری جانوروں سے بھری
ہوئی تھیں گرمی ہوئی مکانات مسجدین پرانی قبرستان
ریلیوں کے نشانات افسوسناک حالت تھیں
تھے۔ کچھ اور انہ اور ٹپپیل کے درخت شہر کے گرد
بانکے ماتم کرتے ہوئے نظر آتے تھے کیونکہ گولیوں
نے انکی پتیوں تن کو خراب کر دیا تھا۔ جانور
بہادر سرسہری برنڈ مر گیا اسکے بعد اوس کے ظالم
مقام ریڈ بھی بیماری کے باعث مجبور ہو اور
ان کمان اب سرولسن کو لینا پڑی۔

بالکل فوج آگئی تھی اور جیک نے ایک عجیب
سورت بنائی تھی روز بروز فوج کے آنے سے
بشاشی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ کچھ ڈھیلی پوشاک
پہنے ہوئے پٹان اور دیگر ہندوستانی
ولسن کی فوج کے ساتھ یا تو دولت کی لالچ
سے یا دوسری موقعہ وغا بازی کا انتظار میں تھے
شب ہو گئی تھی اور سوائے اسکے کہ وہ کہا کہ سید
مل کرتے تھے جو بیارون یا زخمیوں کو لیجاتے تھے بالکل
سنایا تھا۔

چھانسنہٹوان باب

و بہت اچھا فرینک ایک منٹ میں تہاری ساتھ ہوگا جیک نے اپنی تلوار میان سے نکال کر اوس مقام سے
اوسے نہایت ہوشیار سیوا ایک خط پر مہر لگائی اور جہان کہڑا تھا اپنے سپاہیوں کے جانب مخاطب
ہو کر کہا: "جوانوں! اپنی تلواریں لیکر مستعد ہو۔" (اوس بد معاش کی طرف جبکہ کہ لڑکوں اور
عورتوں کو یاد کرو گو وہ ایک کو پانچ میں مگر چلے آویا رو چلو بدلا لینا ہے اور وکٹوریہ کر اس تختہ
یہہ درویش اس بہانگ صی رہا تھا کہ ریڑر کو ایک کندہ بندوٹا سکوا دہ مار کر دیا اور خیال کیا کہ مر گیا
لیکن یہہ لوٹ کر چاہتا تھا کہ پیردن پر گرے۔ ریڑر۔ اگر ایک ہی کار توں ہو تو بد معاش کے گولی مارو۔
"تلوار مارو تلوار مارو" اور ایک گولی اور اس بد معاش پانڈی کا خاتمہ
کر دیا تین مرتبہ اسکی طرف چلائی گئی لیکن یہہ ہچکچا۔
"مرورنے کہا: "مٹھو جوانوں میں اس بد معاش کو جانتا خون پڑا رہیگا یا اوٹھ کر کچھ کہنے گا (نزد سے
ایک ٹھوکر مار کر مسمی کیا تو اسم اعلیٰ ہی ہے نہ جو پاؤڑی دسٹین کا خدشہ تھا۔
"وہاں صاحب" سپاہیوں کی اسکو گھسیٹا اور سب تیار چھین لیا۔
"مرورنے پوچھا: "بول اب کیا بھگو رہا ہو کہ میں بھگوا اس نے
کے ہنسنے میں نہ ناگ و دن" دونوں ہاتھ جوڑ کر "بھگو جتا بہت کچھ کہتا بھگو شاید آپ
سنا پسند کریں گے" "جو میں سنا پسند نہ کروں گا کیوں رہے اچھا کیا
"میں تمکو تھلا سکتا خون کہ پاؤڑی دسٹین جتا اورس پایا بولی اسوقت کہاں حسین
متعجب ہو کر "تم بتلا سکتے ہو"

و بہت اچھا فرینک ایک منٹ میں تہاری ساتھ ہوگا اوسے نہایت ہوشیار سیوا ایک خط پر مہر لگائی اور
جہان کہڑا تھا اپنے سپاہیوں کے جانب مخاطب ہو کر کہا: "جوانوں! اپنی تلواریں لیکر مستعد ہو۔"
(اوس بد معاش کی طرف جبکہ کہ لڑکوں اور عورتوں کو یاد کرو گو وہ ایک کو پانچ میں مگر چلے
آویا رو چلو بدلا لینا ہے اور وکٹوریہ کر اس تختہ یہہ درویش اس بہانگ صی رہا تھا کہ ریڑر کو ایک
کندہ بندوٹا سکوا دہ مار کر دیا اور خیال کیا کہ مر گیا لیکن یہہ لوٹ کر چاہتا تھا کہ پیردن پر گرے۔
ریڑر۔ اگر ایک ہی کار توں ہو تو بد معاش کے گولی مارو۔ "تلوار مارو تلوار مارو" اور ایک گولی
اور اس بد معاش پانڈی کا خاتمہ کر دیا تین مرتبہ اسکی طرف چلائی گئی لیکن یہہ ہچکچا۔
"مرورنے کہا: "مٹھو جوانوں میں اس بد معاش کو جانتا خون پڑا رہیگا یا اوٹھ کر کچھ کہنے گا (نزد سے
ایک ٹھوکر مار کر مسمی کیا تو اسم اعلیٰ ہی ہے نہ جو پاؤڑی دسٹین کا خدشہ تھا۔ "وہاں صاحب"
سپاہیوں کی اسکو گھسیٹا اور سب تیار چھین لیا۔ "مرورنے پوچھا: "بول اب کیا بھگو رہا ہو کہ میں
بھگوا اس نے کے ہنسنے میں نہ ناگ و دن" دونوں ہاتھ جوڑ کر "بھگو جتا بہت کچھ کہتا بھگو شاید آپ
سنا پسند کریں گے" "جو میں سنا پسند نہ کروں گا کیوں رہے اچھا کیا" "میں تمکو تھلا سکتا خون کہ
پاؤڑی دسٹین جتا اورس پایا بولی اسوقت کہاں حسین متعجب ہو کر "تم بتلا سکتے ہو"

اسلم علی نے سلام کیا اور ہاتھ اپنے اور بھی مضبوطی سے بند کیے۔

اپنے پستل نکال کر جس سے یہ خدمتگار گھبرا یا ۱۱
تو پھر کہاں ۱۲

در جان بخشی کیجئے ۱۳

میں کچھ وعدہ نہیں کرتا۔ اس بدعاش کے ہاتھ پیر

باز کر زخم و زان لیچو (سوج کر) اچھا دیکر نہ مورا

بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ بونو ورنہ میں ابھی خاتمہ کر دوں گا ۱۴

۱۵ محل دہلی میں ۱۶

۱۷ صفحہ ۱۸

۱۹ بالکل صحیح ۲۰ صاحب ۲۱

۲۲ کیا ثبوت اسکا ہے ۲۳

۲۴ وہ درویش ہے جو دانا پڑا ہے پوچھو۔ اگر وہ گیا

ہو گا تو اسکی تصدیق کریگا حافظ غلام الدین کبھی جھوٹ

نہیں ہوتا ہے ۲۵

۲۶ رویش جیسے قریب گولی ہو کر نکلی تھی اور جبکہ صرف

سیصد نقصان ہوا تھا کہ اسکا عزیز سناپ اس سے

پھوٹ گیا تھا اور ڈھایا اور خدمتگار کے ساتھ رہی میں

زخم لگایا اور دونوں ہندو رائے کے مکان تک گھسیٹے

گئے کہ جہاں پر ورجسہ ل کے رد بروان دونوں کو

لے گیا کہ ان سے سب حال سنئے۔ انکے افہامات ڈرائیگ

روم میں ہوسے

۲۷ اس کمرے کا گوباب غارت کر دیا گیا تھا لیکن

۲۸ دیواروں کی تصویریں سب اسی طرح سے تھیں جیسے پہلے

۲۹ لی ایک تصویر ایک بنگال کے شیر کی دشمنی صورت

۳۰ کنول کے پھول میں بنی ہوئی تھی۔ اس دشمنی کی

۳۱ تصویر کے گرد بہت سے بندروں اور سوروں کی

۳۲ تصویروں کا مجمع تھا۔

۳۳ یہ دیکھا از حد متحیر رہا کہ حال ہے ابھی تک نہیں لکھا

ایک لمبا مضبوط آدمی تھا بڑے بڑے پنجہ بڑی سنی لک

۳۴ اسٹکھین بڑی بڑی اور بالکل سیاہ دائرہ سیخا اور

۳۵ اب کندھے تک خیر لیتی تھی۔ ہر گڑھی ویسے تھا

۳۶ اس باعث کہ یہ رنگ پیٹ کر کو پسند تھا کل چہرے

۳۷ ظالمانہ اور باغیانہ وحشت بخوبی ظاہر ہوتی تھی جب

۳۸ اسکی شہادت شروع ہوئی۔ اسنے ملن ہر دور

۳۹ اور بہت سے افسردہ کو جو کان لگائے سن رہے تھے

۴۰ (کیونکہ جو کچھ اب تک دہلی میں ہوا اسکے حالات سے

۴۱ کوئی واقف ہی نہ تھا) کہ پادری صاحب اور اعلیٰ

۴۲ درمیان اوسے روز شاہی محل میں داخل ہوئے کہ جب

۴۳ میرٹھ سے باغی داخل ہوئے تو سے میں انکو ہٹا کر لہجہ رہا

۴۴ کہ پادری سنگھ نے پانچ سو اڑھیسوں سے اکو محل میں

۴۵ پہنچایا۔ اپنے الگ کے بچانے میں اس کے

۴۶ تین زخم لگے (جن زخموں کے وکھلائے کو وہ

۴۷ طہارت تھا۔ حالانکہ زخم ایک لڑائی میں لگا تھا نہ

۴۸ میں ایک شرابی سے مذہبیت ہو گئی تھی اسکے سوا

۴۹ اسنے اپنے اوسلے بچ اور افسوس و حدات کہ بہت سے

۵۰ حالات بتلائے جو اس مشفق اور پیارے مالک کے

۵۱ قید ہونے سے اسکو پہنچے جو قلعہ سلی پورٹ

۵۲ میں اب قید تھا اور میں پولی مڈرا ابو مکر کے زان

۵۳ میں تھی۔

۵۴ ان حالات کو سنکر افسردہ میں غصہ بھی پیدا ہوا

۵۵ خاندان متوریہ کے اس قائم مقام پر ایک آدمی

۵۶ سنا گئی۔

۵۷ جنرل سے حکم دیا یہ اس شخص کو لیجاو اور تاحکم نافی نگرانی میں

۵۸ رکھو اور درویش کو لاؤ ۵۹

۶۰ حافظ فلاح الدین گو ایک مذہبی فقیر تھا لیکن جیسا کہ

۶۱ شرع لفظ اس کے نام لکھا ہر کرتا ہے پور سے ترقی

۶۲ یہ دیکھا از حد متحیر رہا کہ حال ہے ابھی تک نہیں لکھا

”خوبہ داد تم مجھے ایسا سوال کرتے ہو؟ میں نے یہ
 کہا کیونکہ کہ میں معلوم ہوا تھا کہ یہ بیت پرستوں کی بیویاں
 اور بچے ہیں اور یہ انکی موت کا وقت آگیا تھا حضرت
 پیغمبر کا قول ہے کہ ہر ایک قوم کا ایک وقت غارتگری ہے
 جو نہیں آ سکتا اور اسے جیتا ہوا کہ تمہاری قوم کی
 حکومت پر دستاں سے گندھی مچتی ہے“

خبر نے بے صبری سے کہا: ”ان شیطان، ان وقت
گنڈگیا ہم سلو و ٹیچین گے۔ اچھا اس ٹیچر یہ مٹا شکو
بیجاؤ اور شہزادہ ہم لوگ مشورہ کریں کہ اس خبر
پر جہتے سنی ہے کیا کریں؟“

ہر دور کے گناہ کی بین ایک بین ایک مشورہ بتاؤں خبر
خبرل صاحب سے قریب چہ قلعه مبادا سپہ ہم لوگ بہ
جھنڈا جھین اور کین کر یہ لوگ ہمارے سپہ دیکھے
اور ادا دین - اور اگر یہ اپنا کام میرے سپہ دکرین - تو
میں تیار

ملن نے آگے بڑھ کر کہا: "سینن میرے دوست پادری
کے داماد بننے کے باعث یہ کام میرے سپرد ہونا
چاہیئے۔"

پھر صد کا رنگ بدلا اور قبل اسکے کہ جنرل کچھ کر چکے کرنل
رڈ کن نے کہا:۔ شریفو اگر ایسا خرفناک کام ہوا چاہے
تو مجھ کو اسکی غرقت حاصل ہونا چاہیے۔

تم سے زیادہ مرتبہ اور اخیری کے باعث -
جنرل نے کہا یہ کام بہت خوشگوار ہے۔ کیونکہ مجھ کو

امید نہیں کہ یہ لوگ اس سبز جھنڈے کی سچی حرمت
کر سکیں اور پھر سفید جھنڈے کی تو بادل نکل نہیں سکتے
”اس سے مجھ کو کب سہرا دکھائیں تو صرف لیما سے والا

ہر روز نے کسی قدر حیرہ غصہ میں بنا کر کہا : آپ جانیں گے۔

گورنل صاحبؑ

ملکہ مستطیعہ کجانب سے ایک خط ہے۔

کرنل نے یہ صاف ہندوستانی زبان میں کہا۔ بڑا

کابلی دروازہ کھلا اور بہت سی سپاہی دروازے پہنچے

یہ تو تلواریں آفتاب میں چمک رہی تھیں۔

یہ لوگ سلطان پٹن یا تیسری جنگاں رسالہ کرتے

اس فوج کو کرنل کے ساتھ گجرات میں کام کیا تھا۔

اس باعث پوری امیدیں اس کے بڑھا اور جیسے ہی

کہ خط نزدیک کے افسر کو دیا کہ ایک سپاہی تو پیچھے سے

انگریزوں کے قریب گولی ماری اور گر دیا۔

اس طرح بد قسمت روکن گرا اور گھوڑا کرشن گنج کی

طرف رتن بہر تاحوا چلا گیا۔ اور یہ بگل بجایو لا

گولیوں کی بوچھاڑ سے اپنے گھوڑے کی تیز کرے سے

بچ گیا لیکن پیچھے پھر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ لوگ

تلواروں اور سنگینوں سے غریب روکن کی لاش

کاٹ رہے تھے یہ کابلی دروازے کے باصرہ ہینڈی

گئی اور وہ بند ہو گیا۔

صردار کی زبان سے ایک نعرہ اس ظلم اور غضب کو

دیکھ کر نکلا کہ جس ظلم کو اسے دوری سے دیکھا تھا

و غریب روکن۔ ہم دونوں بہت بچو

خطو حان بھیجا گیا لیکن کہی کوئی جواب نہ آیا اور

اوس وقت سے کوئی جہنڈا صلح یا امن کا دہلی کو نہیں

بھیجا گیا۔ اس واقعہ سے فوج کا غصہ مثل بخار کے

تیز ہوا اور انہوں نے نہایت جوش سے ۱۴۔

اگست کو فوج کی آمد منائی۔ وین کو پنجاب کی

فوج پیدل آئی۔ اور کوچک نے لینا کو لکھا۔

دو بیڑیاں سب کام کر رہی تھیں دو گھنٹہ سے کم تین

امید سے ہملوگ صفایا کر دیں۔ دیواریں گر رہی تھیں

اور اوسوقت لینا امید ہے کہ کہوٹے ہو ونگو

ہم پائیں۔

”کپتان صردارین بالکل ناواقف ہوں کہ کیوں میں دیکھ

صاحب اور ان کے خاندان کو کام نہ آؤں“

ہیکس کی زبان سے نکلا آپ ”کہ روکن نے فوراً ہسٹری

کہا ”میں ہمارے چرن اور قیمتی دوست“

صردار نے یہ نہیں کہا اوسکو حرکت دینی لیکن کچھ

زبان سے نہیں نکلا کہ جنرل نے فوراً کہا ”سنظم

ہندوستانی زبان سے بخوبی واقف ہو ایک پیغام

شاہ دہلی کے نام لکھو کہ فوراً ان دونوں فدیوں کو حوالہ

کریں۔ اگر وہ آوں۔ ہم آدھیوں کی جان بچا یا پتا نہیں

جو حمار میھا تھیں جن کے کل توپ پر کرکھراؤڑا دینے

جاوین گئے“

کرنل روکن نے پوچھا ”کس دروازے پر جا کر میں

دنگا“

”کسی نزدیک دال پھلوگ اب وقت نہیں

کہو سکتے“

”اچھا تو پھر کابلی ہی دروازے پر دیدنگا“

ایک آدھی گھنٹہ اور جب دروازہ پوٹ پٹی اور جیت پٹا

ٹٹن کہا کہ صردار ورنن نے کیتھدر جس کے ساتھ دیکھا

کہ کرنل روکن جہنڈا لیکر اگر ایک بگل بجایو اور کوئی سفید ونگو

پہنچا لا لگائی ہو کر گیا“

گولیوں اور گولوں کا پٹا بند ہو گیا تھا اور شہر پناہ سے

دیر کی گرمی کے بعد معلوم ہوتا تھا کہ آگ نکل رہی تھی

اور یہ دونوں شخص کابلی دروازے کی طرف خاموشی

اور احتیاط کو ساتھ بڑھ چکے گروسیا دشمن برابر تاک

جھانک میں آوا اور بہت سے لوگ قہقہہ لگا رہے تھے

”چلو صاحب۔ چلو صاحب۔“

جب ایک گولی کی تپہ پڑھو تو کرنل نے لگام اٹھا کر

باوا زبند کہا ”حضرت بادشاہ میر بہادر شاہ دہلی کے نام

سرستھوان باب ایک شہید

ان عورتوں کی وجہ سے نور محل نام رکھ کر پولی کو بکھڑا
شروع کیا اس کو بہت غصہ پیدا ہوا۔

اپنے دل میں کہتی تھیں نور محل این ایہ نام کوئی غریب
قصہ گارام محبت سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ایک انجیل یہ وہی پولی دشمن ہے۔ ایک زمانہ کی
قصہ چین اور انجیل کی بستی کے ایک شخص تھیں وہ

مجھے یاد ہے تاکہ تار اور جوہر کے سب کم سن سہا بیوں
سے مانوس تھی۔ بیگم نے ماری سوالات کے

اس کو دق کر دیا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ وہ گھوڑی پر
سوار ہوتی ہیں؟ یکہ ہاں کہتی ہیں؟ مرد و بچہ بھل ہیں

پاتھ ڈال کر چلتی ہیں؟ مرد و بچہ سے گفتگو کرتی ہیں؟
عمر مرد و بچہ کے ساتھ ناچتی ہیں کہ جو ہمارے بھائی

ظوافین ہیں نہیں کرتیں۔ کیا ہر ایک فرنگی مرد صرف
ایک فرنگی عورت کا غلام ہوتا ہے یا گنتی کا؟ وہ

تعب کرتیں کہ کسی انگریز سے ابھی تک ملاقات
نہیں ہوئی۔ کشمیری عورتوں تک نے اس پر

قبضہ لگا لیا کہ وہ اس قدر گوری ہے۔ ایک فرنگی
پوچھا کیا انگلستان بڑا شہر ہے اور اس کے

کتنے دروازی ہیں۔ کیا اس سرزمین کی بیگم سب
اپنے ہی ہاتھ سے کار توں بنا تی ہیں؟ کس قدر

وہ ایک دن میں سر توں سے جدا کرتی ہیں؟ اس قسم کے
سوالات ہوتے بعض اوقات ایسا ہوتا کہ پولی

کو قریب قریب بیٹھ کر اب بکھڑا پنا تھ کر گڑ گڑا کر کہیں
گلاب کا پانی بہا جاتا اور پولی کو ان سوالات پریشان

اور جواب نہ دینے پر قبضہ لگاتیں۔
ان ہاتھوں میں اس کو پوری اطاعت تھی پولی نے

اجازت دی کہ اس کے سینے پر ہاتھوں میں ٹپک ڈال کر
کنگھی ہو اور مانگ بہری جا دی۔ لیکن اس نے مخالفت

کی کہ اس کے ناخن سب حنا سے مش منگوں کے

پولی کو غور کرنے پر بہت انوس معلوم ہوا کہ اس کے
ناخن اب بکھڑا تھی جس کی خبر دی کیونکہ اس وقت

اوسے اگر اطلاع دیتی تھیں اور وہ لوہا
صاحب اس چھوٹے سے دریا کے پار چوں کی تار

سہا تھی اونچا پتہ نہ لگا سکے سوا اس کے قریب کو پورا اعتبار
سے کہ صاحب دریا میں ڈوب گیا۔

اس قدر پولی کی اون لوگوں کو خبر مل گئی کہ جو اس کو
پتہ کیا اور غریزہ تھے اور اب بکھڑے یہ ہیں تھلا یا کہ وہ

افسر جو پنا کو پکڑنے گیا تھا کل کو تو پالی میں اس کا
پہا نسی چڑھا دیا گیا کہ وہ لینا کو نہیں لایا۔

اس امید سے کہ شاید پولی کے دل سے دردناک
نیالت دور کرے اب بکھڑے اس کو زمانہ کی دیگر عورتوں

کے ساتھ رہنے کا حکم دیا زمانہ میں جانتے سے اون
نامہ رو لید یوں بہت تعجب پیدا ہوا کہ جو عقائد ان

زمینداران دلی و او دہ کی لڑکیاں زمین میں لوگ
عمدہ عمدہ زیورات سے لہی ہوئی تھیں جنکا زیادہ

حصہ گلے اور ہاتھوں کے گرد تھا لیکن پولی کے
پاس کوئی دوسرا سوا اس کے سینے پر ہاتھوں کے

نہ تھا۔ وہ بھیکوں و خوش آمدین کا کامیابی ہوئی کہ یہ
ابھی وہی زیورات پہنے جنکا ملا زمین اب بکھڑے پورا

ڈھیر سامنے لگا دیا تھا۔
ان زمانہ کی عورتوں نے سہانا اور بچانا شروع

کیا خوشامد و درآمد سے اس کے حسن و لطف کی
تعریف کر کے غرض کہ ہر ایک کوشش کی۔

شاہزادے بہت سی عیسائی عورتوں کو اس باعث
فرج نہیں کر ڈالا کہ اون سینکڑوں سے ایک ہی

اوسکی محل میں داخل نہیں ہوا چاہتی تھی۔

نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ تیلیون کو پسند کرتی کہ جو سبز زرد رنگ کی اوڑا کرتیں۔ یہاں پولی اکثر متفکر دل کو پہلاقی اور ایک خادمہ بالون کے پٹکے سے اوسکا چہرہ جہلا کرتی۔

ایک روز ابو بکر تنہا ہی تین منٹ موائیٹے اکر پہلا ق غلام سے کہا کہ توجا بعد اسکے ایک آہی پونی ورنہ سے نکلی جس پر خوف کہا یا کہ کہیں میری زنجیر سے ہاتھوں کو یہہ چھو نہ لے اپنے کپڑی میں چھپا لے۔ یہہ شخص اسکی ثابت قدمی کی تعریف کرتا اور اسنے اون عورتوں اور لڑکیوں سے اسکو بچایا کہ جو مین ماری گئی تھیں اور اب جنگو معلوم ہوتا تھا کہ کئی برس گزر گئے۔ وقت تھا کہ جب اسکی بی بی بجائے افسوس پیدا کرانے کے اسپر دوسرا پتہ اکر تھی۔

ایک مرتبہ انگریزی ٹینکسے کہا کہ ابھی تک یہہ ضد کتنی مرتبہ میں تھس کہوں کہ یہہ بے سود و بیفایدہ ہے اور تم دہلی میں ہو کہ جو دل اس ٹرکے بیماری سلطنت کا کہلاتا ہے کہ جواب ہماری ہمالیہ سے کیپ کامورن تک اور دریائے برہم پتر سی لڑ آف کا تیک ہو گا کیونکہ کل ہندوستان تیور یہ خاندان کو وارثوں کا ہو گا۔ کیا میں یہہ ہی کہوں کہ جو ابھی تک نہیں کہا ہے۔ مجکو معلوم ہوا تھا کہ ایک نئی ملکہ دہلی درحقیقت دوسری نور محل تخت پر جلوس کر گئی۔ ملکہ کہ میری بھلی سوز کر گئے لائق ہے اور بعد وفات مقبرہ ہمایون میں میری ساتھ سوز کر قابل ہے۔

دو امری لارڈ تم ہوتے ہو تمہاری ایک بیوی پڑی "میں درحقیقت اور بڑا اولاد عزیزوں کو نہیں ہونیکا اور تم یہہ ہی بیوی ہو کہ تم شاہ کو دوسری لڑکی ہو

لعل کیے جاوین کہ جیسے وہ بنانا چاہتی تھیں۔ اوسنے اون کپڑوں کو علیحدہ پہنیکدیا جو ابو بکر کے فرش کر ٹیکو اوسکو پہنائے کی خواہش تھی۔ اوسنے بیگانہ جوتیوں کے لینے سے انکار کیا جنہر سوزی جڑی ہوئی تھی اور سب سونے کا کام تھا اوسکو اپنی اونچی ایسی ہی کی جوتی بچو بی یاد تھی۔

رستہ کو وقت پولی کو بیت آرام معلوم ہوئی تب وہ نکلی چھوڑ دیا جاتی کہ بیٹھ کر خانین مانگتی یا ذکر کرتی۔ اوسکا باپ زندہ ہے جسے کہ ابو بکر نے انظار عادی جو کہہتا ہے جب تک کہ وہ زندہ رہے گا یہہ تنہا رہا ہوں ہی تمہاری محبت زیادہ کر سکتا ہے۔

چوٹی پولی کو اکثر حیرت ہوتی کہ اوسکی مان جواب سمان پر ہر ان حالات کو دیکھتی تھی کہ اونکی تینوں لڑکیاں اور خادمہ محبت جمیل رخصتے۔ اکثر مرتبہ اوسنے قبر کے پاس کیٹ اور لینا کیساتھ باکر چھوٹے افسوس ملی ہوئی خوشی کے ساتھ ڈھنگا کہ اس سے اونکی روح کو خوشی پہنچتی ہے جب باپے جانین ناگتا یہہ تعجب کرتی کہ آیا وہ آسمان سے انکو سن رہی ہے یا نہیں اور اوسکی بھلی اور موجودہ زندگی میں اس قدر فرق ہوا کہ اوسکو معلوم ہونے لگا کہ ہندوؤں کا کرم والد مسئلہ بیت ٹھیک ہے۔

سستی بیماری وحشت افسوس سب اوسکے چہرے پر پایا جاتا تھا اس باعث کہی کہی ابو بکر اوسکو باغ میں لے جاتا جہاں ابھی تک شاہ جہان کے وقت کا سنگ مرمر کا تالاب تھا کہ جہاں ملکہ شاہ جہان اپنی چلیوں کو کہنا دیا کرتی۔ گو یہہ باغ ہندوستان میں سب سے بڑا کرتا۔ بیت شیت کے باغ کے مقابل کا۔ لیکن پولی کو اس میں کوئی لطف حاصل نہ تھا کیونکہ تنہا ہی مین کوئی آواز اوسکو

سنے سنے نہیں کہا۔

”جان بہنوں! مجھ کو ایسا ہی کہا اور مجھ پر اونکا اعتبار تھا کیونکہ میں دل سے صحبت کرتی تھی۔“
(آنکھ مٹی کر کے) اور یہ کون لوگ تھے؟

”میرا پیارا باپ۔ میرا چھٹی سے۔ میرا بیانی ٹوکی ریورس اور بہت سی لوگ (یہ کہہ کر رونے لگی اور چہرہ آسانی اور لانت سے سخت گہری کر کے) اب یہ ظلم ہو تو فی۔ احانت میری لارڈ بہت ہو چکی۔ اب صرف ایک تیرہ اس بندہ عشق کا اور ذکر کیا تو میں بتلا دوں گی کہ میں عیسائی عورت ہوں اور اپنی ملامت گوارا نہ کروں گی۔“

گہر میں اپنے بولی کے نسبت یہ خیال نہا کہ بہت غریب عورت تھی اور بالکل غصہ چھوٹتا تھا۔
”گرا سنا ہی وقت ہوتا کہ جب وہ اس قدر ہلکا ہو گیا
مستعد ہوئی۔ اپنے باپ کو گہر میں وہ ایک سیدھی
سادتی چمک رہی تھی وہ اپنی اور بہنوں کی طرف
سے باوجود بیکہ ٹیپل رہی۔ سنی ڈوائلی سب سے
محبت کرتی گریزادہ محبت ریورس کے ساتھ
تھی ہزاروں مرتبہ وہ اپنے دل میں کہا کرتی تھی لارڈ
دوست ڈکی ریورس کا نہیں معلوم کیا ہوا اور
چھوٹی لڑکی ولی کہاں ہے۔ بلا شک اب یہ لڑکی
مرگئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ دلو اطمینان دیتی کہ خدا کو
فضل سے سب مصائب انکے ختم ہو گئے۔
اور اب ہم ڈکی ریورس کا حال کہہ کر اس باپ
ختم کریں گے کہ جسکا حال پوری کو کبھی معلوم
ہو یا لا تھا۔“

ہندوستانی بناوت میں ڈکی ریورس کے ایسے
دو صیغے واقعہ ہیں کہ جو تعجب پیدا کر رہے ہیں
اصلی سے بہا گئے کے وقت شب کی اندھیری میں

اور اولاد اکبر کی اولاد اکبر ابھی تک زندہ ہے۔

ابو بکر نے قلعہ سلی مورٹ کی طرف دیکھا کہ جہاں
ایک بہت بڑا معرکہ اوسکے خاندان کا ہوا تھا کہ جب
وہ بچہ ہی تھا اور بلا ارادہ اپنی نیت اپنی برادر زادہ
کے ساتھ ظاہر کر کے کہا۔ لیکن شاہزادہ اکبر
جلد مرے تھے۔ اپنے باپ کا گہرا اور اس کے نوکر کو
بہول جاؤ۔ وہ صرف ایک کا فرمولہ ہی ہوا اور باقی
کا فرار ایمان۔ تمہارا افسوس بالکل بی معنی ہے
اور پھر جو شہنشاہی تھی وہ ہوئی اب اوس خوشی اور
آرام کا خیال کرو کہ جو میں نکودہ سکتا ہوں۔ ریشمی
کپڑے۔ جواہرات۔ شان و شوکت۔ غلام۔ نوکر اور
روپہ جسکا ڈھیر میں تمہاری رو برو کر سکتا ہوں
نیال کرو کہ اوس وقت لوگ تمہاری خوشی اور
نیکی کی تعریف کریں گے کہ جب ابو بکر کو شہساولاد
ہوئی۔“

ابن چہرہ اپنے ہاتھوں اور بانوں سے چہرہ پر ہاتھ
بہت دھوی۔

”ابھی تک رو رہی ہے۔ شاید تو کلکتہ اور اپنی گاڑی
کے واسطے روتی ہے کہ جو آگ کے زور پر آگاہاوت
سے جاتی ہے۔ لیکن قسم چار پیغمبر کی کہ اب تلوگوں
سے نہیں دکھلائی دیگی تہوڑی دیر اور صبر کرو کہ
میں سنے نفرت کرنے لگوں گا۔“

”اچھا میری لارڈ۔“

”ہاں اب لوگ اس باعث مجھے نفرت کر رہے ہیں
وہ تم جانتی ہو کہ تم خوبصورت ہو۔“
”بہنیں۔“

”کیا کہی آئینہ بھی نہیں دکھلایا کہ تم ایسی ہو۔“
”تھیں۔“

”کیا وہ سست کا فرار سفر کا جاعل ہے کہ کبھی نہیں

وہ سب سیہا ہو گیا تھا اور بیفائدہ دیور و پین ساتھی اور گین۔ مرز و نکو ایک نائن بین کھڑا کر کے اونکے دوست کی تلاش کر کے اپنا سب سامان پیننگ کر کے اونکو پریشان کر کے اونکو چلن بین آرام ہوشا لاما بارغ بین جننا کے اوس پار پہونچا اور بحفاظت تمام اگر ہوا خود نہیں معلوم کہ کہاں جاتا ہے۔

بہت سی جگہ زون اور تکالیف اور منیبت کے بعد جسمین اوسکو ہیک تک مانگنا پڑی جنگلوں میں چھپتا۔ درختوں کی آڑ میں نکلتا اور کبھی مرتبہ بیرون سے بچنے کی خاطر وختوں پر چڑھتا ہوا یہ دریا سے گنگ کے قریب پہونچا کہ جہان سے اسکا احمد گدہ سے پاؤڑی و سٹین کے واعظ کا ساتھ ہو گیا تھا اس بلک دریا پر ایک بڑھے ملاح نے اسپر نہرانی کی اور رحم کہا یا جسکو اسنے معقول رشوت دی کہ یہ آگاہ اسکو اسکی رجنٹ میں پہونچا دے جہان پلٹن نے بغاوت کر کے کل نسر وں کو مار کے اسٹیشن پر چوڑ دیا ہے اور دہلی کو گئی ہے لیکن ریورس کی قسمت میں آگاہا تک پہونچنا نہیں تھا کیونکہ اوس دریا میں کہ جو کانپور ہو کر گیا ہوا ہے

نانا صاحب کے گولوں کی آواز سنی اور ملا حون نے اسکو خوف کے مارے تنہا چوڑ دیا اور بہاگ گئے ریورس اور اونکا ساتھی مجبور ہوا کہ اون بہاگ ہو کر انگریزوں کا ساتھ دے کہ جو فتح گدہ سے آئے تھے اور جو اگست ۲۹ تعداد میں اپنے لوگوں کو ساتھ دریا گنگ کے راستہ کی تلاش میں پریشان تھے۔

نانا نے اسکی طرف توپ کا رخ کر کے کہا کہ یا تو اوسکو رحم ہر اپنے تین چوڑی یا وہ دریا ہی کے اندر خاتمہ کر دے گا۔ بہت سے بہاگ بہت سے غارت ہو کر بہتوں نے اوسکی محافظت قبول کی چکا بھی وصال خاتمہ ہو گیا۔ عورتیں تو اسی وقت پہونچ دی

ڈکی ریورس نے بخوبی نہ سمجھ کر پوچھا کیا بنوٹا واعظ یہ ہمسے چاہتی ہیں کہ پگڑی پہنیں اور مسلمان ہوں۔ ڈکی نے کہ جسکی آنکھیں آگ سے جل رہی تھیں کہا ان غلاموں کو میں ہندوستان کو سے گرم موسم سے نکال کر قبول کر دینگا۔

واعظ نے اپنی زندگی اور ہمیری زندگی کا خیال کوڑا بجھا کر اپنی زندگی کا کوئی خوف نہیں اونہوں نے اون لوگوں کی جانیں لین کہ جو میری دوست تھے اون سبکی کہ جنہیں میں محبت کرتا تھا ادا اسکے میں اسقدر عرصہ تک جنگل میں رہا ہوں

اور اس باعث مجھے سب تہذیب نکل گئی ہو اور
قسم زندہ چینگری کی کہ میں اب اوسقدر وحشی ہو گیا
کہ جسقدر وحشی یہ لوگ ہیں۔

قرآن کی چند آیتیں بڑا گرا۔ مومن کا فر۔ اگر تمکو پیغمبر
کی آواز میں اعتبار نہیں تو تمکو کوی بجز یقین نہیں
دلا سکتا۔

(چہرہ زرد کر کے) سن اور پاگل بڑی گفتگو کم کر میں
تیری منہ و سستانی زبان بہت سن چکا ہوں۔۔۔
واہیات مت بک کہ جو صبح سمجھ نہیں سکتے (سپاہیوں
کی طرف دیکھ کر) اور اب اچو ملعون بد معاشو شیہو
صاحب جدر علی اور تیور بار بار جو چاہو سو تم اپنی زمین
کہو اب خاتمہ کرو۔

اے اوکا فریڑی پیدا ہونے کی وقت اور (واعظ کی طرف
دیکھ کر) ملعون موسوی کی وفات پر خواہ وہ کافر
پت پرست ہو یا مسلمان عزرائیل فرشتہ موت
موجود تھا اور ہماری پیشانیوں پر موت کا وقت
لکھ دیا ہے پس یہ ہماری اختیار میں نہیں ہو کہ اپنی
زندگی زیادہ کریں۔ لیکن شاید یہ ہو کہ تمہارا یہی
وقت نہ آیا ہو۔ اگر تم اپنے جوڑ تہذیب سے دست
بردار ہو اور ہمارا پسند کرو۔ اس دنیا میں

اب مرتبہ نہ نصیب ہو لیکن اوس دنیا کی
خوشی اور آرام بہت کچھ ہے اور وحی لوگ جو اس
خوشی اور مسرت کو حاصل کیا چاہتے ہیں خدا اور
اوس کے پیغمبرین یقین کر سکتے ہیں۔

اب اس لڑکی میں حیرت انگیز تبدیلی ہو گئی تھی کیونکہ
اوس کو خیال پیدا ہوا کہ میری زندگی خاتمہ پر آگئی
ہے۔ اس سال کی عمر کا سب حال اوسکی آنکھوں
کے روبرو گذر گیا اوسکو لڑکیوں کے خیالات و دیگر
سب چیزیں یاد آگئیں۔

ور ویش کی سبھی کی طرف اشارہ کر کے کہا اچھوڑ
لڑکی پس مذہب کو چھوڑ۔
وہ کہہ نہیں سکتی لڑکی کا جواب تھا کہ جسے واعظ کی طرف
دیکھ کر کہا۔

اے میری ماں فی سیدہ کیت بھو یاد کر اے اسی کہ جسکو
میں نہ بھولوں گا کہ اے جو شخص اس دنیا میں مجھ کو چھوڑنا
اوسکو باپ آسمان کے روبرو آسمان پر نہ چھوڑو گا۔
سلام تہری وی دیکھو واسطے جدائی (خاتمہ واعظ
سے ملا کر کہ جو کچھ شاید جان پہچان کے واسطے اعانت
کرتا) میں دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے
میری مدد کی لیکن مجھ کو کسی مدد کی اب حاجت نہیں
ہے میں ہمیشہ وفادار اور مستقل مزاج آخر دم تک
رہوں گا کہ جواب نزدیک آنی والا ہوا اور کوئی لالچ دنیا
کی مجھ کو اس استقلال کے راستہ سے نہ
بٹائی گی۔

اسکے بعد بڑھا روایا اور کہا اے میری دوست ٹیک
ہو تمہارا دل میری دل سے مضبوط ہے تم کو صرف
اوسی میں امید کرنا چاہیے کہ جس کا تم کو نام لیا ہو
اور اس خوفناک آفتوں سے اچھی طرح سہلوگ
کا میاب ہونگے۔

اے احان عہدہ موسم میں ہی ہم حاصل کریں گے اگر
کمزور نہ ہو جاویں۔ اسے خاموش شیطانوں اب
جو کچھ تم سے ہوسکے کرو میں تمہاری چوسٹ پناہ
پر تھوکتا ہوں اور تمہاری احانت کرتا ہوں۔
لیکن یہ جملہ شکی زبان سے نکلا تھا کہ اے دین دین
چلا تے ہو سے تمس تلواروں نے اسکا خاتمہ کر دیا
خاتمہ ہو گیا اور پہاڑ لڑکے کی روح کو آرام ملی
بڑھا واعظ بھی زخمی ہوا اور بطور مرد کے چھوڑ
دیا گیا لیکن یہ آخر کو جیسے ہی کہ یہ گولہ لگا کر

دہلی جلد یا۔

ارسطو ان باب

پولی کا رقعہ

اوس چھوڑ بیچے ولی کی پوری تلاش کی گئی لیکن کہیں
پتہ نہیں لگا گو مرزا ابوبکر نے کسی انسانیت کے خیال
سے نہیں بلکہ محض پولی کے خوش کرنے کو حکم دیا تھا
کہ اوس کے متعلق تحقیقات کجا دیں کیونکہ یہ بیان کیا
گیا تھا کہ ہندوؤں نے ۲۴ لاکھ نوکروں کو پوشیدہ رکھا ہے
کہ نومبرین دریائے گنگا میں انکو چڑھائیں۔ پاؤڑی
دشمن ابھی تک زندہ ہیں گواہ گل چارپائی سے
لگا ہوا اور سست بلاروشنی کے سپورٹ کے قلعہ
میں کہ چنان وہ اوجھٹ سے رہا گیا تھا کہ جسے وہ
محلہ نہیں اور ابھی تک زندہ اس باعث کہ شاید
اوسکی لڑکیاں یا لڑکے خوف دلاؤ سے ابوبکر اور نسل کو
نخوش کریں۔ اور وہاں شب و روز تہائی اور
صحبت میں دعا مانگا کرتا کہ اوسکے بچے صحیح و سلامت
رہیں کیونکہ بیٹہ اون لوگوں سے تھا جنکو یقین تھا
کہ زندہ لوگوں کی دعا میں مردوں کو واسطے اثر رکھتی
ہیں۔

اکثر وہ اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کرتا کہ افسوس میں
دنیا سے بالکل مایوس ہوں۔ فقیر جو امیر کے دروازے پر
بیٹھا ہے یا جو راکہ میں سوتا ہے مجھے زیادہ مصیبت
بزداشت کرینوالا نہیں۔ کسٹارچ میری موافق ہے
میرے پیاری لڑکیاں میری بچہ میرا چوٹا ہوا گھر۔ رحم
خدا کا رحم بہت بڑا ہے اور جگو بھی صلیب پر اویس طرح
چڑھنا ہے جس طرح مجھے بیشتر وہ بڑا چڑھا تھا لیکن
۱۰۰ میری بچے اے میری بچہ! اسکے بعد معلوم ہوتا کہ
کوئی مارنے کی واسطے کھڑا ہوا ہے۔

پولی کو جیسا کہ ہم نے بیان کیا کئی بار یقین دلا گیا کہ وہ

ابھی زندہ ہے اور اس باعث اوسنے کہی اسرا چری
سے گریز نہیں کیا کہ ابوبکر سے خواہش کریں کہ اوسکی
اوسکے باپ سے ایک گہری بہر کو ملاقات کرا دیا جاوے
لیکن جیسے ہی اوس سے کہا گیا کہ کوئی شخص اوسکو
اب نہیں دیکھ سکتا کہ ابکر و زجب اسکو گھمنو سکتے
ہیں جو کر عاجزی کی اور ابوبکر سے کہا اچھا تم رقعہ کہہ
یہ جو جک جواب پاؤڑی صاحب لکھیں اس سے یہ بیہوش
ملگا کہ وہ ابھی زندہ ہیں۔

جلد میں گریز کہ پولی نے فوراً اس خلاف امید اجازت
سے فائدہ ادا کیا۔ اوسکے رقعہ میں ہتھوڑی سے الفاظ
صرف اس مضمون کے تھے کہ وہ ابھی تک محفوظ
ہے گو کہ سقدہ بیچارے اور عاجزی کرتی تو کراپہ
لکھیں کہ بغیرت میں یا کوئی نشانی مسجد میں۔ آچکا
دستخط کافی ہوگا۔ یہ رقعہ باپولی سنگ کے سپرد
ہوا کہ پاؤڑی کے حوالہ کریں آجکل باپولی سنگ کو برابر
روز فوج کا کام کرنا پڑتا تھا۔ رقعہ کا یہ جواب
سپورٹ کے قلعہ سے لایا اور جواب لاکر ایک عورت
خادمتہ کو دیا کہ وہ اندر جا کر حوالہ کریں۔ اسنے اگر خوب
جھک کر قدموں سے حوالہ کیا اس عرصہ میں
بڑبیری سے پولی نے رقعہ اوسکے ہاتھ میں چھین لیا
یہ رقعہ اوسکے باپ کا تھا کہ جس میں علامہ دستخط کے
پس ایک ہی سطر اور مضمون کی تھی ۱۰ میری پیاری
بچہ میں ابھی تک یہاں زندگی گھسیٹ رہا ہوں
لیکن معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ عرصہ تک نہیں کر سکتا
روز بروز ضعف و ناتوانی بڑھتی جاتی ہے میری
واسطے دعا کرو۔

دہلی ۲۹ مئی ۱۱

اس خط کے دیکھتے وقت وہ گہرائی تھی اور سقدہ
چہرہ تبدیل ہو گیا تھا گریز حکمران نے کئی بار اوسکو

بوسہ دیا اپنی چہان سے لگایا اور کئی بار بڑھ پڑا۔
 بوسہ دیا اور بیدار اسکے ابو بکر کے پیروں پر گر کر
 اور سننے نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ بتائی
 عاجزی سے کہا کہ ایچہ تہ مجھ کو اوسکی آواز سناؤ
 ، سینہ لہجہ چہان وہ ہے۔ ایچہ تہ اوسکا چہرہ
 نہ کچھ سنے دیکر اوسے پہر کہا اوسے کہ پاپا او
 میرے پاپا میں ابھی تک نہیں جانتی تھی کہ سقد
 تہ سننے محبت کرتی ہوں میں دراصل سننے
 محبت کرتی ہوں اب اگر اس دنیا میں بہر
 ملاقات نہ ہو تو دوسری میں ضرور ہوگی کہ چہان
 سے نہ تو بہر جدا ہوگی اور نہ کوئی غم نہ
 اس خط سے جو خوشی اوسکے دل میں پیدا
 ہوئی اور اس عاجزی سے جو چہرے کا رنگ
 بدلا تو ایک عجیب تا زیا نہ ابو بکر کی خیانت پر
 ہوا اور اوسنے حکم دیا کہ با بوبلی سنگہ اسکو
 دیان ہیں لیجا دیں کہ چہان اسکا باپ ہے
 اور بہند دستانی میں کہلا اوس بڑھو کا فر
 کتے کے پاس اسے لیجاؤ لیکن تہوڑی ہی دیر
 ملاقات کرا کے واپس لاؤ۔ اس کتے کا لفظ
 مجھ کو اوس ملعون کپتان ڈگلز کی یاد دلاتی
 ہے کہ جسکی روح محل کی بہوت ہوئی ہے قسم
 چار و پینہر کی اگر یہ فرنگی لڑکی اس طرح سے
 ضد کرے گی تو میں اسکے ملعون باپ اور اسکا
 سر جہاں کر دینگا۔ اوسکی اس کے سامنے گردن
 بارہو نکلا کہ اب قبول کرو ورنہ تہا را خاتمہ ہے
 واد وادہ شاماش اچھا جاؤ
 گو کزور تہی لیکن جیسے ہی ابو بکر نے اجازت
 دی یہہ اوسکی پیروں پر گر پڑی اور با بوبلی
 سنگہ کے ساتھ باغ اور شاہی دیوان خانہ
 ہو کر دینار سلپورٹ میں گئی۔ اوسکی نفیس تیز
 چل رہی تھی۔ دل دہرک رہا تھا اور معلوم
 ہوتا تھا کہ گویا نواب دیکھ رہی ہو خواب
 جو کہ افسوس اور رنج سے ملا ہوا تھا اوسکی
 آواز میں ایک عجیب خوشی تھی کہ جو سابق
 ہنگ سمجھ نہیں سکتا۔
 او پاپا میری ہی پاپا۔ میں بیان ہوں آئین بیان
 ہوں آئین مہار کی بچا تیکو کیا۔
 لیکن یہہ زیادہ کہہ نہ سکی کیونکہ ایک چنچ
 مایوسی سے نکلی اور اوسنے بابو کا کپڑا
 پکڑ لیا کہ گرتہ پڑی۔
 چار پائی۔ بالکل سا پناہی سا پناہ غم افسوس
 سے پچھلی پاؤڑی صاحب کا رہ گیا تھا
 اور وہ اب مردہ پڑی ہوئی تھی۔ پونی کا
 خط اپنی سینہ پر رکھو ہوئی۔ شاید یہہ خوشی
 مرگ ہوئی۔ اوسکو جیسو ہی معلوم ہوا کہ
 اوسکی ایک لڑکی زندہ ہے دل کو خیریت
 ہوئی کہ جسکو یہہ کزور ہر داشت نہیں
 کر سکا کیونکہ اوس وقت دم نکل گیا جیسو
 کہ اپنی خط لکھ کر لیگیا تھا۔
 یہہ بد قسمت لڑکی نہایت مایوسی سے
 عالم ناخوشی سے دیکھ رہی تھی۔ اسکا دیکھنا
 کہ اسکا باپ ایک چادر پیٹے پڑا ہوا ہے اور ایک
 آفتاب کی کرن اوسکے چہرہ کو روشن کیے
 ہوئی ہے یہہ کرن کھڑکی سے آتی تھی اور
 جہنا سے جو ہنڈی ہوا آتی تھی اوس سے
 اسکے بال پریشان تھے۔ موت میں زرد چہرے
 سے جھوپان مٹ گئی تھیں اوسکے گال بالکل
 بہرے ہوئے معلوم ہوتے۔

اسنے اسکا جھولین پڑا ہوا ناقصہ پکڑا۔

بولی کی کیا قسمت ہوئی کیسے تقدیر یافت کرنا مشکل سی لکھن
چونکہ دونوں نے دیکھا کہ ہر مریضی ہی سہاغت کوئی نہ رہتا تھا
لگائی نہیں اور پھر بھی خیال تھا کہ اگر ابوبکر کو دغا بازی کا شک
سرا تاہ ابوبکر کیسے نہ لگے گا۔ اسکا ارادہ تھا کہ بولی کو خوش
کرتا ہوتا ہے ایک منظر رخ اسکی کھڑکی کے سامنے ہونے جیسا کہ
اگر نے کیا تھا کہ ۱۶ زمرہ غلام عورتیں تھیں جو ختمہ یا زنجی

اوسمشران باب

محل میں

یہ پھر خاہر میں مبتلا ہوئی اور اپنی تین ایک جاہل عورت کے سپرد کر
حو خیال کرتی تھی کہ اسکی پوری طور سے بیمار داری ہوئی ہی نہیں
لکھو قرآن کی اسے گلے میں باندھی جاتیں اور پانی جاتیں کیونکہ
اب اسکو ایک عازمی کا ملیٹ لگایا تھا جسکے پائے وغیرہ
سب اسیکے تھی زربان اور گدھی کشہ میری شال کی تھی۔
اب یہ سب اسکی آنکھوں کے روبرو خواب تھا سو اسکا کہ ایک
حقارت ابوبکر سے پیدا ہو گئی تھی جو بالکل جنون میں مبتلا تھا
کیونکہ اسنے دیکھا کہ اکثر ابوبکر اسکے پلنگ کے سامنے پلنگ پر
بیٹھتا اور شک پیدا دوسیاہ عورتیں انکو چھٹیان چھلون
وہابیون وہا لوٹنے لگتی ہوئی کچھ اسکی نسبت باتیں کرتی
میں جب یہ چلا جاتی تو بولی حرف یہ خیال کرتی کہ اسکا خوا
گذر گیا لیکن دوسیاہ عورتیں اور کوئی نہ تھیں سلاست
محل اور عورتیں ابوبکر کی خاص ہویاں تھیں کہ جو مشورہ کر
ہی تھیں کہ ہم کو نہ ابوبکر کی غیر موجودگی میں بولی کو بیان
سے رسالہ کی مدد سے بھگا سکیں۔ کیونکہ نہ تو حسد سے
بھری ہوئی عورتیں کو اور نہ زینت محل کو اس میں کوئی
دلچسپی تھی کہ یہ رہے۔

کھڑکی سے بھیجی ہوئی جہاں کل میدان و جیسے گرجا گنا گندہ نظر
آتا تھا۔ انگریزی گندہ منٹ گری سو دیکھائی دے کہ جب جانت
اکثر اس میدان میں دیکھا کرتی کہ کوئی نشانی انگریزوں کی دیکھائی
دی کہیونکہ اسکو بھی خبر میں جو بار بار محل میں پہنچتی جاتی تھی
بالکل اعتبار نہ تھا کہ انگریز بالکل مار ڈال گئے ہیں محل کے اوپر
سامنے تھا اس سے سو گنقرت کی اور بعد خیال نہ پیدا ہوتا تھا
ایک ساؤ کمنٹا ہے۔ یہ ایک عالی شان عمارت کے سیدھے پتھر
نی ہوئی جو سے ایک ساؤ آئینہ شہر تیار تیار کا اہت ہو ہے۔
ایک دور سے دیکھا کہ اس گندہ منٹ میں جہاں جنگ سئی و کتاب انگری
چھاؤ تھی میدان جہاں جہاں رہنے کے کٹری ہیں بڑے انسان اور گندہ منٹ
شاد دہی جیکے کچے اور سرخ رنگ کے کٹری ہیں بڑے انسان اور گندہ منٹ
تظار تھی بولی کے کا قیام کرتے تھے جو تھکے لہو ہواں اور کٹری کے آؤٹا ہوا
محل کی آواز بھی نہ تھی کیونکہ یہ جوں بھی جیتا ہی فوج دی کر رہی تھی
شکا کہ اسے انوس اسکی کے گرنے لگی خوفناک خیالات جگھٹا ہوتی
اور خوش آتی اسنے گھٹنوں کے بل جو خدا و عالمی کہ یہ لوگ کامیاب
ہوں جو بیان چھوڑا تو آتی ہیں کیونکہ ہر ایک سپاہی کو جو سامنے آتا
نجات دہندہ خیال کرتی۔ اسکی خوشی میں ابوبکر کو نزدیک
آیا اور کہا۔ واہ واہ اونکے مہول سحر اور اونکی توپ کی آواز
آوی کہ انکو معلوم نہیں کہ چاہا پاک چڑھا جو بھی نہیں اترتی شاہ
کے سر پر کھڑی پس سہاغت حضور تحیاب ہو گئی یہ کہ یہی تھے کہ
۹۰ جن لین کے گانے کی آواز آئی اور مشر مس کے زیر نغمہ
سب فوج کشہ میری دروازے کی طرف آ رہی تھی۔

ایک تڑپ کے فورس میں ۱۶ میں محمد بہادر شاہ کا
بڑا بیٹا فرخ الدین ایک خوب صورت جوان مرد کی خفیہ سازش
سے مارا گیا تھا کیونکہ حکام گلہ میں مشہور تھا کہ شالامار باغ میں
سو تلی مان زینت محل نے ایک چوڑا زہر کا ادھو دیا اسنے
کہ اپنی بیٹے کو لے جگہ کر کے کہ خبر شہ کے سے بہادر شاہ کو بھی محبت
تھی کیونکہ ہر بیوئی وقت کا لڑکا تھا۔ الیہ لوان کے ہاتھ میں

ستروان باب

معاشرہ دہلی کے آخر چند نو نون مین دہلی کے دونوں
شاہزادے متفرق حصہ بن کر رہے تھے۔ ہر دو سے
بچنے کے لئے گھوڑے پر گویا سوار تھے کہ بلی بوری
جنوری ہی روز دربار سال کی رکھی گئی تھی کہ یہ شاہزادے
گھوڑوں کی نسل سے ہیں لیکن ان کی قابلیت و منزل
اور ان کے مین ایسی تھی کہ انھیں دیکھ کر سب ہی تعجب
میں آتے تھے۔ اور ان کی طرح تعجب سے غالی چھوٹے
ہوئے گویا ان کی سیطرت دیکھتے تھے۔

جب سے کہ بریلی کے باغی داخل شہر ہوئے اور جب
شہر کی محافضات ان کے سپرد ہوئی۔ شاہزادے پہلے
کام سے نکال لئے گئے۔ اور ابوبکر کو اب بخت کہ بولی
کے ساتھ وقت صرف کرنے کو ملتا تھا۔

اور گویا اور بگل کی آواز سے اب بولی کے ولین میں
پیدا ہوئی کہ اب بھی شاہزادہ ہوسکے اس باعث امید
اور بھروسہ نے جسم کو طاقت دی اور اس باعث اس کی
خوبصورتی اور بھی بڑھی۔ لیکن اسی سے ابوبکر کو اور
بھی ستانے اور ورق کرنے کا موقع ملا۔ ایک روز
طالع آفتاب کے وقت بابو بانی سنگھ سے گفتگو کرتے
وقت اس نے کہا۔ کوئی حور بہشت کی اس چھوٹی فرنگی
لڑکی سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتی۔

شاہزادے ایسا ہو۔ بلی سنگھ سمجھا کہ یہ شاہزادہ محاصرہ
اور انگریزوں کی قیدی بن گیا تھا۔
اس کی آنکھیں جنھوں نے اپنا فریضہ کیا ہے اگر میں شہید
دیکھوں تو مثل کشمیری کنول کے ہیں اور اس کے عجیب ال
مثل کرن آفتاب کے۔

شاہزادے۔ لیکن ایسی لڑکی کیوں کر اس فرنگی یا بولی
ہر ایک شخص جو اس پر نگاہ کرتا ہے اس کے دل سے آہ نکلتی ہے۔

سوائے میرے اب کوئی شخص اس کو نہ دیکھے گا اور نہ نصرو
بلکہ کرے گا۔ لیکن قسم ہے روح سلیمان کی اگر میرے ساتھ
اب بولی نہیں رہتا تو کہیں تو میں ضرور توپ پر رکھ کر اور اونٹ
جیسے ہی یہ کہہ رہا تھا کہ ایک گولہ قدامت باغ کے تو خاندان
کا جوشہ بن گیا ہے کوئی سوا میل پہنچا یہ بلخ ہی میں ٹوٹا
اور رفتاریں کو مجلس دیدار اور خواہ توڑ دی۔
ابوبکر بھی چلا آتا ان کا سا ہو گیا۔

اس وقت نزدیک
ان چندوں کے حکم سے میں اپنے سپاہی ان کے روکنے کو
بھیج رہا تھا۔

بابو بانی سنگھ کو موقوف کھڑا ہو گیا۔ اور اپنی پستول بھلا
اور تیار اور تھکا کر کھجک کر سلام کر کے چلا گیا۔ ابوبکر نے بھلا
کہ اس کو دیکھ کر تعجب ہو۔ یہ بہت عرصہ گزرا ہے اور کچھ کر
پولی کے کمرے میں چلا گیا۔

اس کی نرم زیریں سون سے کوئی آواز نہ ہوئی کہ یہ شاہزادہ
ہوئی کوئی دروازہ کھولنا نہ تھا۔ صرف ایک ریشم کا پردہ
تھا۔ پس یہ بولی کے بالکل قریب آ گیا کہ جو کچھ تو لیبی اور
کچھ بھیجی ہوئی تھی اور ان گولوں اور گولہ بولوں کی آواز کی طرح
دیکھ رہی تھی۔ اب تو میں نزدیک سے مرغ رہی تھیں کہ بیکہ
قدسی باغ دیکھ ہی مل گئے فاضلہ پر تھا۔

اس کے خوبصورت سیاہ شہنے بال اس کی پٹھ بٹ پر سے
ہوئے تھے۔ اور صاف نرم شہنے سونے کے کپڑے سے
اور کاجہرہ دیکھائی دیتا تھا۔ ابوبکر کے آنکھ
اطلاع ہوئی اور اس نے اپنے تکیہ پر گر کر اپنے چہرہ کو چھپایا
اور کہا۔ آدمی آدمی وہی آدمی کہ جو وہی کرتا ہے۔

یہ ملاقات کہ جوا گیا۔ پھر وہیں گناہ میں جا بے جمعی
معلوم ہو لیکن ایشیائی آنکھ کے سامنے کسی طرح سے
خواب نہ تھی۔ اس نے اپنا چہرہ کارنگ بد لکھ کر کہا۔ ان تو بولوں
کی آوازوں کی طرح ہیں۔ جہاں نہ وہ یہ کافر تعارض میں سمجھ رہے

اور ابھی غارت کر دیئے جاویں گے۔ یہ دھواں گونگا

اٹکھوں میں لگتا۔ یہ واسطے کھڑکی کے اس جانب دیکھو

میں خیال کرنا سون کہ باغ بہشت بھی اس سے زیادہ عمدہ

نہوگا۔ لیکن اس نے میری پیاری چھو کمری میں تیر سے

خوش کرنے کو چنستان بھی اور نرجس بہارٹ فورگلاؤنگا

اور تیر سے قدموں پر رکھوں گا۔ اے

اچھا تو میرے باپ ہی کو زندہ کر دو

تم مجھ سے وہ بات چاہتی ہو جو ناممکن ہے

اچھا مجھ کو میرے ایک اہل ملک کے حوالہ کر دو وہ

جو سامنے ہیں

یہ غیر ممکن ہے۔

موافق حادث کے یہ پاتا تھا کہ پولی کا انتخاب

پا ہے۔ لیکن آج اس نے ماتھ بٹایا۔ کیونکہ آج چوسے پر

بچھ اور اٹھتے۔ اب تو گولے اور گولیموں کی آواز برابر

شنائی دیتی تھی۔ اور قریب لوگ آگئے تھے۔ گو یہ سڑ

تھی شب بھی اکوڑ تھی۔ اپنا بلنگ چھوڑ نہیں سکتی تھی

لیکن ابوبکر کے واسطے صرف ایک تھوڑا سا خیال مخالفت

ہی غصہ کے پیدا کرنے کے واسطے کافی تھا۔ خواہ او

پاسے جیسا ہو۔ اپنا ماتھ اوسکے کندھے پر رکھ کر کے

اور اوسکو زور سے اپنی طرف کھینچ کر کہا۔ اب مجھ سے

کہو

غصہ غور تکلیف یا بوسہ کی جگہ آنا جانا تھا۔ اوسکا

پاپا اب انسانی تکلیف سے دور تھا۔ اور جب ایک

دوسرا گولہ اکوڑیو اسخانہ کی محبت پر پڑا۔ یہ ہنسی سا وہ

یہ بلی مرتبہ تھا کہ یہ عباداوس شادی کے ہنسی تھی۔

ابوبکر نے جسکے دل میں غصہ اب پیدا ہوتا جاتا تھا

کہا۔ تم نے شنائی میں نے کیا کہا۔ اگر ہر ایک ہی میں

کہ جو سامنے ہے زبان پر ہوئی تو میں بیان نہیں کر سکتا کہ

کس قدر میں شکوہ چاہتا ہوں۔ اسی فرنگی صوفی سنٹی ہو

ان میں سے لارو

تھیں یا دوسرے کہ میں نے اکثر کیا کیا ہے

میں بخوبی یاد رکھتا ہوں۔

اور جواب تھا یہی ہے کہ تم مجھے نہ محبت نہ کرو گی

اُسے میرے لارو میں اور انھیں انھیں کو بچھ کر کے ہوتے

دڑتی ہوں کہ جو میں نے کئی بار کہے کہ کہیں آپ کو غصہ

نہو۔ میں جبراً کہ تم دیکھتے ہو ایک سبب نہ لڑکی ہوں۔

میں نہ تو تم سے محبت کر سکتی ہوں اور نہ کرونگی

لیکن اس سے یہ نہیں نکلتا کہ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں

اسی میرے لارو (اس عمر میں ابوبکر کا چہرہ غصہ

سے لال ہو گیا) سوا سے اس کے جو کچھ مجھ سے کہو

بٹوں اور بیوقوف کی لڑکی۔ اور کیا مجھ بہادر شاہ کا

بیٹا ایک فرنگی لڑکی سے مانگ سکتا ہے

وہ اگر میری جان لینے میں تمکو خوشی ہو تو میں بارام

مر جاؤں

اطاعت قبول کرنا زور سے کہ میں ماتھ ڈال کر دیا

اور منہ سے حقہ کی بدبو آئے گی۔ اپنی مرضی کو میرے

مطیع کر دو ورنہ یاد کرو کہ کیونکہ سب مرے ہیں۔ سوچ

کیونکہ یہ بہت خوفناک ہے

تم اس طرح مجھ سے گفتگو کرتے ہو اور جرات نہ ہو

ہو کہ محبت کرتے ہو۔

در جرات اے

در مان سلطان جرات۔ آواز بہت بھاری ہو گئی۔

اس نے اپنے تھے ماتھوں سے ابوبکر کی پگڑی کھینچ کر

چھینک دی اور زور سے پگڑی کھینچ لی کہ جس سے ہنٹ

سے بال ماتھ میں آگئے اس سے ہنٹ زیادہ درد ہوا۔

امانت جو ہوئی وہ کہیں زیادہ اسکی آنکھیں جل چکی

چہرہ لال تھا۔ یہ لڑکی مٹھی بھر بال لئے ہوئے

ایک جانب نہ دیا اپنی جگہ پر پڑی ہوئی تھی۔

ر کا ذفرنگی۔ اطمینان رکھ اسکا بدلہ میں کہیں بھگتا اور گوندازوں سے کہو کہ شیو پوری تک اسکو لو لگا۔

اسوقت آواز اور قدم کی کھڑبڑ اسٹی سنائی دی یہ بابو بلی سنگھ تھا کہ جو نہایت غصہ سے شانہ اوسے کو بکار رہا تھا۔ یہ صوبہ دار شہر شاہ سے آ رہا تھا اور جہتہ اسکی کڑی جلد اسکی آگیا۔ کیونکہ یہ کرشیل ٹبر تیس کے سب گھوڑوں پر اور دیسیوں کی طرح سے قابض ہو گیا تھا یہ چل رہا تھا۔ ”جہان بنا جندو شاہ گمان میں۔ شاہزادہ منہ گمان۔ سب ہاتھ سے گیا۔ اور کافروں کی فتح ہوئی۔“

اکھتر دان باب

نوپ پر رکھ کر اوڑھایا

کر نل ڈکن کے مارے جانے کے بعد دوسری صبح کو جب آفتاب طلوع ہی ہو رہا تھا کہ کڑنچ ایک خوفناک تارنہ دکھلا دیا گیا۔ ایسا تارنہ جو ر دلی میں خا صکر اور شمال ہند میں عموماً ہوا کرتا تھا۔ جھانسی مقید یا غیاں اور اوتکے ساتھیوں کی۔ گرم اور گرمی آفتاب نے کہ جواپنی روشنی برساتی نصف ہی دیتا تھا اپنی روشنی میدان میں چڑھائی اور جس سے شہر دہلی فتح اپنے لنگرہ اور منار اور مسجد کے چمک اٹھا۔ سب بالکل نیل کا سارنگ نظر آتا تھا۔ دور پر چمک اپنے سبز کناروں میں برہی تھا جان رسالہ گورکھا پلٹن اور سکھوں کو حکم ہوا کہ اپنی سنگین آفتاب کی طرف جھکائے ہوئے رکھیں فوجی قیدیوں کے بائیں جانب قبرستان تھا۔ ایک مقام کہ جہین حال میں بت سے مسافر دفن ہوئے تھے۔ اپنی جانب ایک چھوٹا سا قصبہ رام پور یا تھا اور قریب ہی تخت گڑھ جھیل تھی اور اوتکے ساتھ

در سلیمان ابن داؤد کی تمام یہ ٹھیکہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ شہزادہ چاہے اسے کی جرات ہوئی۔ لیکن تحمل سقد ر خائف کیوں ہو؟

”میں خائف نہیں ہوں“ مرزا ابوبکر کجیات دیکھ کر اسکو تعجب پیدا ہوا۔

”آجیہا۔ تو اوس رحیم خدا کا نام لیکر کچھ کہو۔“ اور اوصوریہ وقت زمانہ میں گھومتے کا نہیں ہے گو گندار کشمیری دروازے کے سامنے آتے ہیں اور ایک گھنٹہ کے اندر دلی میں ہونگے۔ ہمارے آدمی ہر ایک جگہ اطاعت کر رہے ہیں۔ لاہوری دروازہ تھوڑی دیر میں غالی ہوا چاہتا ہے حضور اور مرزا مغل کو باہر نکلنا چاہیے ورنہ ہر ایک چیز تھوڑی دیر میں ہاتھ سے نکل جاوے گی۔“

”ہونے دو۔“ (اب اپنا چہرہ اوس مقیم بے ہوش لڑکی کی طرف کر کے) شاہ اش آخر کا د آخر کار اوڑھنا فرنگن لڑکی میں تمکو تیار ونگا کہ اپنے ناک کی جکے ہاتھ میں تیری جان ہے میرے برتاؤ کی کیا سزا ہے۔ دیکھو بابو محمد بخت خان آغا تو پچانہ سے ایک آذرہ توپ لاؤ۔ اسکا سہ سیر و سیرین اندر ۵۰۔

باعث دریافت کیا اس کو معلوم ہوا کہ وہ خوشی سے
 کہ ایک یوروپین لکڑی کپ میں کی ہے وہ وہی خوشی ہے
 کہ خانہ میں جا کر چھپی تھی کہ جہاں وہ اب تک با آرام رہی ہے
 اور یہ اجڑا تھا کہ جس سے کل فوج میں کس قدر زیادہ خوشی
 ہوئی۔

یہ دیکھ کر وہ اٹھ اور چند دوسرے کہ جو اکثر جب نوکری
 نہیں ہوتی تیار کرتے کہا: "تو یہ کونسا ایسی خوشی ہے کہ
 تمام اور تیار کیجئے۔ اس سے مجھ کو بہت مسرت ہوگی پھر
 کے بچانے کی ہوتی ہے۔"

یہ سب نے جسے چہرہ کارنگ بدل گیا۔ اور جسے چہرہ کو
 خوشی سے ہوا دے رہا تھا کہا: "مان ایک مرتبہ ہم لوگ
 وینسچا پہنچیں فوراً محل اورادین ایک درباری تو ہے
 چھٹاک کا صفایا کریں اور اسی وقت کل ملاقات میں
 تشریف لیں۔"

یہ سب کو اندازہ ہوا کہ جس نے وہ سچا کچھ سے نہیں بچا
 انکی لنگڑی ٹانگ کے ساتھ ہوا تو گیا۔ لیکن مجھ کو امید ہے کہ
 کہ سن چھوڑ کر پوری کو اس کے پورے حسن میں دیکھیں گے
 ہر ایک شخص کی کپ میں خوشی تھی کہ معاملہ دہلی کا
 حاتمہ کیا جاوے۔ کیونکہ یہ افواہ معلوم ہوئی ہے کہ ایک
 باغی خان بہادر خاں بڑے ویسی راجے نے جو کہیں
 کی ملازمت ہمیشہ گستاخی کے واسطے پھر رہا ہے۔ پھر
 بادشاہ روہیلکھنڈ مشہور کر لیا ہے اور اسے تہنیت
 خرقہ کار جوڑے کے بعد تخت پر بٹھا کر پادشاہ کر دیا ہے کہ
 اس محفوظ مقام میں منی تال پر چڑھائی کہ اسے اور تان
 کے ہر ایک یوروپین مرد و عورت کو مار دے۔

یہ سب ایک سو میں لکڑی دھڑکی گئی۔ عین اسی لمحہ کہ ایک یوروپین
 کہہ رہا تھا کہ یہ پادشاہ تان میں نہیں رہتا بلکہ ایک چھوٹے
 وقت بھی تان میں نہیں رہتا اور اس کے قتل کے بعد ایک چھوٹے
 حکم دیا کہ ایک نئی تختی لایا جائے اور اس تختی کو ہر ایک یوروپین
 کے پاس رکھا جائے۔

فرخ پڑ سے اور دوسرے مندوں نے کہا: "اچھا ہلو کریں
 میں نہ گاؤں گا۔ بلکہ دریا میں ڈال دیتا۔"

لیکن حسین سے کسی شخص کو اپنے افعال پر افسوس نہ تھا
 صرف یہ خیال تھا کہ ہم لوگ اپنے ملک کے سچے نہیں رہے
 کیونکہ وہ لوگوں کی رائے کے موافق نہ تھے کہ اس
 بنانے واسطے اور انسان میں تعلق ہے۔

تو بچانے کے سپاہی نے کہا: "سب تیار ہے۔"
 "اچھا اپنا کام کرو۔"

گوشت خورین چھوڑ دیے۔ غلیظ جلائے گئے۔ لیکن کبھی
 نے افسوس اور رحم نہ کیا۔ ڈرنا کھانچا بھل و سوخت
 سخت تھا اڑتے کہا: "وہ سب جو یہ بتا رہے تھے
 ہیں۔ برنجا۔ وشنو اور شمس وان وشنو کا مال کر رہے
 ہیں۔ اور اگر انکواس دنیا میں سزا نہ دیا جاتا تو
 دنیا پر چھوڑے جاوے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو میں جیسا کہ
 بچا سکتا ہوں۔"

اور سٹ مارشل نے حکم دیا: "فیر کرو۔"
 دس فلیٹ دس جگہ جلائے گئے اور دس آدمی اور کپڑے
 ایک سفید دھواں سامنے سے نکلا۔ سفید کپڑے پھیلے
 مائل سفید تھا۔ اور گولین کی ایسی بارش ہوئی کہ جس سے
 لوگ دب کر رہے۔

پھر دے گا ایک دس آدمی اور لکڑی اور اسی طرح سے
 اس وقت تک موت کا کام جاری رہا جب تک کہ ان ہاتھوں
 اور پیروں کا ڈھیر نہ ہو کہ جو گڑھوں میں پڑاویے گئے۔

ہستوان باب

آخر ملک کی شاخ کو ایک بہت بڑا غرہ خوشی انگریزی سپاہی
 ہینس میں سنا دیا اور پھر دے اپنے جگہ سے جاپانی
 جگہ پر اب جب پے درست ہو گیا تھا آدمی بھیجا کہ اس جگہ

اس وقت وہی میں پکھو لگا نام کہن۔ اساعت نہایت گرجی تھی اور لوگ اب نہایت اشتیاق سے اپنی ٹوپوں کو کھینچے تھے اور جھلستے اور کہتے کہ جلی اور خمیہ میں بس ایک کاغذ کے تینہ کا فرق ہے کشمیری شراب کا ایک گلاس پی کر کہ جو تالاب میں ٹھنڈی کی گئی تھی ڈوبا کے کما۔ ہاں ہاں اب جب یہ سب مصیبتیں ختم ہو جاوے گی تو پھر اچھی آرام اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں گے۔ پکھو ہمارے سردن پر۔ ٹرٹی درمیان میں گرجی عہدہ پر دسے۔ برت امریکہ کی۔ سالن اسکا لینڈ سے کر دی تیر شراب ہمیں سے۔ سارڈن میڈی ٹرین سے۔ اور اس کے عہدہ اور کیا انسان خواہش کر سکتا ہے۔ ہاں پراسے اور پیار سے آپ لینڈ کے آگے بھی تو ہوں گے۔

تو لوگ اس وقت ہمدردی کے شریعتی جواب کہ بہت مستعد سہا سہی تھا۔ یہ سوال تھا۔ نہ تو پائیں اور نہ تھوکر سوڈر تھا۔ ”حکم کرے گی۔ آخر کس واسطے۔“

”کشمیری دروازہ پر حملہ کرنے کو۔“

”قسم خدا کی میں بھول گیا۔ اسرحصہ میں اسقدر ہم لوگوں نے حملے کئے کہ اب یا د نہیں جو۔“

”اسپیکر سپاہی فرینک سٹیل نے جواب کی سنجیدہ فرتحا کہل۔ صبح میں آقا پیکار کے حکم تیار ہی ملتا۔ تو ہلوگ جابر کالم بنا حاکم کر گئے۔ برگہ صاحب خواہاں کر گئے۔“

”وہ ڈو اگلے آپ کیا۔“ اچھا فرینک اب بالکل ایک چلتی ہوئی آڈیو ہے۔ ای جوان شکر اچھا ذرا براڈ می کی بوتل تو ادر ہنگو دنیا میں ہوا سے براڈ می کے کبھی کوئی دوسری شراب نہیں پتیا ہوں۔ ہاں ایک درہام ویسکی میں ہرج نہیں ایک حصہ پانی اور تین حصہ براڈ می سے عمدہ جام بنتا ہے۔ اور اگر ایک قطرہ بھی کسی گنا زیادہ یا براڈ می کا کم ہو تو مزہ جاتا رہتا ہے۔ مگر شرابیں تھوڑے درہم سے یہ کیا بہت عمدہ لذت ہے۔“ کہنے سے جواب دینے کے پوچھا۔ ”آج شام کو کمپ میں کیا ہے۔“

”جس وقت فوج مسلح ہو کر تیار ہوئی تھی۔ ہوا میں آواز آئی تھی۔ پہلی برگہ کے گولہ اندازہ، دین فوج پیدل کے درہمی جانب اور اول کالم اندھارے میں عمدہ خاموشی کے ساتھ کھنڈن میں سو رہو رہے لوگ کون بھی بنا رہے تھے

حاصل کر کے ماجرے کے واسطے طاری۔“

دو واقعہ تو حدت آقا کے پوسے ایک بنگلہ گر گیا کہ جس ایک کو لکھا مرنیا۔ ایک شخص کو بھانسی ملی۔ نہیں معلوم کیونکر اور شخصوں میں کس قدر تشدد ہوا کہ ۶۱ ویں پلیٹن کے سپاہی نے ایک گاہکے کھنڈن کے قریب ذبح کی۔“

ہر درہم (جواسوقت ایک موٹی چٹائی پر پڑا ہوا تھا گرجی آپ کے ایک کان کا پٹن کھسک آئی تھی۔ وائٹو ایک چرٹ دبا ہوا تھا اور ایک ماتھ پر کنا ہار کے پوسے تھے) بھنگ اور انگور نہیں شاپ میں مست یہ لوگ کچھ شکر گرنے۔ لیکن سب منہ لڑن کو حکم ہوا کہ نہ جی ہاں نہ نکام رکھیں۔ کیونکہ یہ پٹن کے قریب ایک مین کے گنا معلوم ہو سکتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان ہار پوائن رہتا ہے کہ جہاں جگنو چلا کرتے ہیں۔

فرینک ٹیل نے کسقدر شکر کر لیا۔ ”تو کیا کل ڈو اگل تم آگے بڑھو گے۔“

”ہاں میں ضرور بڑھوں گا۔ زمینوں کو اپنے چھپو جاؤنگا۔ آپ کی جھکو کچھ پرواہ نہیں۔“

رائل وینجاف فوج پیدل کے دسر مور و کامیوں کے گورکھے سب اشتیاق میں تھے کہ ذیلی کے اوپر حملہ ہو۔ ہر دیکھ اور اونکے تھوڑے سے سپاہی اول کالم کے مدد کو تھے کہ جسکو جب احکم برگڈیر نکلس حکم تھا کہ کشمیری دروازہ پر آوے۔

رسالہ کے لوگ زیر حکم جنرل گرانٹ لینس میں ہمارے دین وغیرہ کی محافظت کرتے تھے۔

جس وقت فوج مسلح ہو کر تیار ہوئی تھی۔ ہوا میں آواز آئی تھی۔ پہلی برگہ کے گولہ اندازہ، دین فوج پیدل کے درہمی جانب اور اول کالم اندھارے میں عمدہ خاموشی کے ساتھ کھنڈن میں سو رہو رہے لوگ کون بھی بنا رہے تھے

تہران باب

ناؤین کے سوار

اوسنے اپنے تین ان مقبروں میں کہیں چھپا لیا جو کہ
میںجاؤین "اپنی رنجلین بڑا ہوا۔ اور اوسرا دو ہزار
کر اور اگر ممکن ہو تو زندہ لاو۔"

جب دیکھا کہ سوار تعاقب کرنے والے نہیں ہیں یہ
ایکلا چڑھو پھلا آتا تھا اور اوس کو بھی میں جا رہا کہ جو
سلسلہ ام میں محمد شاہ نے ایک عجیب غرض سے بنائی
تھی کہ ہر ور کو اسکی ٹوٹی کی جاک مضموم ہوئی۔

جبکہ نے فوراً گھوڑے کو کڑکایا اور اسکا تعاقب کیا
گو کوئی اور شخص ہوتا تو اسقدر عرصہ کے برابر کام نہ تھا
کیا ہوتا لیکن میں نے اور بھی جوش کے ساتھ علی سنگھ کا
تعاقب کیا کیونکہ خیال تھا کہ اس شخص سے ضرور پورا پتہ
بلجاوے کا کہہ لو لی کہاں ہے۔ اسکو خوف تھا کہ یا بولی سنگھ
مرا پسند کر گیا لیکن کبھی نہ بتلاوے گا کہ یہ کہاں ہیں۔
یا بولی سنگھ نے جب دیکھا کہ اسقدر قریب تک اوس کا
تعاقب کیا گیا ہے اور اب کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ہے
سوا اس کے کہ بچے کو در کچھ دن پر جان دے کہ جہاں
اب ناؤین کے سوار آئے ہیں جسے علی سنگھ اور ہرور
دونوں کو دیکھ لیا تھا۔

غصہ سے اندھا ہو کر اور اپنے دل میں خود اپنی تین اوس بیو
پر گالیوں دیا کہ اوسنے ایسا مقام اپنے چھپنے کا پسند کیا۔
یا بولی سنگھ ٹھہرا اور جب ہرور کو قریب آئے دیکھا تو دو
گولیاں سرکین پہلی گولی تو دور گر گئی اور دوسری ہرور
کے پیٹری سے ہو کر ٹھکائی کہ جن دونوں کو ہرور نے جانے دیا۔
اب یہ شاید بچہ قسمت میں بھروسہ کر کے آگے بڑھا۔ ہرور
نے خیال کیا کہ اگر ایک بچہ اور قریب آتی تو میں جگلیا
ہوتا۔ اب صوبہ دار کو وقت ملا کہ وہ پستول بھر کے
اسنے اپنے تعاقب کرنے والے پستول کھینچا ماری کہ
جس سے ہرور نہایت ہوشیار سی بے جگلیا۔ بھریا اور بھاگا
اور وہی اندازہ ہوتے ہوئے سینار تک پہنچا کہ جہاں

محل کے اندر کوئی تہ بڑ ہے شاہ کا نہیں ملتا تھا نہ اوسکا حال
سلطانہ زینت محل اور دو شاہزادوں و پوتوں یا غزنو کا
مالکہ جو اسقدر ان ظلم میں شریک تھے کہ جبکہ جتنے ذکر کیا
نہ بولی نہ اوسکے باپ کا تو تلاش خوب کی گئی۔ لیکن یا بولی
علی سنگھ کا جو باغیان میں سب سے زیادہ زندہ رہا بھاگتے
ہوئے پکڑ لیا گیا۔ کو اچھی طرح سے گھوڑا کڑکائے چلا جاتا تھا
لیکن میںجاؤین نے اوسکا پورا تعاقب کیا اور اپنے جیہ
پچاس ہزاروں کے ساتھ معہ جیک ہرور کے تعاقب کیا
جسکو معلوم تھا کہ اس سے معلوم ہو گا کہ میران شاہی خاندان
کہاں ہیں اور وہاں اسکو شک نہ تھا کہ اگر پادری نہیں تو
اوسکی لڑکی ضرور بلجاوے کی۔

جیسے ہی کہ یہ آگے بڑھے میںجاؤین نے فوراً ہی اگر ہرور
کو اطلاع دی کہ اوسکے ہاتھوں نے بڑ ہے شاہ اور زینت محل
غزنو کیلیم کو گرفتار کیا اور سب کو قطب میں جو ۹ میل
دہلی سے ہے بھیج دیا۔ اور اوسنے کبھی ہرور سپاہیان کو غصہ
کو تیز کر کے محمد بہادر شاہ کی جان اوسکے بڑاپے اور
سفید بابون کو دیکھ کر بخش دی ہے لیکن قطب میں
نہ تو وہاں شاہزادے اور نہ اداں دو قیدیوں کا کہ جو
اوسکے ہاتھ میں تھے پتہ معلوم ہوا

اس موقعہ غارتگری سے ہوتے ہوئے یورپ میں جنگوں سے
تکلیف جہاں چلے گئے تھے کابل دروازہ جلیخا نہ پورے
دہلی یا فیروز آباد ہوتے ہوئے بھاگنے والے کا تعاقب
کئے ہوئے تھے۔ آفتاب کی دھوپ میں یا بولی سنگھ کی
مرتبہ ٹوٹی چمکتی تھی۔ لیکن اوسکے گھوڑے نے جو بہت
پر تھا اوسکو تعاقب کرنے والوں سے دور کر دیا تھا اور
یہ اب نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ہرور نے کہا۔

آخری مرتبہ اسے دم لیا اور تلوار میان سے نکال لی ہر
بھی بچھے بچھے گیا اور اب ہتھوڑ قریب ہو گیا تھا کہ اگر
چاہتا تو گولی سے وہاں ہی خاتمہ کر دیتا مگر خیال یہ تھا
کہ اس سے حال دریافت کرنا ہے۔ یہ اور قریب گیا اور
جیسے ہی کہ یہ نزدیک جاتا تھا یہ دیکھتا کہ اس مسلمان
چہرہ کا رنگ بدلنا جاتا ہے اور یہ شخص اپنی سمت ہر
بھروسہ کر کے اپنی جان گراں قیمت بیچتا تھا۔ ابھی کچھ
زینے دو نوکے درمیان رہ گئے تھے کہ ہر ورنے کہا۔

”میں تمکو جان ایک شرط پر بخش سکتا ہوں۔“

”میں تیرے ہاتھ سے اوکا فراہی جان بخشی نہیں آتا۔“

”میں گولی سے تیرا بھی خاتمہ کر سکتا ہوں مگر ایک
شرط پر نہ بولوں گا۔“

”اگر باغوت ہی تو کہہ۔“

”تہلاؤ کہ شاہزادے کمان میں۔ وہ بوردے شاہزادہ کہ
حیثیوں نے ہتھوڑ بہادر آدمیوں کو بہکا کر غارت کر لیا
اور تنہا مرنے دیا۔“

”شاہیاش سچ کہتے ہو۔“

”تو اب کمان ہم اونگہ تلاش کریں تہلاؤ کہ میں مکہ مکملہ کا
نام لیکر تیری جان بخشی کروں سب غارت کیا بولو۔
ورنہ اس پستول سے۔“

”اونہ اونہ۔ اپنی پستول تہا۔ یہ سب سے کی طاقت
میں نہیں ہے کہ مجھ سے کوئی بات قبول کرے۔ لیکن یہ
کیونکہ شاہزادہ جنھوں نے شمشیر با خدا کا نام لے کر
ایک گولی بھی نہیں داغی کہ جب ہتھوڑ نوک مر گئے
میں اور ہتھوڑ مر مرنے میں پھنس رہا تھا۔ وہ ہم کو
وہ مقبرہ ہمالیوں میں ملیں گے۔“ اور وہ یہ کہہ کر
قبل سے کہ اور کچھ کہہ سکے تھے کہ وہ ۱۱ درجہ
ہاؤین کے پیروں کے قریب جا کر گر کر جس سے
سہارا دیا۔ بہت خوشی ملا ہوئی۔ ہر ورنے کی

شرکت کو دوا گیا کہ جو بہت خوبصورت جوان لمبا اور قد آور
تھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ ”پستان ہر ورنے۔ یہ کیوں نہ شیطاں
اوس پانڈی کو اور پھیکا کر پھینکا۔ تمکو کچھ تو دیر نہیں لگی۔“
”نہیں ہجر صاحب اس نے اپنا کام خود ختم کیا۔“
”کیا شیطاں نے خود کشی کی۔“
”ہاں قریب قریب اوسکے۔“
”کیا اوس سے تم سے گفتگو ہوئی۔“
”ہاں لیکن بالکل محاسی۔“
”کیونکہ شاہزادے۔“
”مقبرہ ہمالیوں میں ہیں۔“
”زندہ یا مردہ۔“
”یہ اس نے نہیں بتلایا۔“
”اچھا کچھ کو اون کا پتہ لگانا چاہئے۔ وہ مقبرہ کہاں ہے
کوئی شخص جانتا ہے۔“
”بیان سے کوئی میل بھر مغرب میں ہوگا۔ اجازت دیجئے کہ
میں جان۔“
”اچھا تو سپاہیوں پر ہر ورنے رہتالی کی اور شہزادہ مقبرہ
ہمالیوں کے تلاش میں کہ جس سے ہر ورنے جو بی واقف تھا
چلے۔“

چوتھو اور ان باب

مقبرہ ہمالیوں

سواروں جو کچھ عمدہ کپڑے وغیرہ بی سنگھ کے تھے سب
چھین لئے اور اوسکو بھٹیروں کے تذر کر دیا۔

اوس بڑا اونچے مینار سے گزر کر حبو قطب الدین نے بنوایا تھا
اور جو سب سے اونچا اور شاندار تمام دنیا میں ہے۔ ہر
سنگ مرمر اور عمدہ پتھر وکی بنی ہوئی ہے۔ یہ وہی قطب الدین
تھا کہ جو غلامی سے بادشاہ دہلی مستلا میں ہو گیا تھا۔
خسر والدین کے بلغ سے گزر کر ہاؤین ہر ورنے سپاہی شہ
قدرت کا دیکھتے ہوئے نمبر و زامانہ اور رائے دہا ہر ورنے

تھا۔ ہرور نے نہایت ہوشیاری سے ہر ایک کو نا ممکن کا دیکھا۔ ولین امیر سے بھرا ہوا کہ کین عرب پولی کا پتہ ہے ایک دفعہ اسکا حال سنا اور بدلا لیا۔

گو یہ جمع باہر دلی کے بہت بڑا تھا مگر یہ لوگ سب سے ہوئے تھے۔ سچے منہ سے بقدر نیکو حکم دیا کہ غلوگ سب ہتیار رکھ دو جس حکم کی سب لوگوں نے تعمیل کی اور کسی نے کچھ نہیں کہا۔ سچرا اور ہرور گھوڑوں سے اور تاراب مقبرہ کے اندر گئے۔ قبر چالیس پستیر سے نظر پڑی کہ چوبیس پستیر پر اڑا ہوا تھا اور گرد و چنچ چاندی کے فانوس اور شمع دان اور تازہ پھول رکھے ہوئے تھے۔ یہاں ہی وہ دو آدمی تھے

کہ چوبیس پستیر کے سفار کے باقی تھے۔ دو شہزادگان دلی اور ان کا بچہ جو جان بچانے کو ایک مردہ شخص کے سایہ میں پوشیدہ تھے۔

جیسے ہی کہ انکو آنے پہنچا کہ بیشہ کو گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اونکی عیش پرست آنکھوں میں غصہ معلوم ہوا۔ رخسار کے خوف سے زرد ہو گئے اور اونکھوں نے اپنا دھنا ہاتھ سلام کو اٹھایا۔ انہیں ایک جو کم سن بد معاش تھا جسکا نام گو بہت کم سنہو تھا سو اسے اس کے کہ بہت ظلم کا بانی ہوا اسنے زمین پر شیک کر آرام کی۔

لیکن ان تازہ حالات کے بیان کرنے میں ہم کو خضصا چاہئے۔

سیاد فام گارو جو قریب تھے اونکھوں نے ایک خوش مزاج بٹار رکھ دیا کیونکہ ان دو فسر کو چہرہ سے اونکھوں نے اسباب اور پائے۔ ہرور گر عجوبہ ششی سے ادھر ادھر پڑھا تھا اون سب چہرہ دین میں جو گرد تھے سب خاکی رنگ کے تھے۔ انہیں دو نو کے گورے رنگ کے تھے۔

بڑے بھائی مغل نے جسکی نبض خوف سے چل رہی تھی کہا یہ صاحب جطر حصے تم اسید کرتے ہو کہ اوس روز آخر کو تمہارا اور پرچم کیا جائے گا کہ جب پہاڑوں سے آگ

ہوے چنے کہ جمین اب بالکل غارتگری میں درج شان ہونے کے رہنے کا مقام تھا جو ہمیشہ مکانات مضبوط اور جواہرات سے مصعب بنائے تھے۔

ایک نہ تو گولی لی آواز آتی تھی اور نہ گولے کی لیکن یہاں وہاں سے گھروں سے دھواں نکل رہا تھا کہ جو بونٹل نکل کر اوپر چڑھتا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ گور کچے اور سکھ کمان کمان ٹوٹ کسوت میں جب اونچا پڑے ہوئے ہیں۔

اشام ہو گئی تھی اور سستی اور وہ قطب منار کا سایہ پورے شہر میں فریاد پر گرا رہا تھا۔ اور اب سپاہیوں کے روبرو مقبرہ ہمالون نظر آیا۔

مرتب میدان میں ۱۶۸ دیرین جواہر پختی میں بہت سی اور چھتیر ایک بہت بڑا گورستان ہے اور کل مقبرہ دو سو بیس رنگ کے سنگ مرمر سے بنایا ہے۔

یہ تمام اوس ہمالو کی ہے جس نے گجرات پر حملہ کیا تھا اور اقلانوں سے انگریز دلی اور اگرہ کو انسر نو فتح کیا اور ہندوستان کی تاریخ میں بہت جھل اور فتنہ ارا کی جیسے اسکاٹ اور انگریز ایک دوسرے کی کھوپڑی سبزی شیشم کے عہد میں توڑ رہے تھے۔ اکبر اس کے بیٹے نے یہ مقبرہ بنوایا تھا اور اسکی قریب مقبرہ ہے کہ جو غلطی سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے وزیر عظم کا ہی کہ جو بعد جنگ گورس بیان دفن کیا گیا ہے۔

شام کا سایہ بڑھتا جاتا کہ جب ہرور کے سپاہی کہ جو خوب مسلح اور مستعد تھے نکل آئے اور دو مستعد انگریز سپاہی معہ بہت سے مسلح آدمیوں کے بھاگے ہوئے سپاہی شہزادان دلی تباہ و برباد زمینداران و کاشتکاران۔ بد معاش اور شمشدے ہر ایک قسم سے ہو کر گزرے۔ یہ لوگ اب ہرور کے باعث خوف زدہ ہو گئے تھے۔ یہ وقت ہرور اور اس کے افسر کھو اسٹے کہ جو اس کے ساتھ تھا نہایت کڑا تھا کیونکہ کوئی بھی حرکت اگر خلاف ہوئی۔ اگر ایک بھی گولی اس کے ہاتھ سے ٹکائی تو ان دونوں کی قبل از وقت موت کا سامنا

نکلے گی۔ جب دنیا کا خاتمہ ہو جاوے گا۔ اوسے طرح سے کوئی شے افسوس کے قابل نہیں ہے اور پھر ہم کیوں اس میں متسے چاہتا ہوں کہ غم بھی رحم کرو۔
 ابو بکر نے سر زمین پر رکھ کر جسکی طرف حقارت سے ان دونوں نے دیکھا کہا "رحم کرو" مہاجر نے کہ جبکہ دونوں ہاتھ زمین پر تھوڑے تھوڑے سے کھڑے "رحم تمہارے اوپر" وزیر نے جواب دیا "ہاں ہم غریبوں کے اوپر کہ اس طرح ذلیل ہوئے ہیں۔"
 ہر ورے اردو میں پوچھا "اور ہم کیوں کریں؟" ابو بکر نے جھک کر ایک گھر کے سلام کے بعد جواب دیا "مکھو بھی اوس خوش حال دن معافی مانگتا ہے۔ کیونکہ اوس روز جیسا قرآن شریف میں لکھا ہے کہ پہاڑیان بھی مثل روئی کے خدا کے روبرو اورین گی۔"
 بہت سے سپاہیوں اور بے معاشوں نے کہ جو نگارے اسے فقیہ کے الفاظ سے جوش کھائے ہوئے تھے اپنے ہتیار اٹھانے لگے اور اندر سے گولیوں کے بھرنے اور پیچھے کے چرمانے کی آواز معلوم ہوئی مگر ماڈین اپنے ارادہ میں مضبوط تھا اور ڈوگمگائے والا نہیں۔
 نعل نے پھر عاجزی کی "رحم۔" ایسا رحم کہ جیسا تم نے ہمارے بے مدد عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا ہے تم سے بھی پاؤ گے۔ یہ کہہ کر ماڈین نے کہ جسکو معلوم ہوا کہ اب ان لوگوں کی مدد ہونی چاہتی ہے تین شاہزادوں کو یکے بعد دیگرے گولی مار کر غم کر دیا۔
 نعل اور اس کے پیچھے کے گولی تو سر پر لگی اور وہ دونوں کے واسطے ایک جگہ سوئے اور پھر نہ اٹھے لیکن وہ کہتے ایک آواز نکلے جسے گولی کلیجہ پر لگی۔ ابھی تک سمجھان پڑا ہوا تھا منہ سے خون نکل رہا تھا اور اب فی المکرزی بھول کر ادھی زور زور سے تھوڑے تھوڑے صہ کیو اسطے بول رہا تھا۔ "اومیان نعل اب دنیا میں

کوئی شے افسوس کے قابل نہیں ہے اور پھر ہم کیوں اس میں متسے چاہتا ہوں کہ غم بھی رحم کرو۔
 ابو بکر نے سر زمین پر رکھ کر جسکی طرف حقارت سے ان دونوں نے دیکھا کہا "رحم کرو" مہاجر نے کہ جبکہ دونوں ہاتھ زمین پر تھوڑے تھوڑے سے کھڑے "رحم تمہارے اوپر" وزیر نے جواب دیا "ہاں ہم غریبوں کے اوپر کہ اس طرح ذلیل ہوئے ہیں۔"
 ہر ورے اردو میں پوچھا "اور ہم کیوں کریں؟" ابو بکر نے جھک کر ایک گھر کے سلام کے بعد جواب دیا "مکھو بھی اوس خوش حال دن معافی مانگتا ہے۔ کیونکہ اوس روز جیسا قرآن شریف میں لکھا ہے کہ پہاڑیان بھی مثل روئی کے خدا کے روبرو اورین گی۔"
 بہت سے سپاہیوں اور بے معاشوں نے کہ جو نگارے اسے فقیہ کے الفاظ سے جوش کھائے ہوئے تھے اپنے ہتیار اٹھانے لگے اور اندر سے گولیوں کے بھرنے اور پیچھے کے چرمانے کی آواز معلوم ہوئی مگر ماڈین اپنے ارادہ میں مضبوط تھا اور ڈوگمگائے والا نہیں۔
 نعل نے پھر عاجزی کی "رحم۔" ایسا رحم کہ جیسا تم نے ہمارے بے مدد عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا ہے تم سے بھی پاؤ گے۔ یہ کہہ کر ماڈین نے کہ جسکو معلوم ہوا کہ اب ان لوگوں کی مدد ہونی چاہتی ہے تین شاہزادوں کو یکے بعد دیگرے گولی مار کر غم کر دیا۔
 نعل اور اس کے پیچھے کے گولی تو سر پر لگی اور وہ دونوں کے واسطے ایک جگہ سوئے اور پھر نہ اٹھے لیکن وہ کہتے ایک آواز نکلے جسے گولی کلیجہ پر لگی۔ ابھی تک سمجھان پڑا ہوا تھا منہ سے خون نکل رہا تھا اور اب فی المکرزی بھول کر ادھی زور زور سے تھوڑے تھوڑے صہ کیو اسطے بول رہا تھا۔ "اومیان نعل اب دنیا میں

دینا میں اونکو نصیب ہوئی۔ اور لینا کے قریب ہی آیا نصف لیٹی ہوئی تھی جسکے گو دین وہی بچہ تھا کہ جو میرٹھ میں کیٹ کو ملا تھا۔

ارکٹ جہاز اب آگے بڑھا۔ گارڈن ریجہ ہوتا ہوا اڑا مار کر کوہ پونچا نیگالیوں لوہون اور مالداروں کی جو کئی قلعہ فورت ویم و شہر نیاہ سب مثل خواب کے گزرے۔

میں خواب کی مندرجہ کا جنگل نظر سے گزرا کہ جہان سے سنوں اور خوشی جالور کی آواز آئی۔ کوئی چڑیا تک نہیں بولتی تھی اور جہان ایک آواز میں کہا۔ جسے جھنڈا یہ بتلاتا تھا ایک آواز میں اسکا شیر کے مذاق میں۔

رہا بھری کشتیاں اور جہاز۔ ہندوستانی چھوٹی کشتیاں ایک آواز میں لاکشمن جھنڈا چھوٹی کشتی سے اوسکے وارث نہ جلا سکے نظر آتے۔

اسی طرح راجاون اور مغلوں کی زمین نظر سے گزری۔ اوس شب کو ہمارے دوست زیادہ صدمہ تک باہر کی کھڑکیوں میں بیٹھے رہے۔

وقت کے اثر تبادلو اور موقعوں کے تبدیل ہونے کی سبب ملن اور لینا دور کے رسم بیان اونکے پورے نام لکھیں گے) رخسار تیر جگہ اٹھی۔ گوئینڈر ورننگ کی تھی جگہ کہ ہر دور نے کہا اوسکے اور سامنے مسافر اونکے طرح سے خوش نہونے کیونکہ اوسی جہاز میں بہت سی حیوانیں بیمار اور زخمی آدمی تھے کہ جنگا پورا خاندان ایک سال پہلے کی بغاوت میں غارت ہو گیا تھا۔

رولی ملن اور جیک ہر دور صورت پر کئی میں جھپک تھی اونھوں نے ڈارھیان مونڈوا ڈاڈین تھیں اور پولی نے اپنے موافق مذاق کے اپنی لمبی لمبی موچھیں بڑھائی تھیں۔

اب جہاز ارکٹ خلیج بنگال میں داخل ہوا۔ وہاں

پڑا اوسکے ولین و برکن ہوری تھی۔ ابک محل کے رکے بچے کہ جواب گولی کے زور سے پھٹ گئی

اور جسمیں کو لیون کے باعث بہت چھید ہو گئے تھے لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی بالکل برکت کی سی سفید

بالکل تھی ماتھون اور یہ نہیں کیلین کرکھی ہوئیں مچھ سے سینے بالوں کے جو خدا کے عشق سے رستہ سے جدا

علحدہ پڑا تھا کجی روشنی کے جگہ اب شمس کے یہ سنے جگہ دی۔ لیکن قبل اسکے کہ آفتاب قطب پینار کے اوس

جانب چھپے کو کوئی میں واقع چاندنی چوک معمولی سونے میں لڑکائی کرو اور اوسکے سے بھری ہوئی مین آرمی

پڑے تیمور مغلیہ کے اولاد سے ملے ہوئے تھے اوس شمشیر کے اوانا دھینے فارس اور اٹھان تان فتح کر کے اپنے

نیں شہنشاہ ہند بنایا تھا۔ بن بن اور رات یہ لوگ اوس جگہ ٹکڑے اور اٹھانے

کام غارتگری کا ختم ہوا۔

پچھتر وان باب

انگلستان کو سفر

واقعات اور حالات ہم خوشی کے ساتھ ارکٹ نامی زمین میں منتقل کر سکتے ہیں جو پینڈر اور ارنشلمپنی

ایک بہت عمدہ جہاز تھا اور جو بعد فتح دلی بدشاہ راءوسکی نیگم زیت محل کو جلا وطن کے حکم کے بعد کورٹ

رشل کے جنگل میں مسافر کو سوار کر رہا تھا۔ سامرون اور اسباب سے لدا ہوا جہاز ارکٹ اسباب

بھرا ہوا چل رہا تھا کہ جبکا یادیاں پانی اور زمین کو نہلے سایہ سے ڈھکے ہوئے تھا۔ کرسیوں پر کھڑے ہونے

ان بچے ہوئے ہر دور اور ملن اونکی یویان اونکے بہت پڑے ہیں۔ اسمیں سب خوش تھے کہ اونھوں نے بہت سی

صیبت اور تحالیف اٹھائی ہیں مصائب کہ جو اس

سندیدی باہن بکل رات تھا۔ نیچے کے کمرے سے کئی کمروں تک
تک تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد عجیب طرح کی روشنی نکلتی
تھی اور پانی کے سطح پر تارے اور چاند چمک رہے تھے۔
بہت سے بیمار سا فخرانوں کے ساتھ پادون میں
جار رہے تھے۔ امیدوارن شہاد ہوئے جو ان کے دل میں
ہوئی تھی۔

گو انہی شادی ہو گئی تھی مگر اب بھی ہر رات اور لینا کو بہت
کہنا ہے۔ لیکن اب خیالات بیان کرنے کو سوجھ بوجھ اور توجہ

لینا سنہ خان میں کہنا۔ اور جب کہ جو کچھ ہم برداشت نہ کر سکتے ہیں
وہ مثل خوقیاں خواب کے ہے۔
ہر رات جواب دیا۔ مگر ایسا جواب جو گذر گیا پیاری
بہت پیاری لینا اور ہم لوگ بہ آرام و امن اب آخر کار
پورے انگلستان کو جانتے ہیں۔ اور ہم میری فضل میں
ہو لینا۔ میری بھلی۔ میری بھلی پیاری اور اپنی خوش فہمی

ختم شد